



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله والمنة کہ جدید علم کلام کی کتاب نایاب ستیاب مقبول خاص عام

یعنی

# سائیں اور اسلام

جسکو

حسب الارشاد حضرت مولانا و مقتدا نا جناب حاجی حافظ قاری مولوی شاہ

محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اللہ العالی بنابر افادہ اہل اسلام حضرت مولانا

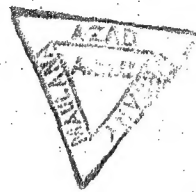
محمد اسحاق علی صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم کان پور نے علامہ حسین

دینوریہ سے ترجمہ کیا

انجسٹر البسی کی کتاب حمید یہ سے ترجمہ کیا

خاکسار امیر احمد تھانوی مینجر مطبع کی حسن سی اور استام سے

مطبع روزنامہ اخبار دہلی



pp. 9.



100  
PV

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U23390

# فہرست مضامین سائنس و اسلام

۳۹

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱	مثال سابق کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوے رسالت اور ان حالات پر بنیاد کرنا جو آپ کو لوگوں کے ساتھ پیش آئے	۱	انسان مترجم
۱۲	دعوی رسالت کی وقت آپ کی حالت	۵	پہلا فرقہ لوگوں کا شاہی خط بھیج کر اسکی سفارت کی تصدیق کرنا
۱۳	لوگوں کا اپنی عقل اور طریقہ استدلال کے اعتبار سے چھ حصے میں علیہ وسلم کے بارہ میں مختلف فرقوں پر تقسیم ہو جانا	۷	دوسرا فرقہ شاہی مہر کو بھیج کر تصدیق کرنا
۱۴	فصحی اور بھاری عرب کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اور اسکی حقانیت تسلیم کر لینا	۶	تیسرا فرقہ لوگوں کا بادشاہ کی الشاہ پر داری اور طرز تحریر اور سلطان خطابات کو بھیج کر تصدیق کرنا
۱۵	ایک فرقہ کا قرآن کے غیبات پر متشکل ہونے اور مختلف آداب و اخلاق پر حاوی ہونے سے اسکی حقانیت پر استدلال	۷	چوتھا فرقہ ایسے تختے طلب کرنا جو بادشاہ کے سوا اور کسی کے پاس نہ تھے
۱۶	مضامین قرآن کی مختصر فہرست	۸	پانچواں فرقہ گذشتہ سفیروں کے قول سے استدلال جو ایک سفیر کے آنے کی خبر دیکھے اور اسکی علامتیں بتلا گئے تھے
۱۷	تیسرا فرقہ جسے فصحاء و بلغار اور مضمون شناس فرقہ کی شہادت کا اعتبار کر کے آپ کی تصدیق کی اور نیز اس کو اسنے قبل قرار دیا کہ بہتر سے فصحاء و بلغار و عجمیکہ مصیبت میں پڑے لیکن قرآن کا مثل نہ لائے	۹	چھٹا فرقہ اسے بتلا گئے قوانین کو تمام رعایا کے لئے مفید اور نافع عام و کثیر استدلال
۱۸	قرآن کی حقانیت پر جاحز کا استدلال	۱۰	ساتویں فرقہ کافی مدت تک انتظار کرنے کے بعد بھی بادشاہ کی جانب سے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہ دیکھ کر تصدیق کرنا
۱۹	چوتھا فرقہ جسے سجدات طلب لکھے اور امر ماری عادت سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا	۱۱	آٹھواں فرقہ گذشتہ فرقوں کے اجتماعی طور پر تصدیق کر دینی مستقل دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال کرنا
۲۰	سجدہ شق القمر	۱۲	نواں فرقہ جس کو دنیا میں مستغرق ہو نیکی وجہ سے بادشاہ اور اسکے قوانین کی خبر نہ تھی تمام سابق الذکر فرقوں کے اجتماعی طور پر تصدیق کرنے سے متنبہ ہو کر اسکی سفارت کی تصدیق کرنا
۲۱	آپ کی رسالت پر وحی کا شہادت دینا	۱۳	ایک فرقہ جس کو اس شخص کی سچائی کا پورا یقین تھا تاہم اسنے اپنی برائی اور ریاست کے رعب میں اگر اسکی سفارت کے اقرار کرنے سے عار کیا
۲۲	سومار کا شہادت دینا	۱۴	ایک متعصب فرقہ جس نے انداد و حسد اور بلا و لیل کے اس شخص کی تکذیب کی اور شاہی انتقام کا مستحق ٹھہرا
۲۳	آپ کی انگلیوں کی گہائیوں سے پانی کا جوش مارنا	۱۵	مثال مشرور بیت جہاد
۲۴	پانچواں فرقہ جسے رسل سابقہ کی بتلائی ہوئی علامتوں سے استدلال کیا	۱۶	مثال اہل ذر و جہنہ
۲۵	کتب سابقہ کی وہ علامتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان کے بعد ظاہر ہوئیں	۱۷	مثال منافقین



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	بسم اللہ اور آیات سورہ فاتحہ کے اشارات کی تفصیل اور آیتین کے معنی	۳۱	اس زمانہ تک آپ کی شریعت اور امت کے منظم کیسا تہر ہے آپ کے صدق پر ایک عمدہ اور ایک نیا استدلال
۵۰	فاتحہ کے ساتھ غم سورہ کی حکمت	۳۳	چھٹا فرقہ جو اخلاق اور آداب کا خلا سفر تھا
۵۱	رکوع و قعود اور جو کلمات اس وقت شروع ہیں ان کی حکمت	۳۴	رسالت کی دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں عقلی اور حسی
۵۱	سجدہ اور اس کے متعلقات کی حکمت	۳۴	اس فرقہ کے استدلال کا اجمالی بیان
۵۱	فقہہ ایضاً اور جن چیزوں پر وہ مشتمل ہے سب کی حکمت	۳۵	شریعت کے عقائد پر مشتمل ہونے سے انکا استدلال
۵۲	ناز پنجگانہ کو اس کے خاص خاص اوقات میں ادا کئے پہلے کی حکمت	۳۶	رسولوں کے بھیجے میں کیا حکمت ہے
۵۲	سنن اور تراویح کی حکمت	۳۶	رسولوں کی کیا شان ہوتی ہے
۵۲	جماعت سے ناز پڑھنے اور جمعہ عیدین اور حج وغیرہ عبادتوں میں مجتمع ہونے کی حکمت	۳۷	شریعت کن اخلاق حسنہ کا حکم کرتی ہے اور کن اخلاق سیئہ سے منع کرتی ہے زبان کی کیا آفتیں ہیں اور کون سے اعمال قبیح ہیں ان سب کا بیان
۵۲	خطبہ کی حکمت	۳۷	شریعت محمدیہ کی عبادتوں کی جو شان ہے اور جو ان کی حکمتیں ہیں اس فرقہ پر ظاہر ہوئیں انکا اجمالی بیان
۵۵	ناز کے فوائد اور جو لوگ اس سے جی پھرتے ہیں اور اس کے فوائد سے محروم رہتے ہیں ان کی تہدید اور نکتے واری تباہی عذروں کا مستقول جواب	۳۸	ناز اس کے قواعد اذان اقامت میں کیا حکمتیں ہیں اذان اقامت میں جو الفاظ ہیں ان سے کیا اشارہ مقصود ہے پھر سامعین انکا کیا جواب دیتے ہیں
۵۷	زکوٰۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے عید یا زبان کرنا خدا کے پاس مقبول نہیں	۳۹	ناز کے لئے طہارت کے مشروط ہونے کی حکمت
۵۷	روزہ کے فرض ہونے کی حکمت اور اس کے فوائد اور یہ کہ خدا مسلمانوں کو اس کے تحمل پر ہی کیسی کچھ قوت دی ہے	۴۰	غسل وضو اور اعضا روضہ کو خاص ترتیب سے دہونے اور سج کرنے کی حکمتیں اور تیمم کا بیان
۵۸	روزہ کے نہ رکھنے والوں کی تہدید اور روزہ کے فوائد حج کے فرض ہونے کی حکمت اور اس کے فوائد	۴۱	ستر کا چھپانا بھی نماز میں شرط ہونا اور عورت کو یہ نسبت مرد کے زیادہ ہر نہ چھپانے کا حکم ہونا
۵۹	اسما کا بیان کہ اعمال حج کے مقرر کرنے میں انسانی خیالات اور عادات کی جنگ و وہ اپنے دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ بڑا کرتے ہیں بہت کچھ رعایت و نظر رکھی گئی ہے اور احرام طواف سعی وغیرہ کی حکمتیں	۴۲	نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کی حکمت اور نیز اس کا بیان کہ اس منہ کرنے سے مقصود خدا ہی کی عبادت ہوتی ہے نہ کعبہ کی
۶۱	کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام بین اللہ رکھے جانے کی حکمت اور نیز مختلف احرام اور قبل حج کی حکمت	۴۳	ناز کے تکبیر سے شروع ہونے اور شروع کرتے وقت ہاتھ اڑھانے کی حکمت
۶۱		۴۴	سجنا کا حکم اور نماز کے شروع ہونے پر ہونے کی حکمت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۲	شریعت کا سیاست بدن کے لئے قواعد پر مشتمل ہونا اور نیز اسکی بحث کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے احکام کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کے کنبہ والوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ انکا نفع عام ہے۔	۶۲	اعمال حج کے تعمیدی ہونے کے مسئلہ اور نیز یہ کہ عبودیت خدا ہی کے لئے ہے اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اشرف اوصاف میں شریعت شمار ہوتی ہے اسکا مطلب
۶۹	اس فرقہ کے لئے جو مال شہیت میں سے قبل قسمت صفی کے لئے لینے اور اسکے فقرا کو دینے کی حکمت ظاہر ہوئی اس کا بیان اور نیز یہ امر کہ اپنے اپنی ذوات کے بعد کیونکر اپنا وارث نہیں بنایا اور نہ کسی کے لئے خلافت کی وصیت کی بلکہ یہ مسلمانوں کی سلسلے پر چھڑ دیا۔	۶۳	وادی منی میں آنے اور اسکا حرام ہونے ایام عید کے وہاں گزارنے کی حکمت اور اس بات کا بیان کہ یہ سب کچھ بمنزلہ خداوندی حیثیت کے ہے۔
۶۴	رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے اہل عیال کے بارہ میں ہمیشہ مساوات ملاحظہ فرمائی۔	۶۴	مقداروں کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو قوانین شریعت میں ہیں ان پر اس فرقہ کا مطلق ہو کر انکو اعلیٰ درجہ کا پانا
۶۵	تعداد ازواج اور انکا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے لئے چار سے زیادہ نکاح جائز ہونے کا بارز اور شریعت کے لئے چار سے زیادہ ہی نوٹیاں رکھنے کی اجازت کی حکمت عام امت کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔	۶۵	تواضع اور تواضع اور ان کا نہایت باقاعدہ ہونا اور ہر ایک نقصانات کے دفع کرنے کے لئے طلاق جائز ہونا وغیرہ عورتوں کے پردے میں رہنے کی حکمت اور یہ کہ پردہ انکی حق میں ظلم نہیں بلکہ بدعاشیوں سے انکی حفاظت کا ذریعہ عورتوں کی لیے پردہ اور انکی اجنبی مردوں سے میل جول کرنے کی غریباں
۶۶	تعداد ازواج کی حکمت چار شادیوں کی اجازت کی حکمت جو انصاف نہ کر سکے آئے متعوضا دیوں کی اجازت نہیں سیرت بنانے کی حکمت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ازواج سے آپ کے بعد نکاح حرام ہونا اور اسکی حکمت	۶۶	تواضع اور تواضع اور ان کا نہایت باقاعدہ ہونا اور ہر ایک نقصانات کے دفع کرنے کے لئے طلاق جائز ہونا وغیرہ عورتوں کے پردے میں رہنے کی حکمت اور یہ کہ پردہ انکی حق میں ظلم نہیں بلکہ بدعاشیوں سے انکی حفاظت کا ذریعہ عورتوں کی لیے پردہ اور انکی اجنبی مردوں سے میل جول کرنے کی غریباں
۶۷	اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زمانہ نبوت کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور یہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ ہے اور مشتمل نہیں ہوتے۔	۶۷	عدل کے موافق ہونا جس سے تنازعات کا بہت کچھ افساد ہو سکتا ہے۔
۶۸	اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زمانہ نبوت کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور یہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ ہے اور مشتمل نہیں ہوتے۔	۶۸	حدود و قصاص وغیرہ کی حکمت حد سرقہ اور اسکی حکمت جرم محسن کی حکمت جلد غیر محسن اور آئے سے سو ہونے کی حکمت حد شرب خمر اور اس کے اتنی ہونے کی حکمت حد قذف اور اس کے اتنی ہونے کی حکمت
۶۹	اس فرقہ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولا یا خصوصاً جو زمانہ نبوت کے مدتوں کے بعد آنے والے ہیں انکے لئے باب استدلال اور یہی وسیع ہو گیا کیونکہ اتنی مدت کے گزرنے کے بعد بھی آپ کی شریعت کے احکام باقاعدہ ہے اور مشتمل نہیں ہوتے۔	۶۹	شرعیات محمدیہ شریعت سابقہ کے احکام کی جامع ہے اور اسے انسان کی ہر حالت کے مناسب آداب و قوانین مقرر کر رہی انسان کی ہر حالتوں کے موافق شریعت میں قواعد و احکام لکھے گئے ہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۲	صحیح سبب قرار دیا	۷۵	بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں انکے اس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اس زمانہ کے موافق ہیں اور اصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا قواعد ناقص ہیں یا اسی شریعت سے اخذ ہیں اور کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ کوئی معینہ قاعدہ ایسا نہیں کہ اور کہیں ہو اور شریعت اُس سے خالی ہو
۸۵	اس فرقہ کا اپنے اس دعوے پر قائم نہ رہ سکا کہ ہم بغیر چوٹا ٹمسہ کے اور کم سے کم کسی چیز کو نہیں لسنے اور حقائق کے دریافت کرنے سے اپنے ناصر سونے کا اعتراف کرنا اور نیز یہ کہ مادی عالم کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض تخمینی بات ہے	۷۶	جسے ظالم عام کے قوانین حاصل کرنا مقصود ہو اس کو شریعت کو اس امر کی تکلیف دینا چاہیے
۸۶	اس فرقہ کا اندیشہ تھا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوے سچا ہی ہوا اور پہلی ہی بار بخامی سے خوف کر کے اس بات کا قطعی فیصلہ کرنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اچھی طرح جانچ کرنا ہی ٹھیک ہے۔	۷۷	جو مسلمان قواعد شریعت کی پابندی نہیں کرتے انکی حالت سے شریعت پر اعتراض کرنا بڑی غلطی ہے
۸۷	شریعت محمدیہ کے عقائد پر انکا مطلع ہونا جنہیں سے بعض انہیں اپنے علوم کے مخالف معلوم ہوئے ہیں اور جنکی وجہ سے قریب تھے کہ شریعت کے حال سے بحث کرنا چھوڑ دیں لیکن انہیں بحث کرنے کے بارہ میں اپنا قطعی فیصلہ لایا	۷۸	ان لوگوں کے حالات سے جنکو لوگ علماء دین شمار کرتے ہیں اور انکی حالت غراب ہے شریعت پر اعتراض کرنا غلطی ہے اور علماء آخرت و علماء سور میں فرق
۸۹	اس فرقہ کا مسائل شریعت کے مذاکرہ کے لئے ایک شریعت داں عالم پر اعتماد کرنا کہ جن بات ظاہر ہو جائے	۷۹	علماء سور
۹۱	اس عالم کا خلاسفہ جدید کے نزدیک عقائد و باتیں نا اور انکا بیان کرنا	۸۰	مالوں کی صورت بنا کر کھانے کے لئے والوں کے فریب سے بچنا
۹۲	سلاوت۔ ارضیات۔ حیات عقل۔ انسان وغیرہ کے بارہ میں خلاسفہ جدید کا خیال	۸۱	جامل صوفیوں کی مذمت
۹۳	محمدی عالم کا مادہ کے حدوث کو ثابت کرنے کے لئے تمہید بیان کرنا	۸۲	سچے صوفیوں کے حالات
۹۴	ابطال مذہب فلاسفہ کی تمہید	۸۳	ساتویں فرقہ کا فرق سابقہ کے بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے سے آپ کے صدق پر استدلال
۹۵	ابطال مذہب فلاسفہ کیلئے انکے مسلمات میں تین تینوں کتاب اور وہ	۸۴	انہوں اس سائنسک اور مادہ کا قدیم اسنے والا دہریہ فرقہ (زنا) کی ضرورت کے موافق اس فرقہ سے طول طویل اور قریباً تفصیلی گفتگو کی گئی ہے
		۸۵	اس فرقہ کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بحث کرنے کا کیا باعث ہوا اور اس فرقہ نے برسی تفتیش کے بعد تمام لوگوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے کا کیا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۸	حدوث مادہ کی اولیٰ دلیل منطقی ہیئت پر	۱۰۷	مطلق ہو سکتا ہے۔
۹۹	حدوث مادہ کی دوسری دلیل	۱۰۸	خدا کے ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال کے ساتھ نہیں ہو سکتا
۱۰۰	دلیل اثبات اکہ کے مفہومات میں سے احتمال ترجیح بلا مرجح کی توضیح	۱۰۹	خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا گزشتہ یا آئندہ
۱۰۱	اثبات اکہ	۱۱۰	اثبات قضا و قدر اور ان کے معنی کی توضیح
۱۰۲	ابطال دور	۱۱۱	ابنیار اور اولیا کی پیشین گوئی کی حقیقت
۱۰۳	دور معیت جائز ہے	۱۱۲	خدا ازبدہ ہے
۱۰۴	ابطال تسلسل	۱۱۳	خدا مادہ کے تمام خواص سے بہرہ ور ہے
۱۰۵	ابطال تسلسل کے مقدمات کا بیان	۱۱۴	خدا اسکان اور محل کا محتاج نہیں
۱۰۶	برہان تطبیق سے تسلسل کا ابطال ثابت کرنا	۱۱۵	خدا کے عرض نہ ہونے پر دوسری دلیل
۱۰۷	برہان سلبی سے ابطال تسلسل کا ثبوت	۱۱۶	خدا اوجہ کا محتاج نہیں
۱۰۸	خدا کا قدیم نہاد ہونا	۱۱۷	صفات حلاوتی اور صفات النوع مادہ میں محض اسی
۱۰۹	خدا کا مرید اور محتار ہونا	۱۱۸	مشارکت ہے
۱۱۰	خدا کے لئے کمال علم و قدرت ثابت کرنا	۱۱۹	فلاسفہ جدید کے مقابل میں وحدانیت کی دلیل بیان کرنا
۱۱۱	گہری کی مثال دیکر خدا کے علم و قدرت کو سمجھانا اور یہ ظاہر کرنا کہ حرکت اجزاء مادہ کو انواع کے بننے کا سبب قرار دینا غلطی ہے۔	۱۲۰	کی حاجت نہیں
۱۱۲	اہل سائنس کو یہ بتلانا کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر کہ بغیر مشاہدہ کے کچھ نہیں جانتے نہیں رہ سکتے اور اسکے چھوڑنے کی شہادتیں پیش کرنا اور ثابت کرنا کہ وہ عقلی استدلال کے بغیر مانے نہیں رہ سکتے	۱۲۱	مسلمانوں کے عقیدہ سے بلا دلیل نہیں بلکہ عقلی دلیل پر مبنی ہیں اس لئے وحدانیت کی دلیل بھی ضرور ہے۔
۱۱۳	خدا کے ثابت ہوجانے کے بعد تنوعات عالم کی پیدائش کے لئے کسی دوسرے موجد کی ضرورت نہیں	۱۲۲	وحدانیت کے سخر فرقوں کے لئے بھی دلیل وحدانیت کی ضرورت ہے۔
۱۱۴	ایک خالی کل کی مثال دیکر ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا مذہب تحقیق عالم کے بارہ میں محض یہ ہے	۱۲۳	قرآن میں توحید کی عقلی برہانی اور فاعلی دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہیں
۱۱۵	خدا کا علم اور قدرت ان میں ہر ایک کن کن اشیاء کے ساتھ	۱۲۴	وحدانیت کی عقلی دلیل
۱۱۶		۱۲۵	دلیل تعلق کی ایسی تقریر جس سے اس کا قطعی دلیل ہونا ثابت ہو سکے۔
۱۱۷		۱۲۶	خدا کے لئے سوائے صفات مذکورہ بالا کے دیگر صفات کا لیبہ کے اثبات کی تنہید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۴	انسان کسی چیز کا خالق نہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتا	۱۲۳	ثابت ہو چکا ہے) خلاف کر سکتا ہے اور غرق عاوت کا وقوع بعض مخصوص حالتوں میں ہوتا ہے جیسے کسی نئی کا حجرہ یا کسی ولی کی کراست
۱۱۵	انسان جو کچھ تصرفات کرتا ہے وہ حقیقت میں مقرر کردہ قوانین قدرت کو تسلط کرتا ہے اور اس سے کام لیتا ہے خود مستقل طور پر کچھ نہیں کر سکتا۔	۱۲۴	علم ہیئت کی دیکھ پ بخت اور عالم کو کتبہ کی عظمت و قدرت پر استدلال
۱۱۶	کوئی شے اپنے مثل یا اپنے مثل کو نہیں بنا سکتی اور اس کا ثبوت کہ خدا کی تمام صفات کامل ہیں	۱۲۵	علم کائنات جو عین بادل ہوا وغیرہ کی دیکھ پ بخت اور عالم کائنات جو سے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال
۱۱۷	خدا کا سمجھنا بصیرت منظم وغیرہ ہونا اور ان کے معنی کی تشریح اور خدا کے اور عادات کے صفات کے مابین کیا فرق ہے	۱۲۶	روشنی کی حقیقت وغیرہ اور اس کے خواص پھر اسکی تفسیر پر اعتراضات جس سے اہل سائنس کو مجبوراً کبھی فاضل مختار خدا کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔
۱۱۸	خدا کے لئے شریعت محمدیہ نے کچھ ایسے صفات بھی بتلائے ہیں جن کا ثبوت یا عدم ثبوت محض عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا	۱۲۸	زمین کے جزا فیہ طبعی کی دیکھ پ بخت
۱۱۹	صفات خداوندی کے بارہ میں متشابہات کا حکم	۱۲۹	سمندر کے حالات اور اس سے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال
۱۲۰	خدا کے اسماء توصیفی ہیں اور اللہ علم ذات ہے	۱۳۰	پہاڑوں کا دیکھ پ بیان اور قدرت خدا کا اظہار
۱۲۱	شریعت محمدیہ نے خدا کی عظمت اور اس کے صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی قطعی اور اطمینان بخش ثبوت قسم کی دلیلوں سے استدلال کرنے کا طریقہ بتلایا ہے	۱۳۱	سبزہ زاروں اور درواریوں کی کیفیت
۱۲۲	آثار خداوندی سے خداوندی صفات پر استدلال کرنے کے لئے مقدمہ بیان کرنا چاہیے تاہم کہ ماوہ کی عام اور خاص صفات کی نسبت مسلمان کچھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اہل سائنس کے ساتھ کس میں موافق یا مخالفت ہیں اور کیوں	۱۳۲	جاوا کے دایہ موت کا بیان
۱۲۳	سائنس کی کشش عام اور کشش انصاف اور مافضت پر ایک مضمون بحث	۱۳۳	کھجور اور غاروں کا بیان
۱۲۴	قوانین قدرت کا محض عادی اسباب ہونا اور کچھ حقیقت میں خدا ہی کے پیدا کرنے سے موجود ہونا	۱۳۴	نرم زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں
۱۲۵	سوائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا	۱۳۵	نرم زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں
۱۲۶		۱۳۶	معادن کا بیان اور خداوندی قدرت کا اظہار
۱۲۷		۱۳۷	معدنیات کے خواص اور اہل سائنس نے جو انکی وہ بیان کی ہے اس پر چار نہایت سخت اشکال وارور کر کے ان کا ناقابل تسلیم کرنا اور خدا کی عظمت اور قدرت پر نہایت فحش استدلال
۱۲۸		۱۳۸	علم نباتات کی کس قدر تفصیلی اور نہایت دیکھ پ بخت اور نباتی دنیا سے خدا کے صفات کمالیہ پر نہایت واضح استدلال
۱۲۹		۱۳۹	شکاری نباتات کا ذکر
۱۳۰		۱۴۰	ہوائی نباتات کا ذکر



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۴	انسانی شکل رکھنے والی نباتات	۱۲۴	انسانی شکل رکھنے والی نباتات
۱۲۹	چڑیا کی صورت رکھنے والی نباتات کا تجزیہ زمینان جس کا مصنف حمید نے خود مشاہدہ کیا	۱۲۴	چڑیا کی صورت رکھنے والی نباتات کا تجزیہ زمینان جس کا مصنف حمید نے خود مشاہدہ کیا
۱۵۱	حساس اور متحرک نباتات	۱۲۴	حساس اور متحرک نباتات
۱۵۲	بنائی گئی یعنی ایک نباتات کا ذکر جس کی پتیاں ہر منٹ میں ساتھ حرکت کرتی ہیں	۱۲۴	بنائی گئی یعنی ایک نباتات کا ذکر جس کی پتیاں ہر منٹ میں ساتھ حرکت کرتی ہیں
۱۵۳	سورج کبھی کا عجیب و غریب پہول	۱۲۵	سورج کبھی کا عجیب و غریب پہول
۱۵۴	ان نباتات کا بیان جو بذریعہ خوردبین کے دریافت ہوئیں	۱۲۵	ان نباتات کا بیان جو بذریعہ خوردبین کے دریافت ہوئیں
۱۵۵	بنائی دینا سے خدا کے صفات کمالیہ پر استدلال	۱۲۵	بنائی دینا سے خدا کے صفات کمالیہ پر استدلال
۱۵۶	روٹی کا درخت	۱۲۵	روٹی کا درخت
۱۵۷	دودھ کا درخت	۱۲۵	دودھ کا درخت
۱۵۸	بالائی کا درخت	۱۲۵	بالائی کا درخت
۱۵۹	علم نباتات کے جاننے والے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال کرنے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں	۱۲۵	علم نباتات کے جاننے والے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال کرنے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں
۱۶۰	علم حیوانات کا بیان اور حیوانی عجائب و غرائب سے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال	۱۲۵	علم حیوانات کا بیان اور حیوانی عجائب و غرائب سے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال
۱۶۱	جو حیوانات خود بین سے نظر آتے ہیں ان کا بیان	۱۲۵	جو حیوانات خود بین سے نظر آتے ہیں ان کا بیان
۱۶۲	جانوروں کی عمروں کے اختلافات اور والد و تناسل کی تشریح	۱۲۵	جانوروں کی عمروں کے اختلافات اور والد و تناسل کی تشریح
۱۶۳	پچھلے کے منقش ہو جانے کی عجیب وجہ	۱۲۵	پچھلے کے منقش ہو جانے کی عجیب وجہ
۱۶۴	ہیڈرا جانور کا ذکر جو کھانا کھانے کے بعد بھی نہیں مرتا بلکہ اس کے ٹکڑے پورے جانور بن جاتے ہیں	۱۲۵	ہیڈرا جانور کا ذکر جو کھانا کھانے کے بعد بھی نہیں مرتا بلکہ اس کے ٹکڑے پورے جانور بن جاتے ہیں
۱۶۵	ساری بحث گذشتہ کا خلاصہ یعنی خدا پر کوئی قانون حاکم نہیں وہ فاعل مختار ہے	۱۲۵	ساری بحث گذشتہ کا خلاصہ یعنی خدا پر کوئی قانون حاکم نہیں وہ فاعل مختار ہے
۱۶۶	انسانی اور فرما بوجی یعنی علم تشریح اور علم افعال الاعضاء کے موافق حواس خمسہ میں سے آگاہ کی تشریح اور پر خداوندی حکمت اور قدرت پر استدلال	۱۲۵	انسانی اور فرما بوجی یعنی علم تشریح اور علم افعال الاعضاء کے موافق حواس خمسہ میں سے آگاہ کی تشریح اور پر خداوندی حکمت اور قدرت پر استدلال
۱۶۷	بصر اور اس کے طبقات و طبقات وغیرہ کی تشریح اور روشنی کے خواص	۱۲۵	بصر اور اس کے طبقات و طبقات وغیرہ کی تشریح اور روشنی کے خواص
۱۶۸	دیکھنے کی کیفیت کی تشریح	۱۲۵	دیکھنے کی کیفیت کی تشریح
۱۶۹	دیکھنے میں خطا رولوں کی چونکاؤں کا ذکر	۱۲۵	دیکھنے میں خطا رولوں کی چونکاؤں کا ذکر
۱۷۰	روشنی کے خواص کے موافق ہلچل چڑچڑائی نظر آتی ہے	۱۲۵	روشنی کے خواص کے موافق ہلچل چڑچڑائی نظر آتی ہے
۱۷۱	اشیاء کے سیدھی نظر آنے کی قرین قیاس وجہ	۱۲۵	اشیاء کے سیدھی نظر آنے کی قرین قیاس وجہ
۱۷۲	آگاہ اور دیکھنے کی کیفیت سے خدا پر استدلال اور یہ کہ دماغ کے ادراک کی نیکی حقیقت کے بیان کرنے سے اہل سائنس عاجز ہیں اور مادہ یا اس کی خطرناکی حرکت وغیرہ کا انتظام درویش کے لئے محض ناکافی ہوتا	۱۲۵	آگاہ اور دیکھنے کی کیفیت سے خدا پر استدلال اور یہ کہ دماغ کے ادراک کی نیکی حقیقت کے بیان کرنے سے اہل سائنس عاجز ہیں اور مادہ یا اس کی خطرناکی حرکت وغیرہ کا انتظام درویش کے لئے محض ناکافی ہوتا
۱۷۳	مشرکان اور ابرو سے کیا فائدہ ہے	۱۲۵	مشرکان اور ابرو سے کیا فائدہ ہے
۱۷۴	قنات و مہیہ کے بننے کے لئے مادہ کی عوارضی حرکت وغیرہ کافی نہیں اور پر خدا پر استدلال	۱۲۵	قنات و مہیہ کے بننے کے لئے مادہ کی عوارضی حرکت وغیرہ کافی نہیں اور پر خدا پر استدلال
۱۷۵	دینی کے اجمالی طور پر منافع	۱۲۵	دینی کے اجمالی طور پر منافع
۱۷۶	محض خدا کے رویت پیدا کرنے سے ہمیں نظر آتا ہے اور بصر کے متعلق تمام قوانین قدرت عادی شرائط میں کوئی قانون موثر بالذات نہیں اور اس کے ثبوت میں ایک امر لپکا کے واقعہ کا ذکر	۱۲۵	محض خدا کے رویت پیدا کرنے سے ہمیں نظر آتا ہے اور بصر کے متعلق تمام قوانین قدرت عادی شرائط میں کوئی قانون موثر بالذات نہیں اور اس کے ثبوت میں ایک امر لپکا کے واقعہ کا ذکر
۱۷۷	جسم حیوانی جن اعضا پر مشتمل ہے اور جو اس کے افعال میں ان کا اجمالی بیان اور خدا کی حکمت کا اظہار	۱۲۵	جسم حیوانی جن اعضا پر مشتمل ہے اور جو اس کے افعال میں ان کا اجمالی بیان اور خدا کی حکمت کا اظہار
۱۷۸	علوم کائنات جاننے والے خدا کے وجود پر دیکھنے ذی قدرت ذی حکمت ہونے پر اس طرح اور اوصاف پر استدلال	۱۲۵	علوم کائنات جاننے والے خدا کے وجود پر دیکھنے ذی قدرت ذی حکمت ہونے پر اس طرح اور اوصاف پر استدلال
۱۷۹	کائنات کے زیادہ مستحق ہیں	۱۲۵	کائنات کے زیادہ مستحق ہیں
۱۸۰	کاجوں میں جنہیں کہ سائنس و طبیعیات وغیرہ علوم کائنات پڑھنے والے جانتے ہیں تعلیم پانے والوں کے عقائد بھائے قوت ایمان کے فاسد کیوں ہوتے ہیں اور اس کی اصلاح کی کیا تدبیر ہے	۱۲۵	کاجوں میں جنہیں کہ سائنس و طبیعیات وغیرہ علوم کائنات پڑھنے والے جانتے ہیں تعلیم پانے والوں کے عقائد بھائے قوت ایمان کے فاسد کیوں ہوتے ہیں اور اس کی اصلاح کی کیا تدبیر ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۶	اہل سائنس کی مثال معتزلہ کی ہی ہے	۱۶۲	قانون قدرت کے معنی ایک مثال میں سمجھانا
۱۷۷	اسلامی عالم کا اہل سائنس کے مذہب میں سے چار مسئلوں کو ان پر گفتگو کرنے کے لئے انتخاب کرنا	۱۶۳	روح حیات عقل و دلیرو کے مباحث میں خالق کائنات کے وجود نہایت ہی قوی دلائل موجود ہیں اور ان کی عقل ان کی حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہے اور اسکا راز
.....	.....	۱۶۵	اہل سائنس کو اس بات سے متنبہ کرنا کہ ان کے عقائد کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہے
۱۷۸	اہل سائنس کے مذہب پر گفتگو کرنے کے لئے دو مقدمے بیان کرنا	۱۶۷	اہل اسلام اور اہل سائنس کی حالت کو ایسے دو شخصوں کی مثال فرض کر کے دکھانا جو ایک قصہ میں داخل ہوئے اور ہر ایک نے جدا گانہ مانے قائم کی
۱۷۹	پہلا مقدمہ اس امر کے بیان میں کہ اہل اسلام متواتر اور مشہور نصوص پر اعتقاد کے بارہ میں اعتقاد کرتے ہیں اور نیزہ کہ کس قسم کی نصوص پر بلا تاویل اعتقاد کرنا فرض ہے اور کس قسم میں دلیل عقلی کی حواشت کے لئے تاویل کرنا جائز ہے	۱۶۸	فات خداوندی - تمام عالم کو اس کا عدم محض سے پیدا کرنا اور اس کی مخلوقات میں اس کا حکم جاری ہونا وغیرہ جو امور پہلے ثابت کئے گئے اہل سائنس کے اوپر اعتراضات اور ان کے معقول جوابات
۱۸۰	دوسرا مقدمہ اس امر کے بیان میں کہ شرائع کا مقصود خلق کو خدا کی جانب نہ مائل کرنا ہے بلکہ علوم طبعیہ کا بیان کرنا کہ ان کے مقاصد میں داخل نہیں ہاں صرف اپنے امور بیان کر دئے جاسکتے ہیں جسے صالح عالم پرستہ ہو سکتا ہے	۱۶۹	اہل سائنس کی کتب میں کثرت ایسی اشعار کے مذکور ہیں سے جن کی حقیقت نامعلوم ہے ان کے اور اک حقیقت سے قاصر و عاجز ہونے پر استدلال
۱۸۱	تحقیق عالم کے بارہ میں جو نصوص شرعیہ وارد ہیں ان کا بیان اور نیزہ کہ علماء نے ان کے کیا معانی بیان کئے ہیں اور کس قدر اعتقاد کافی ہے	۱۷۰	اہل سائنس کا بارہ کی حقیقت کافی طور پر نہ بتلا سکتا اور نیزہ اس قسم سے اور اک کہ یہی جو حقیقت ہے اس سے ناواقف ہونا
۱۸۲	علوم طبعیہ میں کائنات کے بننے کے بار میں جو کچھ کہا گیا ہے محض تخمینہ ہی جو اہل اسلام بتیکہ قطعی دلیلیں اس پر قائم نہ ہو سکتے ہیں یہاں سے ان کی قطعیت ثابت ہو جائے تو اس بات پر شک اگر	۱۷۱	حیات اور عقل کی حقیقت سمجھنے سے اہل سائنس کا عاجز ہونا
		۱۷۲	روحانی کے قوانین کے موافق ہواکاشیاں و کواکب نظر آنی چاہئیں لیکن پھر بھی سیدھی دکھائی دیتی ہیں اور اس کی کوئی قطعی وجہ اہل سائنس نہیں بیان کر سکتے
		۱۷۳	یہ کہنا غلط ہے کہ ایمان علم نہیں ہے کیونکہ ایمان تو علم کے اعلیٰ درجہ (یعنی) کا نام ہے
		۱۷۵	خدا کی عظمت کے مقابل میں انسان کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ہمارے مقابل میں خوردین سے پانی میں نظر آجائے گی

۱۸۲  
۱۸۱  
۱۸۰  
۱۷۹  
۱۷۸  
۱۷۷  
۱۷۶  
۱۷۵  
۱۷۴  
۱۷۳  
۱۷۲  
۱۷۱  
۱۷۰  
۱۶۹  
۱۶۸  
۱۶۷  
۱۶۶  
۱۶۵  
۱۶۴  
۱۶۳  
۱۶۲  
۱۶۱  
۱۶۰  
۱۵۹  
۱۵۸  
۱۵۷  
۱۵۶  
۱۵۵  
۱۵۴  
۱۵۳  
۱۵۲  
۱۵۱  
۱۵۰  
۱۴۹  
۱۴۸  
۱۴۷  
۱۴۶  
۱۴۵  
۱۴۴  
۱۴۳  
۱۴۲  
۱۴۱  
۱۴۰  
۱۳۹  
۱۳۸  
۱۳۷  
۱۳۶  
۱۳۵  
۱۳۴  
۱۳۳  
۱۳۲  
۱۳۱  
۱۳۰  
۱۲۹  
۱۲۸  
۱۲۷  
۱۲۶  
۱۲۵  
۱۲۴  
۱۲۳  
۱۲۲  
۱۲۱  
۱۲۰  
۱۱۹  
۱۱۸  
۱۱۷  
۱۱۶  
۱۱۵  
۱۱۴  
۱۱۳  
۱۱۲  
۱۱۱  
۱۱۰  
۱۰۹  
۱۰۸  
۱۰۷  
۱۰۶  
۱۰۵  
۱۰۴  
۱۰۳  
۱۰۲  
۱۰۱  
۱۰۰  
۹۹  
۹۸  
۹۷  
۹۶  
۹۵  
۹۴  
۹۳  
۹۲  
۹۱  
۹۰  
۸۹  
۸۸  
۸۷  
۸۶  
۸۵  
۸۴  
۸۳  
۸۲  
۸۱  
۸۰  
۷۹  
۷۸  
۷۷  
۷۶  
۷۵  
۷۴  
۷۳  
۷۲  
۷۱  
۷۰  
۶۹  
۶۸  
۶۷  
۶۶  
۶۵  
۶۴  
۶۳  
۶۲  
۶۱  
۶۰  
۵۹  
۵۸  
۵۷  
۵۶  
۵۵  
۵۴  
۵۳  
۵۲  
۵۱  
۵۰  
۴۹  
۴۸  
۴۷  
۴۶  
۴۵  
۴۴  
۴۳  
۴۲  
۴۱  
۴۰  
۳۹  
۳۸  
۳۷  
۳۶  
۳۵  
۳۴  
۳۳  
۳۲  
۳۱  
۳۰  
۲۹  
۲۸  
۲۷  
۲۶  
۲۵  
۲۴  
۲۳  
۲۲  
۲۱  
۲۰  
۱۹  
۱۸  
۱۷  
۱۶  
۱۵  
۱۴  
۱۳  
۱۲  
۱۱  
۱۰  
۹  
۸  
۷  
۶  
۵  
۴  
۳  
۲  
۱

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۲	قانون انتخاب طبعی سے مذہب نشو لازمی نتیجہ نہیں نکلتا	۱۸۵	اہل سائنس اگر اسلامی دین کے معتقد ہو جائیں تو وہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اپنے خیال کے موافق اسلامی طریقہ بھی بیان کر سکتے ہیں اگرچہ وہ صرف بعض علماء ہی کے قول کے موافق ہو اور اتنا بھی انکی برجات کے لئے کافی ہو سکتا
۲۰۳	انسان کا بندہ سے ترقی کر کے بنجانا ایک پوچھا ہے کہ اس کے خلاف ایک عقلی دلیل موجود ہے	۱۸۶	ان نصوص کا بیان جن سے نظائر ترقی انسان کا بطریق خلق کے مستقل طور پر پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے اور اہل اسلام کو ان نصوص کی تاویل کرنا ضروری نہیں جب تک کہ طبعی نشو و نما کے قائل قائم ہو جائیں
۲۰۴	حیات اور عقل کے بارے میں شریعت میں جو وارد ہوئے	۱۸۹	اگر اہل سائنس اسلام قبول کر لیں اور ان کے پاس طبعی نشو و نما کے قائل ہوں تو ان نصوص مذکورہ کو طبعی نشو و نما سے منطبق کر سکتے ہیں اگرچہ اس مقام کے بارے میں جہاں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور جہاں کہ وہ صبح اپنی زوجہ کے ساتھ علماء اسلام میں سے بعض کے قول پر اعتماد کر لیں جب بھی اسلامی دین سے خارج نہ ہوں گے
۲۰۵	عقل کی تقسیم غریبی اور عقل کی سبب کی طرف	۱۹۱	طبعی دلیلوں کی وجہ سے نصوص شرعیہ میں تاویل جائز نہیں اور دین کریم ہو جائیگا
۲۰۶	ان باقی شرعی مسائل کا بیان جن سے اہل سائنس انکار کرتے ہیں۔ یعنی آسمان۔ عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم وغیرہ حالانکہ عقل اور تحقیقات فکری کے خلاف نہیں اور مسلمان انگوٹیوں پر فرشتوں اور جنوں کا موجود ہونا اور ان کا شکل بدل لینے پر قادر ہونا اور نظر نہ کرنا عقل کے خلاف نہیں اور طبعیات میں سے اس کے نظائر پیش کرنا	۱۹۲	جو دلائل اہل سائنس نے طبعی نشو و نما پر قائم کی ہیں وہ ظنی ہیں اور ان کی مشہور دلیلوں کا بیان کر کے ان کی شصافہ جلیج
۲۰۹	روح کا موجود ہونا قیامت کا قائم ہونا جنت و دوزخ میں داخل ہونا وغیرہ عقل کے خلاف نہیں	۱۹۳	ان کے درجہ کی نوع کا اعلیٰ درجہ کی نوع کی جانب ترقی کرنا چار قدرتی قوانین کے موافق ہے اور ان کا بیان
۲۱۱	تمام عالم کے فنا ہونے کے متعلق ایک مضمون	۱۹۴	بعض حیوانات میں اعضا کے غیر مکمل نشانات پائے جاتے ہیں
۲۱۲	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اس کی نسبت مسلمان کیا اعتقاد کرتے ہیں اور ان اعتراضات کا جواب جو خلاف وارد کرتے ہیں	۱۹۵	سے طریقہ نشو و نما پر استدلال نہیں ہو سکتا
۲۱۵	انسان کے دو قسم کے اجزا ہوتے ہیں۔ اعلیٰ و فضلیہ اور مرے کے بعد زندہ ہونے کی اس بنا پر توجیہ	۱۹۶	علم حیوانی سے ہی طبعی نشو و نما پر استدلال نہیں ہو سکتا
۲۲۱	انام رازی کا اسبٹ پر استدلال کہ انسان بدن کا نام نہیں کچھ اور شے ہے اور اس کا مقرر قلب ہے	۱۹۷	چاروں قوانین قدرت طبعی خلق پر بھی منطبق ہو سکتے ہیں اور نیز باہم تناسلات کے پیدا کئے جانے کی حکمت
۲۱۸	جس آیت میں اولاد آدم سے عہد لینے کا ذکر ہے اس کی تفسیر و توجیہ اور علم فزیالوجی وغیرہ کے موافق اسکا ثبوت	۱۹۸	قانون تہا نا پرا ایک مضمون جس کا مذہب نشو و نما کا بنی ہو سکتا



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۰	اہل سائنس کے علوم کے موافق بحث اور نشر کی تقریر اور علم قرآن و وحی کی جہاں تک اس کا قرین الفہم ثابت کرنا	۲۲۱	روح کی مثال مقناطیس کی سی ہے جب کسی بدن سے متعلق ہوتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے جیسے کہ مقناطیس جب فوراً اس سے متصل ہوتا ہے تو اس میں بھی قوت کششی آجاتی ہے
۲۲۱	اہل سائنس کو اسلامی دین کی حقانیت پر اطمینان ہو جانا اور انکا اسلام قبول کر لینا	۲۲۲	خلاصہ اوس تقریر کا جو انسان کے دوبارہ زندہ کر کے جانے کے بارے میں مذکور ہوئی
۲۲۲	اس فرقہ کا ذکر جس کو ماہر دلائل کی وجہ سے اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا تھا پھر بھی اسے اپنی کسر شان سمجھ کر اسلام کا اقرار کرنے سے عار کیا۔ اور پھر تمام فرقوں کے دلائل میں اس کا شبہ نکالنا اور ان فرقوں کا جواب دینا	۲۲۳	بحث و نشر وغیرہ کا اجمالی احوال و حقائق کے مخصوص سے معلوم ہوتا ہے حجات کے لئے کافی ہے اور تفصیل محض اس غرض سے کی جاتی ہے تاکہ لوگ ان امور کو محال نہ سمجھیں اور جو شہادت الہیہ پیدا ہو سکتے تھے دفع ہو جائیں
۲۲۳	اس فرقہ پر جس نے قرآن کے مقابلہ سے عاجز آکر محمد صلی علیہ وسلم کے رسول ہونے کی تصدیق کی تھی ان کا شہادت وارڈ کرنا اور اس فرقہ کا جواب دینا	۲۲۴	بحث و نشر کے واقع ہونے پر عقلی دلائل جو ہر منصف کے لئے اطمینان بخش ہیں
۲۲۴	ان کا اس فرقہ پر شبہ وارڈ کرنا جس نے قرآن کو صفات کاملہ پر مشتمل پاکر شریعت کے منتظم اور باقاعدہ ہونے کی وجہ سے تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور حضرت کے اسی ہونے کا ثبوت اور حضرت کو جو کسی دوسرے سے یکساں ہونے کی تمت لگائی جاتی ہے اسکو دفع کرنا	۲۲۵	قیامت کی اول دلیل
۲۲۵	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے سابق کے تینوں فرقوں کی حالت دیکھ کر تصدیق کر لی تھی اور اس فرقہ کا انجو جواب دینا	۲۲۶	قیامت کی دوسری دلیل
۲۲۶	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساحر ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۲۷	مشترک تیسری دلیل
۲۲۷	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساحر ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۲۸	مشترک چوتھی دلیل
۲۲۸	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساحر ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۲۹	مشترک پانچویں دلیل
۲۲۹	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساحر ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۳۰	اس بات کا بیان کہ انکار بحث کے بارہ میں اہل سائنس کا خیال اتنا بڑا شر ہے کہ جسکے برابر کوئی دوسرا شر نہیں آسمان سے پانی نازل ہونے کا مسئلہ اور قوانین عقلی پر اسکی تطبیق
۲۳۰	ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارڈ کرنا جس نے معجزات اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا اور آپ کی نسبت ساحر ہونے کے احتمال کو رد کرنا	۲۳۱	اہل سائنس کو جو کچھ شرعی امور کو عقلی قواعد کے خلاف معلوم ہوں وہ علماء و ائمہ کا پریش کر کے انکی توجیہ دینا کہیں اور ناواقفوں سے بچتے نہیں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۲	اور اس بات کا ثبوت کہ جہاں سے پہلے ہی بہشت لوگ اسلام لا چکے تھے	۲۴۳	ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وارد کرنا جسے انبیاء سابقین اور کتب سابقہ کی بتلائی ہوئی ہے اس کے آپ پر مطبق ہو جانے سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا اور اس فرقہ کو جواب دینا
۲۵۶	بعض لوگوں کا غلامی کو تیرا کھنا اور اس کا روک شریعت میں جس غلامی کی اجازت ہے وہ حق ہے بلکہ کبھی غلام کے لئے نفع کا باعث ہوتی ہے اور غلام کے مولے پر حقوق شریعت کی وصیتیں جو غلام کے ساتھ سلوک کرنے اور گذران میں مساوات کے لحاظ رکھنے کے بارے میں کی گئی ہیں اور آزاد کرنے کی ترغیب اور آزادی کے وسائل جو شریعت نے مقرر کئے اور نیز غلام کا اپنے مولے کے ساتھ نسب کی طرح رشتہ قائم ہو جانا وغیرہ	۲۴۴	ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وارد کرنا جسے انبیاء سابقین اور کتب سابقہ کی بتلائی ہوئی ہے اس کے آپ پر مطبق ہو جانے سے استدلال کیا اور اس فرقہ کا ان کو جواب دینا اور نیز اس امر کا بیان کہ مجموعہ کا حکم اپنے افراد کے علاوہ ایک خاص حکم ہی ہوتا ہے
۲۵۸	وہ ذریعہ جو شریعت نے غلاموں کی آزادی کے لئے مشروع کئے ہیں۔	۲۴۵	پہر ان لوگوں کا اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ہونے والے فرقہ پر شہادت وارد کرنا جسے بڑی بحث و تردید کے بعد آپ کی تصدیق کی تھی اور پہر اس فرقہ کا ان کو جواب دینا
۲۶۰	غلاموں کو بدولت غلامی کے بسا اوقات اس قدر نعمت ملتی ہے جو بلا غلامی نہ مل سکتی تھی۔ اور اہل اسلام کے غلاموں کے ساتھ سلوک	۲۴۶	ایک محض نا سچہ فرقہ کا بیان جسے دلائل کا کچھ خیال نہ کیا اور ہر ایک مذہب کے تارک اور اس فرقہ کا معذور نہ ہونا جیسا کہ وہ شخص معذور نہیں سمجھا جائیگا جو شرعی احکام سے غفلت کرے
۲۶۲	غلاموں کے ساتھ بعض لوگوں کے سنگدلی سے پیش آنے کی وجہ سے شریعت پر اعتراض اور اس کا جواب اور اس طریق کا نا درالوجود ہونا اور نیز یہ کہ غیر مالک میں غلاموں پر زیادہ سختی کی جاتی ہے چنکا اسلامی ملک میں نشان بھی نہیں	۲۴۸	اس پست خیال فرقہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا براہِ نصیحت کرتے رہنا اور ان کے لئے دلائل قائم کیا کرنا اور پہر ان کے براہِ امت پر آنے سے مایوس ہو جانا اور ان کی ایذا رسانی سے تنگ آنے کے بعد جہاد کا مشروع کیا جانا اور اس کا ثبوت کہ شریعت محمدیہ کا جہاد سرسراٹھان اور آسانوں پر مبنی ہے جو شرائع سابقہ میں نہ تھیں
۲۶۳	عہد عتیق و عہد جدید کی انصاف سے خلاصی کا ثبوت	۲۴۹	طاہر کی عادت سے کہ گندہ گاروں اور کفار کو بغض رکھنا اور ان کو دنیا اور آخرت میں مختلف سزائیں دینا ہے تو پہر جہاد کے مشروع ہونے سے بھی کوئی مانع نہیں
۲۶۵	شریعت کا اصل نہ کے ساتھ معاملہ اور ان رعایتوں کا بیان جو ان کے ساتھ کی جاتی ہیں	۲۵۳	بعضوں کا گمان کہ اسلام تلوار سے قائم ہوا ہے اس کا
۲۶۶	جو لوگ تکذیب پر مصر رہے اور قلعہ بند ہو گئے ان کا حکم اور نیز منافقوں کا حکم اور ان کی قسمیں اور علامات		
۲۶۷	دین اسلام کے مکمل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالبقار کی جانب انتقال فرمانا اور اس کی حکمت		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۸	بعض ناواقفوں کا جو نام کے علماء میں یہ کہنا کہ صرف قرآن کو لینا ہمارے لئے بہتر ہے اور احادیث کے ساتھ شک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ان کے اس شبہ کا رد	۲۶۸	خاصہ اس بات کے بیان ہیں کہ اسلام کا ماخذ قرآن وحدیث اور اجماع است اور اجتہاد ہے اور اجتہاد مطلق کی شرطیں
۲۶۸	اس شبہ کا رد	۲۷۱	دین اسلام کا فروغ کے اعتبار سے مختلف مذاہب کا ہونا اور سوائے چار مذہب کے اور مذاہب کا باقی نہ رہنا اور یہ کہ آپس میں مسلمان ان چاروں مذہب والوں کو حق پر سمجھتے ہیں
۲۸۳	اس بات پر تنبیہ کہ ناظرین رسالہ ہذا اگر کوئی امر یا دی میں غلط معلوم ہوتا ہو تو اسکی تفسیر میں محنت نہ کریں بلکہ سیاق و سباق اور نیز اس امر کو دیکھ لیں کہ یہ رسالہ کیوں لکھا گیا ہے اور کون کتاب کا اپنے عقائد کی تصحیح	۲۸۳	علماء اہل حق کی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے مسدود ہونے کا قائل ہو جانا اور اس قول کے صحیح اور جلیں حکمت ہونے کا ثبوت
۲۸۶	ترجمہ خاتمہ کتاب تصنیف علام	۲۸۳	علماء اہل بائیں اصحاب کے کلام کو چوتھی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کی تائید میں نقل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے اقرون نشہ کی فضیلت ثابت ہونا
۱۹۵	خاتمہ از مترجم	۲۸۵	تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد الخاتم خاں صاحب مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کانپور
	تقریظ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی		

## التماسِ حُبِّہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ و صحابہ اجمعین

ابکل کا زمانہ ہی عجیب زمانہ ہے کہنے کو تو کوئی شے ہے جس میں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں تقنین کے کبھی خوابِ خیال میں بھی نہ گذری ہوں گی وہ اچھی آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جوشنخ لیجیے اسکی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نہا سنے گا صنعت میں وہ ایجادیں ہوں گی کہ جسے عقلِ دنگ رہ جاتی ہے صناعاتِ چین کی صنایعِ ہند کی زمانہ میں ضرب المثل تھیں اب گردِ نظر آتی ہیں علمِ الافلاک کو دیکھیے تو بہت سے نئے سیاروں و ستاروں کا ذخیرہ نظر سے گذریگا جو قدامت کے خزانہ میں موجود نہ تھا خلاصہ یہ کہ ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے لیکن اگر نظرِ عمیق دیکھا جائے تو جہدِ اوست و علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے اسی قدر اخلاقی اور مذہبی پہلو و خطا ط کی جانب گرتا چلا گیا ہے سائنسِ فک دنیا میں یورپ کے لوگ سب سے زیادہ مہذب مانے جاتے ہیں لیکن اخلاقی جرائم کا جس قدر یورپ کے لوگ حصہ لیتے ہیں شاید دوسرے ممالک میں اسکی نظیر شکل سے ملے گی جسکا اود ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے بچوں کی تعداد کے پورا کرنے میں ایسے بہت سے بچے شامل ہوتے ہیں جنکے باپ کا پتہ نہیں اسکو بھی جانے دیجئے شرابخواری کیا کم ہے جسکو تمام اخلاقی جرائم کی جڑ کہنا کچھ مبالغہ نہیں چنانچہ اسی واسطے اسکو امِ انجائٹ کا لقب دیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ نئی تہذیب کا جو قدر زیادہ حصہ کسی ملک نے لیا ہے اسی قدر اسی میں اخلاقی بُرائیاں زیادہ شایع ہیں یہی حالت کیا اسلام اور کیا دیگر مذاہب جنہوں نے تہذیبِ اخلاق کا ذمہ لیا ہے سب پر قریب قریب صادق آتی ہے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کی آب و تاب کا پایہ بلند ہے۔ بظاہر اگر آپ کوئی ایسا مذہب انتخاب کریں گے تو شاید عیسائیت کا نام لیں گے لیکن اگر آپ عیسائیوں کے خیالات ٹٹولیں گے تو جو کچھ عہدِ عتیق و عہدِ جدید کے موافق عیسائی کہا جاسکے ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد ملیگی جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ آپ انکے خیالات میں شامل پائینگے سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذاہب میں سے بہتر سے تو ٹھہری نہیں سکتے اور اگر کوئی مذہب ٹھہر سکتا ہے تو وہ یا تو اسلام ہو گا یا وہ مذہب جس میں اسی کو قریب قریب باتیں مانی جاتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ دنیا بھر میں ایک مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سائنس کے ہم پہلو ہو کر چل سکتا ہے چنانچہ دہریت کا غلبہ اُٹ

جسنا کہ دیگر مذہب پر پڑا مستعد شاید اسلام پر نہیں پڑا اور حقدار کہ نظام معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسلام میں محقق سائنٹفک اصول کے خلاف کوئی بات مانی جاتی ہے بلکہ اسکی صرف یہ وجہ ہوتی کہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے علوم کا کتنا اور فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا انہیں اکثر ایسے اشخاص شامل ہوئے جو اپنے مذہب سے بالکل ناواقف تھے یا وہ اسقدر روایت نہ رکھتے تھے جو اسلام اور سائنس کو پہلو بہ پہلوے چلنے کے لیے کافی ہوتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ اشخاص اس بلا میں پھنس کر عجب مخصوص میں گرفتار ہو گئے بعضوں نے تو یہ کہہ کر اپنا جی بچھا لیا کہ مذہب کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور بعضوں نے اپنے سچے مذہب کے مقابلہ میں سائنس کی اسقدر حد سے زیادہ وقعت کی کہ انھوں نے اسلام کے وہ مسلم الثبوت مسائل جو مانی اسلام کے زمانہ سے لیکر آج تک اسلامی دنیا میں برابر مانے گئے تھے اور عقلاً و نقلاً مدلل ہو چکے انکا انکار کر دیا۔ اور اسکا باعث صرف یہ ہوا کہ جدید فلسفہ کی مزاولت کی وجہ سے اسلامی صحیح مسئلہ کو اسلامی لباس میں نہ پہچان سکے اور اسی بنا پر انہیں سائنٹفک اصول کے وہ خلاف معلوم ہوا اور نہ اگر کوئی جامع شخص وہ مسئلہ انکو سائنٹفک لباس پہنا کر دکھاتا تو یہ بڑے پرکھ اسپر ایمان لے آتے پس اسی وقت کے رفع کرنے کے لیے بہت سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں کو اسلامی مسائل سائنٹفک لباس میں دکھا سکے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اسکا غیب سے سامان کر دیا اور مولانا حسین افغانی ایچہ طرابلسی کو ایک ایسی عربی کتاب جسکا نام حمیدیہ ہے لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق بالکل سائنٹفک اصول پر تالیف کی گئی ہے اور جو جو شبہات ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص کو اسلامی مسائل میں پیدا ہوتے تھے قریب قریب ان سب کا علوم جدیدہ کے موافق شافی جواب دیا ہے۔

وہ کتاب ہمارے بزرگ حضرت اقدس مقتدا مولانا جناب حاجی حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تہاؤی مدظلہ العالی کے ملاحظہ سے گذری چونکہ مولانا صاحب موصوف کو اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح دل سے مد نظر تھی اپنے اس عاجز کو اس کے ترجمہ کرنے کا ارشاد کیا یہ سچاں اگرچہ اس قابل نہ تھا لیکن بمقتضائے ”الامر فوق الادب“ خدا پر بھروسہ کر کے اس پر آمادہ ہو گیا اور جناب موصوف ترجمہ کو من اولہ الی آخرہ بنظر تصحیح ملاحظہ فرماتے رہے اور جو مقام کتب سابقہ سے نقل بشارات کا اس کتاب میں تھا اسکو غایت اہتمام کے لیے مولوی رحمہ الہی صاحب کو ہی عاجز نے سنا دیا اور انکی رائے کے اعلیٰ کتاب برائین رحمہ سے بعض حواشی مفیدہ بھی چڑھا دیے مولوی صاحب کو اس بحث خاص میں کمال دستگاہ حاصل ہے اور بشارات کتب سابقہ کے باب میں مولوی صاحب کی کتاب برائین رحمہ بھی اپنی آپ نظر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ ترجمہ اختتام کو پہنچ گیا ترجمہ کرنے کی جن صاحبوں نے کبھی دمت اٹھانی ہوگی وہ اندازہ کر سکیں گے کہ عاجز کو کس قدر کفایت برداشت کرنا پڑی ہوگی خصوصاً جبکہ اسکا بھی لحاظ کیا گیا ہو کہ عبارت حتی المقدور با محاورہ رہے اور مصنف کا اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پائے عاجز نے اپنے مقدور پھر کوشش کرنے میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بمقتضائے انسان مرکب من الخطا والنسیان غلطیوں کا واقع ہونا خصوصاً مجھ ایسے کم استعدا و طالب علم سے کچھ مستبعد نہیں مگر تاہم ناظرین سے امید ہے کہ یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ درجہ کے طالب علم نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کرنیکے لیے کوشش کی ہے مسامحات سے قطع نظر کہ اس ناچیز ترجمہ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے اور اصل مقصود کا لحاظ رکھیں گے

اور باوجود اسکے جوگزوار ملت اسکی بابت کوئی نیک مشورہ دینگے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور انتشار و انتشار آئندہ اسکا لحاظ رکھا جائے گا۔

میں اہل اسلام سے عموماً اور تسلیم یافتہ پارٹی سے خصوصاً اس بات کا متحی ہوں کہ اصل کتاب کو یا کم سے کم اسکے ترجمہ کو میں اولہ اسے آخرہ ضرور ملاحظہ فرمائیں علاوہ تحقیقات مسائل اسلامیہ کے اس میں بہتیری فلسفہ جدیدہ کی کچھ پختہ نظر سے گزریں گی جو فائدہ سے خالی نہیں۔ کاش اس کتاب کا ترجمہ کوئی ہی خواہ قوم انگریزی زبان میں کرتا تو زیادہ مفید ثابت ہوتا مجھ میں تو اس قدر قابلیت نہیں کہ میں اسکا ترجمہ ایسی انگریزی میں کر سکوں جو آپ لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہو سکے ورنہ میں اردو کی طرح اس سے بھی ہرگز باز نہ رہتا لیکن امید ہے کہ ہمارے گو جو ٹیٹ بھائیوں میں سے کوئی صاحب اس کتاب پر مکرہمت باندہیں گے اور موجودہ اور آئندہ اسلامی نسلوں کو اس بلائے بے درماں سے بچائیں گے اور ہمدردی قوم کا عملی ثبوت دینگے فقط والسلام خیر ختام

سید اسحق علی عفی عنہ

مدرسہ جامعہ علوم کانپور

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ جامع علوم عقلی و نقلی حسین بن محمد البحر المبی مؤلف رسالہ حمید یہ نے اپنے دیباچہ میں وجہ تالیف اور وجہ تسمیہ تحریر کی تھی لیکن چونکہ یہ دونوں چنداں مفید اور باعث دلچسپی نہ تھے ایسے اسکو چھوڑ کر اصل مقصود سے ترجمہ بشر و عجم کی ناظرین معاف فرمادیں وہو ہذا۔

ایک شہر کے سارے لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اسکی حالت یہ ہے کہ اپنی ابتدا سے پیدائش سے تمام لوگوں میں سچائی اور امانت داری کے ساتھ معروف و مشہور ہے۔ نہ کہی اُس نے کوئی جھلسازی کی نہ کہی ناخجیلہ بازی اُس سے دیکھی گئی اسی طرح لوگوں کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ وہ ناخواندہ محض ہے کچھ لکھا پڑا نہیں تو پھر جھلا دوسرے کے خط کی نقل کرنا تو درکنار اور نہ کبھی اُسے شاہی قوانین اور قاعدے ہی بنانے کی مشقت اٹھانی جنہیں عام رعایا کی مصلحتوں کی رعایت ہوتی ہے پس کھڑے ہو کر اُس شخص نے باور پذیر سارے لوگوں میں ایک آواز دی اور اُس نے کہا کہ اے لوگو! میں تمہارے پاس تمہارے بادشاہ کی طرف سے سفیر بنکر آیا ہوں بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اُسکا پیغام تمہیں پہنچا دوں اور اُسکے ان قوانین کی جنہیں اُس نے تمہارے لیے حال ہی میں جاری کیا ہے بخوبی تشریح کر دوں۔ اُسکا حکم ہے کہ تم لوگ ان قوانین کے مقتضی پر چلو اور اُنکے مضمون کے موافق عمل درآمد کرو۔ اور یہ کوئی نئی بات تو ہے ہی نہیں اُس نے تو گذشتہ زمانہ میں بھی میرے علاوہ تمہارے پاس متعدد سفیر بھیجے تھے اور انھوں نے اُس زمانہ کے مناسب جو قوانین تھے تمہیں بادشاہ کی جانب سے پہنچائے بھی تھے لیکن اب بادشاہ حکم دیتا ہے کہ اُن پرانے قوانین میں سے بہت سے منسوخ ہو گئے ہیں انھیں چھوڑ دو کیونکہ جو زمانہ اُنکے مناسب تھا وہ گذر گیا آج تمہارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان نئے قوانین کی پیروی کرو جو اُس نے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ اسی طرح اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ اُن رسموں کو ترک کر دو جو نئے اپنے آبا و اجداد سے سیکھی ہیں یا اپنی خواہش سے اختراع کر لیں ہیں کیونکہ اُس نے اُنکا کسی وقت میں حکم نہیں کیا اور بیچ بوجھ تو وہ ہیں ہی بری رسمیں اور قبیح عادات ہیں جس نے عقل انکار اور طبیعت نفرت کرتی ہے اور انہیں تمہارا سر اسراف و فساد ہے اور انہیں سے بہتری رسمیں تو ایسی ہیں جس نے بادشاہ کی بیشمار نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور اسکی ضعیف رعیت پر ظلم پس بادشاہ کا حکم سمجھ کر میری تصدیق کرو اور میری راہ چلنا اپنے اوپر لازم کر لو تاکہ تمہیں بتا دوں کہ بادشاہ کس بات سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ سنکر سب لوگوں نے اُسے جواب دیا اور اُس سے کہنے لگے کہ اے مقام عظیم اور عالی کے دعویدار۔ ذرا ٹھہرا تو نے تو اپنے اس دعوے سے ہمیں ایسی راہ چلنے کی تکلیف دی ہے جس پر چلنا ہمیں سخت دشوار معلوم ہے وجہ تالیف کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی انگریز نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد میں لطیف دینی چاہی تھی اور اسلامی مسائل کی تحقیق کا ارادہ کیا تھا لیکن چونکہ اسکی تحقیقات کافی تھی۔ اور اسوجہ سے اطمینان بخش بھی نہیں سکتی تھی۔ اسلئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا۔ اور وہ تسمیہ تو خود رسالہ حمید یہ کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ سلطان معظّم سلطان عبدالحمید خاں لاالہ الاہدولہ اللہ الباہرہ وسلطنتہ القاہرہ کے مبارک کی طرف منسوب ہے ۱۲۰۶ ہجری

ہوتا ہے اور ہماری نفوس اس سے نفرت کرتی ہیں عقلمند قبض ہوتی ہیں اور ہماری فکریں اسکے تحمل کے خیال سے مضطرب ہوتی جاتی ہیں۔ ہاں جب ہمارے نزدیک یہ بات تحقق ہو جائے کہ ہمارا بادشاہ جسکے ہمپر کثرت احسانات ہیں اور جو ہماری جانوں کو اپنی بخشش سے غلام بنائے ہوئے ہے وہی اسکا حکم کرتا ہے اور اسی نے ہمارے لیے یہ ساری باتیں پسند کی ہیں تو اسوقت تو سوائے اطاعت کرنے کے ہمیں کوئی گنجائش نہ رہیگی اور تیری بات ماننا تیری سفارت کی تصدیق کرنا اور تیری پیروی کرنے پر مجبور ہو جانا ہمیں ضروری ہو جائے گا۔ ایک تو اسوجہ سے کہ ہمارے بادشاہ کو ہمپر احکام نافذ کرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اسکی ہمپر زور دار حکومت بھی ہے اور دوسرے اسوجہ سے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ ہمارے لیے ایسی ہی چیز پسند کرتا ہے جیسے ہماری سراسر ظاہری و باطنی مصلحت ہی مصلحت ہو لیکن یہ تو بتا کہ تیرے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی بران کوئی دلیل بھی ہے؟ جو ہمیں تیرے سامنے پسند ہو جائے اور تیری بات کے یقین کرنے پر مجبور کر دے تو اس شخص نے کہا کہ ہاں اسے عقلمند و پتے اور بھلا عقلمند کو کیا یہ زیبا ہے کہ بلا کسی حق تک پہنچانے والی دلیل کے کسی کے دعوے کی تصدیق کرے؟ اور دیکھو بادشاہ کے خط کا۔ بادشاہ کی مھر کا۔ بادشاہ کی طرز تحریر کا جسے تم بھی پہچانتے ہو میرے پاس ایک فرمان ہے انہیں وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص یعنی میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں صفات سے آراستہ جو معاینہ کرنے کے وقت اس میں ظاہر ہیں جو کچھ میرے نظر سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اور میں نے تمہارے پاس اسے سفیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان قوانین کی تمہارے لیے تشریح کر دے جنہیں میں نے تمہارے نفع کے لیے مقرر کیا ہے پس اس کے حکموں کی تعمیل کرو اور اس کے منہیات سے بچتے رہو۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اچھا تو پھر وہ فرمان جسکا تو دعوے کرتا ہے ہمارے روبرو پیش کر ہم دیکھیں تاکہ تیرا جھوٹ سچ کھلیا ہے اور ہمارا شبہ مٹ جائے پس اسوقت اس نے وہ فرمان نکالا اور اس کے سامنے ڈال دیا اور ہر ادب سے اور اعلیٰ اس میں غور کر کے لیے جمع ہو گئے اور سب کے سب نے اس میں غور کیا اسکو بڑا اس کے معانی سمجھے تو بادشاہ کی طرف سے اس کے کہنے کے موافق لوگوں کے لیے صاف ہی فرمان نکلا کہ شخص میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں علامات سے آراستہ جو ان میں ظاہر ہیں تمہارے پاس میرا سفیر نکلتا ہے اور جو چھوٹی بڑی بات میری طرف سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اس کے حکموں کو مانو اور اسکی منہیات سے بچو اور جو قوانین میں نے تمہارے لیے جاری کیے ہیں اس سے سیکھو اور اس طرح جس جس بات کا وہ دعوے کرتا تھا کہ بادشاہ نے فلاں فلاں کام میرے سپرد کیے ہیں ان میں اول سے آخر تک سب کے سب مکملے اور چونکہ وہ سب لوگ قوت اور پاک اور طرق استدلال کی شناخت میں متفاوت تھے اسلئے کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ سارا عالم شخص واحد کے پاس نہیں مل سکتا البتہ پوری جماعت کے پاس مل سکتا ہے چنانچہ ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی خط کو کما حقہ پہچانتے تھے اور سفیر و ہواکانہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی انہیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جب انہوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اسلئے ہونا ہو بلاشبہ یہ اسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے اسلئے تو جو کچھ اس میں ہے پورے طور سے اسکا یقین کر لیا اور اس شخص کے دعوے میں اسکی تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی مھر پورے طور سے پہچانتے تھے اور یہ بھی انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جو انہیں انہوں نے اس فرمان کو دیکھا تو وہ بول اٹھے کہ بیشک یہ ہمارے بادشاہ کی مھر ہے اس کی طرح کما

یہاں فرماؤ کہ شاہی  
خط کو کما حقہ پہچانتے  
تھے اور اسکا بھی  
انہیں یقین تھا کہ وہ  
شخص نقل نہیں کر  
سکتا پس جب انہوں  
نے یہ فرمان دیکھا  
تو کہنے لگے یہ تو  
ہمارے بادشاہی کا  
خط ہے اسلئے ہونا  
ہو بلاشبہ یہ اسی کا  
بھیجا ہوا فرمان ہے  
اسلئے تو جو کچھ اس  
میں ہے پورے طور  
سے اسکا یقین کر لیا  
اور اس شخص کے  
دعوے میں اسکی  
تصدیق کر لی۔

یہاں فرماؤ کہ شاہی  
خط کو کما حقہ پہچانتے  
تھے اور اسکا بھی  
انہیں یقین تھا کہ وہ  
شخص نقل نہیں کر  
سکتا پس جب انہوں  
نے یہ فرمان دیکھا  
تو کہنے لگے یہ تو  
ہمارے بادشاہی کا  
خط ہے اسلئے ہونا  
ہو بلاشبہ یہ اسی کا  
بھیجا ہوا فرمان ہے  
اسلئے تو جو کچھ اس  
میں ہے پورے طور  
سے اسکا یقین کر لیا  
اور اس شخص کے  
دعوے میں اسکی  
تصدیق کر لی۔



نہیں ہو سکتا پس ہنہ بھی اس شخص کی بلاچون و چرا تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ بادشاہ کی انشا پر داری اسکے شاہی طرز تحریر اور سلطانی خطایات سے بخوبی واقف تھے جسکی بلاغت سے اور لوگ عاجز محض ہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اسی کا سا خطاب ہے جسکو ہنہ نے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بار بار دیکھا ہے ایسے ہنہ بھی اس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے الداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے سچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اسکے خزانہ خاص کی فلاں فلاں نادر اشیا، بادشاہ کے پاس سے لا کر حاضر کر دے تو اس نے انہیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ انہوں نے مانگا تھا اس نے لا کر حاضر کر دیا اور لوگوں نے اسے دیکھا اور پہچان لیا اور انہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر ان نادر اشیا کا حاضر کر دینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ رکھے خزانوں میں محفوظ ہیں پس اس وقت اس فرقہ نے اس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گزشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اس زمانہ کے مناسب قوانین کے ساتھ کر دیے تھے جو اس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور انہوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے دلائل قائم کر کے یہ امر بدل کر دیا تھا کہ انہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجے گا اور ایسے قوانین اسکے ساتھ کر دے گا جو ہمارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہوں گے اور جس زمانہ میں اس نے بھیجے گا اسکے مناسب اور اسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس سفیر میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہمیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر وہ شخصوں میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی ہیں اب ہم جو کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوئے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اسے ملا ہے اس میں غور کرتے ہیں اگر یہ سفیران گزشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اس شخص میں ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے شک اسکے دعوے کو الٹ کریں گے پس یہ کہہ کر جب انہوں نے ان قوانین میں تامل کیا جسکی نسبت اسکا دعوئے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو اسے سفیران گزشتہ کی خبر کے سلسلہ موافق پایا اور جب ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناوٹ کے کہ ہم گھلا آسمیں نظر آئیں پس جب انہوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تو اس وقت وہ بھی اس کے دعوے کے مصدق بن گئے اور انہوں نے بھی کامل طور پر اسکی بیرونی اختیار کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس شخص کے اہل و عیال میں ہم غور کریں اور ان قوانین کو جس جگہ بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کر جسکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے ہیں

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اسی کا سا خطاب ہے جسکو ہنہ نے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بار بار دیکھا ہے ایسے ہنہ بھی اس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے الداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے سچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اسکے خزانہ خاص کی فلاں فلاں نادر اشیا، بادشاہ کے پاس سے لا کر حاضر کر دے تو اس نے انہیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ انہوں نے مانگا تھا اس نے لا کر حاضر کر دیا اور لوگوں نے اسے دیکھا اور پہچان لیا اور انہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر ان نادر اشیا کا حاضر کر دینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ رکھے خزانوں میں محفوظ ہیں پس اس وقت اس فرقہ نے اس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گزشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اس زمانہ کے مناسب قوانین کے ساتھ کر دیے تھے جو اس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور انہوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے دلائل قائم کر کے یہ امر بدل کر دیا تھا کہ انہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجے گا اور ایسے قوانین اسکے ساتھ کر دے گا جو ہمارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہوں گے اور جس زمانہ میں اس نے بھیجے گا اسکے مناسب اور اسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس سفیر میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہمیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر وہ شخصوں میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی ہیں اب ہم جو کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوئے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اسے ملا ہے اس میں غور کرتے ہیں اگر یہ سفیران گزشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اس شخص میں ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے شک اسکے دعوے کو الٹ کریں گے پس یہ کہہ کر جب انہوں نے ان قوانین میں تامل کیا جسکی نسبت اسکا دعوئے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو اسے سفیران گزشتہ کی خبر کے سلسلہ موافق پایا اور جب ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناوٹ کے کہ ہم گھلا آسمیں نظر آئیں پس جب انہوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تو اس وقت وہ بھی اس کے دعوے کے مصدق بن گئے اور انہوں نے بھی کامل طور پر اسکی بیرونی اختیار کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس شخص کے اہل و عیال میں ہم غور کریں اور ان قوانین کو جس جگہ بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کر جسکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے ہیں

هنا من كرسية خروكي المني في الموضع الذي كان فيه كرسية علي بن ابي طالب من كرسية خروكي المني في الموضع الذي كان فيه كرسية علي بن ابي طالب

اور انہیں سے ایک فرقہ کی سمجھ رہا یہ ساری دلیلیں تو انہی نہیں لیکن انہوں نے اس شخص کی اور اسکے ساتھیوں کی حالت میں غور کرنا شروع کیا اور ان دلیلوں کو سمجھنے لگے جب تک وجہ سے یہ سارے فرقہ اس شخص کی اطاعت پر یکسر متبہ ہو گئے تھے

پس وہ کہنے لگے یہ سب لوگ تو بڑے دانشمند ہیں نہ معلوم انھوں نے محض اس شخص کی تصدیق کے پیچھے اپنی آباہی نہیں اور قدیم شاہی قوانین کیوں چھوڑ دیے بیشک یہ بڑا مشکل امر ہے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر پہلے بادشاہ کے قانون کا چھوڑنا اسکی مرضی کے خلاف پڑا تو پھر بری مصیبت نازل ہو جائے گی ہو نہ وہی بات ہے کہ اس شخص کی رستی کو 'میں' انھیں خاطر خواہ معلوم ہو گئی ہیں جن پر پھر و سار کر بیٹھے ہیں ورنہ انھیں کیا ہوا تھا جو اپنی عادتوں کو چھوڑتے اور ایسی جرأت کر کے ناحق خطرہ میں پڑتے اور انکی عقلیں انھیں اسکی اجازت دیتیں پس بیشک اس شخص کی رستی پر ان سب کا اتفاق کر لینا اسکی بچائی کی کافی دلیل ہے اور یہ کہتا کہ ساری دلیلوں کا جمع ہو جانا اور ان سب کا اتفاق کر لینا اتفاقی بات ہے عقل میں کسی طرح نہیں آتا اور اسکا کوئی سمجھ دار قابل نہیں ہو سکتا ایسے ہمارے نزدیک تو اس شخص کی رست باز ی پورے طور سے ثابت ہو گئی اور ہم نے اسکی تصدیق کر لی اور بلاترود اسکی سفارت کا اقرار کر کے اسکے مطیع بن گئے اور انہیں سے ایک فرقہ اپنے دنیاوی کاروبار میں بھٹسا ہوا تھا اور سلا توں میں ایسا مستغرق تھا کہ انھیں اسکی خبر ہی نہ تھی کہ لوگوں کا کوئی بادشاہ بھی ہے اور اسکو پورا غلبہ حاصل ہے اور انصاف کو مد نظر رکھ کر انکے ساتھ جو معاملہ چاہے کر سکتا ہے اور چونکہ اسکے لوگ دل و جان سے مطیع ہوتے ہیں اسلئے اگر وہ چاہے تو بہت کچھ مال بھی جمع کر سکتا ہے اور انکی قوتوں کو بچائی طور پر کام میں لاسکتا ہے پس اسوجہ سے اسکی کوئی برابری نہیں کر سکتا اور اپنی غفلت سے وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ لوگوں کے کاروبار میں چل رہے ہیں اور سارے قانون اور قاعدے انکے ہاتھوں میں ہیں کسی بادشاہ یا حاکم کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ انکا ہاتھ گمان تھا کہ یہ سب معاملات بطور عادت کے زمانہ کی گردش کے موافق جاری ہیں گویا کہ یہ ایک قدرتی قانون جگیا ہے جسکے خلاف ہو ہی نہیں سکتا پس وہ اسی قابل تھے کہ انھیں شاہی سفیروں اور سلطانی قوانین اور اختیارات کی اطلاع نہ ہو لیکن جب انھوں نے اس شخص کا علی الاعلان دعوے سنا اور لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو اسے جھٹلاتے تھے پھر اس سے گفتگو کر کے اسکے پیرو بن گئے تب تو یہ لوگ چونکے اور انکے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اس بات کا تحقیق کرنا نہایت ضروری ہے اگر فی الواقع لوگوں کا کوئی بادشاہ ہو جو انہر حاکم ہے اور اسی نے اس شخص کو بھیجا ہے تاکہ ہم اسکا کہا مانیں اور پھر بھی ہم غفلت میں پڑے ہیں اور اسکی بات نہ سنیں تو بیشک ہمارا ابراہیم ہو گا کیونکہ یہ شخص ضرور ہماری بے پروائی کی فوج بھیجا دینگا اور پھر وہ بادشاہ ہماری ایک نہ سنے گا اور بڑی سخت سزا دیگا ایسے ہماری بہتری ہی میں ہے کہ ہم اسکے دعوے اور ان لوگوں کی حالت میں غور کریں جو پہلے اسکے مخالف تھے اور پھر اسکے ساتھی بن گئے کیا عجب کہ میں حقیقت حال کا پتہ چل جاؤں پھر اگر وہ بچا ہو گا تو مان لینے ورنہ اسکی کلمہ کہلا تکذیب کرینگے یہ کہہ کر وہ سوچنے لگے اور بڑی غور و فکر کے بعد انھوں نے نتیجہ نکالا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم بادشاہ کو نہیں جانتے اور نہ ہمکو اسکے خط یا مہر یا اسکی طرز تحریر کی خبر ہے اور نہ اسکے قانون سے ہم آگاہ ہیں جن سے اس شخص کے قانون کا مقابلہ کریں اور نہ پہلے سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں ہی ہیں معلوم ہیں تو کیا ہم اس سے بھی گذر گئے کہ ان تمام لوگوں کی شہادت پر ہمتا کر لیں جنھوں نے کہ ان سب باتوں کی تحقیق کر کے اسکی پیروی اختیار کر لی ہے لہذا ہمارے لیے اس شخص کی رستی پر اتنے دانشمندان کا اتفاق کر لینا اور بلاترود تمام دلیلوں کا یقین کر لینا اور اپنی آباہی رسموں کو چھوڑ بیٹھنا کافی دلیل ہے کیونکہ یہ سب باتیں اتفاقی نہیں ہو سکتیں اور نہ یہ کلامی یا اور کسی غرض سے

نواں فرقہ ہو گیا  
میں مستغرق ہو گئی  
و جسے بادشاہ  
اور اسکے تواریخ  
کی خبر نہ تھی مثلاً  
سابق اور کثرت  
کے اختلاقی طرز  
تقدیر کر کے  
نتیجہ ہو گیا  
سفارت کی تصدیق  
کرنا ۱۲

ظہور میں آسکتی ہیں اور اچھا اگر ہم یہ سب دلیلیں اور اسنے لوگوں کی شہادت ہی جانے دیں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے  
لائے ہوئے شاہی تحفوں کا بھی جو بغیر اسکی اجازت کے نہیں مل سکتے تھے کچھ خیال کریں کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ  
اسکے پاس تو ایسے تحفے نہیں پاسے جاسکتے تھے ہاں کوئی ایسا ہی ذی اختیار ہو جو لوگوں کے جان و مال میں جیسے چاہے  
تصرف کر سکے اسکے پاس ہو سکتے ہیں پس اس شخص کے یہ تمام تحفے حاضر کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا  
ضرور ہے جس میں ایسب باتیں پائی جاتی ہیں جسکا نام یہ بادشاہ بتلاتا ہے اور ہو نہ ہو اسی نے اسکو یہ تحفے دیکر ہمارے پاس  
بھیجا ہے پس ان سب باتوں پر غما کر کے ہم نے تو یقین کر لیا کہ لوگوں کا ضرور کوئی بادشاہ ہے جس نے اس شخص کو ہمارے  
پاس بھیجا ہے اور وہ بھی اسکے پورے پورے پیرو بن گئے۔ اب اور سینے ان سب فرقوں میں چند شکہ اور اپنی آبائی رسموں پر جا  
دینے والے لوگ بھی تھے اور بعض اپنی قوم کے سردار تھے انھوں نے خیال کیا کہ اگر ہم نے اس شخص کے دعوے کو مان لیا  
تو اس سے دیکر بنا پڑے گا اور یہ ہم پر حکومت کرے گا یہ سوچ کر بظاہر تکذیب ہی کرتے تو ہے اگرچہ اس کے دل اسکی تصدیق کے مضمون  
سے پر تھے اور انکی خواہشوں نے انکی عقلوں سے بازی حبیبی اور انکو شاہی مقام آسان معلوم ہونے لگا اور کیوں نہ  
ایسے بہترے حق میں گئے جو تکذیب یا تعصب کی وجہ سے یا غصہ اور غیرت کے مارے حق سے انھیں بند کر کے ناحق باتوں  
کی حمایت کرتے لگے تھے پھر آخر کار انہیں پشیمان ہونا پڑا ہے جس سے پھر کوئی نفع نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے غما  
کے مارے ان دلیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں کبھی اہل اہل اور ساقط الاعتبار باتوں سے کامیابی حاصل کرنی چاہی  
کبھی دہوکے بازیوں سے کام کالنا چاہا اور وہ اپنی ایسی ظاہر باتوں سے انکار کرنے لگے جن کو ہر عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے  
اسی کیلئے کہ اگر تمام دلیلوں کی علیحدہ علیحدہ تاویل انکی خاطر سے مان بھی ایجاد کرے تو عقل سلیم اور انطباعیت اسے کیوں مانے لگی  
کہ ساری دلیلیں اتفاق سے جمع ہو گئیں اور یہ شخص تمام غلط دلیلوں کو کیسے صحیح دلائل کا جامہ پہنا سکا اور اسنے لوگوں کو دھوکا  
دیکر اپنی رہنمائی اور حقانیت کا کیونکر یقین دلایا اسکا اور طرہ تو یہ ہے کہ بتیاری دلیلیں اسکے اختیار سے ہاتھ نہیں نہ اسنے انھیں  
قائم کیا نہ انھیں جمع کرنے کی کوشش کی بلکہ لوگوں کو غور فکر کیسے خود ہی معلوم ہو گئیں انہیں علامتوں کو دیکھے جو پہلے سفیر بیان کر  
تھے بھلا یہ ساری علامتیں وہ اپنے نہیں کیونکر پیدا کر لیتا اور پھر امتحان کرتے وقت سب کا سب ٹھیک امتحان ہوئی تو یہ ہے  
کہ ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ چند چیزیں جب مجتمع ہو جاتی ہیں تو انکا کچھ اور ہی اثر ہو جاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ یہ بات نہیں ہو  
اجتماعی قوت کی کچھ بات ہی اور ہے اور یہ قاعدہ تو محسوسات اور محمولات دونوں میں مسلم ہے جماعت کشیر کی شہادت سے جو  
ہوتی ہے وہ ایک شخص سے نہیں اگر کسی دعوے پر بہت سی دلیلیں قائم ہو جائیں تو انھیں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا اور ایک دلیلوں  
سے یہ بات نہیں پیدا ہوتی پس جب یہ ہم مان بھی میں کہ شاید اس شخص نے شاہی خط کی نقل کر لی ہوگی تو عقل میں یہ سب باتیں  
کیسے آئے گئیں کہ سلطانی مہر کی نقل بھی اتنا نا ا سے آسان ہو گیا شاہی طرز تحریر بھی اسنے یکہ لیا اسکے قوانین بھی شاہی قوانین  
کے موافق ہو گئے اور اسے وہ تحفے بھی مل گئے جو بے سلطانی اجازت کے دستیاب نہیں ہو سکتے اور پہلے سفیروں کی بتلائی  
ہوئی علامتیں بھی اس میں سب آپ سے آپ جمع ہو گئیں اور اسکا حال گودمانہ بھر میں شلیح ہو گیا تھا لیکن تاہم بادشاہ کو اتنی کافی  
دلت گذرنے پر بھی نہ معلوم ہوا اور نہ بادشاہ نے اسکو سزا دینے اور اسکی تکذیب کرنے کے لیے کسی کو بھیجا رہے ہی تو یہ ہے کہ

فہم  
کی جانی جا رہی ہے  
خداوند ہر شے پر  
وہابی اور سب سے  
وہابی اسکی صفات  
کے ذکر کے لئے

وادی تباہی تاویلوں کا وہی قابل ہو گا جو اپنی بڑائی مارنے پر تیار تھا۔ اور ان سب باتوں کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا وہی عقلاً  
 کرے گا جسے تعصب نے اندھا بنا دیا ہو یا آدمی گفتگو کے لائق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور ان لوگوں میں  
 ایک ایسا بھیکارہ بھی تھا جسے اس شخص کے صدق و کذب کے بارہ میں اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیا۔ ٹبری بات انھوں نے  
 یہ کی کہ وہ اپنی آبائی رسموں پر اندھوں کی طرح جمے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو ان رسموں کو چھوڑیں گے اور جب ان سے کوئی  
 یہ کہتا تھا کہ اگر یہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نکلا تو اسکی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کہیں تھے انتقام نہ لے فرا اس سے تو ڈر تو  
 اٹھتا یہ جالاندہ جواب ہوتا تھا کہ اچھی وہ تو جھوٹا ہے ہم اسکی بات نہیں مانتے ایسا جواب دینا سراسر مکی بے عقلی اور نافرمانی نہیں تھی  
 تو اور کیا تھا اب یہ تو بتلاؤ کہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے کی کیا بات بادشاہ ظالم قرار دیا جاسکتا ہے؟ تم جو چاہو کہو ہم تو متنبہ کہہ سکتے  
 ہیں کہ جب بادشاہ انہیں سزا دینے لگے اور اس سے کوئی یہ کہے کہ یہ بچارے تو اس سفیر کے ماننے میں معذور ہیں کیا کریں انکو  
 اسکی رستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ملی تو وہ بیشک یہ جواب دے سکتا ہے کہ اگر یہ اپنی معاش کے بارہ میں بے شعور ہوتے  
 اور اسے نہ سمجھ سکتے تو البتہ میں انہیں معذور سمجھتا اور انکی خطا سے درگزر کرتا میں تو انہیں صاف دیکھتا ہوں کہ اپنے کارروائیوں  
 نفع و نقصان کے سمجھنے میں بڑے بیدار مغز اور دانشمند ہیں انہیں اپنی حاجتوں اور ارادوں میں کامیاب ہونے کے لیے ٹبری  
 کافی عقل ہے پھر انھوں نے اپنی انھیں قوتوں کو جسے اپنے معاملات میں کام لیتے ہیں اس شخص کے صدق اور کذب درپٹ  
 کرنے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا اور جیسے کہ وہ جھگڑے کے وقت اپنے معاملے والوں کے سامنے اپنے اعتراض ثابت  
 کرنے کے لیے استدلال پیش کرتے تھے ویسے ہی ان قوتوں کو اس شخص کے بارہ میں بتا ہوتا میرے نزدیک تو وہ اب معذور  
 نہیں ٹھہر سکتے بلکہ انھوں نے میرے سفیر کی بات سننے میں کاپلی کی اور اسی وجہ سے انکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور انھوں نے  
 اسکی تکذیب کی لہذا بیشک وہ سزا کے مستحق ہیں اور انصاف کے موافق میں اسے ضرور انتقام لوں گا پھر اس سفیر کے اتنے آدمی طبع  
 ہو گئے تب بھی وہ ہمیشہ ایسی فکر میں لگا رہا اور سچی طبع گزرا ہوا کہ کسی طرح ان ضدی متکبر واپی شاہی باتیں کہنے والے اور جلد باز فکر  
 فروں کا بھی اطمینان کر دیا جائے اور فیہ خواہی کے مارے طرح طرح کی دلیلیں انکے سامنے پیش کرتا رہا انکی بھلائی کی باتیں انھیں  
 سمجھا کر متنبہ کرتا رہا اور وہ سمجھے کہ انکی صدا اور نفرت دن بدن بڑھتی گئی آخر کو یہاں تک نہایت بھینچی کہ وہ سفیر کو سمجھاتے سمجھاتے تنہا  
 گیا اور اسکو انکے اصلاح پذیر ہونے سے بازو سی ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ اب سمجھانے سے کام نہ چلے گا اور وہ لوگ اسکی اور اسکے  
 ساتھیوں کی عداوت پر کمر باندھ چکے اور انکی ایذا رسانی کے لیے موقع و محل کے منتظر ہیں آخر ناچار اپنے بادشاہ کی اجازت سے  
 وہ بھی لڑائی پر آمادہ ہو گیا اور اسے بھی تلوار کھینچ لی کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو نصیحت کا اگر نہیں ہوتی اور وہ باز نہیں آتا تو اسکے کہنے  
 کے لیے ماہریت سے کام لینا پڑتا ہے پس اس شخص نے اپنے ساتھیوں سے مدد لیکر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور تپیں ٹبری اگر مری  
 سے لڑائی ہونے لگی پھر کچھ دنوں پر ہی ہونار ہا کہ کبھی میدان اسکے ہاتھ رہا اور کبھی انکے ہاتھ جیسا کہ خدا کے یہاں کا قاعدہ ہے۔ حکم  
 اسی سفیر کی فتح ہوئی اور کیوں نہ ہو یہ ہزیمت گاروں کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اسے سولے قتل کے انکی ایذا رسانی  
 مسدود کر نیکا کوئی چارہ نہ دیکھا تو اسے بعضوں کو قتل کیا کیونکہ عقل کا یہی فتوہ ہے کہ مفسد اور مودی قتل کیے جائیں تاکہ ملک  
 کے اور لوگ ہلاکت سے نجات پائیں اسلئے کہ یہاں بعض کا کاٹ ڈالنا نہایت ضروری ہے اگر اس سے آدمی کی جان بچتی ہو اور اسے نصیحت

ایک تعصب و توجہ سے اندھا بنا دیا ہو یا آدمی گفتگو کے لائق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور ان لوگوں میں

مال شرمینہ جہا

نشان لالہ  
دور ۱۲

گرفتار کر کے غلام بنالیا کہ بچہ نہ اٹھا سکیں اور بادشاہ سے بغاوت کرنے کی اجبی طرح سنراہیں اور نصیحتوں کو اپنا مطیع بنالیا کہ اسی طرح اُسکی اور اُسکے ساتھیوں کی ایذا رسانی سے باز رہیں۔ اور اس خیال سے کہ کہیں اُسکے ساتھی دیکھا دیکھی گڑبڑ نہ مچائیں اور اُسکی شان و شوکت میں فرق نہ آئے پائے اُسنے کہل کھلا کندھیا کر کے منع کر دیا اور یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی کھائی کا بہت تھوڑا حصہ دیتے ہیں تاکہ اُس سے کچھ مدد ملتی رہے اور ملک کے انتظام میں خلل نہ پڑنے پائے اور بادشاہ کی روکاری تک اُسنے اُسکی ہی سزا مقرر کی۔ اور بعض اُس ملک سے نکلا نکلوں اور پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے وہ اُسنے اس امید پر کہ کہیں اب بھی اُسکی نصیحتیں کرنے لگیں اور اس خیال سے کہ مبادا وہ موقع پا کر اسپر پڑ جائیں لڑتا رہا اور ڈرتا رہا کہ سمجھ لو کہ اگر تم اب قلعہ بند ہونے کی وجہ سے مجھے محفوظ بھی رہے لیکن بادشاہ جب آجود ہوگا اور پڑھائی کرے گا تو اُس سے ہرگز نہیں بچ سکتے وہ عدل اور حکمت کے موافق بغیر سزا دیے نہیں رہے گا اور اُن سے بعض خوف یا لالچ کے مارے محض اوپر کے دل سے نصیحتیں کرنے لگے اور جی میں اُسے جھوٹا سمجھتے تھے۔ اُسے اُنھیں بھی اپنے ساتھیوں کے زمرہ میں داخل کر لیا اور وہی بڑا اُٹکے ساتھ بھی برتاؤ نہ کیا تو یہ قول تھا کہ جو کوئی بظاہر اطاعت کرے بادشاہ کا حکم ہے کہ اُسے بھی اپنے ساتھیوں میں داخل کر لو اسلئے کہ تشویش کرنے سے بہتر ہے سچے لوگ بھی کھٹک جائیں گے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اِس اپنے ساتھیوں پر اطمینان نہیں اُنکی نسبت شک کیا کرتا ہے اور بادشاہ پر جب حال کھلیگا کہ یہ لوگ محض خوف یا طمع کی وجہ سے بظاہر مطیع بنے ہوئے تھے اور بخدا دلی ارادہ یہ تھا کہ موقع پا کر اُسکو اور اُسکے ساتھیوں کو خوب ایذا دیں تو وہ خود اُنکو خوب سزا دے لیگا اور اُنکو اُنکے بغض و عداوت کا مزہ اچھی طرح چکھا دے گا کیونکہ یہ لوگ اوروں سے عداوت میں بڑھی چڑھے ہوئے اور گھر کے بھیدی تھے اور ہر وقت اُسے کھٹکا لگتا رہتا تھا۔ اور بعض لوگ گودل میں جھوٹا سمجھتے تھے لیکن اُس مال کی طمع سے جو وہ شخص ملک کی اصلاح کے لیے جمع کرتا تھا اُنھیں اُسکے مطیع بن گئے اور اس طرح انھیں اُسکی جانچ کا موقع ملا اور جب اُسکے معاملات اور قوانین کو سستی پر مبنی پایا اور دیکھا کہ وہ پہلی باتیں بتلاتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے تو اُسکے جی کو یہ سب باتیں اور دل کھول کے ظاہر و باطن سے اُسکی نصیحتیں کرنے لگے اور اس طرح اُسکی خیر خواہ اور مددگار بن گئے۔ پھر جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ طرفداری اور تعصب کی پابندیوں سے چھوٹی ہوئی اور آزاد عقل اپنے شخص کی سفارت میں ذرا بھی شک نہ کرے گی اور اُسکے سفیر ہونے کا بلا تردد یقین کر لے گی کیونکہ دانا اور بیدار مغز کے نزدیک یہ سب دلیلیں اتفاقی طور پر جمع نہیں ہو سکتیں تو آپ نے اپنے کو محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر سنا کر اتنے سے معلوم ہوئی تو اترو ایک اصطلاحی لفظ ہے اُسکے معنی سمجھ لیجئے یعنی آپ کی خبر اتنے زیادہ آدمیوں کے نقل کرنے سے ہم تک پہنچی کہ ان سب کا جھوٹ متفق ہو جانا عقل میں نہیں آتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ تشریف نہ لائے ہوں اور سب آدمی جھوٹے ہوں یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کہ یا لندن موجود نہ ہوتا تو اتنے بہت سے آدمی اُسکے موجود ہونے کی خبر بالاتفاق نہ دیتے چلتے آتے پس اسی طرح اُنکو بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے احوال کے بھی ہتیار لوگ ہر زمانہ میں یہ اُسے اور وہ اُسے جسے کہ اُس فرمیں ان لوگوں سے خبر دیتے چلتے آتے جنہوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے جملہ حالات کی اُنکو خبر تھی اور جو کچھ آپ کو مختلف فرقوں کے ساتھ اپنی زندگی بھر پیش آیا تھا اُس سے بھی وہ بخوبی واقف تھے بہر حال ہر کوئی یہ یقینی طور پر یہ خبر سنی کہ آپ ان لوگوں میں چاہیں

نشان لالہ

نشان لالہ کو محمد علی  
علیہ السلام کے دفتر  
رسالت اور ان حالات  
پر مضمون کرنا چاہیہ  
کے ساتھ پیش آئے ۱۲

نشان لالہ کو محمد علی  
علیہ السلام کے دفتر



برس کے ہو گئے تھے اور برابر سہ ماہی اور امانت داری کے ساتھ شہرہ آفاق رہے یہاں تک کہ امانت داری کی وجہ سے لوگ آپ کو محمد امین کہا کرتے تھے اور اس مدت میں آپ کو کبھی کسی سے لکینے پڑنے کی نوبت نہیں آئی نہ کبھی لکھنے پڑنے کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ آپ ان سے لکھ پڑھ لیتے یا مختلف اقوام کے احوال دریافت کر لیتے یا گذشتہ امتوں کی شریعت پر مطلع ہوتے یا مختلف ملکوں کے قوانین سیکھتے باوجود ان سب باتوں کے آپ سارے عرب اور عجم کے لوگوں میں اٹھ کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ نہ آپ کو کچھ ذاتی ثروت حاصل تھی اور نہ کچھ بہت لوگ آپ کے مددگار تھے اور نہ آپ کے خاندان سے سلطنت نازل ہو گئی تھی ورنہ شاید لوگ شبہ کرتے کہ اسی حیلہ سے آپ کو اپنی آبائی سلطنت کا پر اپنے قبضہ میں لانا مقصود ہے اس حالت سے کھڑے ہو کر اپنے یہ دعوئے ظاہر کیا کہ سارے عالم کے معبود اللہ نے مجھے تمام لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ میں انکو خدا کی ایسی شریعت پہنچا دوں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کی ذمہ دار ہے اور یہ شریعت وہ قانون ہے کہ اس زمانہ سے قیامت تک کے لیے بخوبی مناسب اور موزوں ہے اور سارے واقعات کے لیے کفایت کرے گا اور پیٹے رسولوں کی شریعت کے بہتر ہے احکام کو منسوخ کر دے گا کیونکہ جس زمانہ کی مناسبت کا لحاظ کر کے وہ قواعد آتے گئے تھے اب وہ مانہیں رہا اور ہکو یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ جبری نبیوں اور عادلوں سے بھی منع فرماتے تھے جو لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد سے سکھ لی تھیں یا شیطان نے انکی خوبی انکے ذہن نشین کر دی تھی سب سے قبیح تر آپ نے یہ بات قرار دی تھی کہ بتوں کی پرستش کیجائے یا آگ اور پتھروں اور درختوں کو معبود بنایا جائے اور آپ کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کو ایک سمجھو اسکو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف مانو سارے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرا جانو اور علاوہ بریں انکو اپنے پیدا کر نیوالے نعمتوں کے شکر کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا تھا گو حقیقت میں اس شکر کا نفع انھیں کوٹنے والا تھا اسکے سوا اور بہت سی ایسی باتیں بتائی تھیں جن میں سرسراٹھ لطف اور نقصان سے بچاؤ تھا پس جب وہاں کے اوتے اور اعلیٰ لوگوں نے آپ کا اتنا بڑا دعوئے سنا تو آپ کی بات ماننے سے نفرت ظاہر کرنے لگے اور سب کے سب درپے عداوت ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے بھائی بندوں نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا اور سارے دوست دشمن نظر آنے لگے اور آپ کی تکذیب کے لیے ہر شیخ و شاب نے زبان درازی کی اور آپ سے سختی کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ہر ایک آپ سے طالب دلیل ہوا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دے اور آپ کا یہ حال تھا کہ انکے لیے دلیل بر دلیل بیان کرتے تھے اور ہر سوال کا معقول جواب دیتے تھے اور ہر طرح سے انکو اطمینان دلانے کے لیے سعی بلیغ فرماتے تھے اور اپنے اپنے دعوے کے اثبات میں سب سے بڑی نہایت مستند اور قابل اعتماد جو دلیل پیش کی وہ عربی کلام کا ایک مجموعہ تھا جسکو اہل قرآن شریف کے مبارک لقب سے یاد فرماتے تھے اسکی نسبت آپ کا یہ دعوئے تھا کہ یہ کلام خدا نے مجھے بطور سند کے دیکر بھیجا ہے اور میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ تمام لوگوں کی جانب بھیجے گئے ہیں اور سب کے رسول ہیں اور جن باتوں کی آپ خبر دیں وہ سب سچ ہیں اور قرآن میں ان قوانین کا بیان ہے جو خدا نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیے ہیں قرآن شریف کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو جسے آپ صورت کہتے تھے مقابلہ کے لیے پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کلام کی حقانیت اور منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم لوگ اگرچہ عربی زبان کے بڑے ماہر اور فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزگار ہو لیکن کوئی ایسا کلام ہرگز نہیں لاسکتے جو قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کے

ساتھ بھی فصاحت و بلاغت میں لگا کہا کے چنانچہ ایسا ہی ہوا گو عربی زبان کے ایسے کالمین موجود تھے کہ فصاحت و بلاغت  
 جتنے قبضہ اقتدار میں تھی اور وہ اُسکے مالک کہلانے کے مستحق تھے بلکہ انہیں ایسے لوگ بھی ملتے تھے جنکو اس فن میں دستگاہ  
 کامل حاصل تھی اور تمام لوگ اُنکے مقابلہ سے عاجز تھے اور انسانی قوت کے لیے اُس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ حاصل کرنا ممکن نہ تھا  
 تاہم کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ قرآن کی ہیئت چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا لیتے پھر اس حصے میں جس کے بعد تمام لوگ حضرت محمد  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونے لگے اور آپ کے مطیع ہو کر انھوں نے آپ کا دین اختیار کرنا شروع کیا اور گروہ کے  
 گروہ آپ کے پیروں پر آپ کو خدا کا رسول ماننے لگے ہاں وہی لوگ اس سے محروم رہے جنہیں خدا نے نہ جانا جن کو تو  
 معاملہ آپ کے ساتھ پڑا۔ چونکہ ہکوانکے حالات کی حیثیت تک کہ اخبار صحیحہ سے معلوم ہو سکا یا عقل نے تجویز کیا تخیل و بنا  
 مقصود تھی ایسے ہونے آپ کے ساتھ اُن لوگوں کے معاملات غور کیے تو وہ لوگ اپنی عقلوں کی بلند پروازی اور کم فہمی  
 کے اعتبار اور استعدادوں کے اختلاف سے مختلف فرقے نظر آئے انہیں سے بعض عربی فصاحت و بلاغت بظاہر  
 نکلے جسکا اُس زمانہ میں ملک عرب میں بہت کچھ رواج تھا اور جنکو وہ اپنے علوم میں سب سے زیادہ شریف سمجھتے تھے اور  
 جنکو انھوں نے اپنا نایہ ناز بنا رکھا تھا اور وہ لوگ فصاحت و بلاغت کے جملہ اسلوب سے بخوبی واقف تھے اور  
 اُسکے اسرار کو خوب جانتے تھے یہاں تک کہ اُسکے اُن سارے مرتبوں پر پورے طور سے حاوی تھے جسقدر کہ انسانی  
 طاقت میں آسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اُنکے بڑے زور شور کے خطبے اور قصیدے بھی ہوتے تھے بہر حال یہ سب کچھ تھا  
 لیکن اسوقت اُنسے کچھ بھی نہ بن پڑا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت پیش کی  
 اُنکے عجز کا بڑے شد و مد سے دعوئے کیا اور عام طور سے خصوصاً اُنکے حلیوں میں اُسکی تشبیہ شروع کی کہ تم سب  
 ملکر چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرو لیکن اس کلام کی مثل لانے سے ہمیشہ عاجز اور قاصر رہو گے اور صرف اسی پر  
 اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنکی بُری رسموں کی قباحت دکھا دکھا کر انھیں بیوقوف بنایا اُنکے ہل خداؤں کی خوب میجو کی اُنکی  
 پرستش میں طرح طرح کے نقص ثابت کیے اور ہر طرح سے انھیں غیرت و لانی کہ سیطرہ قرآن کے مثل لانے کی سعی  
 کریں لیکن ہونا کیا تھا آخر کو قرآن میں غور کرنے کے لیے جھک پڑے اور زباندانی کے اصول کے موافق اُسکی خوب  
 جانچ و پرتال کی اور اُسے خوب اُلٹ پھیر کے دیکھا اور بڑی غور و فکر سے پرکھا یہاں تک کہ اُسکے امتحان میں کوئی دقیقہ  
 فرو گذاشت نہیں ہونے پایا بالآخر انھوں نے پیرائے قائم کی کہ قرآن شریف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایسے  
 عالی مرتبہ پر پہنچ گیا ہے کہ وہاں تک انسانی قوت کی کسی طرح رسائی نہیں اور جس کسی نے اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ لکھا بھی  
 تو وہ قرآن کے سامنے بالکل پھیکا کلام ثابت ہوا اور خود انہیں لوگوں نے اُسکی ہزلیات سے زیادہ قدر نہیں کی کیونکہ ظاہر  
 ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ کسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن جب اُسکا کسی ایسی چیز عطا کیا جائے گا جو اس سے بدرجہا بڑی چھٹی  
 ہو اور شرف و فضل میں اُسکا پایہ بلند ہو تو خواہ مخواہ وہ نظروں سے گرجائے گی اور عقل اُسے دنی اور سپس سمجھنے لگے گی  
 پس یہ معاملہ قرآن شریف کے سامنے اُنکے زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کا ہوا اور اچھی طرح سے ثابت ہو گیا کہ وہ فصاحت  
 و بلاغت میں فرسہ اور سارے کلام اُسکے مقابل میں گرد نظر آتے ہیں اور اُسکی چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لوگ نہیں بنا سکتے

گو کا اپنی اپنی عقل  
 طریقہ لال سے  
 سے جو عقلی اسلوب  
 کے بارہ مختلف  
 منقسم ہو جاتا ۱۲

ف  
 فصاحت و بلاغت عرب  
 قرآن کے معارضہ سے  
 رہنا اور اُنکی حقانیت  
 تسلیم کر لینا ۱۲



اور ان لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم کیا بلکہ سارے آدمی بھی ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتے اور یہ اس بات کی پہلی دلیل ہے کہ قرآن خدا کے پاس سے آیا ہے پھر ان سب نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور آپ کا حکم ماننے کے لیے گردن جھکا دی اور انہیں سے ایک گروہ ایسا تھا جو بات کو خوب پرکھتا تھا اور کلام کے جیسے اور بچھے مضمون کی اسے خوب شناخت تھی اور اس کے عجیب و غریب اسلوب سے خوب واقف تھا پس جب ان لوگوں نے قرآن میں انصاف کی نظر سے تامل شروع کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ اس میں اسلئے درجہ کی خصوصیتیں موجود ہیں جو عقل کے نزدیک کسی کلام میں ہرگز نہیں پائی جاسکتیں گو اسکا بنانے والا نہایت کامل اور بڑا نایاب داں اور تمام علوم و فنون کا پورا ماہر اور حکیم اور سیاست پر پورے طور سے حاوی ہی کیوں نہ ہو اور اسنے اس بات کا اہتمام بھی کیا ہو کہ اس کے مضامین میں کہیں مخالفت اور منافقت نہ ہونے پائے اور عرب کے سارے اسلوب سے اسکا طرز زالا اور انوکھا ہو ہاں البتہ جب اسکا قائل خدا کو مانا جاوے جو ان سب باتوں کو جس کلام میں چاہے جمع کرنے پر بخوبی قادر ہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اس کے اس خیال کی یہ وجہ ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ قرآن آئندہ کے واقعات کی من و عن خبر دیتا ہے جیسا کہ اس میں پیغمبر دی گئی کہ کسی نہ کسی دن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی مکہ میں با من و امان جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ پہلے لوگوں کے حالات اور متقدمین کے واقعات اس طرح بیان کرتا ہے گو یا کوئی اس موقع پر موجود تھا اور انکھوں دیکھی باتیں مسنا رہا ہے اور وہ لوگوں کے دل کی بات صاف صاف بتا دیتا ہے جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہے جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں اور آپ کے دشمنوں کو پیش آئے (چنانچہ اُنکا حال حدیث و تفسیر کی کتابوں میں شرح طور پر موجود ہے) اور وہ اتنے شمار مضامین پر مشتمل ہے کہ اسکی نسبت یہ کرنا بھی بجا نہیں کہ اسنے متقدمین اور متاخرین کے علوم میں سے کسی کو نہیں چھوڑا کہیں نہ کہیں یا تو صراحتاً اسکا ذکر کیا گیا کسی عجیب و غریب اسلوب سے جو بالکل بے لوث ہو اسکی طرف اشارہ کر دیا ہے اس کے مضامین کی بہت مختصر فہرست سے آپ کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائیگا لیجئے سنیے اس میں گذشتہ اور آئندہ لوگوں کی خبریں ہیں طرح طرح کے احکام ہیں نصیحتیں ہیں لوگوں کے سمجھانے کے لئے مثیل بیان کی گئی ہیں اخلاق اور آداب کا ذکر کیا گیا ہے نیک کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے بری باتوں سے خوف دلایا ہے نیکوں کی تعریف کی ہے نافرمانوں کی مذمت بیان کی ہے بری خصلتوں اور کینگی سے بچانا چاہا ہے انتظام ملی کی تدبیر سکھائی ہے دوستوں کی رعایات کرنے اور دشمنوں کو دفع کرنے اور اسنے گفتگو کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سرکشوں کی سرکوبی کی ہدایت کی ہے خدا کا وجود اسکی وحدانیت اور حشر و نشر کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور سارے شکوک اور بہتان کا معقول جواب دیا ہے اور جنت اور اس کے ساکنین کا حال کہہ سنایا ہے جہنم اور اسکی ہول سے مطلع کر دیا ہے اس میں عالم سموات اور اس کے سوا کچھ عالم علوی میں انکا قدرت اور عجائبات مثل ستاروں بارش بادل رعد اور برق وغیرہ کے پائے جاتے ہیں اسکا تذکرہ ہے ہی طرح زمین اور عالم سفلی کی چیزیں خواہ وہ میدان پہاڑ دریا چشموں اور نہروں کے قبیل سے ہوں یا نباتات حیوانات پہل پھول درخت چرند پرند تاریکی اور روشنی میں انکا شمار ہو اس میں مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اس میں سبھی کچھ ہے اور پھر اسکا طرز بیان ایسا انوکھا ہے کہ کوئی شبہ نہ کر ہی نہیں سکتا کہ کسی دوسرے کی پیروی کی گئی ہے کیونکہ نہ اس میں عربی قصیدوں کا خاکہ آمارنے کی کوشش کی ہے نہ اس کے بلع خطبوں کا طرز

فہرست  
ایک فرقہ کا قرآن  
غیبات پر مشتمل ہے  
اور مختلف آپ و  
اخلاق پر حاوی  
ہوئے اسے اسکی  
خاصیت پر مدلل

فہرست  
مضامین قرآن  
کی مختصر فہرست  
۱۳

اختیار کیا ہے اور ہر بھی عقلوں کے نزدیک پسندیدہ گشتِ شبیریں اور پیارا کلام ہے اور کانوں کو ٹوسکے ساتھ کچھ ایسی اُفتِ معلوم  
 ہوتی ہے کہ جوں جوں صُنیے قند کر کا مزہ آتا ہے اور اُسے کوئی کیوں نہ پڑے لیکن اُسکی قدر قیمت میں کیا مجال کہ ذرا فرق آجاوے  
 اور ہاں خدا اگر سجدے کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب باتیں اتفاق سے جمع ہو گئی ہوں گی کیونکہ صحیح اور آزاد عقل میں ان سب باتوں کا  
 اتفاق جمع ہو جانا ہرگز نہیں آتا پس جب اُن لوگوں نے قرآن کے یہ اوصاف دیکھے تو بول اُٹھے کہ سارے آدمی مل کیوں نہ جائیں  
 لیکن ایسا کلام بنانا اُنکی قوت سے باہر ہے اور یہ بات تو عادیہ محال ہے کہ ایسا کلام کوئی بڑا بھاری عالم نہایت ہی ماہر فلسفی بڑا زاہد  
 وال اور امورِ مملکت میں اعلیٰ درجہ کا مدبر بھی بنا سکے اور جب یہ پٹھری تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے پڑھے لکھے شخص کا ایسے زمانہ  
 اس بات کی کہانی کہی دینے کے لئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کلام آپ کا معجزہ قرار دیا ہے پس ہنسنے آپ کی رسالت کی  
 تصدیق کی اور آپ جو کچھ فرمائیں بجا اور درست ہے اس طرح یہ لوگ بھی آپ کے مطیع بن گئے۔ اور انہیں سے ایک فرقہ کا یہ حال تھا کہ  
 وہ فصاحت و بلاغت سے واقف تھا اور نہ اُس میں اتنی قوت تھی کہ قرآن شریف کے مضمون میں غور و فکر کر کے سمجھتا کہ اتنی صفات  
 آدمی کے لئے نہیں جمع ہو سکتیں اسلئے یہ خدا کے پاس سے آیا ہے لیکن اُن لوگوں نے یہ سارا قصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا  
 کہ محمد علیہ السلام نے اپنے رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور قرآن شریف کو خدا کے پاس سے بتلایا اور اُسکی چھوٹی سے چھوٹی  
 سورت پیش کر کے کہئے فرما نہ یہ ظاہر کر دیا کہ اُسکی مثل کوئی نہیں لاسکتا اور عام لوگوں میں اہل فصاحت و بلاغت کو ایسے  
 کلام کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ثابت کر کے اُنکے ہر سر پر بازو لٹے بیٹے اور بعضوں کو دیکھا کہ کہنے کو تو فصاحت و بلاغت  
 میں اُنکا نہ بہت بڑھا ہوا تھا لیکن اُنکے مقابلہ سے اُنھوں نے منصفانہ اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اپنے آبائی مذہب اور  
 قدیم رسوم کو چھوڑ بیٹھی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کے تیجے اسی راہ اختیار کر لی کہ اگر اُنھیں آپ کی رست  
 کا یقین کامل نہ ہوتا تو انھیں یہ طریق نہایت ہی دشوار گزار نظر آتا اور نیز اُنھوں نے بعضوں کو دیکھا جنھیں کھوٹے کمرے کی  
 اچھی پرکھ تھی اور کلام کی عمدہ صفات کو خوب پہچانتے تھے کہ اُنھوں نے اس بات کی کافی شہادت دی کہ اگر یہ قرآن خدا  
 کے پاس سے نہ ہوتا تو اتنی کامل اور عمدہ صفات پر ایسا حاوی ہونا ناممکن تھا اور اس بنا پر اُنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور  
 اپنا طریق چھوڑ کر آپ کے پیرو ہو گئے اور بعضوں کی یہ حالت دیکھی کہ وہ فصیح اور بلغا کے نزدیک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے  
 مسلم انبوت تھے لیکن قرآن کے سامنے اُنکی ہمت پست ہو گئی اور اُنکے مقابلہ سے اُنھیں جان چراتے ہی بن پڑا اگرچہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کر کے اُنکا عجز ثابت کرتے رہے اور کیا جلسہ خاص کیا مجمع عام وہ لوگ  
 میں بکا ر بکا ر غیرت دلاتے ہے کہ کسی طرح ایسا کلام نہ آؤ اُننے یہ تو ہوسکا خدا کے مارے لڑنے پر آخر مجبور ہو گئے  
 اور یہ گوارا کر لیا کہ اُنکی خورنیزی کیجائے اُنکا مال لوٹ لیا جائے اُنکے مال بچے قید کر دیے جائیں اُنکے گھر بار اُجاڑے جائیں  
 اور اپنا وطن چھوڑ کر مارے مارے پھریں بھلا سمجھو تو سہی کہ اگر اُنکی وحشت میں یہ ہوتا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل  
 بھی بنا سکتے تو نہ لالتے اور اس سے کیوں باز رہتے اور بیٹھے بٹھائے اپنے کو مصیبت میں پہنچاتے یہ تو بڑی آسان بات  
 تھی کہ قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی فصیح و بلیغ کلام بنا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیتے کہ لیجئے صاحب  
 ہنسنے آپ کے قرآن کا مقابلہ کر لیا اور آپ کی ذلیل ہال کر دی بہت کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ایسا کلام تم نہیں لاسکتے دیکھو کیسے

تیسرا فرقہ جسے فصحا و بلغا  
 اور مضمون شناس نزدیکی نہ  
 کا اعتبار کر کے آپ کی تصدیق  
 کی اور نیز اُسکو اپنے ذلیل و  
 کمر بستہ سے نصی و ملبا باور  
 مصیبت میں پڑے لیکر  
 قرآن کا مثل نہ لاسکے

بنالائے اور یہ بات کہل گئی کہ قرآن کی طرح آدمی بھی بنا سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اُسے ہو ہی نہ سکا کیونکہ اگر اُسکا الہا تو کیا اُسکے قریب قریب بھی اگر کوئی کلام کہی لائے ہوتے تو بہلا یہ بات ممکن تھی کہ اتنی طرفداروں کے ہوئے پر بھی ہم تک خبر نہ پہنچتی لوگ اُسے ضرور نقل کرتے جس طرح اور سب باتیں نقل کی ہیں مثلاً اُنھوں نے آپ کی بھوکی آپ پر اتہام باندھا آپ کے ساتھ سفاهت اور دوستی سے پیش آئے آپ کے قبیح شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کیا۔ وہ کیا کریں اس بات میں مجبور تھے ورنہ اتنی ٹبری مصیبت میں کیوں گرفتار ہوتے اور اپنے کو خطرہ عظیم میں ڈالنے کچھ نا سمجھ تو تھے ہی نہیں عقلمند تھے پر بہلا اُنکی عقلیں ایسے آسان ستارے کو چھوڑ کر نہایت مشکل اور خطرناک راہ کو اختیار کرنے کی کیوں اجازت دیتیں علاوہ یہیں دنیا میں کون عاقل ایسا کرے گا کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے جس سے کہ اُسکا پس چل ہی نہ سکے اور خواہ مخواہ مصیبت اُٹھانا ہی پڑے اپنی جان مال اور بال بچوں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور اپنے گھر بار کی خرابی اور ترک وطن کو پسند کر گیا ہاں جب اور کچھ بن ہی نہ پڑے تو بیشک ایسا ہی کرے گا بقول شخصے وقت ضرورت جو نامزد گریز بدست نگیر و شیر شیر تیز پس یہاں بھی اگر وہ مجبور نہ ہوتے تو اپنے کو قوت میں ڈالنے پر کیوں آمادہ ہو گئے پس یہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے کو قرآن کے مقابلہ کرنے سے عاجز پایا اور اُنکی ہمت دہری نے جس سے وہ بدبخت ہو رہے تھے اس بات کی اُنکو اجازت نہ دی کہ اپنے عجز کا اقرار کر لیتے۔

پس جب اُن لوگوں نے ان تینوں فرقوں کے حالات میں غور کیا تو خوب سوچ سمجھ کر یہ کہنے لگے کہ ایک فرقہ جو بڑا فصیح و بلیغ تھا جسکی نسبت بے پرواہی اور کابلی کا گمان ہو ہی نہیں سکتا قرآن کے مقابلہ سے آخر اپنے عجز کا اقرار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر ہی چکا اور دوسرے فرقہ نے بھی جو مضمون شناسی میں ہنگامہ کامل رکھتا تھا اس بات کو مان لیا کہ قرآن میں اتنی صفات کمالیہ موجود ہیں جو سوائے خدا کے اور کسی کے جمع کیے نہیں جمع ہو سکتیں اور یہ کہ سوائے اطاعت کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا اب رہا تیسرا فرقہ جسکی فصاحت و بلاغت میں تو کچھ بھی کلام نہ تھا اُسے اپنے کو عاجز یا قرآن کے معارضہ سے ٹوٹنا کشتی کی اور قصبہ نے اقرار عجز کی اجازت نہ دی آخر کو مجبور ہو کر اپنے کو مصیبت میں ڈالنا گوارا کیا پس یہ کہنے لگے ہونہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچے رسول ہیں اور ان تینوں فرقوں کا تصدیق کر لینا ہمارے لیے کافی دلیل ہے اب میں کچھ کہتا ہوں اسے بھی سن لیں یہ اہل عرب کے قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو جانے سے جا خطر جس طرح استدلال اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہے اسی طرز پر اس فرقہ نے بھی اپنا مطلب حاصل کیا جو کہ اُنکا کلام بھی کو گلتا ہوا ہے اور اُس سے سارے شبہ دفع ہو جاتے ہیں تو اس موقع پر اسکا ذکر نا فائدہ سے خالی نہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ میں بھیجا جبکہ عربی شاعری اور غلبہ کوئی نہایت عروج پر تھی اُنکی لغت کو بہت کچھ استحکام حاصل ہو چکا تھا سارے ساز و سامان سے درست تھے پس آپ نے تشرف لاکر اُنکے اونٹے اور اعلیٰ کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف متوجہ کیا اور بلیس قائم کر کے اپنا دعوئے ثابت کر دیا اور سارے شبہ دفع کر دیے اور اُنکے لیے ناواقف کے عذر کرنے کا کوئی موقع چھوڑا اب اُنکا اعراض کرنا محض ہواؤ ہوس یا نافی طرفداری کی وجہ سے رہ گیا اور پھر آپیں لڑائی ٹھن گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکے عالم اور فاضل اور کنبے والوں کو قتل کیا اور آپ اُسے رات دن ہی کہا کرتے تھے اگر میں جھوٹا ہوں تو تم اس قرآن کی سی ایک سورت یا چند آیتوں ہی کی مثل سے کہیں نہیں آتے اور آپ جبکہ کسی اس طرح نہیں عاجز کرتے تھے تو کوئی دلیل تو اُسے بیان

قرآن کی صفات پر عاجز کرنا تھا

نہیں کیجاتی تھی یہ جیکہ کیا کرتے تھے کہ صاحب آپ کو تو امتوں کے حالات معلوم ہیں اور ہم جانتے نہیں پھر اگر آپ نے ایسا کلام بنایا  
 اور ہم نہ بنا سکے تو کمال کیا ہوا تو آپ نے فرمایا اچھا اپنے جی سے کچھ بنا کر لے آؤ پس بھی نہ کسی خطیب نے ارادہ کیا نہ کسی شاعر نے بہت باہری  
 اگر کوئی بہت کرنا تو کچھ تو دکھلائی دیتا اور پھر اسکی طرف داری کرنے والے بہتیرے کھڑے ہو جاتے اور در شور مچ جاتا کہ پیسے خرچ  
 کا مقابلہ کر لیا اور ویسا کلام بن گیا پس اس دانشمند نے ان سب باتوں سے قوم عرب کا عجز سمجھ لیا اور یہی اُنکی حاضری ہونے کی دلیل ٹھہرا  
 کیونکہ جب انہیں سے بہتیرے آپ کے ساتھیوں کی ہجو کرتے تھے مسلمان شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کرتے تھے اور انہیں  
 ذرا بھی وقت نہیں معلوم ہوتی تھی تو پھر یہ کیا شکل امر تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ کہہ دیتے ایک چھوٹی سی سورت یا چند آیتوں میں  
 تو قصہ پاک ہوتا تھا اتنے ہی میں تو آپ کا دعوے پل ہوتا تھا اور سارا بنا بنا پاکیل بگڑتا تھا آپ کی جیت منتر کرنے کے لیے  
 اس سے سر بیخ الاخر تو کوئی نسخہ ہی نہ تھا اسکی کیا ضرورت تھی کہ اپنی جان و مال کو معرض ہلاکت میں ڈالیں اور گھر بار چھوڑ کر  
 مارے مارے ہر پریش تو قریش وہ تو بڑے فہیم و بین تھے اُننے چھوٹے چھوٹے قبیلوں پر بھی یہ امر دشوار نہ تھا اگر اُنکے  
 اختیار میں ہوتا تو یہ کونسی بڑی بات تھی آخر بڑے عیب و غریب قصیدے نہایت طویل و عریض خطبے خلاصہ یہ کہ اُنکا ہر طرح کا نظم  
 کلام شور ہی نہا پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایسی ظاہرات کسی کی سمجھ میں بھی نہ آتی اور قرآن کے مقابلہ سے اُنکا عجز بیان کر کے ان  
 و طعن کرنے پر بھی انھیں غیرت نہ معلوم ہوتی اور وہ چپ چاپ بیٹھے سنا کرتے اور پھر اُنکا حال یہ کہ اپنی آن بان میں بڑے کڑے  
 تھے اور دنیا بھر سے زیادہ فخر کرتے تھے خصوصاً کلام کی فصاحت و بلاغت پر تو اُنکو ناز تھا اور بجا تھا پس جس طرح کہ یہ بات صحیح  
 ہے کہ تہذیبیت میں تک انھیں ایسے ظاہر اور کثیر انفعالت امر کی خبر نہ ہوئی اور غلطی میں پڑے رہے یہی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جان  
 بوجھ کر اس سے پہلو ہتی کرتے اور قرآن کے مثل بنانے پر قادر ہونے کی صورت میں بھی کچھ نہ بنالائے حالانکہ اس سے کہیں زیادہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوشش کیا کرتے تھے اور اُنکے سے ایک اور گروہ تھا جس میں اکثر ایسے ہی لوگ تھے  
 جو نہ فصاحت و بلاغت میں بصیرت رکھتے تھے اور نہ قرآن کے عمدہ صفات کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں  
 جمع کر سکتا اور نہ انھوں نے اسکا خیال کیا تھا کہ یہ دونوں فرستے قرآن کے مقابلہ سے اپنے عجز کا اقرار کر چکے ہیں اور بعضے عجز کو  
 سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں اُنکی بڑی توجہ غالم طبیعیات اور قوانین قدرت کی جانب مصروف تھی جن کے موافق عالم کا  
 کارخانہ چل رہا ہے اور وہ جانتے تھے کہ اُن قوانین کے خلاف عمل درآمد کرنے پر کوئی آدمی قادر نہیں ہے پس وہ کہنے لگے کہ اُدھر  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم اپنی باتیں طلب کریں جن سے قوانین قدرت ٹوٹ جائیں یعنی اس عالم میں جو خدا کی عام طور پر عادت جار  
 ہے اُسکے خلاف لازم آئے پس یہ اگر ایسا کریں گے تو بیشک سمجھ ہوں گے کیونکہ جب ہماری طلب کے موافق کوئی امر غارتی تھا  
 اُننے ظاہر ہو گا تو ہم سمجھ لینگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دعوے رسالت کی تصدیق کے لیے عادت کے خلاف کر دیا اور یہ امر  
 خدا کے اس قول کے قایم مقام ہو جائے گا کہ جو بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں انھیں سمجھو آپ اسے اس طرح سمجھیں کہ اگر  
 کوئی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر حاضرین سے یہ کہنے لگے کہ یہ بادشاہ تمھیں میری اطاعت کا حکم دیتا ہے اور لوگ کہیں کہ ہم تو آپ  
 جانیں کہ بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فلاں جگہ جا بیٹھے اور فرض کیجئے کہ بادشاہ یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس جگہ جا بیٹھے پھر اسی طرح  
 انھوں نے کسی دوسری بات کی اس شخص کی تصدیق کے لیے درخوست کی مثلاً وہ یہ کہ بادشاہ اپنے سر کا تاج فرما دیر کے لیے کسی

چوتھا فرقہ بننے  
 معجزات طلب کیے  
 اور دوسرا فرقہ  
 عادت آپ کی  
 رسالت پر نہ لگال  
 کیا ۱۲

دوسرے شخص کو پناہ دے یا چھ سات قدم چل کر پھر اپنی جگہ بیٹھ جائے اور بادشاہ نے یہ بھی کر دیا اب اس صورت میں کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ ان لوگوں کے کلام کو سنتے ہی بادشاہ کا ایسے افعال کر دکھانا ہرگز اتفاقی نہیں ہے بلکہ اس کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میں تم سب کو اس شخص کی اطاعت کا حکم کرتا ہوں اور جو کوئی اس بات کے اتفاقی ہونے کا قائل ہوگا تو لوگ ضرور اسے جہنم میں لے جائیں گے تو یہ بھی کذب کی دلیل ہوگی اور ہم سمجھیں گے کہ خدا نے انھیں جھوٹا کر دیا پس وہ ایسی باتیں آپسے طلب کرنے لگے جو اس عالم میں عادت ستم کے خلاف تھیں پس بعضوں نے آپ سے چاہا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں چنانچہ آپ نے انکے کہنے کے موافق اسے بھی کر دکھایا اور فقط حاضرین ہی نے نہیں بلکہ ان سب لوگوں نے بھی جو کہیں دور سے آ رہے تھے اور ہلکا آفتی وہاں کے لوگوں کے موافق تھا اپنی کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا اور اگر اس بات کی خبر دی کہ تم لوگوں کی طرح ہنسنے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا ایسا ہی سمجھیں جس طرح زلزلہ کے وقت اکثر بڑے بڑے پہاڑ پھٹ جاتے ہیں اور وہ خطہ کا خطرہ نہ دبا ہوا جاتا ہے یا جس طرح بعض حال کے سائنس جہاننے والوں کا خیال ہے کہ زمین اور اسی طرح اور ستارے آفتاب سے جدا ہو رہے ہیں اور پھر ایک نہ ایک دن آفتاب سے جا ملیں گے اور یہ سب کچھ عقل کے نزدیک خواہ اس کے لیے کوئی نظریہ سبب ٹھہرائے یا نہ ٹھہرائے ممکن اور خدا کی قدرت میں داخل ہے اگرچہ ہوتا نہیں ہے اور عادت کے خلاف ہے اور طرح طرح کے کام کرنے کے لیے جو طول زمانہ کو زیادتی قوت کے عوض بننے کے لیے لازم قرار دیا ہے وہ صرف قوت ناقصہ یعنی مخلوقات کی قوت کے لیے شرط ہے خدا کی کمال قوت کے واسطے شرط نہیں اور خدا نے اپنے عجیب و غریب کاموں میں یہ زمانہ اور سہاواں آئیے مقرر کیے ہیں کہ ذرا عقلمندوں کی آزمائش کرے اور بکنے والے بہک جائیں اور دوسروں کی امر و اُفتی تک رسائی ہو جاوے اور بعضوں نے یہ طلب کیا کہ آپ کی طرف درخت دوڑنے لگے آپسے بائیں کرے اور آپ کی رسالت کی شہادت دے آپ نے اسے بھی کر دیا اور بعضوں نے سو سمار کہے ہونے کی درخواست کی اور کہا کہ یہ بھی آپ کی رسالت کی شہادت دے تو ہم جانیں آپ نے انکی یہ درخواست بھی پوری کر دی ران چیزوں کا بول اٹھنا محال نہ سمجھیں کیونکہ اگر حیات اور اک اور کالات لفظ وغیرہ کو بولنے کے لیے شرط عادیوں سے شمار کیا جائے یعنی بغیر انکے بھی بولنا ممکن ہے تب تو ظاہر ہے کہ خدا نے کلام پیدا کر دیا ہو اور اُن سے صاف ہو گیا ہو اور اگر ان چیزوں کو بالفرض لازمی شرط بھی قرار دیا جائے جیسا کہ بعض کا گمان ہے تب بھی کچھ شکل نہیں اس لیے کہ خدا ان شرطوں کو بھی پیدا کر سکتا ہے اور انکی قدرت سے باہر نہیں ہیں اور بعضوں نے یہ دیکھا کہ جب آپ کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہو گیا اور انھوں نے آپ سے پانی کی درخواست کی تو آپ نے تھوڑے سے پانی میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلیا تو سب سے کثیر پانی جوش مار کر نکلا شروع ہوا یہاں تک کہ جماعت کثیر مرس سے سیراب ہو گئی اور ان سب کے لیے پانی کافی ہو گیا۔ اور یہ بات بھی کچھ متعجب نہیں اس طرح ہو سکتی ہے کہ خدا نے پانی کی ایک مقدار پیدا کر دی ہو جو اس تھوڑے پانی سے مل گئی ہو اور لوگوں کو نظر آتا ہو کہ انگلیوں کے بیچ سے پانی نکل رہا ہے اس لیے کہ خدا نے وہیں اتنا پانی پیدا کر دیا اور پیدا کرنا لاؤ خدا ہے وہی سب کچھ پیدا کرتا ہے اس میں تعجب کی کوئی بات ہے اور علاوہ اس کے جب ہو کہ پانی سے منقلب کر دینا

عہد چنانچہ انہو نوگراف میں سے بعینہ انسان کی آواز نکلتی ہے حالانکہ ادراک نہ بان وغیرہ ان میں نہیں ہیں ۱۷ ختم

میں

ف  
انکی بات  
قوت کا شہاد  
دہنا ۱۲  
میں  
سورہ سحر  
لہذا و بنا  
۱۳

انکی انگلیوں  
کی گمانیں  
سے پانی کا  
جوش مارنا  
۱۴

علم کیا دینے کی شریعت جاننے والوں کے اختیار میں ہے تو پھر خدا کا کیا پوچھنا ہے وہ تو کیا عناصر اور کیا علم کیا اور کیا دین بھی  
 کا پیدا کرنا والا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی خارق عادت باتیں لوگوں کے درخواست کرنے پر آپ سے صادر ہوئیں جنکی ہرکو معتبر ذریعہ  
 سے خبر پھرنی ہے اگرچہ ہمیں اسی خبر میں ہیں کہ تہمتا تو ان کو ہینچیں لیکن ہمیں تو ذرا بھی شک نہیں رہا کہ یہ بیل ملا کر تو ان کے  
 مرتبہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم بلا تردد کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنے پر خوارق عادت کا صادر  
 ہونا جہاں لامتناہی ہے اور ایسے تو ان کو تو ان معنوی کہتے ہیں جسکے معتبر ہونے پر تحقیق عقلا کا اتفاق ہے اور اسکا انکار وہی  
 کر سکتا ہے جسکو وہی باتوں کے انکار سے بھی شرم نہ معلوم ہوتی ہو اور لوگوں میں اپنی وقعت ثابت کرنے کی غرض سے بیدار کر  
 بدیہات کا انکار کر بیٹھتا ہو پس اس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارق عادت اور ان قوانین کے خلاف  
 کر دکھایا جسکے خلاف کرنے پر سوائے خدا کے کوئی قادر نہیں ہے تو انھیں یقین ہو گیا کہ وہ نہو درخواست کرنے پر خدا ہی نے  
 آپ کی تصدیق کے لیے ایسی باتیں آپ سے کرا دی ہیں اور پھر آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کی رسالت کے معتقد ہو گئے اسکو  
 خوب سمجھ لیجئے کہ ایسے معجزات صرف انھیں لوگوں کی عقلوں کے سمجھانے کے لیے ہیں جنکے انہام معجزات ادبیہ کے سمجھنے سے تیار  
 ہیں اور اسکی قابلیت نہیں رکھتے ورنہ سمجھ داروں کے لیے تو معجزات ادبیہ ہی موزوں ہیں جیسا کہ قرآن کے احوال میں اچھا کچھ  
 تو ذکر ہو چکا ہے اور آئندہ بھی اچھا بیان آئیگا جہاں کہ شریعت محمدیہ کے حسن انتظام کی شان دکھائی ہے اور ظاہر کیا ہے  
 کہ خدا کے پاس سے ہونے کی یہ ہیں فلاں فلاں دلیلیں موجود ہیں اور جہاں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تقدیر کی کتابوں میں  
 جو علامتیں مذکور ہیں منطبق کر دکھائی ہیں اور ہمیں ان لوگوں سے جو اپنے ادراک کو معجزات ادبیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ امید ہے  
 اس خیال سے کہ یہ ان کے ان علوم کے مخالف ہیں جنکو انھوں نے اپنے اسکو لوں میں حاصل کیا ہے اور انکی عقلیں انھیں قبول  
 نہیں کرتیں وہو کہ میں نہ پڑینگے اور معجزات حسیہ کو اپنے ایمان کے طریق میں سد راہ نہ بنائینگے بلکہ انکی شان کے لحاظ سے حق او  
 اور انکی حرم و حیطہ کے مناسب تو یہ امر ہے کہ ان خوارق کو انھیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے خیال کریں جنھیں معجزات ادبیہ کے  
 ادراک کا سلیقہ نہیں اور جو اسی شیار اختیار کریں جنھیں انکی عقلیں قبول کرتی ہوں اور پھر اگر کوئی ایسی چیز پیش آئے جو انکی عقلوں  
 میں نہیں آتی اور یقینی دلیل عقلی کے خلاف ہو تو ایسا طرز اختیار کریں جو نقل اور عقل کا جامع ہو اور تاویل کر کے دونوں کو موافق کر لیں  
 جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا کہ شریعت محمدیہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز انکے یہاں منقول ہو اور نظام بشری دلیل کے خلاف ہو  
 تو اس میں تاویل کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو انکی حالت اس شخص کی مثل ہو جائے گی جو دن دوپھر آفتاب کو دیکھ رہا ہے  
 اور گمان کرے کہ اسوقت رات موجود ہے اسلیئے کہ اسکو یہ خیال بند گیا ہے کہ کسی جھکے ہوئے ستارے کو وہ دیکھ رہا ہے  
 پس وہ دن کے موجود ہونے کی واضح دلیل کو دیکھنے آفتاب جو صاف نظر آ رہا ہے چھوڑ دے اور اس خیالی ستارہ کو جسکا کہیں پتہ  
 بھی نہیں ہے بیٹھے۔ ایسا آدمی غلطی کے سبب میں سے کسی نہ کسی سبب سے ستارہ کے دیکھنے اور اسکو موجود سمجھنے میں مبتلا ہوتا  
 غلطی کر سکتا ہے ایسی حالت میں چاہیے یہ تھا کہ اگر ستارہ کے ہونے کا اسکو یقین بھی ہوتا ہم اپنے دیکھنے کی کوئی تاویل ضرور  
 کرے اور اس آفتاب و رخشاں کو جو دن کے وجود کی پہلی دلیل ہے مہل نہ جانے دے اصل یہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے  
 اسی کو راہ راست دکھاتا ہے اور انھیں سے ایک فرقہ یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانہ میں بھی رسولوں کو بھیجا تھا





بنی اسرائیل ہی ہیں وہ اور یہ کہ آپ مونس علیہ السلام کے شاہیں یعنی شریعت اور مشروریت احکام اور جہاد کے اعتبار سے ان کی طرح ہیں (۲۷) اور یہ کہ خدا کا کلام ان کے منہ میں رکھا گیا ہے، اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں انکی سوا جو یونانیوں سے وہ بھی آپ پر صادق آتا ہے یعنی وہ آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھانے کے مطلب یہ ہے کہ تمام حقائق اور معارف کو سکھانے کے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۲۸) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کی ہی جوئی باتیں یاد دلائی گئے، اور وہ

### بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰

کے یعقوب کی مان رہتے تھے یہ خبر پا کر اپنے بیٹے یعقوب کے ہاتھ ان کو عیص کا بھیس بدلوا کر اسلحہ علیہ السلام کے پاس کھانے لیکر بھیجا چونکہ نابینا تھے پہچان نہ سکے اور عیص سمجھ کر یعقوب علیہ السلام کو ساری برکت بخشی جب عیص علیہ السلام آئے اور انھوں نے بھی برکت مان کی تو بجائے برکت دینے کے انہیں یعقوب علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا اور برکت نہیں دی جس کی وجہ سے وہ یعقوب کے دشمن ہو گئے اور مادہ قتل ہوئے رہتے یہ بات معلوم کر کے یعقوب کو اپنے بھائی لایں کے پاس حاران جلے کا حکم کیا پس حضرت عیص تو اپنے حق کے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ بچنے اور نیز یعقوب علیہ السلام کے اسحق علیہ السلام سے حق عیص لے لینے کے باعث اس عموم سے خارج ہوئے۔ رہی ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹوں کی اولاد وہ ابراہیم علیہ السلام کے خارج کر دینے کی وجہ سے پہلے ہی سے خارج ہے سند اس کی کتاب پیدائش باب ۲۵ ورس ۵ اور ابراہیم اپنا پھر اسحق کو دیا، لیکن جن کو کوٹھو کو جو ابراہیم سے ابراہیم نے کچھ انعام دیکر اپنے بیٹے کو اپنی بیوی اسحاق کی پاس سے لے کر آیا تو اس نے ابراہیم کی حیات کے برسوں کے دن جن میں وہ جیتا رہا ایک سو پچترس تھے تب ابراہیم جان بقی ہوا اور اچھی عمر و رازی میں بوڑھا اور آج وہ ہو کے مراد اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کے بیٹے اسحاق اور اسمعیل نے کفیلہ کے مفارہ میں حتی صغرا کو بیٹی فخر و ن کے کھیت میں جو قرعے آگے ہے گا ۱۲ ابراہیم رحیم رحیم ہمار

اطاعت کرینگے اور اس کے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں (۲۸) اشیاء میں یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی، شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ اس نماز کے مشابہہ شریع سابقہ میں کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۲۹) آپ اس نماز کو علیٰ اہم بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پر بھی واجب کرینگے جسے کعبہ اتر اور بیا بانوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنیٰ نہیں گئے، پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز ہی کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل مانع مستثنیٰ نہیں (۳۰) اور یہ کہ ایمان یعنی وہ مقامات میں قیدار سکونت پذیر تھی آپ کے ذکر سے گوشت اٹھے گا، اور قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی بیٹی محمد صلعم کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسماعیل علیہ السلام سے جانتا ہے اور وہ مقامات ہی عرب کے شہر ہیں جنکو ہر کوچہ میں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۳۱) اور





بنی اسرائیل ہی ہیں ۱۲۵ اور یہ کہ آپ مولیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنی شریعت اور مشرعویت احکام اور جہاد کے اعتبار سے انکی طرح ہیں  
 (۱۲۶) اور یہ کہ خدا کا کلام انکے من میں رکھا گیا ہے اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں اسکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ  
 پر صادق آتا ہے یعنی وہ آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھلائینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقانین اور معارف  
 کو سکھلائینگے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۱۲۸) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائینگے اور وہ  
 باتیں توحید اور ایمان اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم اور آخرت کی ترغیب دینا ہیں (۱۲۹) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کے پہلے شہادت  
 دینگے یعنی انکی نبوت و رسالت اور لوگوں کے افترائے سے انکی برائت کے شائبہ نینگے (۱۳۰) اور یہ کہ آپ جیسا کہ عیسیٰ نے تشریف نہ  
 لیا یا نینگے تشریف فرما ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۱۳۱) اور یہ کہ گناہوں پر لوگوں کو سرزنش کریں گے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ مظلوم  
 کار اور گناہ کرنے والے کو سرزنش کرتے ہیں اور جو کچھ مزامیر میں ہے وہ بھی آپ پر منطبق ہے (۱۳۲) اور یہ کہ آپ غمخوار ہوں گے چنانچہ  
 آپ اعلیٰ درجہ کا حسن رکھتے تھے (۱۳۳) اور یہ کہ حکمت آپ کے لبوں سے نکلے گی جوگی (۱۳۴) اور یہ بات آپ کے قرآن جسکی آپ تلاوت  
 فرماتے تھے اور آپ کی معارف و حکم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے (۱۳۵) اور یہ کہ آپ تلوار لٹکائے ہوں گے چنانچہ آپ اعداء و  
 کے ساتھ لڑائی میں برابر لگے رہے (۱۳۶) اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے پس ظاہر ہے کہ آپ قوت و دلیل انتظام ملی اور قوت جہانی  
 ہر اعتبار سے قوی تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنی جہی قوت سے بڑی بڑی پہلوانان عرب کو گرا دیا اور یہ کہ آپ (۱۳۷) حق کے پیرو (۱۳۸)  
 طبیعت کو قابو میں رکھنے والے (۱۳۹) اور بہت بازا ہوں گے چنانچہ یہ نبیوں باتیں آپ میں واضح طور پر موجود تھیں (۱۴۰) اور یہ کہ تیر اندازی  
 آپ کا طریق ہو گا چنانچہ دشمنوں کے لیے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا سامان تیر اندازی سے تیار رہنا مشہور بات ہے اور آپ کی لشکر  
 میں لوگوں کو حکم ہے کہ تیر اندازی یکس اور اگر کوئی سیکہ کر بھول جائے تو وہ گنہگار سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ (۱۴۱) زمین کا بہت بڑا حصہ آپ کے  
 تحت تصرف میں ہو گا چنانچہ آپ قریب قریب تمام ملک عرب پر قابض تھے (۱۴۲) اور یہ کہ آپ خیر دوست (۱۴۳) اور گناہ سے بیزار ہو کر  
 ہوں گے چنانچہ یہ دونوں باتیں بھی آپ میں ایسے کچھ طور پر ثابت ہیں جسکا آپ کے دشمن بھی اقرار کرتے ہیں (۱۴۴) اور یہ کہ شہزادیاں آپ کی  
 خدمت کر گئی ہوں یہی ہو گیا کیونکہ سرداران عرب کی لڑکیاں جو آپ کے پاس مقید کر کے لائی جاتی تھیں شہزادیوں سے کچھ کم نہیں علاوہ  
 بریں صفینہ بنت خطاب جو ایک یہودی بادشاہ کی صاحبزادی تھیں آپ کی زوجہ بنی تھیں (۱۴۵) اور یہ کہ بادشاہوں کے یہاں سے آپ کے  
 پاس دیئے گئے چنانچہ حبشہ کا بادشاہ بنافشی اور نفوس شاہ مصر وغیرہ نے آپ کے پاس دیئے تھے (۱۴۶) اور یہ کہ مالدار بھی آپ کی  
 اطاعت کرینگے اور اسکے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی ذکوۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں  
 (۱۴۷) شعیان میں جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی، مشرعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ  
 اس نماز کے مشابہ شریع سابقین کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۱۴۸) آپ اس نماز کو اعلیٰ اہم و بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پر بھی واجب  
 کرینگے جسے کہ جزائر اور سیلابانوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہوں گے، پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز  
 کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنیٰ نہیں (۱۴۹) اور یہ کہ ایمان لینے والے مقامات جہیں قیدار سکونت پذیر تھے آپ کے ذکر سے گونج  
 اٹھتے تھے اور قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی بیٹے محمد صلعم کو اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسماعیل  
 علیہ السلام سے جانتا ہے اور وہ مقامات یہی عرب کے شہر ہیں جنکی ہر ہر کو جہیں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۱۵۰) اور

یہ کہ سلع کے بسنے والے آپ کا گیسٹ کا ٹیکے پس یہ لوگ آپ کے امتحان میں جو پھاڑوں کی چوٹیوں اور بلند مقامات میں ہر وقت باؤں بلند نمازیں اذان میں آپ کا ذکر کیا کرتے ہیں دوسرا اور یہ کہ وہ سلع کے بسنے والے آپ کی شناختی کرینگے اور یہ رات و دن میں پانچ وقت کی اذان ہے جس میں آپ کا نام مبارک لیا جاتا ہے اور آپ کی رسالت کی شہادت دیجانی ہے (۳۱) اور یہ کہ رب بہادر کی طرح نکلے گا اور یہ جہاد سے کنا یہ ہے جب آپ کی شریعت میں مشروع ہے اور چونکہ جہاد میں نیت کے خالص رکھنے کی بڑی سخت تاکید ہے یہاں تک کہ جہاد کی تقریف میں بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ جہاد محض غزوات کے لیے دشمن سے لڑنا نام ہے تو اب اگر رب کے بہادر کی طرح نکلنے سے جہاد سے کنا یہ کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے (۳۲) اور یہ کہ اندھوں کو آپ ایسی راہیں لے چلیں گے جس سے وہ محض نادانوں ہوں گے اور یہ دین کے بارے میں زیادہ بھر سے جاہل تر عرب کی قوم تھی جسکو آپ دین کی ایسی راہ پر پہنچے ہیں جسکی اسے خبر بھی نہ تھی (۳۳) اور یہ کہ آپ بتوں اور ترانی ہوئی ہیکوں کے پرچے والوں کی بیخبری کرینگے چنانچہ ظاہر ہے کہ ایسوں پر آپ خدا کی ساری مخلوق سے زیادہ تر سخت ہیں اور آپ کا سارا قرآن انکی عقلوں کی سفاہت کے اظہار اور انکے بتوں کی طعن و تشنیع سے بہرا ہوا ہے اور اس قسم کے بیٹا مضامین آئیں موجود ہیں (۳۴) اور یہ کہ آپ بڑے اطمینان سے ہوں گے جو مشرکوں کے ہلاک کرینگے یہ پیدا کیے گئے اور آپ پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو مٹی میں ہے (۳۵) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جسے معاروں نے رو کیا اور وہ کونے کا سہرا ہو گیا یعنی آپ محافظ قصر نبوت کے

عہد سلع مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور اسی پہاڑ کی جانب غزوہ خندق میں جبکہ ذکر شہادت میں سے بیان غزوات میں انشاء اللہ بھگتا خلق کھدی تھی اور یہ پہاڑ مدینہ میں مشہور ہے کہ گنبدیت خیم کے لیے سندھی ضرور ہے قاموس کے باب العین فصل امین میں ہے سلع جبل فی المدینۃ یعنی سلع ایک پہاڑ ہے مدینہ منورہ میں اور بخاری شریف کے باب الاستسقاء میں یہ حدیث منقول ہے عن انس بن مالک ان رجلاً دخل المسجد یوم کعبۃ من باب کان نحو دار القضاء و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم یخطب فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم قائم قائم قال یا رسول اللہ ہکلت الاموال و انقطع اسبل فادع الیہ یثقیثا فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید یدہ ثم قال اللهم اغفنا اللهم اغفنا اللهم اغفنا قال انس لا و اللہ ما نری فی اسجد من سحاب ولا قمر ولا ہنیا و بین سلع من بیت ولا دار ولا مجمع الباری میں اس جملہ مابینا دین سلع پر لکھا ہے بوضوح اسین و سکون الامام جبل المدینۃ ۱۲ براہین رحمہ

عہد جناب مولوی رحمہ الہی صاحب شاگرد جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے اپنی کتاب براہین رحمہ میں لکھا ہے کہ گیت سے مراد کلام الہی ہے اور یہ انکا محاورہ ہے کہ کلام الہی کو گیت کہتے ہیں چنانچہ اب بھی زبور کے ترجمہ کو بیل میں گیت کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی کلام الہی آپ کا نازل ہو گا اور وہاں آپ ہجرت کر کے جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسکا تفصیلی بیان براہین رحمہ میں دیکھ لیجئے سہ براہین رحمہ میں یہ بشارت اس طرح ہے سلع کے لیے دالے ایک گیت کائیں گے اور پھر یہی ممالک میں اس کی شناختی کرینگے ۱۲ مترجم لعلہ اسکے تفصیلی بیان کا اگر شوق ہو تو براہین رحمہ کو دیکھیے وہ بشارت کتب سابقہ کے باب میں نہایت عمدہ اور کافی کتاب ہے الصفا نوبہ ہے کثرت یہی کتاب اس بحث خاص میں اس سے پیشتر اردو میں نہیں لکھی گئی مولو لعلہ صاحب موصوف نے خوب حق ادا کیا اور محبت ختم کر دی ۱۲۔ مستحکم

سلف جناب مولوی رحمہ الہی صاحب ساکن قصبہ گلور

ضلع سہارنپور (راہی پستہ ہے)

اگرچہ انکو جنگی اولاد میں آپ میں نبی اسرائیل حقیقہ سمجھتے تھے اسلئے کہ آپ باجرہ کی نسل سے ہیں اور انکی اولاد بنی اسرائیل کی نسل سے دیکھتے تھے اور کھا کرتے تھے کہ یہ لوگ کنیز کے زاوے ہیں اور خدا نے انھیں میں سے آپ کو نبی بنا دیا اور جو کچھ مشاہدات انجیل میں ہے وہ بھی آپ پر نبوی صادق آتا ہے (۳۶) اور یہ کہ آپ کی حکومت بڑے بڑے فرقوں پر ہوگی اور آپ لوہے کی چھڑی سے انکی گھمبائی کرینگے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی اپنی حکومت ہو چکی ہے بڑی سے بڑی متکبر قومیں آپ کے سامنے گردن جھکاتی تھیں اور لوہے کی چھڑی ہی آپ کی تلوار ہے جس سے آپ بچکی کرنے والوں کو ڈسٹے ڈسٹے تھے (۳۷) اور جب ہم آپ کے لئے ہوئے قرآن میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا نبی کی راہیں بتلاتا ہے اسلئے اسکو وہی صبح کا ستارہ سمجھنا چاہئے جو آپ کو ملنے والا تھا (۳۸) اور فرما میر میں یہ جو ہے کہ جلد سے آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑے گا وہ بھی آپ کا صادق ہے کیونکہ جلد سے بادشاہ نجاشی آپ پر ایمان لے آیا تھا (۳۹) اور سلاطین بن قربانیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (۴۰) اور تمام قومیں آپ کی اطاعت اختیار کرتی تھیں (۴۱) اور یہ کہ آپ مظلوم بچاروں کو قوی لوگوں سے چڑا دینے والے ہوئے کیونکہ آپ کے نزدیک زبردستوں کا کمزوروں پر ظلم کرنا گناہ ہے اور آپ اس سے بہت سختی سے منع فرماتے تھے اور ظالم کو ظالم کہتے تھے ہر طرح سے باز رکھتے تھے (۴۲) اور یہ کہ آپ ایسے کمزوروں کو جن کا کوئی یار و بادر نہ ہو دظلم وغیرہ سے) چڑا دینگے چنانچہ سب جانتے ہیں کہ آپ ایسے ہی تھے (۴۳) اور یہ کہ آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہوں گے جیسا کہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے اور آپ کو ان سے نہایت محبت تھی یہاں تک کہ اپنے آپ کو مسکینوں ہی میں شمار کرتے تھے اور اپنے رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی بنا دے رکھ اور مرتے دم بھی مجھے مسکین ہی رکھ اور قیامت میں بھی مجھے مسکینوں ہی کے زمرہ میں اٹھائیو (۴۴) اور یہ کہ آپ لوگوں سے سود لینا چھڑا دینگے چنانچہ آپ سود سے نہایت سختی کے ساتھ ممانعت فرماتے تھے اور اسکا باعث حاجت مندوں کے حال پر شفقت فرمانا تھا جو قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور دولت مند کو اس بات پر بھیجئے کہ نامقصود تھا کہ یہ اہل حاجت کو قرض دے دلا کر انکے ساتھ سلوک کیا کریں اور آپ نے اپنے بعض خطیبوں میں یہاں تک فرمایا کہ تمام سود میرے قدموں کے تلے پامال ہیں (۴۵) اور یہ کہ آپ شہر سہا کا سونا جوین کے اطراف میں کسی طرف واقع ہے لوگوں کو دینگے اور یہ اس طرح صادق ہوا کہ آپ کے پاس اسکا خراج آیا کرتا تھا (۴۶) اور یہ کہ آپ کے لیے روز بروز برکت کی دعا کی جائے گی جیسا کہ یہ آپ کے مطیعین کی عبادت میں داخل ہے چنانچہ وہ روزانہ اپنی نماز میں میں مرتبے سے بھی کچھ زیادہ یہ پڑھا کرتے ہیں السلام علیک ایہا نبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی اسے نبی آپ کو ہمارا سلام پہنچے اور آپ پر خدا کی نوازی اور برکتیں نازل ہوں اور ہر روز دس بار سے بھی زیادہ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارک علی محمد وعلی آل محمد یعنی لے خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے کنبے والوں پر برکت نازل کر دے (۴۷) اور یہ بات ہم صاف طور پر شاہدہ کر رہے ہیں کہ جس دن سے آپ نے نبوت کا دھولے کیا ہے اس دن سے لیکر آج تک برابر آپ کے متبعین سب کی طرح روئے زمین پر پڑھتے چلے جاتے ہیں مصلحتاً اشعیائیں آپ کی نسبت واقع ہے وہی نبوی آپ پر صادق آتا ہے (۴۸) کہ آپ مؤید اور پسندیدہ ہوں گے اور سکا پتہ اس طرح گستا ہے کہ دن بدن آپ کا عروج ہوتا چلا جاتا ہے (۴۹) اور یہ کہ جس دن کو آپ خدا کا دین کہیں گے اُسکے اظہار میں نہ گھبرینگے نہ اُنکے دینکے اور اشعیائیں جو آپ کی نسبت جہانی علامتیں مذکور تھیں وہ بھی آپ میں بخوبی ظاہر ہیں (۵۰) یعنی کبوتر کے سفینے کے براب

آپ کے شان پر شاہی مہر ہوگی اور آپ اسکو ہر نبوت سے تعبیر فرماتے تھے (۵۱) اور یہ کہ آپ نے کام سے پکارے جاہل کے چنانچہ آپ کا اسم مبارک محمد تھا کہ یہ نام آپ کے اجداد میں کسی کا ہی نہ ہوا تھا اس کے علاوہ آپ کا نام احمد بھی تھا اس کے ساتھ ہی آپ سے پہلے کوئی مومن نہیں ہوا تھا (۵۲) اور یہ کہ خدا سے مشورہ کرینگے اس لیے کہ آپ دعوے سے کہتے تھے کہ میں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی کے موافق نہیں کہہ یا کرتا ہوں جو کچھ میں تم لوگوں کو تعلیم کرتا ہوں وہ خدا کے پاس سے دئی ہی آیا کرتی ہے (۵۳) اور یہ کہ تمام عالم کے آپ کے باب ہوں گے اور یہ بات بھی کچھ جھوٹ نہیں کیونکہ آپ کے متبعین آپ کی اطاعت کے اعتبار سے بیٹوں ہی کی طرح ہیں اور آپ بھی شفقت اور تربیت کے لحاظ سے گویا باپ ہیں (۵۴) اور یہ کہ آپ ان قائم کرنے والے سردار ہوں گے چنانچہ آپ نے جاہلیہ کی لڑائیوں کو جو عرب میں ہوا کرتی تھیں اور جن کا نتیجہ سوائے لوگوں کے ہلاک کرنے کے اور کچھ بھی نہ تھا بالکل سدود کر دیا رہا آپ کا دشمنوں سے لڑنا و محض اس غرض سے تھا کہ وہ دین جسکی نسبت آپ دعوے سے کہتے تھے کہ یہ خدا کا دین ہے حکم ہو جاوے اور عالم میں ان قائم ہو پس یہ تو اسی عربی مثل کے موافق ہو گیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قتل کرنا ہی قتل کرنے کو خوب روکتا ہے یعنی فساد یوں کو قتل کرنے سے اور لوگ محفوظ رہتے ہیں (۵۵) اور یہ کہ آپ کی حکومت کو دن بدن عروج ہوتا رہیگا چنانچہ یہ کہانی انھوں نے نظر آنا ہے (۵۶) اور یہ کہ آپ کی وجہ سے بہت کچھ امن قائم ہو جائیگا چنانچہ حیوں حیوں آپ کے مطیعین بڑھتے گئے لوگوں کی حالتیں درست ہوتی گئیں اور جاہلیت کے فتنے ٹٹے گئے (۵۷) اور یہ کہ آپ شہر سوار ہوں گے اس لیے کہ آپ اہل عرب سے ہیں جو لوگ بڑے شہر سوار مشہور ہیں جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام دماؤ گوش پر سوار ہوئے تھے (۵۸) اور یہ کہ آپ کے تسلط کے بعد ثبوت ٹوٹ جائیگا اور زمین پر پھینک دئے جائیگے جیسا کہ آپ نے اس وقت کیا جبکہ مکہ فخر ہوا اور آپ کعبہ میں داخل ہوئے پس آپ بتوں کو کعبہ پر سے گرا دے جاتے تھے اور بے شکوت ہو رہے تھے اور جو کچھ روحانہ خواب کے بیان میں ہے وہی آپ پر صادق آتا ہے (۵۹) کہ آپ امین کے لقب سے مشہور ہوں گے چنانچہ آپ اس نام سے دعوے رسالت کے قبل ہی مشہور ہو چکے تھے اور آپ کو لوگ محمد امین کہا کرتے تھے (۶۰) اور یہ کہ آپ کا حکم کرنا اور جنگ کرنا عدل پر مبنی ہوگا چنانچہ آپ کو اپنے الیاسی پابند نے آپ نے اپنی امت پر یہ بات فرض کر دی کہ اپنے پر یا اپنی اولاد ہی پر کیوں نہ حکم کرنا ہو لیکن کسی طرح اس کے ہاتھ سے عدل نہ جائے پاوے علیٰ ذالقیاس آپ کا جنگ کرنا بھی محض عدل کے موافق تھا کیونکہ عہد کرنے کے بعد بد عہدی جانتے ہی نہ تھے اور نہ جہاد میں کسی عورت اور لڑکے کو قتل کرنے تھے اور نہ کسی ایسے کو مارتے تھے جو طاعی لڑنے اور بد بختانہ سے عاجز ہو اور نہ اس شخص کو مارتے تھے جو اپنے زعم کے موافق گوشت عبادت میں مبتلا ہو (۶۱) اور یہ کہ آپ لشکر کا لباس سفید اور پاکیزہ ہوگا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو سفید لباس اور سب لباسوں سے زیادہ پسند تھا اور آپ کی امت نے بھی اسے اختیار کیا ہے اور جمعہ کے روز جو گویا مسلمانوں کی ہفتہ واعید ہے آپ کی شریعت میں سفید لباس پہننا بہت مناسب خیال کیا گیا ہے (۶۲) اور یہ کہ آپ کے منہ سے ایک تنع رواں نکلے گی تاکہ آپ لوگوں کو اس سے ماریں یہ آپ کے لائے ہوئے قرآن پر پورے طور سے منطبق ہے کیونکہ آپ نے عرب کے لوگوں کو اس کے مقابلہ کرنے سے عاجز کیا کیونکہ سچ مچ اس سے انھیں تڑپا رہی دیا (۶۳) اور یہ کہ پرندے ان بادشاہوں کا گوشت کھائیں گے جو آپ سے لڑ کر مقتول ہوں گے یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ آپ نے کتنے ہی میدانوں کو بادشاہوں کی لاشوں سے ہر دیا اور انھیں پرندوں کی خوراک بنا دیا (۶۴) اور یہ کہ شاہان رونے زمین سے اپنے خدوم و شتم کے اتفاق کر کے آپ سے جنگ کرینگے پس شاہان خیر اور عرب کی دیگر قوموں کا شفق ہو کر آپ سے مقابلہ کرنا اسکی کافی ہمت

ہے اور آپ کے مطیعین پر وہ مضمون بھی جو قرآن میں صادق آتا ہے (۶۵) کہ ان کے پاس دو دھاری تلوار ہوگی اور بڑے بڑے جابر و ستم  
انقام لیں گے (۶۶) اور یہ کہ بادشاہوں کو طوق اور زنجیروں میں گھسیٹینگے پس بلا شک یہ دو دون باتیں بھی وہ لوگ کر چکے ہیں (۶۷)  
اور یہ کہ وہ لوگ اپنی خواجگاہوں میں خوش خوش آرام کریں گے چنانچہ انکا طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت وہ یا خدا سے انباجی خوش کیا  
کرتے ہیں یہاں تک کہ سو جاتے ہیں (۶۸) اور یہ کہ ہر وقت خدا کی عظمت بیان کریں گے پس اسکی مصداق انکی نماز ہے کہ اس سے پہلے  
بھی اذان میں تکبیر کہتے ہیں اور بغیر تکبیر کے تو انکی نماز شروع ہی نہیں ہو سکتی اسکے علاوہ ایک کن سے دوسرے کن کی طرف متقل  
ہوتے وقت بھی وہ تکبیر کہتے ہیں اور عید الفتح کی تکبیرات تو مشہور ہی ہیں بہر حال انکی نماز کے ہر ہر فعل سے خدا کی عظمت ظاہر  
ہوتی ہے اور ان پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو تفسیر میں ہے (۶۹) کہ خدا بنی اسرائیل کو ان سے غیرت دلایگا اور ایک جاہل  
فرقہ سے ان کو غیرت دلا کر غضبناک کر دیا اسلیے کہ قوم عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے پہلے نہایت ہی جاہل تھی سولہ نبیؑ  
کے اُسے کسی دین کی خبر ہی نہ تھی اور اسوقت کے یہود کا حسد مسلمانوں کے ساتھ مشہور ہے (۷۰) اور یہ کہ وہی لوگ ایسے ہوں گے  
جنہیں بے مانگے مراد ملے گی اسلیے کہ انھوں نے کسی شریعت کی درخواست نہیں کی تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کہ پر وہ مضمون  
جو اشعیاء میں ہے صادق آتا ہے (۷۱) کہ وہ باجہ ہوگا کیونکہ بعد اسے یسعیل علیہ السلام کے آسین کوئی نبی نہیں ظاہر ہوا تھا (۷۲) اور وہ  
وحشی دینے خانہاں برباد عورت کے بیٹے ہی عرب کے لوگ ہیں کیونکہ یہ باجہ علیہا السلام کی اولاد میں ہیں جو بنجرہ مطلقہ کے ہر دوری  
تھیں اور دوسرا فرقہ اسکا یہ ہے کہ اسعیل کے حق میں یہ واقع ہوا ہے کہ وہ وحشی آدمی ہوں گے جیسا کہ سفر کنوین میں مذکور ہے اور نہ تو  
والی عورت کے بیٹوں سے سارا علیہا السلام کی اولاد مراد ہے پس کہ کو جو باجہ عورت کے لقب سے پکارا گیا ہے اس خطاب کرینکا  
رازا ظاہر ہو گیا کہ توحش کی ہاکی اور وحدانیت بیان کر گیا اور شکر کا اظہار کر گیا کیونکہ خانہاں برباد ہر دور کی اولاد سے جو بنجرہ مطلقہ کے  
ہر دوری تھیں بہتیری سارا کی اولاد سے افضل نکلے جو شوہر دار کے مبارک لقب سے یاد کی جاتی تھیں (۷۳) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
طفیل سے کہ کو جو صحت حاصل ہوئی ہے وہ عبادت گاہ پر نہیں سے کسی کو بھی حال نہ ہوگی (۷۴) اور ہر سال قربانیاں لیجانے کی  
وجہ سے جو کہ کی توقیر ہوئی ہے وہ شاید ہی کسی عبادت گاہ کو نصیب ہوئی ہو۔

پس یہ فرقہ یسعیل کا ضمیمہ کی تلافی ہوئی علامتوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مطیعین کے حالات سے مقابلہ کرکھا اور بلا استثناء تمام  
عہد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس محل جس موقع پر یسعیل میں لفظ وحشی پایا جاتا ہے وہ تحریف ہے بجائے اسکے شاید کوئی اور لفظ ہوگا۔ چنانچہ مولوی  
رحم الہی صاحب نے ایک دوسری نشارت کے ذیل میں براہین رحیم میں ایسی تصریح کر دی ہے ہم انکی عبارت نقل کرتے ہیں اس سے ایک اور  
نشارت ہی معلوم ہو جائے گی صحیفہ کسبیاء علیہ السلام باب ۲۸ - کس ۱۱ - ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں اور چہنی زبان سے اس گروہ کے ساتھ آتے  
کر گیا اور پیدائش کے ۱۰ ہوں باب کے کس ۱۱ میں نبت یسعیل علیہ السلام کی مذکور ہے وہ وحشی آدمی ہوگا اسکا ہاں سب کے اور سب کے ہاں اسکے برعکس  
ہوں گے اور وہ وحشی نعوذ باللہ من الخریف یعنی ہمائل علیہ السلام عربی انسان تھے اور کلام اللہ اور کلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہے اور یسعیل  
یہی اور نہ زبان یسعیل علیہ السلام انتھے مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ کس ۱۱ میں وحشی تحریف ہے لیکن خبر ہمارا اصل مطلب اب بھی ثابت  
ہو جا رہا ہے۔ کیونکہ جب وحشی یسعیل علیہ السلام کا وصف نہیں کر دے اس میں وحشی اسکے سے ہونٹوں اور چہنی زبان الخیر سے مراد یسعیل کی زبان ہوگی  
اور انکی زبان عربی تھی پس اسکے بولنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ یسعیل علیہ السلام اور یسعیل کی زبان یسعیل کی زبان ہوگی ہے نہ کہ  
یسعیل کی زبان عربی تھی اسلیے کہ

علامتیں آپ کے حالات میں مطبق پائیں اور علامتیں بھی ایک دو نہیں تشریح سے بھی کچھ زیادہ اور پریشانتر کا عدد ہی کثرت کے اظہار میں بہت کچھ بڑھا ہوا بہا تک کہ مبالغہ کے موقع میں زبان زد ہے نہ تو ان میں سے ایک دوسرے سے یوں کہنے لگا کہ جب کہ یہ علامتیں کتب سابقہ میں بیان کی گئی ہیں اس زمانہ سے آج تک کوئی ایسا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نہیں گزرا کہ میں آپ کی طرح ساری علامتیں موجود ہوں اگرچہ بعض رسولوں میں کچھ کچھ علامتیں پائی بھی گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا ہے کہ بعض علامتیں پائی ہی رہ گئی ہیں اور یہ نوبت نہیں آئے پائی کہ ساری علامتوں کے جامع ہو چکا اطلاق ہو سکے کیونکہ ان کے حالات اور ان علامات میں کچھ نہ کچھ مخالفت اور منافات ہمیشہ پائی گئی مثلاً یہ بات پائی گئی کہ نیکی کو پسند اور گناہ کو کٹا کرتے تھے لیکن سلاطین ان کے مطیع نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے لوہے کی چٹری سے لوگوں کو راہ راست پر چلا یا اور نہ وہ دشمنوں سے بڑے لڑائیوں کے نکلے اسی طرح اور علامتوں کا حال بھیجے اور پھر ان سب علامتوں کا باوجود اپنی کثرت اور گوناگون ہونے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں محض اتفاقی طور پر جمع ہو جانا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور کوئی منصف ان سب کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا ہرگز قائل نہیں ہو سکتا ہاں کوئی اپنی وقعت ثابت کرنے کے لیے یا عادت کی راہ سے کہہ دی تو بات ہی دوسری ہے۔ پھر بعد اسکے کہ اتنی زیادہ علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہو جائیں اور سب بات کا کوئی عقلی یا عرفی مانع بھی نہ پایا جاوے اور نہ عادت یا شرع کی مخالفت لازم آئے کہ جنکی نسبت یہ علامتیں بتلائی گئیں تھیں وہ آپ ہی ہیں تو اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ شاید وہ کوئی دوسرے شخص ہوں گے جو ابھی آئے نہیں آئیدہاں گئے تو یہ بات ناواقفیت اندیشی اور عداوت پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا کہنا محض لغو اور سراسر بے سود ہے اور یہ کہہ کر ایسے شخص کی اطاعت سے جس میں کہ ساری علامتیں محقق ہو چکیں روگردانی کرنا اور کسی دوسرے کا انتظار کرنا جسکی آمد مشکوک اور محض ایک گمان ہی گمان ہو نہایت بے عقلی کی بات ہے پہلا غور تو کیجئے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو ایک خط دیکر اس سے یہ کہہ دے کہ اس شخص کو وہ بدینا جو توڑے حصہ میں تیرے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں ہی وہی شخص ہوں جسے تیرے مالک نے خط دلوایا ہے اور اسکو اس شخص کی چند علامتیں بھی بتلاوے جبکہ دو آدمیوں میں بھی مجتمع ہو جانا عقل کے نزدیک متعجب خیال کیا جاتا ہو اور پھر وہ شخص نوکر کے پاس آکر اس کے مالک کے بتلانے کے موافق وہ خط طلب کرے اور نوکر نہیں اپنے مالک کی بتلائی ہوئی علامتیں دیکھنے پر بھی اسے خط نہ دے اور اس اندیشے کی وجہ یوں بیان کرے کہ شاید میرے مالک کا بتلایا ہوا شخص تو نہیں ہے کوئی اور ہوگا اب بتلائیے کہ کونسا ایسا عاقل ہوگا جسے اس بات میں ذرا بھی شبہ ہو کہ اس نوکر نے اپنے مالک کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور نہ اس کا مستحق ٹھہرا اور محقق بات کو چھوڑ کر ایک امر موبوم کا منتظر ہو بیٹھا جسکی وجہ سوائے اسکے دوسرے یا یہی ہو کوئی دوسرے شخص کے اور کیا ہو سکتی ہے پس ہلوگ ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری علامتیں مطبق ہو چکے بعد بھی اگر آپ کا اتباع نہ کریں اور کسی دوسرے کا انتظار کرنے لگیں (خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب سیکڑوں برس کا زمانہ گزر ہی گیا ہو اور کوئی دوسرا عہد مترجم کہتا ہے کہ علامہ و علامات مذکورہ کے کتب سابقہ میں سے بخت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا پتہ ہی لگتا ہے چنانچہ جناب مولوی رحمہ آہی صاحب نے اپنی کتاب ”تاریخ حیدر“ کے باب اول فصل ہفتم میں صفحہ ۱۱ سے لیکر ۱۵ تک اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور متعدد دلائل و ثبوتیں لکھ کر زمانہ بخت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی ثابت کر دیا ہے بخوف طوالت میں اسکو بیان نقل نہیں کر سکتا شائقین میں دیکھ لیں ۱۲ ج ۱



آیا ہو تو بیشک عقل سلیم ہو کہ بھی اسی کو کر کی طرح راہ راست سے منحرف ہو نہیو الا ٹھہرنے میں قائل نہ کرے گی پس اگر بعد اس بات  
 یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق ٹھہر چکے اور ان میں ساری علامتیں بھی ہم لوگوں نے دیکھ لیں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں  
 اور کسی دوسرے کے انتظار میں رہیں تو قائل ہیں کہ اپنے رب کو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کیا اللہ سبحانہ کے سامنے جس سے ایک  
 ذرہ بھی مخفی نہیں یہ کہہ سکتے کہ آپ کی بتلائی ہوئی علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہیں ہوئیں اور اس طرح جھوٹ بول کر  
 نجات پا جائیں گے؟ یا ہم یہ کہہ سکیں گے؟ کہ ہم نے تو ان کی تصدیق ہو جس سے انہیں کی تھی کہ ہمیں انتظار نہ تھا کہ ان کے بعد کوئی دوسرا  
 شخص آئیگا اور پھر خدا ہم سے پوچھنے لگے کہ ایسا تھے کیوں کیا اور کس دلیل سے تم ان کی تصدیق جھوٹ کر کسی دوسرے کے انتظار  
 میں بیٹھے تو بھلا سوائے اسکے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ صاحب اب تو ہم نے ایسا ہی کیا محقق امر کو جھوٹ دیا اور امر مہموم نہ تھا  
 کرنے لگے اور کیا ایسا جواب دینا ہمیں نجات دلانے کے لیے کافی ٹھہر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس ہمارے حق میں بیشک بات  
 یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اختیار کریں اور آپ کے دعوے کو صحیح جانیں اور اگر اسطور پر جسے کہ حق پہہند لال کر نیکی لیے  
 کہی محال ہی فرض کر لیا جاتا ہے ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص نہیں ہیں جنکی خدا اور اس کے رسول نے علامتیں  
 بتلائی تھیں اور آپ میں علامتیں جمع ہونے پر ہم جو کہ بھی جانیں تو بیشک ہو کہ ہرگز نہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور ہم اس وقت اپنے سے  
 سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تجھے تو سب کچھ معلوم ہے تو سچے اور جھوٹے رسولوں سے بھی خوب واقف تھا اور  
 سارے آئندہ واقعات کی ہی سچے پوری پوری خبر تھی پس جب تو یہ جانتا تھا کہ اس سچے رسول سے پہلے جتنی علامتوں سے  
 تو نے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے مطلع کیا تھا کوئی جھوٹا مدعی نبوت بھی ہو گا کہ جس میں ساری بتلائی ہوئی علامتیں پائی جائیں  
 تو کیا تیری حکمت کا مد اور ہر بانی اور حجت کا یہ مقتضی نہ تھا کہ انہیں رسولوں کے ذریعہ سے اس جھوٹے شخص سے بھی آگاہ  
 کر دیتا اور زیادہ نہ ہی ایک ہی آدہ کوئی ایسی علامت بتلا دیتا جس سے ہم سمجھ لیتے کہ یہ شخص سچا رسول نہیں ہے اور ہمیں سچے اور جھوٹے  
 کا پتہ لگ جاتا اور اسے ہی جانے دیجئے وہ رسول جہاں انھوں نے اور ساری علامتیں بتلائی تھیں اتنا اور کہہ دیتے کہ یہ  
 جھوٹا مدعی نبوت بھی ہو گا جس میں سب علامتیں موجود ہوں گی اس سے ذرا ہوشیار رہنا پس اے ہمارے رب جب ان لوگوں  
 سے ہو کہ یہ بھی نہیں بتلا یا گیا تو تیری حکمت کا تو صاف یہی مقتضی ہے کہ تو مواخذہ کرنے سے ہو کہ معاف رکھ دیا اور اپنے  
 مقصود کے خلاف اس دوسری رسول کی اطاعت کرنے سے ہو کہ عذاب نہ دے گا کیونکہ ہمارا تو کہلا ہوا عذر ہے لیکن یہاں  
 تو جو ہی نہیں سکتی خدا لوگوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنے سے پاک اور مبرا ہے ایسے کہ وہ ہو کہ میں ڈالنا اسکی حکمت کے نقصان کا  
 باعث ہے اور اسکی حکمت میں سارے نقصانات محال میں پس نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا بندوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنا ہی محال ہے  
 اور کسی طرح نہیں ہو سکتا پس اگر ان علامات سے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا تبتلا نام مقصود ہوتا تو ہم اسی حالت  
 میں ضرور وہ ہو کہ میں پڑتے اور ابی ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کا بندوں کو وہ ہو کہ میں ڈالنا ممکن ہی نہیں میں یقینی طور پر معلوم  
 ہو گیا کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور مراد نہیں ہو سکتا آپ ہی مراد ہیں جس میں ذرا ہی شک و شبہ نہیں پس ہمیں ان کو  
 پر نہایت اطمینان سے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنی اور آپ کے مطیع بن گئے کیونکہ ان دلیلوں کو دیکھ کر ہر  
 صیرح عقلوں نے صاف ہی حکم دیا کہ آپ کسی طرح جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس فرقہ کو اس کے سوا اور علاقے میں بھی جو انہیں کتب سابقہ میں موجود ہیں دیکھنے کا موقع ملتا جو آپ کے زمانہ کے بعد آج تک ظہور پذیر ہوئی ہیں تو انکو ان سب علامتوں کے پورے پورے سے بڑی خوشی حال ہوتی اور مخالفین کے مقابلہ میں انکی دلیل اور ہی قوی ہو جاتی۔

کتب سابقہ  
کی وہ علامتیں  
جو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے  
زمانہ کے  
بعد ظاہر  
ہوئیں

بیان اسکا یہ ہے کہ آپ پر وہ مضمون ہی صادق آتا ہے جو فرمایا (زبور) میں ہے (۵۰) کہ بہت سی قومیں آپ کے تحت تصرف میں ہو جائیں گی۔ چنانچہ فارس۔ روم۔ ہند۔ اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی آپ کی امت کے مطیع بن گئے اور ان کے ممالک پر ان کا تسلط ہو گیا اور اس موقع پر یہ نہ کہیے گا کہ یہ تو آپ کی اطاعت نہ ہوئی بلکہ آپ کی امت کی اطاعت ہوئی اسلئے کہ یہ مجازاً تعبیر کیا گیا ہے ایسی تعبیرات رسولوں کی کتابوں میں بہت ملیں گی اسی کو نہ دیکھیں کہ خدا نے بنی اسرائیل سے جبکہ انھیں مصر سے نکالا ہے یہ وہ کیا تھا کہ انھیں بیت المقدس کا مالک بنا دیا گیا اور پھر صرف انکی اولاد کو مالک بنایا تھا کیونکہ خود وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہی تھے یہی ہلاک ہو چکے تھے جیسا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اس مجاز کی اور بہت سی نظیریں ملیں گی۔

(۵۱) اور یہ کہ آپ کے بیٹے اپنے آباء کے عوض میں زمین میں سرور انہیں گئے چنانچہ آپ کی اولاد میں سے ہتیرے بن حجاز اور غیرہ میں سرور گذرے ہیں اور ان کے بیٹے ان کے قائم مقام بنے ہیں (۵۲) اور یہ کہ آپ کا نام ہر دور میں برابر لیا جاوے گا چنانچہ باوجود اتنا زمانہ متعین ہونے کی امت کے در بیان اذان میں تائیدیں ہر خطبہ کے افتتاح میں ہر دعا کے خاتمے میں آپ کا برابر نام لیا جاتا ہے (۵۳) اور یہ کہ مختلف فرشتے آپ کی شاکر گئیے چنانچہ آپ کی امت سے عرب۔ ترک۔ فارس۔ ہند۔ و غسان افغان۔ قزاق۔ اور بربر پڑواں وغیرہ کے فرشتے اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی توصیف و ثنا کرتے ہی ہیں (۵۴) اور یہ کہ آپ کی بابرکت رہیں گے اور آپ اس زمانہ تک بابرکت کے متعدد دعائی میں سے جس لحاظ سے ہم دیکھیں برابر بابرکت ہی رہے ہیں اور جو کچھ نجات نصرت کی خواب کی تعبیر و خیال لئے بتلائی ہے وہ بھی آپ پر صادق ہے۔ (۵۵) کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو حکومت ملے گی چنانچہ مسلمانوں کا شرق سے لیکر غرب تک خصوصاً بلاد فارس پر جسکے بارہیں یہ خواب نہایت توڑے بنی مانڈ میں تسلط ہو گیا (۵۶) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے کہ جو کسی پہاڑ سے جدا ہو گیا ہو اور پھر اسے ٹھیکری ہو ہے۔ تانبے۔ چاندی اور سونے کو پس ڈالا ہو۔ ان سے مراد فارس کی سلطنتیں ہیں جنکا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت کے زمانہ میں بالکل پس گئیں اور شیت و نابود ہو گئیں کسی کا نشان ہی باقی نہیں رہا (۵۷) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جو پہاڑ لگیا ہو اور اسے بہت کچھ زمین گیر لی ہو چنانچہ آپ کی امت کا تسلط عظیم ہی قبل سے ہے اور آپ کی شریعت پر وہ مضمون صادق آتا ہے جو سنی میں ہے (۵۸) اور یہ کہ اسد کا لکونی حکم اس راہی کے دانہ کے مشابہ ہو گا کہ جسے کسی آدمی نے لیکر کمیت میں بویا ہو اور پھر وہ بڑا کر بڑا سا درخت بن گیا ہو پس اسی طرح آپ کی شریعت کا حال ہو گا کہ پہلے نہایت ضعف کی حالت میں تھی اسلئے کہ آپ مختلف فرقوں اور بادشاہوں کے خلاف تنہا کھڑے ہو گئے تھے اور اسکے رفیع الشان بنانے میں آپ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے کا یہاں تک کہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کے دین کی مدد ہوئی آپ کی شریعت کو شیعہ نصیب ہوا۔ اور وہ امت کچھ بڑھ گئی اور اسکے عروج کا پایہ نہایت بلند نظر آنے لگا خصوصاً اس حالت کے بعد تو کچھ پوچنا ہی نہیں جبکہ آپ کی امت کے علماء نے اسکی تشریح کی۔ اس سے احکام

مستنبط کیے اور اسکے حلال و حرام کو واضح کر دیا (۸۴) اور یہ کہ شریعت غیر قوموں سے چھین کر آپ کی امت کو دیدی جائے گی جو اسکے ثمرات کے موافق عمل درآمد کرے گی پس ظاہر ہے کہ آپ کی شریعت ایسی ہے کہ احکام - حدل - اور آداب کے اعتبار سے کوئی شریعت اسکے ہم پل نہیں اور آپ کے متبعین اعتقاد اور عمل دونوں کے لحاظ سے اسکا اہتمام کرتے ہیں اور جو مضمون فرمایا میں ہے وہ آپ پر صادق آتا ہے (۸۵) یہ کہ آپ ایک بجز سے لیکر دوسرے بجز تک مالک ہو جائینگے چنانچہ آپ کی امت بجز ہند سے لیکر بجز پنجہ کے اس سرے تک مالک ہو چکی (۸۶) اور یہ کہ آپ ہند سے لیکر زین دینے خشکے کے سرے تک مالک بن جائیں گے پس آپ کی امت ہندوؤں سے لیکر جو داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے نزدیک بڑی ہی شہرہ منور تھی بلاد عرب کی انتہا تک مالک رہ چکی اور یہی زمین کا سر ہے کیونکہ خشکی یہیں ختم ہوتی ہے اسکے بعد بجز اوقیانوس جنوبی مشرق ہوتا ہے اور جو مضمون اشعیا میں مذکور ہے وہ بھی آپ کی امت پر صادق آتا ہے (۸۷) کہ ان لوگوں کی دینے مسلمانوں کی اتوار تیر و کھانا

۵۵ جناب مولوی رحمہ الہی صاحب کی تحقیق کے موافق ہے کہ مصنف حمید یہ سے اس مقام و عبارت ۸۷ و ۸۸ پر تلامذہ واقع ہوا ہے ایسے ہم نہیں کی کتاب براہین رحیمہ سے نقل کرتے ہیں (صفحہ ۱۵۱) ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور ششم صحیفہ یسعیاہ (اشعیا) باب ترجمہ عربی سلسلہ - انجمن ترقی العربیہ دینی قیدار پٹے اب کی دوسری فصل میں ان درس کا ہی بیان ہو چکا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جنگا ذکر پاک اس عبارت کے پچھلے درس میں ہے ان شہر سوار کے وطن کا بیان ان درس میں ہے یعنی عرب میں پیدا ہوں گے اور نبوت ہی آپ کی عرب میں ہی ہوگی اور آپ قیداری ہوں گے یعنی سینا ذبیحہ اسطیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی اولاد میں آپ پیدا ہوں گے یہ ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور ششم درس (۸۴) پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ گے تیار کی سرزمین کے باشندہ روٹی لیکے ہانگے والے کے لئے کوٹھو - درس ۱۵۱ کیونکہ کھانے تلواروں کے سنے سے ننگی تلوار سے ادا کچی ہوئی کھان سے اور جنگا کی ملرت سے ہانگے میں درس ۱۶۱ خداوند نے مجھے یوں فرمایا ہنوا ایک برس ہاں مزدور کی ٹشیک ایک برس میں قیدار کی شمت جاتی رہی گی درس ۱۶۲ اور تیرا نمازوں کے جو باقی رہے قیدار کے ہاں دروگ گھٹ جائیں گے کہ خدا نے اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے - سنتے - چودھویں درس میں ذکر ہجرت سید ازل صلعم طیبہ یعنی مدینہ منورہ کی جانب ہے ادا آپ کو اس سفر میں شدت کی پیش آئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کا دوہہ چروگے ڈھاکر سی بنا کر کھانا کھات چائیں اس وجہ سے اور موافق ارشاد الہی درس کے "اے دنیا کی سرزمین کے باشندہ روٹی لیکے ہانگے والے کے لئے کوٹھو اور پیاسے کا استقبال کرنے آؤ تھیں دنوں میں کہ آپ کی مدینہ منورہ میں آئے کہ خبر گرم تھی تیار یعنی طیبہ والے ہر روز آپ کے استقبال کے واسطے آتے اور کہہ مظلہ کے رستہ پر منتظر طرح روشنی جمال احمدی کے ہر روز چڑھتے تک بیٹھے رہتے لہذا درس ۱۵۱ کیونکہ دسے تلواروں کے سامنے سے لائیں بیان سبب ہجرت کا ہے اور وہ یہی تھا جو بیان فرمایا بیٹھے کہ تمام قبیلے عرب کے آپ کی شہادت میں جو محال ہے شریک ہو گئے تھے اور وہ ہزاروں تلواریں گویا کہ ایک تلوار بن گئی تھیں اسی سبب سے جمع کو صیفہؓ کے ساتھ تعبیر کیا اور نیز لفظ جمع "ہانگے ہیں" شعر صحت صدیق رضی اللہ عنہ اور ہادی کا بھی ہے - درس ۱۶۲ خدا نے انہیں اس ارادہ بد کی سزا کا بیان ہے یعنی ہجرت سے برس روز کے بعد قریش جو قیدار کی اولاد میں تھیں اس ارادہ بد کی سزا پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور ہلاک جائیں گے چنانچہ پوری برس روز کے بعد ہجرت سے اذن قتال ہوا اور امیویں چھینے ہجرت رسول اتھیلین صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ بدر ہوا اور اس میں کے والے قریشی مارے گئے اور ہلاک ہوئے اور قید ہوئے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا -

اور سخت لڑائی کے سامنے دشمن ہٹا کر ہوں گے (۸۸) اور یہ کہ قیدار کی عظمت جو عرب کے مورث اعلیٰ ہیں نیست و نابود ہو جائے گی اور ان کھانوں کی نقد اوگھٹ جائے گی اور یہ بات آپ کی امت کے غالب ہونے سے صادق ہوئی جن کی باہم اعانت کرنے کی بنا محض اتحاد دین ہے نہ علاقہ قومیت اور آپ پر یہ بھی صادق ہے کہ (۸۹) آپ کی وجہ سے اندھیری آنکھیں اور بہرے کان کھل جائیں گے اور اس سے آپ کی شریعت کی بدولت ان جاہل قوموں کا ہدایت پانا مراد ہے (۹۰) اور یہ کہ خشک صحراؤں میں چشے پھوٹ نکلیں گے اور میدانوں میں نہریں جاری ہو جائیں گی اور بجائے رنگینانوں کے باغ لہلہا ہوں گے اور جن میدانوں میں لوگ پیاسوں مرا کرتے تھے وہاں پانی کے چشے ہیں گے اور یہ اس طرح صادق ہے کہ خلفائے نے راہ حجاز میں مالاب تعمیر کرائے اور نہریں جاری کیں (۹۱) اور یہ کہ وہاں ایک کوچہ یا راہ ہوگی جو مقدمہ کہلائے گی یہ طرح کہ اسکے مذہب کے موحد جو شرک سے مقدس اور پاک ہیں انہیں گذرے ہیں۔ (۹۲) اور یہ کہ انہیں کوئی ناپاک نہ چلے گا چنانچہ مشرکین کو مسکی اجازت نہیں ہے (۹۳) اور انہیں چلنے والا سوچے کہی کہ تہ نہ ہوئے گا کہ انہیں بہت سے نشانات ہونے اور حاجیوں کے آثار پائے جائیں گے جو ہزاروں کے ہزاروں ہی ہر سال بغرض حج انہیں چلیں گے (۹۴) اور یہ کہ انہیں اس کے مہمان چلیں گے اور یہ لوگ کعبہ کا حج کر نیوالے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کر نیوالے ہیں چنانچہ ہر سال مجمع ہوتا ہے (۹۵) اور یہ کہ لوگ وہاں سے لوٹتے ہوئے صہیون کو آئیں گے اور وہ بلاد قدسیہ کے شہروں میں ایک شہر ہے جو داؤد علیہ السلام کی بادشاہت میں داخل تھا اور اس سے سرحد کے وہ حاجی مراد ہیں جو حجاز کے شہروں سے لوٹ کر اپنے شہروں میں آتے تھے اور انہیں میں سے صہیون بھی ہے اور اس طرح کی دوسری مسوقت نہایت ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب ان حاجیوں کو لیا جائے جو بلاد قدسیہ کی جانب واپس ہوتے وقت میز رب سے ہو کر آتے تھے جیسا کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے اور اسکے آثار میں سے بڑی بڑی حوضیں جو قدس اور حرموں کے قریب دیکھنے میں آتی ہیں ہمیشہ پائی گئی ہیں۔

(۹۶) اور وہ لوگ گاتے ہوں گے اور ان کا گانا یہی اپنی مولا کی اس بات پر یاد کرنا ہے کہ انہیں کو حج کا فرض ادا کرنے اور اپنے نبی کی قبر کی زیارت کرنے کی توفیق دی ہے (۹۷) اور یہ کہ وہ لوگ ابدی خوشی میں ہوں گے اور اس بات سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے جسے اسلامی فرقہ سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہو کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ حاجیوں کو انتہا درجہ کی مسرت ہوتی ہے جسکا مقابلہ کوئی خوشی نہیں کر سکتی یہاں تک کہ بہتیرے کے نزدیک تو اسکے مقابلہ میں شادی کی خوشی بھی کوئی حقیقت نہیں کہتی اور لوٹتے وقت حاجیوں کے دل اور اسکے ساتھ ہی ان کے عزیز واقارب اور دوست و احباب کے دل بھی سرور سے معمور نظر آتے ہیں وہ ہلے تھیم کرتے ہیں دعوتیں کہلاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی حسب حیثیت دل کہول کر خیرات اور صدقات کرتا ہے اور حاجیوں کے دل سے تو یہ خوشی مرتے دم تک نہیں جاتی اسی وجہ سے اسکا نام ابدی خوشی رکھا گیا اور جتنی شقیں سفر حج میں اٹھائی ہوتی ہیں اتنا ہی اس مبارک سفر کو یاد کر کے حاجی لذت حال کیا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوں اور اگر دوبارہ بھی وہ کامیاب ہو گئے تو تیسری بار بھی انہیں یہی تمنا ہوتی ہے ہر حال میں گناہی ہی نہیں بہرتا۔

اگر کوئی کسی حاجی سے جب وہ دوبارہ حج کرنے کا ارادہ کر رہا ہو یہ کہے کہ صاحب آپ تو ایک مرتبہ حج کر چکے ہیں کافی ہے آپ کا

فرض تو ادا ہو چکا تو وہ اس بات کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھے گا اور بے ساختہ کہہ اٹھے گا کہ وہ جناب کیا یہ ایسی چیز ہے جس سے آدمی کا جی بہر جائے اور کیلایا چہنہ ہے جس سے تشنہ کو سیرانی حاصل ہو جائے اور پیر جی تقاضا نہ کرے۔  
اب کہتے ہیں سن لیا کہ اپنے نبی کی قبر اور کعبہ کی زیارت کی خوشی میں اسلامی فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ انہیں گراں بار ہونا پڑتا ہے اور قرطبینہ کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور ان کے معارف بڑھ چکے ہیں۔ بجزرت آدمی تلف ہو جاتے ہیں یا وہ کہ گمائیوں سے ٹکرا رہے ہیں پھر بھی تمام اطراف عالم سے رحیبہ کہ کا شغریہ بخارا بخارا زرم۔ افغانستان بلخستان۔ ہند۔ جادی و غستان۔ کرتج۔ قوقاز۔ فارس۔ رومی۔ افضل۔ ملا و کوس عراق۔ مغربہ بین۔ سوڈان اندرون فی افریقہ مصر اور شام و قیروہ کے گروہ گروہ چلے آتے ہیں۔

وہ کو گرمی کی شدت بہتے ہیں راتوں کو سونا حرام کرتے ہیں میدانوں میں چلنا گوارا کرتے ہیں بحری سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اپنے اہل و عیال سے جدائی اختیار کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ حج کے پیچھے اپنے کو بڑے بڑے خطرات میں ڈالتا ہی ان کو بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے اور بعض بعض پر یہاں تک نوبت گذر جاتی ہے کہ دو دو سال کے بعد اپنے گھر واپس ہونا نصیب ہونا ہے اور اتنی مدت کے بعد دوستوں کی صورت نظر آتی ہے اور پیٹیر سے پیادہ پادیاں پہنائی اور دشت نوری کر کے حج کو جاتے ہیں اور یہ ساری مصیبتیں محض خدا کی رضا اور مغفرت کی طلب میں جھیلنا گوارا کرتے ہیں اور انکو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ بچے دیندار ہیں (۹۸) اور انہیں صہیون کی جانب لوٹنے والوں کی نسبت اون کا یہ قول ہے کہ اُن کے سردوں کے اوپر محبت و سرور پایا جائے گا جو حایوں کی اس سرست پر بخوبی صادق آتا ہے جو ہنگو پنو نبی علیہ السلام کی قبر اور کعبہ مکہ کی زیارت سے حال ہوتی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کی اس عطا سے نہایت ہی ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور ان کا یہ قول بھی (۹۹) ان کا غم دور ہو جائے گا ظاہر ہے یعنی اس مبارک زیارت کے حال ہونے سے پہلے جو ان کے دل میں غم و الم ہو گا دور ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔  
اور ان کا یہ قول بھی صادق آتا ہے وہ کہ انکی بے سرو سامانی جاتی رہے گی یعنی وہ بے سرو سامانی جو ناداری یا دیگر موانع کی وجہ سے قبل حج انہیں لاحق ہو رہی تھی۔ پس یہ فوری سوغاتیں ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت کے احوال پر منطبق ہو گئیں اور اہل نظر کے لیے انکا انطباق سپیدہ صبح کی طرح ظاہر ہو گا ہنگو پنو نبی علیہ السلام کی زیارت سے رہتی ہے کہ انہیں ہوں کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ تک بھی باقی رہتے تو انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر انہیں کتب سابقہ سے نہایت ہی واضح طور پر استدلال کر نیکا موقع مل جاتا۔ بیان اسکا یہ ہے کہ انہیں کتابوں میں یسوعیوں ہی واقع ہوا ہے جیسا کہ زبور میں موجود ہے کہ نہنا فتوں کی راہ ماری جائے گی اور سارے جہوت بولنے والے ہلاک ہو جائیں گے اور رب کا اسی جانب رخ ہو گا کہ جسے عمل کرنے والوں کا ذکر زمین سے بالکل مٹا دیگا اور خطا کرنے والوں کی کلائیاں ٹوٹ جائیں گی وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور رب کے دشمن جیب بڑھنے اور بزرگ ہونے لگیں گے۔ تاہم وہ جو جائینگے اور وہ جس کی طرح فنا ہو کر رہ جائیں گے اب دیکھو کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود دیکھ تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں لیکن کس ن آپ کا ذکر مٹ گیا آپ کی امت میں سے آپ کے نام لینے والے تو ہزاروں بلکہ لاکھوں ہی موجود ہیں جو اطراف عالم میں مشرق سے لیکر غرب تک کہاں تک اور کیا شری قریب قریب ہر شہر میں ناز اور آگے

فہم  
وہ انکا ایک ایک  
اہمیت کے متن نظام  
کے ساتھ رہتے ہیں  
آپ کے صدق پر ایک  
عمدہ اور استدلال

علاوہ تیری سبائے تیرے دنوں برابر چکا کر کے ہیں اور کوئی مبراوان کا ہوشی لگی ہے کہ نام پکا جاتا ہو گا یہ اتفاق بہت ہی کم ہوتا ہے کہ نام کے ساتھ پکا جائے

اور پھر یہ نہیں نہیں اس کے ساتھ ہی آپ کے ہم مبارک کی بڑی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے۔ آپ کے لیے بہلائی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ آپ کی تعریف و بان پر اور محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ لوگ اپنی جانیں آپ کے ہم شریعت پر خدا کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے منصب و مقام کی نگہداشت میں بڑی حفاظت اور رعایت سے کام لیا جاتا ہے اور ہر سال حضرت کی قبر شریف پر سلاطین امراء و سنی عزت و متمند اور فقراء خلاصہ یہ کہ ہر درجہ کے لوگ ہزاروں ہی حاضر ہوتے ہیں۔ آپ پر سلام بھیجتے ہیں آپ کی شفاعت کے طالب ہوتے ہیں استاذ عالی کو بوسہ دینا اپنے لیے برکت کا باعث خیال کرتے ہیں اور وہاں کی خال پاک کو اپنے دلی دو اہمیت میں شاعروں کے مدحیہ قصیدے اور ضحاک کی تعریفیں آپ کے اوصاف حمیدہ اور حسن و خوبی کے ذکر سے مزین کی جاتی ہیں اور آپ کے حضور میں ان کی نذر گزرائی جاتی ہے۔ آپ کی شریعت کو دیکھنے کے لیے ہمیشہ سنی عزت اور ہندو مت پر ہی ہے اس کے مدد کرنے والے بخت پائے گئے ہیں تمام فرستے اسی کے خوشہ چین رہے ہیں اسی کے چمکتے ہوئے آفتابوں کی روشنی کے طفیل عرب و عجم کو راستہ ہوا ہے آپ کے متبعین کی طرف نظر اٹھائیے تو خدا کے فضل سے ساری زمین ان سے معمور دکھلائی دیتی ہے جو کچھ آپ نے سنت و فرض کے لیے مقرر کر دیا ہے سب اس کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ کہیں کہیں باہم کچھ اختلاف کی جہلک بھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بات مقصود کی توضیح کرنے وقت واضح پیدا ہو گئی کہ آپ کی شریعت کی بعض احکام کو لوگ مختلف طرح سے سمجھ کر نہ خدا خواستہ اصول میں ان میں اختلاف نہیں سب متفق ہیں خدا کی توحید کے قائل ہیں فرائض کی تصدیق کرتے ہیں حشر و نشر کو مانتے ہیں جنت و دوزخ کو تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ تنازعہ نہ گذر گیا لیکن اس کے دل آپ کی محبت اور تعظیم سے ملو پائے جاتے ہیں جس جہاں یہ حال ہے تو ہر ایک کو مسلمان کہہ کر سے ہلکے ہوئے کیو نکہ ان کی کلائیوں ٹوٹیں اور وہ دہوئیں کی طرح کس طرح فنا ہوئی غایت سے غایت یہ ہوا کہ کسی انکو اس عالم میں کچھ آزمائش اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا جو خدا کی عادت کے اعتبار سے اس عالم کا خاصہ ہے اور خدا کی عادت تو بدل ہی نہیں سکتی جو یہ اس سے مستثنیٰ ہو جاتے۔

اب یہی بات کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس فرقہ کا کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اس کی تقریر یوں بھیجیے کہ اگر وہ لوگ اس زمانہ تک رہتے تو اس طرح کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین اگر ان خطا کار جھوٹوں اور رب کے دشمنوں کے مصداق ہوتے جن کا کہ فرمایا ہے کہ کلام میں ذکر ہے تو ضرور یہ ساری مصیبتیں ان کو پیش آتیں خدا ان کے ذکر کو نسبت و نابود اور ان کو ہلاک کر دینا وہ دھوکے کی طرح فنا ہو جاتی اور ان کی کلائیوں ٹوٹ جاتیں۔ خدا لازم آئیگا کہ داؤد علیہ السلام کی ربانی رب نے جو خبر دی تھی اس کے خلاف واقع ہو لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے ان باتوں میں سے ان کے سادہ کچھ بھی نہیں کیا پس اب بیشک یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ لوگ دینے مسلمان ان خطا کاروں وغیرہ کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے اور جب یہ لوگ اس کے مصداق نہ ہوئے تو ضرور مطیع پچے اور خدا کے دوست ہو گئے۔ اب اس وقت اگر ہم اس کی تائید کرینگے اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس کو توڑینگے تو بلاشبہ خدا سے لڑائی کر نیوالے ٹھہریں گے جس طرح کہ یہود کے معلم مالکیل نے خوارین کے حق میں کہا ہے جیسا کہ اعمال میں مذکور ہے کہ اگر وہ دینے خوارین کی رائے اور خدا کی عمل خدا کی جانب سے ہو گا تو اس کے توڑنے پر ہرگز قادر نہ ہو گئے تاکہ تم خدا سے لڑائی کر نیوالے نہ ٹھہرو۔

اور جب اس فرقہ کا استدلال اس طرح مرتب ہو گیا تو ہم ان کو ضرور خیال کر دے گے کہ وہ بڑے کامل ایمان والے ہیں جنہوں نے اپنے دل کے شے ٹھایے اور یہ کہنے لگے کہ خدا بے شک شیطاں اور خواہش نفسانی کا بڑا کرے ہم تعصب سے کیسے چھوٹ گئے در نہ ہم اپنے

خیالات سابقہ کی پابندی کے پیچھے لپک کر فقیر بنے رہتے۔ پہلا حق ہی کوئی شرمائے کی چیز ہے عقل ایسی چیز کو کوئی اختیار کر سکتی تھی جو شے اگرچہ سر و دست ہی عجبائے لیکن بالکل بقدر اور فانی ہو اور ایسی چیز کا ترک کر دینا کیسے ممکن ہو سکتی ہے جو چاہے کچھ دنوں بعد ہی مٹے لیکن نہایت ہی نفیس اور باقی رہنے والی شے ہو یہ کس طرح دیکھا تھا کہ ہم انجام کو نہ دیکھتے اور ناقص فرداری کے پیچھے غفلت میں پڑے رہنا گوارا کرتے؟ یہ بات ایسی ہے کہ جسے ذرا بھی عقل ہوگی اسے کبھی پسند نہ کرے گا۔ اور ہمارا تو لجاجت و مانوس خدا ہی کے پاس ہے پر ہم کیونکر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور یہ بھی ایک کہنے کی بات ہے دراصل تو یہی ہے کہ خدا ہی راہ راست دکھلائے کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو کچھ دعوت کر سکے۔

جسٹافردہ اخلاق اور  
آداب کا خلاصہ

رسالہ کی دوسم  
کی ویسٹس آئی ہیں  
عقل اور حسی

اور انیس سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے فلاسفر تھے شراب سے بخوبی واقف تھے ان کے اسرار و فوائد کی شناخت میں ان کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے انکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بڑے بڑے کاموں میں چھی طرح تمیز کر سکتے تھے انتظام ملی اور دیگر مختلف اوصاف و امور کے حسن و قبح کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لیے دوسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں کچھ عقل درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر انکو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ انکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو نہایت دانشمند اور فہم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسند یہ طریقہ عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو رسولوں کے لیے ثابت ہو کر تھی ہیں مری قسم معجزہ یا خارق عادت امور میں جنکا جو اس سے اور اک ہوتا ہے اس کے طلب کرنے پر وہی قسم کے لوگ ہو کر تھے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اس سے قاصر ہوتے ہیں اسوجہ سے ایسی چیز کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حواس سے دریافت کر لیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو باوجود اس نقص کے بڑے پرہیزی کمزور ہوتے ہیں اور انکا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ اس رسول سے لایعنی باتوں کی فرمائش کیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لائینگے ہاں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجیے یا آپ ایسے باغ کے مالک بن جائیں جس میں کجوروں اور انگور کے درخت لگے ہوں جا بجا نہیں بہ رہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجیے یا خدا اور فرشتوں کو بلا لائیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونیکا بن جائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جائیے اور آپ کے چڑھنے کو ہی ہم جب مانیں گے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آئیے تاکہ ہم اسے چڑھ ہی لیں اور ان معاندوں کا ہوتا رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھے یہ پہل سوال کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کو ایجاد کر کے میری تائید کر دیتا ہے اور جب اسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرنا یہ ضرور ہے کہ اسے مجھے منصب سالت عطا کیا ہے میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اس نے مجھے حکم دیا ہے نہیں بھینچا دوں سو وہ میں کر چکا اب تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

پروہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی ان علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں جو عقلی دلائل کے قبیل سے شمار کی جاتی ہیں بلکہ ہم تو دانشمندوں اور سجدہ داروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو ان رسولوں میں ہو کر تھے



جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لیے پہنچاتا ہے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ رہے ہیں مثلاً آپ کا شریف نسب ہونا خوبصورت اور خوش اخلاق ہونا نہایت تیز اور زود فہم ہونا آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا ستقیم ہونا اب میں مناسب یہ ہے کہ آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی مشہدیت میں غور کریں پس اگر آپ کی شہادت میں یہ سب باتیں پائی جائیں گی کہ وہ ہم کو ایسے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور جسے یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اس کی تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں عمدہ صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنے کے انتظام میں خلل نہ آئے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جن سے خالق اکبر کی نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو۔

(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے وجہ کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جن کا نفع آخر کر کے ہر لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ رسولوں کی سکھلائی ہوئی عبادتوں میں اس راز کی ضرورت عاید کیجاتی ہے کیونکہ خود خدا کو انکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں سے بالکل بیبردار ہے) اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ اپنی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو شاہدہ اور یقینی دلائل کے باطل خلاف ہیں۔ اور یہی عبادتوں سے منع کرتی ہوگی اور رسالت کو جائز و نہی ہوگی کہ آدمی مجاہدے آداب کے ساتھ موصوف ہونے کی ایسی رذیل اور صاف میں آلودہ ہو جائے جو ہنسنا بیت میوب اور مذہب خیال کیے جاتے ہیں اور یہی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑی اور انتظام درہم و برہم ہو جائے اور ہم کو اپنی عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب بنیں اگر یہ سب کچھ ہو گا تو دنیا کی آپ یقینی اند کے سبب ہوئے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور انکی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات ہی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی ذاتی نفع ہو اور عام مصلحت کے خلاف ہو پس ہر وقت ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کر لینگے اور اگر کریں گے اسکے خلاف ثابت ہوا تو آپ کے دعوے کو الگ کرینگے اور پھر نہایت سختی سے مقابلہ برآمد ہو جائینگے یہ کہہ کر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تقیث اور آزمائش کی بعد انھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت انھیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ ہیں اور انکے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت ہی نہیں لازم آتی اور اسکا یہ ہی حکم ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے میں پسندیدہ عقائد پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ اعلیٰ درجہ کی تدبیروں کو اختیار کری جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑے پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور انکے نقصانات سے انکی حفاظت ہو جس عبادتوں کا اُن سے حکم کیا ہے وہ بھی ایسی ہیں جن سے خدا کی نعمتوں کا نہایت غری سے شکر ادا ہوتا ہے۔ ہمیں اور یہی بہت سی حکمتیں نظر آئیں جن سے لوگوں کو تدارد واقعی نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ آداب سے بے بہرہ ہو کر بری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو جائز رکھتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو۔ اور یہی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے اور ناشکری اُن کا ثمرہ ٹھیکہ ہو سکتی ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ خدا کو ذات و صفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد

اس فقرہ کے  
استدلال کا  
اجالی بیان ۱۱

شریعت کے  
عقائد و عقید  
مشمل ہوئے ہیں  
استدلال ۱۲

اور کیا سمجھو اور اس بات کا یقین اور عقائد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے نقائص سے پاک ہے چنانچہ ہر عاقل بالغ کے ذمہ یقین کرنا ضروری بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اسکا علم نہایت ہی کامل ہے۔ اسکا ارادہ نہایت ہی نام ہے۔ اسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اس کے سوا تمام چیزیں اسی کی محتاج ہیں اسکا ان ساری چیزوں میں سے کسی کی ہی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکتا ہے وہ ازلی اور ہمیشہ سے ہے ابدی اور ہمیشہ رہیگا۔ نہ اسکی ازلیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اسکی ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے قصد و اختیار سے حکمت کے موافق کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اس کے ذمہ ضروری نہیں۔ بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو انکی وسعت سے باہر ہو۔ اس کے سوا نہ کوئی پیدا کر نہیو والا ہے اور نہ تذبیر کرنے والا اس نے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور پہلے ہی سے اس کے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ ظلم صرف دو چیز ملک میں بغیر اسکی مرضی کے بجا تصرف کر لینا نام ہے اور اس کے سوا تمام کائنات کا علی الاطلاق حقیقی مالک ہے اس دیکھ کے علاوہ اس نے دو اور ایسے مقام پیدا کیے ہیں جن میں سے ایک میں تو مطیعین کو آرام و آسائش میں رکھنا اور دوسرے میں نافرمانوں کو سزا دینا اس نے جس طرح کہ تمام خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے وہی طرح بعد فنا ہو جانے کے ان سب کو پھر زندہ کر دیا تاکہ مطیع کو جزا دی اور نافرمان کو سزا دی ورنہ لازم آئیگا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو دو تہذیبوں میں حال۔ وہ سبوں پر ظلم و جبر کر نہیو والا خدا کے ساتھ کفر کر نہیو والا ہو اس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج ضعیف بچارہ مظلوم یا مہار ہو اور ان دونوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہے خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرے لیکن خدا اس سے پاک ہے کہ اس کے کام حکمت کے خلاف واقع ہوں بلکہ اسکا جو فعل ہوگا عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اس سے صادر ہوگا اس اعتبار سے کہ خدا سے صادر ہوا ہے ضرور حسن ہوگا اس نے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدوں کی تعلیم کریں کیونکہ انکی عقلیں اگرچہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ منصف ہے جیسا کہ اسکی آلوہیت کا مقتضا ہے لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفات ہیں کہ جب تک وہ رسولوں کے ذریعہ سے اسکی اطلاع نہ ملے محض انسانی عقل اسکو سمجھ نہیں سکتی ہی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ لوگوں کو انکی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور اس کے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ مقتضائے حکمت خداوندی تعالیٰ نے ان کو اس کے دو قسم کے اخلاق دینے تو میں یا خواہش پیدا کی ہے ایک تو اخلاق حسنہ جس سے ان کے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے اخلاق ان کے خلاف ہیں جو محض اس غرض سے پیدا کیے گئے ہیں کہ لوگ ان کے ذریعہ سے اس عالم کے آباد کر سکیں میں ترقی کریں جہاں کہ انھیں ایک خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا جاتا تو ہر خواہش کر نہیو الے کو اسی حد تک پہنچ کر رک جانا پڑتا اور آگے قدم بڑھانے سے مایوسی ہو جاتی جس سے ترقی کی رفتار میں فرق آتا ہی لحاظ سے اخلاق دینے تو میں یا خواہشوں کی اصل فطرت میں اعتدال نہیں رکھا گیا بلکہ ان کو اس قابل بنایا کہ اپنے قصد و اختیار کے موافق ان قوتوں سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جاسکے اس لیے ان اخلاقی سلیک کی نسبت یہ اندیشہ پیدا

رسولوں کے  
بھیجے ہیں کیا  
حکمت ہے؟

جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تھا ہے ۱۲

ہو گیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھ کر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہ ہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس  
اب مصلحت اسی کی مقتضی ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کر دی جائے اور اسے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا  
اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہو جائے اسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اسے باقاعدہ کام لیا  
اور ان کے بیوقوف جوش و جولانی کو روکنا سکھائیں یہاں تک کہ وہ ایسی حد پر آگئیں جسے اس کا ضرر دفع ہو جائے اور نفع ہی حاصل  
ہوتا رہے اور اس طرح سے اخلاق سستہ ہی اخلاق حسنہ بن جائیں اس کام کے لیے رسول و مؤثر ذریعوں سے کام لیتے  
ہیں لوگوں کو غبت دلانا اور انکو ڈرانا اور اس کے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیاء کی بُرائی ثابت کر سکیں  
و لائل بھی قائم کرتے ہیں جس سے ان دو فوٹریقوں کی اور بھی تقویت ہو جاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اس طرح بھیجے  
کہ لالچ ایک بُرا صفت ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کب معاش کرنے باغ لگانے اور مکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف  
ہرگز نہ اٹھاتے اور اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو طوطی طرح کے جھگڑے  
اور جڑائیاں پیدا ہو جاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اس قوت سے باقاعدہ کام لینا لوگوں کو تعلیم کری اور یہ  
سکھائی کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کی اس قوت کو زندگی کی ضرورت  
کے حاصل کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں استعمال کریں اس طرح سے اسکی ترقی کی رفتار میں فرق ہی نہ آنے پائے گا اور بلا کسی  
ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے کہیں حکام اخلاق کی تکمیل کے  
لیے بھیجا ہیں، اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نہایت  
کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔ سچائی، امانت داری، انکشاف شعار ہو۔ ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور انکے  
ساتھ نیکی اور سلوک سے پیش آئیں والی ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں اس سے مبرا اور پاک رہیں اسی بنا پر  
وہی نہایت ہی باتیں انہیں نہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ ان میں کوئی ایسا امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو ان سے نفرت  
اور انکی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں اُسے کوئی بات معصیت کے مشابہ سرزد ہو گئی ہے اور خدا نے اُس پر معصیت کا اطلاق  
کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جسے نہ انکار تہہ ہی گنہگار ہے اور نہ انکی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر  
معصیت کا اطلاق کرنا اور اس کے جانب گئے باز پرس ہونا محض اُنکے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے۔ یہی  
یہ بات کہ اُسے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اس بات سے متنبہ ہو جائیں کہ خدا اکتاہے  
اور وہی اکیلا علی الاطلاق کمال کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم  
نہیں ہو سکتی خلاصہ یہ کہ وہ ساری معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو اُن نے اپنے متقی پر بھیج کر کرتے ہیں رسولوں کا تو  
مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہو کرتے ہیں پر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ رہیں  
پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بیجا عورتوں سے خلعا کرنا جھوٹ بولنا و غابازی کرنا کفر کرنا بت پرستی  
یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سے رسول بالکل پاک و صاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں

عہد الفاظ صیث یہ ہیں جوشت لا یمسکایم الا خلاق ۱۲

رسولوں کی  
کیا شان تھی  
ہے ۱۲

کی تعریف کو اس کے نام تعظیم و تکریم سے لیں ان کے ساتھ توقیر سے پیش آئیں ان کا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر عمل کریں  
ہاں وہ احکام اس سے مستثنیٰ ہیں جو انہیں رسل سابقہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اس شریعت میں زمانہ کی مناسبت کے  
محافظ سے خدا تعالیٰ خیر و حکیم کے حکم سے بدل دیے گئے ہیں جسے پہلے ہی ہر زمانہ کے مناسب احکام تجویز کر لیے تھے۔  
اور شریعت محمدیہ ہر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سکھانے کا ہی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تصحیح عبادات - اخلاق - اور آداب  
میں نافع ہو اس کا سب سے پہلا اور نہایت ہی مہتمم نشان حکم ایمان و اسلام قبول کرنا ہے یعنی جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کا لانا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے انکی تصدیق جائز کرنا اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں انکی بجا آوری بلا چون و چرا  
کرنا۔ اسی طرح اس کا حکم ہے کہ اخلاق و عادات حسنہ کو اختیار کرنا چاہیے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقویٰ کے لیے اپنے  
تمام ان چیزوں سے احتراز کرے جو اسکے دین میں مضر ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے  
عمل میں احسان کی رعایت کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گویا کہ وہ اسکی آنکھوں کے  
سامنے ہے خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئی صبر کیا کرے یعنی دشمن اور الم کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے جو چیز  
خدا کی پسندیدہ ہو اس پر رضی رہے جیسا کیا کرے اور جیسا نہ کرے افعال شنیعہ کے خوف سے جی ٹرک جانے کا نام ہے۔ علم سے  
پیش آئی یعنی جوش غضب میں نرمی سے کام لے عفو کیا کرے اور عفو کے معنی خطا کار سے باوجود قدرت کے بدلہ لینا  
ہے مگر حد و وجہ مضمر عام ہونے کے اس سے مستثنیٰ ہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی حرص کرے۔ سخاوت و کرم میں کوتاہی  
نہ کرے۔ شجاعت کرنے میں پیشقدمی کے ساتھ موصوف ہو بغیر کیا کرے یعنی دین و آخرت کو کھت سے محفوظ رکھے۔ ثابت قدم  
رہے یعنی خوف کے وقت نہ گھبراؤ دوسروں کو اپنے فائدے پر ترجیح دے مروت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو  
نفع پہنچانے کی سعی غربت کا نام ہے ضبط نفس کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنی خواہش نفسانی کے بچان کے وقت اپنا جی  
قابو میں رکھے۔ قناعت کرے۔ صاحب وقار بنے یعنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے۔ سکون سے  
پیش آئے یعنی لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفی کا برتاؤ کرے اور وہ انجیل تک پہنچا میںالی چیز کی عمدہ  
سے پیروی کرنے کا نام ہے جس میرٹ کو اختیار کرے یعنی جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو اس سے محبت کرے محبت  
کے ساتھ موصوف ہو۔ شکر کرتا رہے خدا سے ڈرتا رہے اسکی ذات سے امید رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور  
اس کے حوالہ کر دے اُلفت کا برتاؤ رکھے اور وہ اصطلاح میں تدبیر معاش میں متفق الرائے ہو کر سعی کرنا کا نام ہے وفادار بنے صلہ  
رحم یعنی اپنے اہل قرابت سے سلوک کرتا رہے خلق اللہ پر شفقت کیا کرے اسکے بندوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ انابت  
بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرتا رہے دینی اور دنیوی جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ سلامت  
روی اختیار کرے۔ کوشش پرتاؤ رہے بہاری بہر کم ہمار ہے۔ نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو خدا کے  
ساتھ ہنس حال کرے دل میں اسکی محبت اور شوق پیدا کرے پارسائی اپنا شمار رکھے دین کو ضروری سمجھے یعنی اعمال جلیلہ  
کو اپنے ذمہ لازم کرے۔ انتقامت اور رستی اختیار کرے۔ عالی حوصلہ رہے یعنی اسی چیز پر اختیار کرے جس سے نیک نام  
دل کا نرم رہے یعنی دوسرے کی تکلیف پر غلے اعموم اسکا جی دیکھے۔ پاک کمائی حاصل کرے یعنی بغیر کسی قسم کی ذلت و پستی

شریعت کن جہاد  
حسد کا حکم کرتی ہے  
اور کن اخلاق سے  
سے منع کرتی ہے  
زبان کی کیا تقریر  
ہیں اور کوئی  
اعمال قبیح ہیں ان  
سب کا بیان

اور بدوں کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے۔ مال اچھے موقع پر خرچ کیا کرے غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ ہستی اور  
 بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے  
 اپنے نفس کا حساب لیتا رہے۔ اور اسکی جانچ کیا کرے اور ناپا اور سے طاعت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصال حمید ہیں  
 شریعت نے سہی کا حکم دیا ہے وہیں آدمی کو چاہیے کہ ان عمدہ خصال کو اختیار کرے اپنے نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے  
 اور یہاں تک کوشش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے اسی طرح یہ شریعت بڑائیوں سے ہی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی آواز  
 نہیں دیتی عبادت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اسکا حکم ہے کہ خدا کے اور مرد  
 نہ ہی کی مخالفت نہ کی جائے خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ رہا کو چھوڑ دے یعنی لوگوں کے دکھلانے کی  
 عرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لئے اپنے کو بڑا نہ سمجھے کہ نہ رکھے۔ خود بینی سے کنار کش رہے اور خود بینی یہ ہے  
 کہ آدمی عمل کر کے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جسے اسے عمل کر نیکی توفیق عنایت  
 کی حمد نہ کرے اور وہ دوسرے سے نعمت نائل ہو جانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہو کر کے کسی  
 عداوت پر اقدام نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لئے ہو اسکا مضائقہ نہیں تو اسے باز رہے اور وہ ایسی شے پر جو اس کے  
 قابو کی نہ ہو بجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ بدگمانی اور بدفالی جبکی شریعت میں کوئی سند نہیں  
 نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی تلکی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اڑانے پر آمادہ  
 ہو جائے۔ نازیبا امور کے لئے مال سے محبت نہ کرے۔ کاہلی اور سیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے کچھ  
 سنگینی اور کوششی اختیار نہ کرے بے شرمی اور بیجیائی کے پاس نہ پٹکے بے اعتدالی نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ  
 انکار اور ناشکری سے پیش نہ آئے غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے  
 اس کے غصہ اور عذاب سے بچو نہ جو۔ امور دنیاویں سے اگر کوئی چیز فوت ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرے دین کے معاملہ  
 میں ٹھیسلا نہ ہو سبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچا کر ہے نافرمانی کی الزام دہی کے ورپے نہ ہو۔ حق بات سے  
 جان بوجہ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اس کے مقابلہ پر آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور  
 حرص نہ کرے پرمردہ دلی سے علحدہ رہے گناہوں پر اصرار نہ کرے بموقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جو  
 میں نہ آجائے۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا دل  
 سخت نہ کرے کہ کسی مضطرب کی مدد نہ کر سکے۔ زبان کی بہتری آفتیں ہیں جسے آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چغلیزی نہ  
 کرے یعنی کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کرے جسکا ظاہر موٹا اسے ناگوار ہو کسی کا راز فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی  
 نہ کرے لوگوں کی او تزیل کے درپے نہ ہو یمن یمن اور گالی گلوچ کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے یہودہ چیزوں کو سہلے  
 کھلے الفاظ میں نہ کہہ بیٹھا کرے۔ لوگوں کے سب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ نافرمانی نہ جھگڑے یعنی دوسرے کی بات  
 میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہو جائے خواہ خواہ اعتراف نہ کرے۔ محض دوسرے کے تنگ کرنے کے لئے گفتگو نہ  
 کرے۔ بیجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ مذیدہ پن نہ کرے ہاں جو جھوکوں مرنے لگے وہ معذور ہے۔ منہ دیکھی باتیں نہ کرے

لوگوں سے دو فصلی باتیں نہ کہے۔ بیوقوف سفارش نہ کرے۔ نیکی سے منع اور جرائی کا حکم نہ کرے۔ سخت کلامی اور دشمنی سے باز رہے۔ مانگنے سے بچے۔ لوگوں کے عیبوں کی تعقیب نہ کرے۔ ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے۔ مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے۔ لوگوں کے نام بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کی سوائے کسی کی قسم نہ کہائے۔ زیادہ قسم کہانے سے اگرچہ سچی بات پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اجتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے۔ روزہ کرے۔ قرآن شریف کی من گھڑت تفسیر نہ کرے۔ بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کاٹے۔ ہر شخص جسکے ماتحت ہو اسکے کلام کے قبول کرنے سے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور اسکی مخالفت نیچے کسی تیسرے کے سامنے دھنسن سرگوشی نہ کریں جس سے اُسے برج ہو۔ پرانی جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کر سکا ارادہ کرتا ہو۔ سکو گناہ کا راستہ نہ بنائے۔ ایسی خوش طبعی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت دی ہو یا جس سے شرارتہ کثرا ہو۔ یعنی باتوں کے مکمل سے علیحدہ رہے۔ غلام کو اُسکے مالک سے اور عورت کو اُسکے شوہر سے ہکا کر گزشتہ خاطر نہ کرے۔ چھوٹی شہادت نہ دے۔ سچی گواہی دینے سے جان نہ چرائے۔ بھولی پار سارو تون کو تہمت نہ لگائے۔ مردوں کو گالیاں نہ دے۔ بادشاہوں کو دشنام سے یاد نہ کرے۔ انکی صلاحیت کی دعا سے باز نہ رہے۔ علم نہ چپائے۔ جان بوجھ کر خدا اور رسول چھوٹ نہ باندھے۔ مفسدہ پرداز کی باتوں سے اجتناب کرے تاکہ لوگ فتنہ سے محفوظ رہیں۔ بیچاری کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشاںک ہو جائیں۔ مانگنے میں ایسا بھی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو انداز پہنچے۔ خیرات کر کے احسان نہ جتائے۔ مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمت کا ناشکر ٹھہرے۔ مریض پر جو کچھ فرض ہو اُسے نہ چپائے۔ بلکہ صاف اقرار کر دے کسی کے نسب کا نہ جھوٹا اقرار ہی کرے اور نہ اُس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبروریزی میں زباں درازی نہ کرے۔ اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرے۔ غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اُسکی غیبت میں ایسی بات کہنا ہے جو اُسے بُری معلوم ہو اور یہ زباں کی لپی ہفت ہے کہ لوگ اُسیں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے۔ اُسکے علاوہ اور بہتیرے قبیح اعمال وافعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے منع کرتی ہے اور غلام بازی اور نکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی۔ فتنہ پرداز کی سخت مخالفت ہے اور وہ لوگوں میں گڑبگڑ پھیلانے کا نام ہے۔ غل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکھتی۔ غنہ زبی خود کشی حرام کاری اور لوٹ کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتھ کیوں نہ ہو ناجائز تبلاقی ہے۔ کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گہتی ہے۔ خصوصاً ذرا سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی نہیں رہتی۔ نسب کے بارے میں لوگ دھوکا کھاتے ہیں۔ مال و متاع کے ایسے لوگ مالک بنائے جاتے ہیں جسکا ذرا بھی استحقاق نہیں بچا۔ سوجہ سے کہ گناہ یورے طور سے کوئی پرورش کرنوالا نہیں ہوتا۔ جواصلیہ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہمیں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہ انک کوئی بیان کرے۔ شریعت میں اسکی اجازت نہیں ہے کہ پرانی عورت کو کوئی چوڑے یا تنہائی میں اُسکے پاس ٹھہرے۔ کیونکہ اس سے ناجائز تعلق کا اندیشہ ہے۔ اے ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اسکا حکم یہ بھی ہے کہ عورتوں کے معمولی آیام میں اُسے مقاربت نہ کیا جائے۔ ایسے کہ اُسیں سراسر گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنیکی

اجازت ہے جہاں اسے اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کر سکتی ہے اور اس بات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا ہی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اسکے حکم کے موافق جو کچھ پر قدرت رکھتا ہو اور اسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں رہ سکتا کیونکہ اسیں نسل کی افزائش کے اعتبار سے خدا کی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنی وہ اسکا ولی ہو تو نکاح کرینے اسے ہرگز نہ کرے۔ مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا راز افاش نہ کرے بن سونکر کوئی عورت نہ نکلتے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بغیر کسی نہ اختیار کرے۔ یہی طرح کوئی پرانی مرد اور عورتوں میں متوسط نہ بنے کوئی نشہ نہ پیئے کیونکہ اسیں عقل ہی افضل نعمت جو خدا نے انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے توڑا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ پھر اسکے نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی تھار بازی نہ کرے کیونکہ اس سے مال ناحق خطر میں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لیے کوئی جھوٹی فتیں نہ کہایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے حسنا وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالاکرے بیجا برقعہ نہ پال نہ اڑائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو قسم کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ زنی نہ کرے سود نہ لے کیونکہ سود لینے سے دائن جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا اور حاجتمند کا اس طرح پر آسانی سے کام نکل جاتا تھا اسکا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانیوالوں سے بالا بالا ملکہ دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکرا رہا ہو تو ہتھ بہاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکاء ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں مالک کی بلا اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کر کر اسکی مزدوری نہ مارے بلکہ اسکے اوکرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر ایسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اس سے لوگوں کو نہ روکے کسی خاص راستہ میں مالک کی بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ سیطیح عام رہتوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ امانت میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ انکی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ حیوانا اور انکی تصویر کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچا رہے کھانا اتنا زیادہ ہی نہ کھائے کہ جس سے صحت میں فرق آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چوڑے۔ آپس میں جگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو ضیاع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے جادو کے سیکھنے سکھانے اور اسکے عمل پر کچھ لینے سے باز رہی۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اس سے عہد شکنی کرے۔ ایسی حالت میں ہرگز محکمیت نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھے ضرر و خیانت ہوگی۔ سیطیح کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لاپرواہ کو معزول کرے اس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے جہاں مستغنیوں کو رسائی مشکل ہو نہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و ستم سے نہ پیش آئیں کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا نذرانہ قبول نہ کرے جس سے اس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ سیطیح اس نعمت میں شریک



نہ ہوں میں اسکی خصوصیت مد نظر رکھی گئی ہو کسی سے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل بر رشتہ نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دعا بازی کے ذریعے  
ہو رشتہ نہ لے ہاں جو شخص حق پر ہو اور وہ اپنی پریشانی دفع کرنے کے لیے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام کمال لے تو کچھ گناہ نہیں  
کی لینے دینے میں دلائی نہ کرے۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے۔ فضیحت کیلئے بے کسکو  
عیوب کی جستجو اور پردہ دری کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھ بھال نہ کرے۔ یہاں تک کہ دراز سے بھی چھٹکے  
ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اسکو سنا نا پسند نہیں کرتے جب دشمن اگر سرسری پر آٹھے تو اسوقت کم ہمتی نہ کرے اور بالآخر  
اور نہ ہی عن المنکر کو نہ چوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کر کے مسلمانوں کی امان میں آگئی ہوں عہد شکنی کر کے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی  
قسم کا مظہر روا رکھے۔ فنون حرب سیکھ کر نہ ہلا دے۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا  
ظلم کی وجہ سے کار منجھی کے اوکرنے میں قاصر رہ گیا۔ ناحق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لیے جھوٹ  
نہ بولے براہِ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جھگڑا نہ کرے بلکہ شین میں ختم کر دے اور الابلے انصافی نہ کرے۔ اسطرح  
اشیا مشترکہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے۔ بد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹھے کسی بارہ اخوت کے بچو  
یاد رہا یا نہ کہ کنارہ قصائے حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظام عالم  
ہماں و مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچا نیوالی ہیں سب کی سب ممنوع ہیں کہان تک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو منع کر  
دلائل کے جو فرقان و حدیث سے معلوم ہوئے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بہر جائیں اور پڑھی ختم نہ ہوں۔

اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں غور کرنا شروع کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں  
نے دیکھا کہ اس میں ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سرعظمت ظاہر ہوتی ہے اسکی بیشمار نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر  
ادا ہوتا ہے علاوہ بریں انہیں اسرارِ رحمتیں اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جنکی بدولت عبادت کرنیوالے کو کامیابی اور سعادت  
کے بڑے سے بڑے مرتبے تک سامانی نصیب ہوتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق و عہدہ  
تذکر کے حمد و خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں۔ اپنے خالق کی بادیں نگار ہوتا ہے تاکہ شغلِ دنیا  
جو اسکے دل کو گیرے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جبکہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور شیطانی مہم  
کو الگ کرتا ہے وہ اس بات کا وہ بیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گو یا ہر وقت اسکے قریب ہی رہتا  
ہے۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ اوقات عبادت میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جائیں جس سے آپس میں محبت  
بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجت مندوں کی مدد کرنے میں سہولت ہو اسکے دردناک  
حالات معلوم ہو سکیں تاکہ اذراہ شفقت و احسان اسکے کام کمال دے دیے جائیں شیل سابقہ اور اسکے کنبہ والوں کے حالات  
یاد آکر ان جھنجھوں نے کہ اپنے رب کی عبادت کی ہے اسکے حکموں کو مانا ہے اسکے منیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سے  
لوگوں کو اپنی اقتدار کرنے کی غرضت پیدا ہو اور یہی انہیں کی ہی روش اختیار کریں۔ پھر انکی اور اسکے مطیعین کی تعریف کرتے  
رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کر سکیں مخالفین کو راہِ راست دکھائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔  
اسطرح ہر ان عبادات میں جا بجا طرح طرح کے فرائد مفیدہ اور تدابیر نافعہ موجود ہیں جنہیں شخص نہیں سمجھ سکتا انکا سمجھنا کچھ اہل علم

شریعت محمدی کی  
عبادتوں کی جو  
شان ہے اور جو  
انکی حکمتیں ہیں  
پر ظاہر ہو کر  
انکا اعلیٰ مقام

ہی کا حصہ ہے جو شخص ان عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور ان کے حکم اسرار اور فوائد سے غافل رہے تو انکی ایسی ہی مثال ہے جس طرح کہ کوئی نفیس موتیوں سے بھری ہوئی سیپ کو بہر کا گڑا خیال کر کے بے توجہی سے ہینک دے اور انکی بجز قدر نہ کرے انکی نظروں کو ان کے ساتھ کچھ بھی دلچسپی نہ ہو۔ اسیں کچھ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حال کرنے میں سیکڑوں روپے صرف ہوتے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ضائع کرتا ہے بہتر سے نادان ایسے ہی ہیں گے جنہیں نیز تو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لیے گامزدہ ہیں انہیں خوبیاں بھی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگوں کی ٹھیک مثال اس مریض کی ایسی ہے جسکو پانی ہی بد مزہ معلوم ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ بتانا ہو کاش یہ لوگ بھی جب انہیں عبادتوں کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو اسی مریض کی طرح کریں جو کڑوی دوا کو مفید سمجھ کر نہ پوسنی لگے سے اٹار ہی جاتا ہے اگرچہ اس میں کچھ کلفت ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے خدا اس حالت کا بڑا کرے سارے گل رسی کے کھلائے ہوئے ہیں ان لوگوں کو تو اس نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے ایسی کی وجہ سے انکو طرح طرح کے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔

اب آئیے اب کو اس فرقہ کے لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے اسرار نظر آئے ہیں اس کی تھوڑی سی تفصیل کہہ سنالیں پہلے دو شخصوں نے دیکھا کہ یہ ہر عالمی بالغ کو بخیر اور عبادت سکے ایک عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجسمہ کا نام ہے جو خدا کی عظمت کے اظہار یعنی تکیہ سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے نماز پڑھتے و لکھ سکو اس طرح پرا داکر کتاب ہے گو یا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اپنے مقرر کیا ہے کہ جب غار کا وقت آئے تو ایک سناو دی۔ یعنی مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بلایا کرے چنانچہ اس کے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گو یا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو دنیا اور آخروی مرغوبات میں پسے ہو یہ میری خبر ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور مسابا کا زیادہ مستحق ہے کہ سارے مخلوق کو چھوڑ کر انکی جناب کی طرف رغب ہو جاؤ پھر دو مرتبہ گو ای دیتا ہے کہ خداوند تعالیٰ معبود و کلتا ہے جسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں گو یا وہ یہ بتاتا ہے کہ تمہاری دینی اور آخروی حاجتوں کو وہی پورا کر سکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے ناموس سے بے نیاز ہونے میں سچائی۔ اس کے خاص اوصاف میں شمار ہوا اور ساری خلق اس کی محتاج ہوا اور ایسا معبود اللہ ہی ہے جسکی ذات واقعی معبودیت کے نمایاں اور اس امر میں کیا غمی کے ساتھ موصوف ہے پس تمہیں چاہیے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی ہوں یا آخروی سب اسی کی جناب میں لیجاؤ اور اسی کی درگاہ کی طرف رجوع کرو۔ پھر دوبار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہاد دیتا ہے گو یا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذمی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے ذریعہ سے تمہیں اپنی دینی اور آخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوئی ہے اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خواہ اور تمہیں پہلانی کے طریق سکھائیے ہیں پس اب تمہیں چاہیے کہ تم اس عبادت کے ادا کرنے میں بدل و جان کوشش کرو جو انہوں نے تمہارے لیے مقرر کی ہے اور جس میں تمہارا سرفہر مقصد ہے۔ اس کے بعد وہ دو دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اسکو اس مضمون کی تفریح سمجھنا چاہیے جسکی طرف وہ بحیرہ شہدیں اس سے پہلے اشارہ کر چکا ہے

غار کے قریب  
اذان ادا کرنے  
میں کیا حکمت ہے  
اور اذان سننا  
میں چراغ افاد  
میں آئے کیا  
اشارہ مخصوص  
ہے چنانچہ  
اسکیا جواب  
دیتے ہیں

کہ اس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں نہیں ضرور التجا کرنا چاہیے۔ یا یوں سمجھیے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت برآری کے اعتبار سے بیجا نہیں اور اس خیر خواہ رسول نے نہیں اس کی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم اس کی بدولت اپنی امیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گے تو لگو چاہیے کہ نازکی طرف ضرور متوجہ ہو جاؤ خدا سے پہل کی درگاہ میں حاضر ہو اور نازاؤ اگر کہ اس کے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو بہرہ ناز کے فوائد و ثمرات کی طرف اجمالی طور پر درستی علیہ الخلاق یعنی کامیابی اور شکاری کی طرف دور و بیکر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے آدمی کے لیے فلاح ساری مرغوبات سے بڑکے ہے اور فلاح خواہ وہ نبوی ہو یا اخروی اسی طابقت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سے اخلاق درست ہونے میں خلل کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اس کی جزا کے سننے کی امید ہو جاتی ہے پس اس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس کے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کامل شے ہے اس کی طرف نازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور بات پر انکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ بنیں بلکہ اس کی شائق نظریں اسی کی جناب کی طرف رہیں اسی کا تقرب نہ نظر ہو اور انکا مقصد اصلی اور مدعا ئے دلی کیا دنیا اور کیا آخرت دونوں خدا ہی خدا ہو اسی وجہ سے وہ اس پر دومرتبہ تنبیہ کرتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے یکتائی ظاہر کرتا ہے یہ تو موزن کی کیفیت تھی اب پیچھے سننے والے کیا کرتے ہیں وہ لوگ بھی موزن کے اقوال کو دہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اس کی ہر بات میں تصدیق کرتے ہیں اور بات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ ہی اس کے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ انکو ناز اور فلاح کی طرف بلاتا ہے تو اس کے الفاظ کو نہیں دہراتے کیونکہ بلا نیوالے کے الفاظ جواب میں ہی کہنا تو مسخرہ پن کی بات ہے! بلکہ وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نازیوں میں داخل ہو کر اس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پالینا سوائے خداوندی مدد اور قوت کے کسی اور طریق پر ممکن نہیں ہم تو اسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور ان کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہو کر ناجیہا کہ بعض ناواقف یہ سمجھ کر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ بہر حال اس موقع پر جو کہ اسی عبادت کے ادا کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو ناز کی نیوالے مزید تاکید کے لیے انہیں الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائیں اور وہ شخص ہی جس نے جسے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سننے ہی آگیا تھا یہاں تک کہ اس بارگاہ عالی کی حضور ہی کے وقت یہ سارے مضامین پر اسے طور سے پیش نظر ہوں اسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ قدامت الصلوٰۃ اور بڑا دانا ہے یعنی اب نماز قائم ہو گئی۔

شرعیہ نے اس عبادت کے ادا کرنے کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقرب کے ہیں وہ یہی سن لیجئے چنانچہ پہلے یہ مقرر کیا ہے کہ ناز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اسکا لباس ظاہر ہو اس مکان میں جہاں وہ ناز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست نہ پڑی ہو اسکا بدن بھی ناپاکی سے ہی پاک ہو اور اس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدث کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور انکا اس وقت اعتبار کیا جائے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اس طہارت سے نازی کو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اسکا نماز میں داخل ہونا گویا اپنے موئے کے سامنے اور اسکی بارگاہ عالی میں اس کے احسان کا اُمیدوار بنکر شکر

نماز کے لیے  
طہارت کے  
شرط و نیک  
حالت اور

یہ حاضر ہوتا ہے پس جسطرح کہ شاہان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اس بات کا بڑا اہتمام کیا کرتے ہیں کہ کہیں بادشاہ کی نظر کسی چیز پر نہ چاڑھے جو اسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف ہوں جبکہ نشا خواہ کی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے انکام تنجہ ہو اور جملہ اخلاق و سمیہ سے اسکا دل بھی پاک ہو یہاں تک کہ سارے میل کھیل کو تو بہ اور پشیمانی کے پانی سے دھو دھلا کر صاف و ستھرا بن گیا ہو علاوہ بریں بدن کو پالنے سے دھوئے کی وجہ سے جس خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی لیے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں اسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دھوئے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور اسکی ساری کسلندی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اسکے سارے بدن میں کھول دیے تھیں وہ جگڑی ہوئی تھی خصوصاً اس حالت میں جبکہ عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جائے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پر چنداں مخفی نہیں۔

شرعیت نے ان اعتباری حالات سے طہارت حاصل کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت کبرے ہے جس سے سارے بدن کا دھونا یعنی غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغریٰ یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دھویا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے۔

اب اسے ساری بدن کا دھونا مسوت و جب کیا ہے جب مٹی منگے چاہے حکماً ہی کیوں نہ ہو اور حکماً مٹی منگنے کی یہ صورت ہے کہ جماع کرنے سے مٹی منگنے کا پتہ نہ لگے یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آتا ہے اس لیے شریعت نے بھی اس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ جو انکے منگنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو طوٹ قرار دیا اور ایسوجہ سے انکا نام حدث اکبر کہا گیا پس گویا سارے بدن کے دھوئے اور پاک کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان سارے گناہوں سے تو پر کر کے پاک ہونا چاہیے جبکہ تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصاً اخلاق سیئہ سے پاک ہونا تو اور بھی ضروری ہے۔ دوسری حکمت ایسی یہ بھی ہے کہ یہی چیزیں ہیں جن سے بچہ قبلہ چنانچہ مٹی منگنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک نخت ہوتا ہے اور کبھی بد نخت بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعاً قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ امید ہو سکتی ہے کہ ان دونوں میاں بی بی کو جنکی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزائے خصوصاً اُقت جبکہ ان دونوں کی نیت ہی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ یہ نسل میں خدا کے مطیع موجدوں کی ترقی ہو اور بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت مکلف کے لیے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوئی ہے اور جس میں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو خدا کی نافرمانی اور اس کے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دھوئے سے اس بات پر ناگاہی حاصل کرنا چاہیے کہ ایسے ہر

عضو وضو  
اعضا وضو کو  
خاص تر ہے  
دھوئے اور مسح  
کرنا چاہیے  
تہم کا بیان

یہی تو بہ کرنا مناسب ہے جس گناہ کی سمیت کا احتمال ہی ہو۔ اور وہ گناہ زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے  
 جن میں میرا سارا بدن مشرک ہے مجھے اس بات کی تشخیص ہو گئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اس کا سبب  
 بنوں گا۔ پہلے میں اپنا سارا بدن دھوئے ڈالتا ہوں اور میں اسکو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سمیت سے  
 تیرے سامنے کرنا چاہیے اور یہ بات گناہ سے اتنا درجہ کی عظمت کی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اتہام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ  
 حقیقت یہ کہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہے اب میں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقتاً  
 خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون ہے یا قصائے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوائے منی بخون حیض یا نفاس  
 کے کوئی اور نئے خارج ہو اور خواہ کچھ اٹکا فروج پایا جائے جیسے کہ اس طرح سونے کے وقت جب اعضاء ڈھیلے ہو جائیں اعتناء  
 کیا جاتا ہے پس انکے پائے جانے کے وقت شریعت نے اس اعتباری نجاست سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے حکم  
 خاص اعضاء کو طہارت قرار دیا ہے گویا اس طہارت صغرے کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں اور وہ بعض اعضاء کے دھونے اور  
 بعض کے مسح کرنے کا نام ہے اس کا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضاء کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے اور ان  
 اعضاء کی تخصیص اور اس ترتیب میں جو انکی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب سختہ کی رعایت مد نظر ہے بیان اس کا یہ  
 ہے کہ سارے بدن میں یہی ایسے اعضاء ہیں جو مخالفت کر نیکی کے لیے نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں ایسے اعضاء  
 دھونے سے انکی طہارت باطنی کے اہتمام پر تینہ ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ انکے کثیر الوقوع گناہوں سے توبہ  
 کی جائے۔ اعضاء کے دھونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے یہیں پچاٹ ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا  
 ہو اسی کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اس کے بعد اس سے کم سیطرہ آفرینک بھنا چاہیے پس سب سے پہلے چہرہ کے دھونیکا  
 حکم ہے جس میں منہ ناک اور آنکھیں پانی جاتی ہیں اور چہرہ میں سے پہلے منہ سے دھونا شروع کیا جاتا ہے اس لیے کہ تمام اعضاء میں سے  
 زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اسی سے فحش چلتی ہے کیجاتی ہے فحش بکا جاتا ہے  
 اسکے علاوہ ہی زبان کی بہت سی اہمیتیں ہیں جن سے کچھ پہلے ہی بیان ہو چکی ہیں پس منہ کے دھونے سے جب یاد آ جاتا ہے کہ  
 طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُس نے  
 بچا کہا تھا اس سے کنار کشی اختیار کرتا ہے اس طرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کر کے ان چیزوں سے حلو اُس نے بلا اجازت  
 شرعی سرنگما ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح ان چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جہاں دیکھنا حرام تھا اور اُس نے انہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد  
 کہنی تک دونوں ہاتھوں کے دھونے کا حکم ہے اس لیے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست و رازی کر کے  
 بے ہاتھ بڑھتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جا ہی لگتا ہے پس جب ان دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ انکی طہارت باطنی کا بھی خیال  
 پیدا ہو گا اور اپنی دست و رازیوں سے توبہ کرے گا اسکے بعد سر کے مسح کر نیکا حکم ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا  
 اس لیے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے تو کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سر سے علی  
 ہوئی ہیں اسوجہ سے سر کے لئے متوسط درجہ کا حکم یعنی مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اس طرح چونکہ کان میں باادقات  
 عہ یعنی کلی کیجاتی ہے اور کلی سے پہلے جہاں تک گٹے تک دھو جاتے ہیں وہ مل میں کلی ہی کرنے کے لیے صاف کر لیے جاتے ہیں ۱۲ منہ پر

بار قصد کوئی بات اُڑتی ہے اسکے لیے ہی مسیح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسیح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آجائے گی کا نول  
 نے جو کچھ بچا سنا ہو گا اور سر سے باعث محاورت ان اعضا کے جو کچھ سبز ہوا ہو گا اُس سے ہی اپنے کو پاک کر لے گا گر  
 کے مسیح کی سنت ہی اسی طرح کہا جاسکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دھونے کا حکم ہے۔ ایسے کہ جب انھیں دیکھ چکتی ہیں یا ان سے  
 کچھ باتیں ہو جاتی ہیں یا تہہ بڑھ چکتے ہیں کانوں میں آواز آتی ہے اس وقت پیروں کی ماری آتی ہے اور آدھی اُن سے چلتا ہے پس  
 مخالفت میں سب سے پیچھے پیروں ہی ٹھہرے۔ ایسے سب سے پیچھے اُنکے دھونیکا حکم ہوا اور اُنکے دھونے سے ہی پیروں کے  
 گناہ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور جہاں کہیں اُس سے بچا قدم اٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ ہر اعضا کے تین  
 تین مرتبہ دھونے میں ایک عجیب و قریب نختہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کے تینوں رکن  
 یہ ہیں ۱۔ جو گناہ ہو چکا ہو ۲۔ سپرد نام ہو ۳۔ اُس گناہ سے باز آئے اور ۴۔ اس بات کا پختہ قصد کر لے کہ آمیزہ اُس کا مریک  
 نہ ہو گا پس ہر مرتبہ دھونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تسمیہ ہوتی ہے۔ وضو کرنے والا جب وضو سے فارغ ہو چکا ہے  
 اور توبہ کر کے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُس سے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑھے ۱۔ اَللّٰہُمَّ جَلِّیْ مِنْ اَتُوْبُ مِنْہِمْ وَاجْلِّیْ مِنْ اَلْمُنْتَظَرِ  
 یعنی اے خدا مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف بننے والوں کے زمرے میں کر دے آمین اسکے لیے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے  
 کہ خدا سے وہ یہ ہندھا کرے کہ اُس سے جہاں توبہ اور ظہیر باطن کی توفیق دیکر سپرد حسن کیا ہے اُسے قبول ہی کر لے۔ اور جب ناری  
 کو پانی کا میسر آنا مشکل ہو یا وجہ مرض کے اسکے استعمال پر قدرت نہ ہو تو اس وقت شریعت نے بجائے غسل یا وضو کے تیسرے مقرر کیا  
 ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبل سے ہو نیت تطہیر کے ساتھ ہنہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مسح کرنے کا  
 نام ہے اور یہی ایسے اعضا ہیں کہ انسان کو جھکے پاک کرنے کی اور اعضا سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اس میں گویا تہہ  
 کے لیے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُس پر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حال کرنے کی اُسے  
 توفیق نہ ہو تو اس سے تو گویا گذرانہ ہو کہ اپنے گناہ دیکھ کر عاجز اور احمدا کرنے لگے کیا عجیب کہ اسی بہانہ خدا اسکے گناہ بخش دے  
 چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ گناہ عجز و ہکسار پیدا کرے وہ اسی اطاعت سے تو اجاہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و تکبر کرنے لگے علا  
 بریں جب اس مسح کے اس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُس پر توبہ کے تمام ارکان  
 کا حاصل کرنا ہی آسان ہو جائے اور وہ حقیقتہً توبہ ہی کر لے پھر چونکہ اعضا وضو میں سے پیروں کے دھونے میں زیادہ پانی  
 صرف ہوتا تھا اور کچھ شقت کا بھی اندیشہ تھا اس وجہ سے اگر چہ می موندے ہیں لیے جائیں تو بغیر اُسانی خاص شرطوں کے  
 ساتھ اُن پر پانی سے مسح کرنا ہی جائز نہ کہا گیا اور اس طرح اُنکے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ ہی فوت نہیں ہونے پایا  
 شریعت نے یہی مقرر کیا ہے کہ نازنگے ہو کر نہ پڑی جائے بلکہ نازی بدن ڈھانک لیا کرے اور اس سے جو کچھ ادب کی رعایت  
 پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اسکے کہ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمبیہ سے اگر پورے  
 طور پر توبہ کر کے پاک و صاف بننا نصیب نہ ہو تو جب ناز پڑے لگے یا اس کی کہیں کہ اپنے موندے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے  
 تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ ان ساری مخالفتوں کو دبائے رکھے تاکہ اُن کا زور و شور گھٹا رہے اور اُنکی یہ حالت  
 ہو جائے کہ گویا انہیں پر وہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ستر کا چھان  
 ہی ناریں  
 شرط نہ پانا  
 عورت کو  
 بنیت مڑ  
 کے زیادہ  
 بدن چھپا  
 حکم نہ پانا

بدن چھپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اسکی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو اوپر ہر آدمی نہ بچنے پائے گا۔ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تھی کہ اس پر نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تھی اسلئے اسے حکم ہے کہ سارا بدن چھپائے ہاں آزاد عورت کے لئے اتنے بدن کے کھولنے کی اجازت ہے جسکے کھولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی۔ گتھ دو ٹوں ہاتھ اور قدم ان کا چھپانا ضروری نہیں اور وہ عورت کو تڑپ ہو تو چونکہ کام کان کرنے میں ان اعضاء کے علاوہ اور اعضا بھی اکثر کھلتے ہیں اور انکے چھپانے کے واجب کرنے میں حرج متصور نہ آئیے اسکو اس کے علاوہ ہی کسی قدر اور بدن کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی۔

نماز میں کعبہ کی طرف  
منہ کرنا کی حکمت  
لیز اسکا بیان کیا گیا ہے  
منہ کرنا کی حکمت  
خدا ہی کی حیثیت  
ہوتی ہے کہ کعبہ کی

شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نماز کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اسلئے کہ انسان کے لئے کئی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور ان جہتوں کے نام یہ ہیں کہ تیسرے و ستھے بائیں۔ اور نیچے پس اگر اسے اختیار دیدیا جائے کہ جہر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف ایک سو ہو جائے اور اپنے خیالات کو مجتمع کر کے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اسکا جی پریشان ہو جاتا اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہتا کہ کہ ہر شے کروں کہ ہر نہ کروں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لئے لائق ترک کوئی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہو جائے۔ پس خدا نے بنظر مطلق انسانی عقل و فطرت کا ایذا کر کے کعبہ مکرمہ کو مقرر کر دیا کہ اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑھ جائے کیونکہ خدا نے اس قلعہ میں کو مشرف و مکرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر معظم و مکرم بنا دے اسلئے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علی الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنی خدا کا گھر نام رکھا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اس سے بالکل پاک و منزہ ہے لیکن اس تعین سے مقصود یہ ہے کہ نماز کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اسکے جی کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اسنے تمام چیزوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے امید ہے کہ اسکی دعا حاضر و مقبول ہو جائے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ نماز اور جو کچھ کہ نماز میں شل رکوع و سجدہ وغیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اسوقت منہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اس سے مقصود جناب باری تعالیٰ ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں اسلئے کہ جو شخص خدا پناہ میں رکھے اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اسکی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی ہے اس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا نہادھ کی ناواقفی پر مبنی ہے۔

نماز کے گھر سے  
شروع ہونے والا  
شروع کرنے والا  
ہاتھ اٹھانے کی

پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکریم سے شروع ہوتی ہے اور اس سے مقصود بندہ کا اللہ اکبر کہنا ہے اور اسوقت نماز اگر مرد ہو تا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتی ہے اللہ اکبر کہنے میں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اس طرح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسکا مولے جسکے سامنے وہ حاضر ہونے کو ہے تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اسکی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے مولے کے سوا خواہ دنیاوی تعلقات ہوں یا اخروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کر کے اس کے حضور میں حاضر ہو اور دونوں باتوں



کے ہٹا دینے ہی وہی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کر کے پیچھے سے جو اس کے سامنے ہو ہاتھ کھینچتا ہے گو یا کہ نمازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء کی آنکھوں کے روبرو حاضر ہیں اور یہ کہ اگر خدا جل جلالہ اشیاء سے بڑا ہے وہ ان سے بڑا ہوتا ہوتا ہے اور یہ کہ ہاتھ ہے کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اسی کو اختیار کرتا ہوں اور انہیں اپنی ساری مرغوبات کو چھوڑ دیتا ہوں میں تو اسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا بچتہ قصد کر چکا ہوں کہ خدا کے خلاف بھلے کانوں تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنی جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ ذرا گھٹا ہوا ہے گو یا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبان حال سے بیان کرتے ہیں علاوہ بریں عورتوں کے یہ محض شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانا کافی سمجھ جائے نہیں ان کے پردہ کی ہی رعایت ہو جاتی ہے پھر بندہ تبکیر کہہ کر غلام کی طرح اپنے مالک کے سامنے نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اس کی نظر ہے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے وہ دو قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ہٹنے پاتا ہے نہ ادا ہو کر ادا ہو جاتا ہے۔

اسکے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دعا پڑھتا ہے جس میں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے برائت بیان کرتا ہے۔ پھر اسکی تعریف کرتا ہے اسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیکر اسکی سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اسکی وحدانیت کا مفہور و ناس ہے اسکو یوں سمجھیے جیسے کہ باوجود اسکی عظمت کا ہر نبی و اسطیج خدا سے ہی عرض کرنے کے وقت اسکی رعایت کی گئی پس تکیہ گو یا درگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے وقت آداب بجالانا ہے اور یہ دعا گواہی دیتی ہے کہ خداوندی کے لیے ہر جو کہ انسان شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اسے یہی فکر رہتی ہے کہ کس طرح اس کے دلیں و سوسہ ڈالکر خدا سے عرض و معروض کرنے میں جی نہ لگے دے اور اسے پریشان کر دے ایسے شیطان کی دعا اور سے بچنے کے لیے اعدو باطنی شیطان الرجیم پڑھتا ہے یعنی میں اس مرد و شیطان کے شر سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہوں۔ اس طرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ مانگ کر در اس کے دل کو سہارا ہو جاتا ہے اب خدا سے عرض و معروض کرنے کا وقت آ پہنچا ہے چنانچہ وہ چشم انداز پر سرور و فاتحہ پڑھتا شروع کر دیتا ہے اس کے پڑھنے سے جن امور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اسکا بیان یہ ہے کہ پہلے تو وہ خدا سے توسل حاصل کر نیکے لیے نہایت ہی شریف وسیلہ کو ذکر کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اسکا نہایت ہی با عظمت اہم مبارک ہے کہ اُس کے سوا کوئی اُس کے ساتھ موسوم نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جس کے اعتبار سے اسکو اس بات کی نہایت احتیاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدق میں اسکو طرح طرح کی نعمتیں عنایت کرے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی امید کی جاتی ہے۔ ایسے اپنے رب کی تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ جن و جہنم میں سے نہایت و بے پایاں رحمت والا ہے گو یا کہ یہ اشارہ ہے کہ اُس کی دعا مقبول ہونے کے لیے سوائے خدا کی کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پہر جسبہ نہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی نعمتوں کی وسعت خصوصاً اسکے پرورش کرنے کے احسان کو کہ جو ابتداء سے پیدا ہوا ہے اور وہ دعا یہ ہے سبحانک الہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک ۱۲ مترجم ص ۱۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی حکمت ۱۳

اُس پر ہوتا رہا خیال کر کے اُسکی ذات عالی کی جو کہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ محامد کی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُس کے کامل احسان کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُس کو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھ کر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر یہ دیکھ کر کہ بہتیرے لوگ اُسکی اُس نعمت کی بقیدری کرتے ہیں اور اُس کا کما حقہ شکر ادا نہیں کرتے اور اس خوف سے کہ کہیں اُس کا بھی انہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہو کر انہیں اُنکے لئے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ منہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری کجی رحمت کے سوا ان لوگوں کا کوئی کار ساز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خیال کر کے کہ بعض لوگ ایسے ہی پائے جانے ہیں کہ جب ان پر احسان ہوتا ہے تو زیادہ اتر لے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُنکے ساتھ دل نہ بڑتا جائے اور ان کی تادیب نہ کی جائے اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ایسے اُنکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و خیر کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جسطرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی امید کرنا چاہیے اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرنا بھی زیادہ رہے۔ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُنکی خدمت کا ہونا بہت شکر ادا کرنا شروع کرتے وقت ضروری امر نکالنا کہ اول تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے ایسے اپنے اُن موجد بہانیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو میں کرتا ہے جن میں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کر کے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ انہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اُسکی عبادت ہی خدا کی دگاہ میں مقبول ہو جائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی شریک ہیں ایسے وہ اپنی عبادت میں کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لیے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اس موقع پر اُسکی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کر کے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُس وقت وہ کچھ کر سکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کرے اُسکے دل میں اُسکی غیبت پیدا کر دے اور سارے موانع دور کر دے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اس لیے وہ اُس سے مطہر و مدد کا طلب گار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُس سے مطلوب نہیں۔

پھر تعبیر کا خیال کر کے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ رستی کے ساتھ کیے جائیں اور انہیں کچھ دی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہِ رست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہِ رست کو پالیا اور اس طرح سے وہ فائز المرام ہو گئے اور بعض عمل میں کج روی کو دخل دیکر خدا کے مور و غضب بن گئے اور بعض نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اس طرح سے حق سے ہٹ گئے پس نازی کو راہِ رست کی درخواست کے بعد یہ غیبت بھی یہ پڑا ہوئی کہ یہ جی

عہ یہ الرحمن الرحیم کی حکمت ہے ۱۱ مترجم عہ یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عہ ایک نغہ دایا کہ تعین ۱۲ مترجم عہ یہ ابنا الصراط المستقیم کرنے کی حکمت ہے ۱۳ مترجم عہ یہ صراط الذین نعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۴ مترجم عہ یہ غیر بغضب علیہم سے مراد ہیں ۱۵ مترجم عہ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں

انہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ اس فریضے پر  
 ہی ان کے انوار و عزت سے خوشہ چینی کر کے بہرہ یاب ہو سکیں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہو ناچار  
 کہ جو اسکو راہ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس گویا نازی یون  
 کہتا ہے کہ رب میں اپنے موجد بہائیوں سمیت تجھے اسی فرقہ کی راہ درست کا طالب ہوں جس پر تو نے عقیدے اور عمل  
 کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی انہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر ان کی نیک صحبت کی برکت سے  
 کامیاب ہو جائیں اور ان لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جن پر اسوجہ سے کہ انہوں نے بُرے عمل کیے تو غضبناک ہوا اور جو غلط  
 عقیدوں کی وجہ سے راہ درست سے بہک گئے اے ہمارے رب ان لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا کہیں ہم بھی اسی  
 آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر انہیں کی طرح ہر کوئی نقصان اٹھانا چاہیے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اس دعا کو ختم  
 کرتا ہے چنانچہ اسی لیے وہ اس موقع پر لفظ تین کہتا ہے یعنی اے رب اب ہماری دعا کو قبول کر لے کیونکہ تو نے تو اپنے بندوں  
 کی زبانی مجھے وعدہ کر کے نہیں میدوار بنا رکھا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے کہ دعا کر نہ والے کی بہت جلد سن لیا کرتا ہے  
 پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طلب سے کوئی شخص علاج کراتا ہے تو اس کے لیے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اسکو استعمال کرتا ہے  
 اور اس کے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اس طرح پر یہاں بھی بھیجے کہ بندہ کا خدا سے راہ درست کی رہنمائی کا طالب  
 ہو نا گویا کہ اپنے نیچا اعمال اور بُرے عقیدوں کے امراض کے لیے دوائے شافی مانگتا ہے پس گویا خدا کی جانب سے اس کے  
 جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہمارا علاج یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور میں سے جو کچھ پڑھو اس سے تم کو  
 شفا حاصل ہو گی کیونکہ یہی کلام اسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق و شرک و ریا کبر حسد کینہ وغیرہ سارے مضر کو صحت  
 حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ انہیں کافی طور پر لائل بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اسے پڑھو گے تو  
 تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائے گی اور تمہارا مرض زائل ہو جائیگا۔ اسوجہ سے نازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو ہر  
 مرض بیان کرنے کے ہی اپنے طلبیب کی بتلائی ہوئی دوا ہے طور پر قرآن میں سے توڑا بہت اسکے سو اچھا اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے اب  
 اس دوا کو استعمال کر کے یعنی کلام اللہ سے کچھ پڑھ کر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا کی واقفیت و شفا حاصل  
 کرنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے مولے کا محتاج پاتا ہے اور یہی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضہ قدرت  
 میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے ہی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لیے اپنے مولے کی بڑائی بیان کرتا ہوا اسکے سامنے جھک جاتا  
 ہے اور اسی کو رکھتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں اپنے با عظمت مولے کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جس کے سب محتاج  
 ہیں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اسے اپنی ہیئت سے ہی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اس کی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار  
 ہی کر لیا اس کی عظمت و جلال کی تعظیم ہی کر چکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنے کے لیے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جس نے کہ دوا  
 شافی عنایت کر کے اس پر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور  
 اسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ لوگوں کی مستیابی ہے اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو  
 اس کی تعریف کرتا ہے وہ اسے ہی سن لیتا ہے۔ پس اسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لیے وہ سبح اللہ ملن حمدہ کہتا کرتا

فہم  
 فاتحہ کے ساتھ  
 ضم سواری  
 حکمت ۱۱

فہم  
 رکوع دوم  
 جو کلمات  
 مذکور ہیں  
 ان کی حکمت ۱۱

یعنی جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا کی سن لیتا ہے۔ اور پروردہ اپنی تعریف و حمد اللہ رب العالمین کو پیش کر دیتا ہے۔

اسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ابد تک ہی اطاعت اور عاجزی کرتا رہے گا  
بھی سرحدوں میں سے ایک حصہ ہی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اس موقع پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے  
رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پر میں کو نسا کام  
کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان و نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن بہلا جہ  
بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑے تیرے مقابلہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو ہوتا  
ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا چہرہ ہے تیری عظمت و جلال کی تعظیم کرنے کے لیے زمین پر تیرے سامنے رکھ دوں اگرچہ  
میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی و عظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے  
موسے کی تعظیم کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اس کے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے اور سجدہ  
میں اپنے کو نہایت ہی سچی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اسے یہ حالت اپنے ایسے موسے کی تعظیم کی غرض سے اختیار  
کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اس لیے وہ نہجان زبانی اٹھنے کہنے لگتا ہے یعنی میرا رب جو جملہ چیزوں سے عالی ہے تمام  
عصیوں سے پاک ہے اور پر یہ خیال کر کے کہ اگر وہ تمام عمر ہی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب ہی اس کی تعظیم کا پورا پورا  
حق ادا کر کے سبکدوش نہیں ہو سکتا اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اٹھا لیتا ہے گویا وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ  
اس کی عظمت و کبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم و تکریم سچ ہے اس کا کماحقہ کوئی حق ادائی نہیں کر سکتا پر سجدہ سے  
سر اٹھانے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف و بزرگی کی حالت تھی اور ابھی تو اس مقصد عالی سے  
میرا مدد حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور یہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بخیلی کی وجہ سے ایک سجدہ ہی نہیں کیا تھا خدا کا شکر  
ہے کہ مجھے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا یہ کچھ شیطان کے خلاف ہے اس بار گاہ عالی میں اپنے موسے کی عظمت ظاہر کرنے کے  
لیے سر کو سجدہ میں رکھ دیتا ہے اب بعد اسکے سجدہ سے سر اٹھا کر نادانے بقیہ اعمال و افعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا  
اور اسی طرز سابق سے جس میں کہ طرح کی کھیتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی ناز کی تحیل کے درپے ہوتا ہے اگر ان سب کا کیا  
کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری عبادتوں کی بجا آوری کے لیے  
اس بار گاہ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہو کر غلاموں کی طرح باادب و وزان و بیٹھ جاتا ہے اور اپنے موسے کے حضور میں جو کہ  
آسمان کا مالک ہے اہمیات بند و صلوات و لطیبات کو کمر تخت و سلام عرض کرنے لگتا ہے ٹیک سیطر سے جیسے کہ اس کی  
دربار سے باہر آتے وقت آداب بجا لایا کرتے ہیں اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو یاد کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اس کو  
اس بار گاہ عالی میں باریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ کے لیے برکت و رحمت کی دعا کرتا ہے  
اسی لیے اس موقع پر سلام علیک ایما اپنی جبرستہ و برگزیدہ کتاب ہے پر اسے یہ غیبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے  
اسے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب کیا ہے وہ اس کو اور اس کے موجد بہائیوں کو امن و امان میں یہی رکھے پس وہ اپنے  
کہاں کس غربت کو خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پر اسے اپنے ان بہائیوں کی یاد آتی ہے جن کی عبادت کے ساتھ ملا کر اس نے اپنی

مسجد احمدیہ  
اسکے شہر  
کی حکمت ۱۲

مسجد احمدیہ  
جن چیزوں پر  
وہ غفلت ہے  
سب کی حکمت ۱۲

عبادتِ خدا کی درگاہ میں بامید قبول پیش کی تھی اور اسوجہ سے نکاح حق اُسکے اوپر کسی قدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ  
خدا نے جو کچھ نعمتیں انہیں دی تھیں اُسکے لیے ہی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور وہ علیٰ عباد اللہ الصالحین کو اور بڑا دینا ہے ہر  
گویا کہ یہ بات اُسکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ نعم حقیقی خداوند تعالیٰ ہی اور اس پہلائی تک جتنکے ذریعہ سے رسائی ہوئی ہے  
وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے پس صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے اعتبار سے بچتا ہوئی  
شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اٹھا کر کسی بچائی کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقادِ قول و فعل جملہ اعتبار سے موجود رہے  
اور اس میں یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ محبوبیت کے لحاظ سے وہی یکتا خیال کیا جاسکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار  
سے ہی فرد ہو۔ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت  
کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور شہدان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد عبده و رسولہ کہتا ہے۔  
اب اسکا اسبات کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبے والوں پر خلق کی رہنمائی کے  
بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جس طرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُنکے گمراہ والوں پر پستے لوگوں کی رہنمائی کے  
عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کر کے کہ اُسکو خواہ و نبوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کی طرف  
احتیاج ہے ایسے اپنی حاجتوں کے لیے بھی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اسبات کا وقت آپہنچا ہے کہ اس بارگاہِ عالی سے  
باہر اگر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش و غیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے ذمہ ضروری  
کر دیا ہے کیونکہ اُسے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہو کرتے ہیں اور وہ اشیاءِ پذیرِ رب  
اپنے سبب ہی کے حامل ہو کرتی ہیں۔ ایسے اس درگاہ سے وہ اس طرح علیحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اسی طرف رہنے  
دیتا ہے اور فرقہٴ چہرہ اوہر اوہر ہیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھ کو ضرورت نہ پیش  
ہوتی تو اس بارگاہِ عالی سے کبھی جدا نہ ہوتا اور اسکی محرابی کا صدر نہ نہٹاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوتا  
اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا۔ اُس سے دعا مانگنا۔ اسکی تعظیم کرنا۔ اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی سے پیش  
آنا ہیں۔ اب وہ اپنے سلمانِ بہائم اور فرشتوں کی طرف بھی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تھا۔ اُسلام علیکم ورحمۃ اللہ

منہ  
نازجہ جگہ نہ  
انکے خاص  
خاص اوقات  
میں ادا کی  
جائے گی  
حکمت ۱۲

کبھی کہ متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔  
پھر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مرکزِ زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا ہی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواسِ احسان کر  
مستعمل ہوتے ہیں مرنے ہی کی شکل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اُسکو اس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اٹھا کر کیا اور  
اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر بلائے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اسکی قوتوں میں ضعف ہو چلا تھا اس فنڈ سے  
اسکی تلافی کر دی کہاں تو وہ بالکل تھکا ماندہ سویا تھا اور اُٹھنے کے وقت اسکا سارا کسل دور ہو گیا طبیعت خوش اور ریشاش ہوئی  
علاوہ اسکے خدا نے اُسکو سونے کی حالت میں تمام مزدی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اسکا کھانا بخیر ہضم کر کے اُسکو دیا  
عجیب و غریب صورت سے جسکے سمجھنے میں عقل چکر میں آ جاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا پتہ ہی نہ لگا کہ فعلِ انہضام  
نے کیونکر انجام پایا اور اُس سے اُسکو کیا کیا فائدے ہوئے اور کون کون سی مضر چیزیں منع ہوئیں اسکی غایت درجہ کی کوشش تھی

کہ اُسے کسانا ٹھکرا دیا تھا اور اس طرح سے اُسے کمانے کی لذت حاصل کر لی تھی جسکے بعد ہضم وغیرہ کا خیال ہی اُسکے دل میں نہ گذر رہا تھا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بھی بہت سارے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بیشمار نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتیں ایسے اُسکے ذمہ یہ بات ضروری ہو گئی کہ بیدار ہونے کے ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب آدھا دن گذر جاتا ہے اور خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہو رہے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تاکہ اُسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن کر دیتا ہے اُسکے جو اس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنگے ذریعہ سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اُسپر کسب معاش کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اُسکو غذا مل چکی ہے کوئی کمان تک بیان کرے اسکے علاوہ بھی بے انتہا احسانات خدا کی جانب سے اُسپر ہو رہے ہیں اُسوقت بھی اُسکے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب دیکھتا ہے کہ دن چلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اُس نے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُسوقت بھی اُسپر اس خدمت کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن ختم ہو گیا اور رات آچکی ہیں کہ اُسے راحت نصیب ہوگی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اُسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا تو اُسپر اُسوقت بھی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پھر متوجہ ہو جائے جو کہ اُسکے لیے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ نماز مغرب ادا کرتا ہے پھر جب چاروں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سونیکا دقت آتی ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح سے لیکر اب تک اُسپر ہوئی ہیں اُنکا شکر ادا کر سکا اور جو کچھ عبادت اسنے کی ہی اُس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا ہے کہ خدا کا اُسوقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اُسکی بیشمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور وہ بھی اُس حالت میں جبکہ اُسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں رہتا ہی نرم بچھونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اُتنا ہی ادائیگی پورے طور سے شکر ادا کر کے سکندہ دیش ہو جائے ساری عمر صرف کرنے پر ہی لگن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات و دن بلکہ ہر لمحہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اُسکی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی رہا جائیگا پھر یہ کہ جسے کہ خدا نے اُسے شکر کے لیے جو نمازیں ضروری پھرائی ہیں تو اُس شخص کے لیے جو مسافر نہ ہوں نہیں سکتیں ہیں وہ دن کو اور وہ رات کو اور مسافر کے لیے تخفیف کر کے جو وہ کہیں کر دی گئی ہیں چہ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا وقت ہے اور آٹھ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں مسافر ٹھہر کر تاکہ اُسے ان پنجوقتہ نمازوں کے ساتھ کچھ اور نمازیں ہی مقرر کی ہیں کہ جو واجب تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ اسلام نے اُسکے ادا کرنے کا اس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچھ نقصان رہ گیا ہو تو اُسکے ذریعہ سے وہ پورا کر دیا جائے اور ایسی نمازوں کو سنت کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کر کے اسیں نیکیں سنت علاوہ اُنکے اور مقرر کی ہیں تاکہ اُسکی نمازوں کی اور زیادہ تکمیل کر دی جائے۔ یہ تو چھوٹا اگر ایسی نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدہ سے اور بھکتیں نظر میں لگی مثلاً

اُسے لوگوں کے نفوس مہذب ہوتے ہیں خصوصاً جابروں اور حکمرانوں کے نفوس جو کہ زمین سے اپنے دامنوں کے چو جائے  
 ہی ناک پڑھاتے تھے اور اس سے ہی انہیں عار آتا تھا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی  
 عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور ان لوگوں کو جو کہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کہاتے ڈالتے ہیں اسی بہانہ سے اپنے پر  
 کرنے والے اور اپنے نگہبان کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس خدمت گذاری کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کھڑے ہوتے  
 اور اس امر کی اطاعت اُنکے ذمہ ضروری نہ کر دیتا تو دن تو دن سالہا سال تک بھی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی  
 کہ انکا کوئی خدا ہی ہے جسے انہیں حساب دینا ہو گا اور وہ انکی حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس امر کی شہادت  
 کے لیے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اس غفلت میں پڑ کر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بن جاتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث  
 ہوتے ہیں علاوہ بریں نماز کے وقت از سر نو توبہ کرنی ہی نصیب ہوتی ہے اسی موقع سے اس راز کا بھی پتہ لگتا ہے کہ نماز  
 بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملائے گا کیونکہ ذکر و تعب ہے اور بے شرمی کی باتوں سے کیسے باز رہتی ہے جیسا کہ قرآن شریف  
 میں نماز کی نسبت واقع ہوا ہے۔

اب یسوعی جماعت سے نماز پڑھنے اور تمام اعمال نمازیں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا سختہ سٹے اور وہ یہ  
 کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہو جائیں جیسا کہ ہم سرداران لشکر کو دیکھتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں  
 سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت انکا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اپنی فوجی رعایت نہ  
 کر سکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنے ہیں  
 اور اس محنت کو فارسیوں کے سپہ سالار رستم نے خوب ہی سمجھا تھا جبکہ اُس نے صحابہ کو دیکھا کہ اپنے پیشوا کے پیچھے نماز پڑھتے  
 ہیں اور ساری حرکات و سکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچھ اُس نے کہا تھا  
 وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہو جاتی ہے اور اس طرح سے  
 آپس میں محبت و ہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اسی لیے اس امر کی اور عبادتوں میں بھی رعایت مد نظر رکھی  
 گئی ہے اور یہ کام اس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لیے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد  
 میں پانچوں وقت نماز پڑھنے جایا کریں اسی طرح اہل شہر کو بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جامع  
 میں جمع ہو جایا کریں۔ رہی عید الفطر و عید اضحیٰ کی نماز اُسکے لیے شہر تو شہر اس کے قرب و جوار تک کے لوگ بھی سال میں  
 دو بار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کر دی گئی ہے کہ انہیں سے خدا جن جگہ معتقد  
 دے وہ تمام عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لیے جمع ہو جایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے  
 اہل شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں کے لیے ان دینی مجموعوں سے بعض بعض میں یہ بھی مقرر کیا ہے کہ انکا پیشوا  
 لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھے جسے اُنکے سامنے کچھ تقریر بیان کرے جس میں انکو نصیحت کے مضامین سنائے نازیبا  
 اور سب سے زہر و توہین کرے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُنکے لیے لائے ہیں اُسکی انہیں یاد دلانے

فہم  
 جماعت سے  
 نماز پڑھنے  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز

فہم  
 جماعت سے  
 نماز پڑھنے  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز  
 اور یہی چیز



اور ان لوگوں پر یہ ضروری ہے کہ خاموش ہو کر گوشِ دل اُسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگ اسوقت کیسے چپ چاپ کہنوں کے بل سر جھکائے بیٹھے سنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ انہیں سے کسی بات کی تحسین کے لیے کوئی تاکیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے قبح ثابت کرنے کے لیے ٹھکر ٹھپے وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے اُنکی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود سے قدم باہر نکالنے لگے و اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا تو سب کو چاہیے کہ اُسکی بات تسلیم نہ کریں اور ہر اُٹے و ادنے کو مہات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اُسکے قول کی تردید کر دے۔

چونکہ نماز میں کثرت سے فائزے پائے جاتے ہیں اسی لیے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے جس ترک کر نیوالے کی بہت سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت دونوں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے یہاں تک کہ نماز کا ترک کرنا ہی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے اس موقع سے ان لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پردائی کرتے ہیں چونکہ کابلی لے نہیں گئیں کہ یہاں ہے باشیطان کا اُن کے دل و لہجہ پر تسلط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے انہیں نماز کی واقعی غیبت نظر نہیں آتی اصل مغرور کو جو بڑے پرست کو لے بیٹھے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اُسکے ترک کرنے کی وہی تباہی و جہنم نکالا کرتے ہیں اور بے مغول عزت کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کابلی کی کیا پروا کرتا ہے اُسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے ان کم ہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اسے نادانوں تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو گئے یا نہیں اُن فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا ہی حاجت باقی نہیں ہے نہیں خبر ہی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لیے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اُسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب رہو اچانک تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہو گئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اُس کے سامنے از سر نو توبہ کرنی اور اُسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو۔ اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں ان فوائد کی ہی پروا نہیں ہے جو بحیثیت نماز باہم اپنے بہائیوں سے مخالفت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت بڑھتی ہے آپس میں ہمدردی قائم ہوتی ہے اس کے علاوہ ہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو سمجھتا ہوں خیال نہیں کر سکتا کہ تم ان سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہو جاؤ گے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر بکر باندہ لو یا یا نادانی سے اس کے ہی قائل ہو جاؤ تو بات ہی دوسری ہے اسوقت میں نکو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا منتہا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہو سکے۔

یہ وقت تو تمہاری حالت بالکل ان بیماروں کی سی ہے جنکو کہ کوئی خیر خواہ طبیب کوئی علاج دے کر اسکی استعمال کا حکم کرنا ہو اور وہ طبیب سے یہ کہہ کر اسکی استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا آپ کو تو اسکی کچھ ہی حاجت نہیں ہے گویہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اُسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی حائل تصور کر سکتا ہے کہ ان بیماروں کو یہی ضرورت نہیں ہے یہی اس سے بے نیاز ہو گئے ہیں ہرگز نہیں بس صاف ہی سمجھا جائے گا کہ بیماری کی وجہ

نماز کے بارے میں  
اور جو لوگ  
اسی سے  
چاہتے ہیں  
اُنکے فائدے  
نہیں ہوتے  
اسکی تہذیب  
میں نہ ہوتی  
ہرگز نہ  
مستغنی نہ ہو

سے انکی عقل جاتی رہی ہے اور ہڈیاں بکسے ہیں۔

ناز ترک کر کے اُسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ تم ناز کیوں نہیں پڑھتے اگر اسوجہ سے ناز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو ناز کے بارے میں جسے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھ کر اور کولسا گناہ ہوگا بلکہ اسوقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تم نے ناز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی ہی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو بھلا سوچو تو یہی کہ دن رات میں چومیں گھنٹے ہوتے ہیں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو نام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف ناز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تم سے ادا نہیں کیجاتی حالانکہ انہیں کچھ بہت زمانہ ہی نہیں لگتا ساری نازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقل مندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹے تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر ہی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کر کے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے امتنی و بیزہی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

بھلا تیل و تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو یہی تمہاری ان عقلوں کا نتیجہ ہے جتنی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا نہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کر نہیں بند نہیں ہو تو تم سے بھلائی کی کون امید کر سکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بن جاؤ تو تمہارے انصاف کی کس قدر توقع ہو سکتی ہے۔ اور اگر تم ہمارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حافت پر کسے اطمینان ہو سکتا ہے اور یہ وقت کہ تم نے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرا دیا تو مسلمان اپنے بہائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کر سکتے ہیں ناز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اس کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے ہی شرم نہیں آتی جتنکا کہ یہ قول تھا کہ ناز میں میری آنکھوں کو ٹنڈنگ حاصل ہو کر تھی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور ناز پڑھنے میں انکی جان نکلتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ انکے برابر کوئی عقل مندی نہیں بڑے صاحب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں ناز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اسوقت انکی ساری عقل مندی جاتی رہتی ہے ناز کے فائدے انکو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں میری سمجھ میں تو اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتی کہ انکو خاص کر ناز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہو گیا ہے اور اسیں تعجب ہی کیا ہے جنون کی بہتری قہیں ہیں ایک قسم یہی ہے۔

ان لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب انکے ساتھ کچھ شیئر والے ناز پڑھنے لگتے ہوتے ہیں تو وہ لوگ ناز سے ایسے گہرا تے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بہا لگتا ہو اس عقل مندی پر ہی

فرومانگی کی باتیں شرم شرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا ہی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اسکو اس حالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اسنے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اسکی نظروں میں اسکی کیا وقعت رہیگی یہی خیال کرے گا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکی شہادت قبول کی جائے یا اسکو عادل سمجھا جائے بالکل اسنے درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اسے اطلاع نہیں اسے سب کچھ معلوم ہے بات یہ ہے کہ کبھی نے کبھی رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلوٹا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی پٹی بڑھاتا ہے اس بے نازی شخص کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسکے مسلمان بہائی اگر کسی وجہ سے اسکی اس ناشائستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا دل میں اسکو وہ نہایت ہی برا خیال کرتے ہیں اگر انکو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور کہیں کہ بے نازی کمزور دین والا یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو اناتید و اتالیقہ راجو پڑنا چاہیے پھر اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اس شخص پر جو مالدار ہو ذکوۃ دینا واجب قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بہر میں یکبر تہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دیدے یا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں تپ سے نہ جانے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہو تا رہے بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں۔ پھر جو یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر کے امید دلائی بنا دیا ہے اور ذکوۃ کی مقدار مقرر کی ہے اس میں یہ بات مد نظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا ادا کرنا گراں نہ گزرے اس لئے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت برآری بخوبی ہو جائی کرے اور حاجت دہن بڑے نہ ملیں۔

ذکوۃ ادا کر نہیں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجت مند کی کار برآری ہوتی ہے اور دولت مند کا نفس پاک ہوتا ہے اور بڑے داد و بخش کے ساتھ جہاں اسکا درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے ہفت پدیا ہوتی ہے وہاں اس بات کا بھی امتحان ہو جاتا ہے کہ دیکھیں ذکوۃ دینے والے کو خدا کی کتنا تک محبت ہے کہ محض اسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب ہے کو وہ اپنے پاس سے جدا کیے دیتا ہے اب اس موقع سے ایذا دار کو ضرور پتہ لگ گیا ہو گا کہ ذکوۃ ساقط کرنے کے لیے جہاں کتنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کہ نہ صورت میں ذکوۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہو جاتے ہیں پہلا بتلایے کہ جب صاحب قدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی سچا رے کی کار برآری ہو سکتی ہے یا خود وہ دو تہ مذموم نخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اس نے اپنے پاس جدا نہیں ہونے دیا۔ اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے مسلمانوں پر سال بہر میں ایک ماہ کے روزے ہی فرض کیے ہیں اور روزہ کے معنی یہ ہیں کہ دن بھر کمانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل احتراز کیا جائے اور اس میں بشیار فائدہ پائے جاتے ہیں بڑی بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی وجہ سے نہایت ہی مذہب بن جائیگا اور اسے عقل کو پورا تسلط ہو جائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اسے

ذکوۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ ذکوۃ ادا کر کے اسے اللہ کی طرف سے عطا ہونے والا ثواب ہے اس پر عمل کرنا چاہیے

روزہ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ روزہ دار کو اللہ کی طرف سے عطا ہونے والا ثواب ہے اس پر عمل کرنا چاہیے

معلوم ہو جائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اسی کا محکوم ہو کر رہنا پڑے گا تو اسے ان چیزوں کے ارتکاب کو نہیں جو نقصان رساں ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کر دی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے مایوسی ہو جائے گی اور گویا کہ نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاء خورد و نوش کے کمانے و پینے کے بارے میں جو کہ روزہ دار ہی کی ملک تھیں اور اپنی عورت سے صحبت کرنے کے معاملہ میں جس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہی نہ تھا عقل پر میرا کچھ زور نہ چل سکا تو اس وقت میرا قابو کون کر چلے گا کہ جب میں بلا اس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ نہایت ہی فحش امر ہے اسی طرح مجھے نشہ کے استعمال کرانے پر کونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور کرمی کی شرافت میں خلل پڑتا ہے یا دوسرے کی عورت کے ساتھ صحبت کرانے کے لیے مجھے بہکا ناکو نہ کر ممکن ہو گا جبکہ اس میں طرح طرح کے ضرر پائے جاتے ہیں مثلاً باہم حرارت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لوگوں کے نسب بے پتہ ہو جاتے ہیں بھیجہ اصیغ ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی قسم کا استحقاق نہیں تو مستحق ٹھہرے جاتے ہیں۔

پھر اگر ہم مسلمانوں کی اس وقت کی حالت کو غور کریں جبکہ اور رمضان میں وہ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے بلکل کر بیٹھتے ہیں اور ان کے سامنے غور و نوش کی چیزیں جی ہوتی ہیں اٹھا کر دل ان کی طرف کھینچا جاتا ہے انکی مشتاق نظریں ان نفیس چیزوں پر پڑتی ہیں اور پھر انہیں سے کسی کا ہزار ہی لچاٹے کہ کمانے کا اندیشہ کہہ سکتے ہیں یا پھر انکی نظریں آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی خصوصاً پر ہونے کی ہرگز جرات نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہیں گے تو اس وقت تک ضرور اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمان کو اپنے مولے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

اس موقع سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بدستنی یا خواہش نفسانی کے بندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقل رکھ سکے بلکہ اسے اپنا نام کم ہمت، تنگ پرور، کم فہم اور اپنی خواہش نفسانی کا بندہ رکھنا چاہیے اس سے تو روزہ دار عورت کی عقل و ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب قدر و کثرت اس عورت کو حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اسکا کہیں پتہ ہی نہیں لگا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک کی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس وقت بھی اسے محتاج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سیکے گا اور اسکا دل اسپر کرے گا اور خیر خیرات کرنے پرائل ہو جائے گا کیونکہ دو نعمت خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گذرنے پر ہی اسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اگر سنگی کی تکلیف کی شکایت کرے کچھ طلب کرتا تو چونکہ اسے گرسنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے پہلا اسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب گرسنہ رہنے کی قدر و عاقبت اسے معلوم ہو جائے گی تو بیٹیوں اور محتاجوں کی بول بھال کر دے کر چلا۔

اس فرق سے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدی نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں قدرت ہے اپنی عبادت حج کو ہی فرض کیا ہے اور وہ کعبہ شریف اور ان مقامات کی جو اس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی رعایت کے ساتھ زیارت کر چکا نام ہے اور ابیں جو راز اور حکمتیں باقی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلا بھی اس پر حاوی ہوئیے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی کہنے کہ ہر سال ان مقامات میں ہزاروں ہی مسلمانوں کا حج کے حیلہ سے جمع ہوتا ہے جبکی وجہ سے انہیں باہم تعارف ہو جاتا ہے

روزہ کے نہ  
رکھنے والوں کی  
تہدید اور روزہ  
رکھنے والوں کی

حج کے فرض  
ہونا اور کثرت  
ان کے ہونے

اہلقت بڑھتی ہے۔ تبادلوں خیالات کا موقع ملتا ہے۔ پہر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس۔ ہند۔ افغانستان۔ افغانستان ملک مغرب۔ بربر۔ سودان۔ جاوہ وغیرہ تمام ملک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک مقصد یعنی اپنے بڑے رحیم و کریم مولے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال اُنکو وہاں کرنا پڑتے ہیں اُنکی بہتیری سختوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان متبرک مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک بندوں اور با عظمت رسولوں پر زمانہ سابق میں گذرا ہے ان افعال کی وجہ سے یاد آ جائے جیسے کہ ابوالبشر آدم اور اُنکی زوجہ حوا علیہما السلام کا واقعہ کہ جنّت سے اُنکو زمین پر اتار دینے کے بعد اُنکے دل میں خدا نے یہ بات ڈال دی کہ اُس سے التجا کریں یہاں تک کہ خدا نے اُنکی توبہ قبول کر لی یہی طرح ابراہیم خلیل اللہ اور اُنکے بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام کا قصہ یا سیدنا ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ان سب کے یاد آئیے اس بات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ٹھکانا ہے وہ لوگ خدا کی اطاعت میں کیسے سرگرم تھے اور جب اُنکی آزمائش کی گئی تو کیسے ثابت قدم بن گئے خدا کی خوشنودی سے سر مو تجاو نہ تھیں ہونے پایا اور سب کو جانے دیجئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجئے کیسی جانچ کا وقت تھا جبکہ خدا نے اُنکو سخت اور پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو فوج کر نیکا حکم دیا اور اُس شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچھ پروا نہ کی اور اپنا آمادہ ہو گیا۔ اور اسی طرح اُس ہونہار لڑکے نے بھی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو رہنے کے لیے مستعد ہو گیا اور جب شیطان نے وادی مہی میں دوسو سڈالنا جا ہا تو اسے دفع کر دیا اور اپنا سامنے لیکر ناکام رہ گیا۔ پھر خدا نے فدیہ بھیجا باپ بیٹے دونوں احسان کیا اور اُنکے غم کو دور کر کے اُنکو خوشخبری سنادی یہی طرح ان کا لیلین کے اور بہتیرے سیدیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو ان پر ہوئے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے کام یاد کر کے اُنکی پیروی کی جانی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکھیں ان کے تقیہ افعال عبادتیں عمدہ چھلتیں کسی تھیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تھے اس سے اُنکی اقتدار کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُنکے سیدیدہ خصال اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اُنکی اس بات پر تعریف کی جائے اُنکے یلئے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے کیسے عمدہ افعال جاری کر گئے ہیں کسی کسی نیک باتیں سکھا گئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہیے اُنکی طرف سے ہونا چاہیے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے۔ تسلیم و رضا سے کام لے خدا کے سامنے ادب کی رعایت رکھے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ ان فواید مذکورہ کے اعمال ج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ ہی نہایت ہی عجیب و غریب ہے اس میں خداوندی عظمت و تقدس سے تنزل کر کے انسانی عقول و خیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور ان امور کی رعایت کی گئی ہے جنکے ساتھ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور شکوکہ اس وقت برتا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے حاکموں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی ظالم یا اذیاد پہنچا بیو اسے کے فریادی انکو حاضر ہوتے ہیں یا جب اُن کی درگاہ میں اُن کے احسان و اکرام حاصل کرنے کی غرض سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

جو کہ اعمال ج جنہر خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات و عادات کے موافق ہیں ایسے حاجیوں کے جی کو

اس بات کا خیال کہ اعمال ج کے متعلق انسانی خیالات و عادات کی نظر دہنیہ و باہوی اذیاد ہوں کے ساتھ نہ کر سکتے ہیں بہت بڑا عجز و نظر رکھنی چاہیے اور اُن کی طرف سے کسی اور کو

انہی کے ادا کرنے کے وقت اس بات کا پورا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا کی ضرورت و درگیاں اپنی فریاد سنی جائیگی اور وہ ان کی مراد پوری کر کے ان کے احسان کے ساتھ پیش آئیگا۔

اسکے بیان یہ ہے کہ لوگ اس بات کے عادی ہو رہے ہیں کہ جب بھی کوئی دشمن منہ پر چڑھ آتا ہے اور وہ اس کے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے انہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اس وقت بادشاہ کے حضور میں ان کے محلوں پر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق سب کے سب پر گندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے پر ہونے لگتے ہیں بدن برہنہ یا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اس کے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور رستہ میں جو چیزیں ملتی جاتی ہیں ہٹکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علائم ہو خدمت و شہم کے علاوہ حیوانات و نباتات کی بھی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

اور قصور شاہی کے قریب پہنچ کر ان کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور ان کے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اس بات کی اجازت مل جاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اس کے سامنے موڈ ب کھڑے ہو کر استغاثہ دار کریں ان کی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لیے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور ان کے اور ان کے بزرگوں کے اعلیٰ و ادنیٰ پر جو بادشاہ کے احسانات و رعایتیں اور مہربانیاں سابق زمانہ میں ہوتی رہی ہیں ان کی یاد دلائیں اس کے بعد جب بادشاہ انہیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کر کے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ ان کی درخواست قبول کرنے اور ان کی مصیبت دور کر دینا ان سے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیر خواہ سلطنت کے بنے رہیں اور ان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ ان کے ہمیشہ کے نیک غوازیں اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کر کے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے ان کے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہو جائے وہ بھی ان قدیمی احسانات و رعایتوں کو انہیں یاد دلاتا ہے جو کہ ان کے آباء و اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کہ بھی کہ وہ اس کی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر ان کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا گیا۔

چنانچہ اس وقت ان لوگوں کو بھی انہیں خدمتوں کے بجالاتے کا وہ حکم کرتا ہے جسکی بجا آوری ان کے آباء و اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے پائے ان کی خیر خواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور انہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ مزید عنایت کر کے انہیں اپنا ہماں بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے ان کی پرگندگی دور کر دیتا ہے ان کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اس کے باب عالی پر اس امید سے استیادہ ہو جاتے ہیں کہ اس نے ان کی فریاد سنی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرے چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ ان کو مدد دیتا ہے ان کی تکلیف دفع کرتا ہے جب ان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں ان کے وطن واپس جانے کی اجازت مل جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و جناب سے جا ملیں اب شخصت ہو چکا وقت آ پہنچا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر

ہو کر اپنے منصب کے موافق اسکی شہادت و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں نہایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اس کے لئے کہ  
 مائتوں کو بوسہ دیتے ہیں غم فراق کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار بادل درونک مفارقت چھٹکا  
 کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے بھی انسانی عقلوں کی رعایت کر کے ایک قطعہ زمین کو خاص کر دیا اور جس امر کے کہ وہ دنیا کی  
 بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے اچھا لکھا کر کے اسی قطعہ کو فضیلت عنایت کر دی اور اس کا نام  
 بیت اللہ یعنی اپنا گھر کہہ دیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اسے گھر وغیرہ کی مطلق  
 حاجت نہیں۔ اسی طرح حجر سود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست رست نام رکھ دیا اگرچہ اس کے دونوں ہاتھ ہمارے اپنے  
 ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہوں گے اور نہ ان میں راست و چپ کا اختیار قائم کیا جاسکتا ہے بلکہ اگر  
 انکی نسبت دست کا ہلال کیا جائے تو تعظیماً دست راست ہی کا ہونا چاہیے۔ پہرچہ نہ پیروان اسلام کی نسبت ہی یہ بات ضرور  
 ہو کر تھی ہے کہ گناہوں کا لشکر انہر چڑھائی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا انہیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے انہیں خدا کے  
 احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے جو لوگ ان میں سے صاحب مفقہ دریں انہر یہ امر ضروری کر دیا گیا ہے کہ اسی مکان پر  
 فریاد یوں کی سی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں انکے بال پر گندہ نظر آتے ہوں سر کھلا جو جسم خاک آلود ہو نہ بدن پر کوئی  
 سلا ہو اکیڑا ہو نہ خوشبو مہکتی ہو سارے عیش و آرام کے سامان بر طرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریاد  
 بنے ہوئے اپنی مرادوں کے بر آنے کی امید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ  
 خدا کی سرحد میں پہنچ کر کسی چیز کی بے حسی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گناس کاٹیں نہ کوئی درخت  
 قطع کریں اور نہ کسی چہرہ و بدن کے تشکار کی جرات کریں آخر کو جب اس عظم و کرم مکان پر پہنچ جائیں تو جو طرح کہ فریاد ہی  
 بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ ہی اس کے گرد پھریں اور اس کے پردے پر کڑ کر بنا طلب کریں پہر اس بابرکت پتھر  
 کو جھکا کہ نام بصلحت خدا کا دست راست رکھ دیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ انہیں کسی قسم کے نفع  
 رسائی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے۔ وہ چاہے  
 عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جھکا حال یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو  
 پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے  
 نہ دیکھا ہوتا تو تجھ کو بھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات طرب کر نیسے محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے  
 کہ شریعت محمدی کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کہا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے اس کے بعد وہ مختلف اعمال کی  
 بجائے اور کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جنکے اس موقع پر ادا کر نیسے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں  
 جیسے کہ آدم اور انکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور انکے بیٹے اسمعیل اور انکی والدہ ماجدہ علیہم السلام کے ماجرے۔

وہ  
 گھر کا نام بیت اللہ  
 اور حجر سود کا  
 پتھر کا نام بیت  
 اللہ ہے اور اس کا  
 ہاتھ ہمارے اپنے  
 ہاتھوں کی طرح  
 نہیں ہو سکتے

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مردہ کے امین سحر کرنا عرش میں بیٹھنا اس کے بعد منور نعش میں اترنا شیطان کی ناکامی  
 یاد کرنے کی غرض سے اس مقام کی طرف کنکریاں پھینکنا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو آئے وہو کا دینا چاہا  
 تھا اور پھر ناکام رہا۔ اس طرح اور اعمال کو بھی جیسے ہیں جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ اسے مقصود ان نیک بندوں کی یاد دہانی



اور اُن کی پیروی ہے ناواقف رہا تو اُسے ضرور خلجان ہوگا کہ ان سب کی محنت کیسا ہے اور اُنکے فائدوں کے تحسب میں وہ کچھ گوارا  
 دینا چاہیے جس کی سبب یہ بات آئی وہ بے شک دل کھول کر ان سب کو بجالائے گا اور اُنکے ثمرات کا نہایت شائق رہے گا اُسکی بخت  
 یہ ہوگی کہ سارے فوائد حاصل کر کے کسی طرح سے کامیاب ہو جاؤں پس خدا نے جو حاجیوں پر کعبہ شریف پہنچان اعمال کا ادا  
 کرنا ضروری ٹھہرایا ہے اُسکو یوں سمجھئے کہ پہلی مرتبہ کعبہ کا طواف کرنا تو بمنزلہ اس بات کے ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی فریادی عیا  
 کو اُنکے آباؤ اجداد کی سی خدمات کی بجا آوری کا حکم دیتا ہے اور اُسکے سامنے وہ بجالاتے ہیں تاکہ اُنکی اطاعت و خیر خواہی  
 ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ اُنکی خصلتیں ہی اپنے آباؤ اجداد ہی کے مثل ہیں یہ ہی انہیں کی طرح فرمانبردار رہیں گے۔  
 پس حاجی لوگ جب مکہ کے خاص خاص مقامات میں اُن اعمال کو ادا کرتے ہیں تو اپنے پاک طینت نیک نفس بزرگوں کی پیروی  
 کی وجہ سے سارے عالم کی پرورش کر نیوالے کی بندگی کا مضمون اُنکے دلوں میں خوب جم جاتا ہے۔  
 اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ اعمال تبدیلی یعنی بلاچون و چرا مان لینے کے قابل ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان میں کھٹیں اور فائدہ  
 نہیں پائے جاتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بظاہر یہ ایسے ہی افعال ہیں کہ جو انکو ادا کیا کرتا ہے تو گویا وہ انہیں اپنے مالک کا  
 محض حکم سمجھ کر بجالاتا ہے اور اُنکی بجا آوری کو اطاعت و فرمانبرداری خیال کرتا ہے اُسے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ اس میں  
 کوئی فائدہ ہی ہے یا نہیں وہ اسکی تقیت کے درپے نہیں ہوتا اگرچہ غور کرنے کے بعد اُنکے فوائد مخفی نہیں رہتے۔ علاوہ میں اگر یہ  
 ہی فرض کر لیا جائے کہ ان میں کوئی محنت نہیں تو اسوقت اُنکی بجا آوری سے بندوں کی جانب سے اور ہی خدا کی اطاعت و فرمانبرداری  
 ظاہر ہوگی گویا کہ بندہ اپنی زبان حال سے ان کے بجالاتے وقت یہ کہے گا کہ سارے میرے رب مجھے تو جو کچھ حکم دیتا ہے میں  
 اُنکی فرمانبرداری کرتا ہوں گو تیرے حکم کے ثمرات میری سمجھ میں نہ آویں لیکن تب ہی تیری شان عالی اور سلطنت عظیم کی عظیم  
 کی تعریف سے میں بجاتا ہوں۔ اور بندہ کی شان ہونا ہی یہی چاہیے کہ جو کچھ اُسکا مالک حکم دے بلاچون و چرا اُسے مان لے  
 اُسے کیا منصب ہے کہ محنت اور راز پوچھنے بیٹھے اور شریعت محمدیہ کا مقصد اصلی یہی ہے کہ اُسکی پیروی کر نیوالوں کی  
 خدا کے سامنے یہی حالت ہونا چاہیے اور یہ نہایت عظیم مرتبہ سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے اس دین کے پیشوا محمد مصطفیٰ صلی  
 علیہ وسلم نے اُسکو اپنے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں شمار کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں جبکہ اہل یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور  
 بندہ ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ آپ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کر نیسے ہی منع فرمایا ہے اور آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ  
 مجھے حد سے نہ بڑھایا کرو بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ خدا کا بندہ اور اُسکا پیغمبر ہے۔ خدا نے ہی آپ کی اعلیٰ درجہ کی تشریف کے موقع  
 میں اسی وصف عبودیت ہی کے ساتھ آپ کو موصوف کیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ ہی کی شان میں ارشاد فرمایا ہے اِنَّكَ عَبْدُ اللَّهِ  
 اسرے بعد یعنی جو اپنے بندہ کو راتوں رات لیکھا وہ پاک ہے پس عبودیت آپ کے لیے نہایت ہی خوشی اور شہری خوبی کی  
 بات ٹھہری۔

پھر حاجی ان خدمات کی بجا آوری کے بعد اپنے موٹے بکے مہمان نیک مقام سے میں جا اترتے ہیں اپنی پرگندہ حالی کو دور  
 کر نیسے کہ کپڑے پہنتے ہیں خوشبو لگاتے ہیں حجامت بنواتے ہیں اور اپنے عیش و آرام کی جو چیزیں چھوڑ رکھی تھیں او  
 جسے کہ پرہیز کرتے تھے پھر ان سب کو صبح سمجھنے لگتے ہیں اپنی مبارک عید کے دلوں کو خور و نوش میں گزارتے ہیں خوب ترایا

قال جبرائیل  
 علیہ السلام  
 انما  
 عبودیت  
 عظمیٰ  
 شہادت  
 علیہ السلام

وہی ہے جو  
 خدا کی  
 اطاعت  
 و فرمانبرداری  
 کا نام ہے

کرتے ہیں یہاں تک کہ گوشت بہا بہا ہوتا ہے لوگوں کے کہائے نہیں چکنا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحش و طیر ہی خوب میسر ہو جاتے ہیں اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اہل بوجہ تو نام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے پاس جو کچھ آپ دیکھتے ہیں خدا ہی نے بطور رعایت کے نہیں دے رکھا ہے ایسا جو سے عید کے دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس دن روزہ رکھنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اعراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کر کے اور خدا کی مہمانی سے فارغ ہو کر وہی عظیم مکان کا طواف کرتے ہیں گویا کہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا ان کے گناہوں اور غلطیوں کے حملہ آوروں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرے انکو مغفرت عنایت کرے اور اپنی نعمتوں سے انہیں مالالال کر دے علاوہ اسکے اپنے وطنوں کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قایم مقام ہی ہی طواف ہوتا ہے گویا اسکے بعد انہیں وہی کی اجازت مل جاتی ہے اور اس اجازت کو اس بات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ خدا نے توبہ قبول کر لی وہ نہایت مہربان ہو گیا اور اب وہ ضرور ان کے ساتھ انعام و اکرام سے پیش آئیگا نافرمانیوں کے لشکر کے مقابلہ میں انہیں ضرور مدد دے گا چنانچہ ان کے رسول علیہ السلام نے انکی خوشخبری انہیں سنائی دی ہے پر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ میں ہماری مرا و گلی ہماری ساری ملکیتیں وہ رہ گئیں۔ اب وہ اس بہت عظیم سے رخصت ہو گئی طرف مال ہوتے ہیں اور طواف رخصت ادا کرتے ہیں ان نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو ان متبرک مقامات میں ان کو نصیب ہوئیں اور جب اس سے جدا ہوتے ہیں تو ہنکایہ حال ہوتا ہے کہ انھوں سے اسو جاری ہیں دل سے کہ صدر مرفاق سے بیچیں ہو جاتا ہے وہ ہیں کہ اپنے موئے کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اسکی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اس سے کامیابی کی دعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچھلے بیروں لوٹتے چلے آتے ہیں اور اس جگہ انکی کانٹھیں یہاں تک غم ہوتا ہے کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پورے نہیں سہلے انکے دل ابدی مسرت و شادمانی سے پُر ہوتے ہیں چنانچہ اس امر کا مزہ میرزا بوریس ذکر آیا ہے ایسے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہمیں بخش دیا ہم اسکی نعمتوں سے مالالال ہو گئے ہیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کر کے ہم حکمت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں کہ پڑھنے والے ہی انکا جائیں اور ان کے مطالعہ کے لیے وقت ہی شکل سے لی سکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اسے یوں سمجھیے کہ بطور شتہ نمونہ از حوا سے سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہ رست دکھلا سکتا ہے۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کر دی ہے کہ جب انہیں قحطی تو وہ ان لوگوں سے مقابلہ کریں جو دین میں ان سے مخالفت کرتے ہیں اور انکی انذار سانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں ہوتے تاکہ وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کر لیں یا انکے مقابلہ میں سر پٹا ناچوڑ دیں اور اس مقابلے کا نام اس نے جہاد کہا ہے اور اس میں سر اسر انصاف کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں سے انصاف کے ساتھ ٹھیکے چنانچہ شریعت نے سخت مخالفت کر دی کہ کوئی لڑکے عورت۔ پیر فرات کو قتل نہ کرے اور نہ اس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت تعلقات دنیا کو قطع کیے ہوئے ہے ہاں جب کوئی انہیں سے لڑائی میں شریک



اور اسے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ رہے کیونکہ اگر انکو اسکی اجازت نہ دی جاتی اور ہر ان میں کی وجہ سے آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہو جاتی ہے تو اسوقت یہ بات کہ بعد نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلنے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کی جاتی بیعت نہایت علاوہ اسکے جب عورت بانجھ ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی یا بالکس قصہ ہوتا تو ان دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اسلئے انکو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق نہیں اسلئے طلاق و مباح مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے وہ زیادہ طرح دیکھتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہوا کرتی ہیں اور اسکا پتہ اسوقت لگ سکتا ہے جبکہ دونوں کی خصلتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوائے اسکے چونکہ عورت کا خرچ وغیرہ مرد ہی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہو جائے گا اسوقت تک اسکو چھوڑ کر کسی اپنا نقصان گوارا نہ کرے گا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف عمل ہی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہو سکتا سارا خرچ بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے ایسے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی طور پر نسبت عورت کے جسمانی ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل معاش پر زیادہ قادر ہے اور جو کچھ تقسیم اس میں دینا ہوگی وہ بخوبی برداشت کر سکتا ہے عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندر وہی انتظامات کی دیکھ بہال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں مشغول ہو جیسا کہ مرد بیرونی مصلحتوں کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اس طرح عورت جو کہ مرغوب طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر ہی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہے گی۔ یہی لیے فتنہ اور اسباب حرام کاری کے اندلوں کی خطر سے جو کہ شرعاً و عقلاً دونوں اعتبار سے قبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور انکے لیے بڑے افتخار کا باعث ہے جسقدر کہ اس وصف میں وہ کامل ہو اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں پس جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچا یا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھاتے اور سات پردوں میں چپا کر رکھتے ہیں اسی طرح پردہ سے ہی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے نہیں ہر کس و تاس نے دیکھ سکتے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچا یا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بیجا ہے جیسا کہ بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید کرنے کی مثل ہے انہیں بڑی تنگی کی جاتی ہے جس سے کہ ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے پیدائش ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مالاوف ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اسکی فطرت میں داخل ہو جاتا ہے اسکو یہاں تک پردے کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے اس اور محبت کرنے لگتی ہے اسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیسا کہ اپنی اور طبعی عادت کو سمجھتے کہ جو عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم دلائے پرانا وہ ہو جاتی ہے انکو بے شرم مہیا کر دیتی ہے اسکو انکا

عورتوں کو پردہ میں رہنے کی حکمت اور یہ کہ پردہ انکی حق میں نہیں بلکہ انکی حفاظت کا ذریعہ ہے ۱۲

ہرکاپن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اسے خوشی سے قبول کر کے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی امید وار بن جاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ لے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو جب ہوتا کہ اسے اپنی خوشی سے نہ اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں تہہ ہی نہیں ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے بدکاروں اور بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچا جاتا ہے اور یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ میں بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی ہی ہوتی ہیں جن میں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی انکی عادتیں اچھی نہیں ہو کر تیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا شکل سے خیال ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے خاوند کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کر بیگا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اس کے بطن سے پیدا ہوگی وہ بہت اطمینان کے ساتھ یقین کر لیا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اس وقت شیطان کو اس کے دل میں عورت کی نسبت دوسرے دھنسنے

کی گنجائش نہ رہے گی بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو۔ باوجود ان سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اسے دینی احکام سیکھنا ہیں اور اسکا خاوند یا اور عزیزہ قریب اسکو نہیں بلا سکتا یا اپنے بھائی بندوں سے اسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت ہی دی ہے لیکن وہی پردہ کے ساتھ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے پیمان کا باعث نہ ہو جنہیں کہ اسکی پارسائی اور پردہ پر حرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ یہی حکم دیگی کہ بیشک عورت کے لیے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے زن و شوہر دونوں کا اس میں فائدہ ہے بلکہ یوں کہیں کہ اسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اسکی وجہ سے شہروں سے فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیان پولس کو عداوت کی وجہ سے بے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکاروں کو ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کر کے لیے جمع ہو کر اس کیونکہ وہاں کے بے باک لوگوں کی خواہش نفسانی میں ہی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں پیدا ہوتا جسکی وجہ سے باہر لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہو بیٹے محفوظ رہتے ہیں بخلاف ان شہروں کے جہاں کہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بے حجاب پہرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی مینوسٹری کو حرام کاری کے لیے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروں کو اسے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اس فعل شنیع کی یہاں تک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی غذا پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونے والے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر ان بدکاروں سے جنگی شہوتیں کہ عورتوں کو گھٹا کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کر چکی ہیں انہیں خوف نہ ہوتا اور اگر وہ اسے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ انکو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ پر ہماری کچھ چلنے نہ دینگے تو وہ کہیں ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفیس اور شرم سے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے

منہ  
عورتوں کی پردہ  
اور اس کے اجنبی  
مردوں سے میل  
جول کرنے کی  
غریباں ۱۱

درعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کر کے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو بہر  
امہنیں ایسے قابلِ لامتِ فسل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ امر عجیبی واضح ہو گیا کہ عورتوں کا بے پردہ ہونا کتنا اہانتا  
ہی صغر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان ہی لیا جائے کہ عورتوں کے پردہ میں ہونے سے نقصان ہے تو بے پردگی  
اُس سے بڑھ کر نقصان مندر ہے اور ظاہر ہے کہ جس میں کم ضرر ہو اسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہو اگر تاہم ہے چہ جائیکہ  
بے پردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدے ہی فائدے ہوں جسکو ہر عاملِ مان  
لے گا۔

پہر اس فرقہ نے جبکہ شریعتِ محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور خرید و فروخت کراہیہ شرکت قرض وغیرہ کے حکم  
میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم میں بالکل حکمت کے موافق ہے اسی شخص کو یہیں ترجیح دی گئی ہے جبکہ حاجت زیادہ  
ہو اگر تہی ہے جسکے ساتھ کہ بہت ہی نزدیک کی قربت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع چرس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ امید  
ہو سکتی ہے پس انہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت ہی کامل انتظام اور بندوبست کی رعایت کر کے مقرر کیے گئے ہیں  
جس میں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور منازعت نہ ہونے پائے۔

پہر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور ان تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کے جان و مال و ہر واد عقل  
کی حفاظت کے لیے مقرر کیے ہیں پس ان سب کو انھوں نے بالکل حکمت کے موافق اور امن و امان کا ذمہ دار پایا  
بیان اسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کر چکا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پھر وہ قتل سے ضرور باز  
رہیگا اس طرح سے کم سے کم دو آدمیوں کی جان بچے گی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ قصاص  
لینے میں زندگی حال ہوتی ہے۔

عقلاً و انقیاس جسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اسکی خیانت کرنیوالا ہاتھ قطع کر دیا جائیگا تو پھر اسے چوری کرنے کی  
جرات نہ ہوگی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دہشتدوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کھٹکانہ رہیگا مایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض  
کا کیا ہوا جواب دیا ہے جبکہ اسنے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو پانچواں شرفیاں دینا پڑیں اور  
جب کوئی چوتھائی دینا رہی چارے تو اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں نہیں چلتی  
ہے اور خیانت کی ذلت بالکل ارناں ہے اور اسکی مفیدری کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھاؤ  
چونکہ حرام کاری باوجود بہت سی خرابیوں کے اس بچہ کے قتل کا سبب ہو کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ  
اسکا سبب بے پتہ ہوتا ہے اسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرنا تاکہ اسکی مدد کرے اور نہ کوئی اسکا پرورش کرنے والا  
ہوتا ہے جسکی وجہ سے اکثر مر جا یا کرتا ہے اسلئے شریعت نے حرام کاری کو نپوالے کی جبکہ وہ اپنی منکوہ سے متع ہو چکا ہے  
یہ سزا قرار دی ہے کہ تہوں سے اسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوتِ رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اسی طرح اسکا ہر  
عضو انکی سزا کا نہ رہی چکے۔ اور اگر وہ حرام کار ایسا نہ ہو تو اسوقت کسی قدر اسکو معذور رکھ کر صرف سو کوڑوں ہی پر اسکا کیا  
گیا ہے جو کہ اسکے سارے اعضاء پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بجا شہوتِ رانی کی لذت اٹھائی تھی ہاں وہ مقامات مستثنیٰ

قوانین معاملات  
روح اجاد و غیرہ کا  
شریعتِ محمدیہ میں  
نہایت حد کے  
موافق سزا جتنی  
تساوی عاتق کا ہے  
کچھ انداز ہو سکتا ہے

ف  
حدود و قصاص  
دفعہ کی حکمت ۱۱

ف  
حدود و قصاص  
انکی حکمت ۱۲

ف  
حدود و قصاص  
انکی حکمت ۱۳

ف  
حدود و قصاص  
انکی حکمت ۱۴

ہیں جنہیں ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو۔ یا اس نے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوٹوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو یہ کہ اس سے پیدا ہو سکتا تھا اور اس نے حرام کاری سے اسے ضائع کر دیا ممکن تھا کہ سو برس تک زندہ رہتا اور یہ عمر جسے کسی انسان میں جہانی ساخت اور بہتہ آہستہ نشوونما پانے کے لحاظ سے فطرتاً قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ بعض طبائک کا قول ہے کہ لیکن چونکہ زندگی بسر کرنا مختلف حوادث پیش آتے ہیں انکی وجہ سے بسا اوقات موت کے بہت سے اسباب لاحق ہو جاتے ہیں پس اس مدت سے پہلے ہی کہی انسان کی اہل آپہنچتی ہے جو اسکے لیے مقرر تھی اور وہ مر جاتا ہے اور کہی یہی مدت اسکی اہل ہو کر رہتی ہے تو وہ اس عمر کو پہنچ کر مر رہتا ہے پس جتنے سال تک کہ اس بچہ میں جبکہ اس نے حرام کاری کی وجہ سے ضائع کر دیا زندہ رہنے کی قابلیت ہو سکتی تھی انہیں سے ہر ہر سال کے مقابل میں ایک ایک کوڑا مقرر کیا گیا۔

پھر جو کہ انسان میں سو برس تک نہ رہنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ابتداء عمر میں پندرہ برس سے پہلے اسکی عقل کا بوجہ ناقص رہنے کے تکالیف شرعیہ میں اکثر اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اگر اسکی سو برس کی عمر ہو تو اکثر قرب پانچ برس کے اسکی عقل نہایت ہی ضعیف ہو جاتا کرتی ہے اس بنا پر جو زمانہ اسکی عقل کے قوی قابل اعتبار و کمال رہنے کا ہے صرف انہی برس رسیجا تا ہے پس جو شخص کو عقل ایسی چیز میں جو کہ بعد ایمان کے خدا کی نہایت ہی عظیم نعمت ہے سزا سیکر عقل اندازی کرے جس سے کہ عقل بالکل ہی جاتی رہتی ہے یا ضعیف ہو جاتی ہے شریعت نے اسکی سزا انکی کوڑے مقرر کی ہے پس گویا کہ جس مدت میں نعمت عقل پوری پوری پائی جاتی ہے اسکے ہر ہر سال کے عوض میں ایک ایک کوڑا قرار دیا ہے اور اس عدد سے شرابی کے لیے یہ اشارہ ہے کہ اسے شراب پینے والے اس مدت تک جو نعمت عقل تیرے پاس بخوبی باقی جاتی تو نے شراب پیکر نہیں دھنا اندازی کی اسی لیے جبکہ اتنے کوڑوں کی سزا دی گئی۔

پھر انسان اپنے بالغ ہونے کی مدت یعنی اکثر پندرہ برس سے پہلے پہلے جو کہ مکلف نہیں ہوتا پس آبرو کے بارے میں اسکی بے عزتی نہیں ہوتی جتنی کہ بالغ آدمی کی اسی طرح اگر وہ اپنی عمر طبعی یعنی سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ سالوں میں چونکہ اسکے شہوت و قوسے میں اتنا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت خشک سے اسکی نسبت کسی فحش امر کے ساتھ مستہم ہو جانا گمان ہو سکتا ہے اس لیے غالباً اس مدت میں ہی اسکی سیغرتی ہونا بہت ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ زمانہ جس میں کہ اسکی آبرو کی کامل طور پر حفاظت کی اکثر ضرورت ہو سکتی ہے وہ صرف انہی برس ٹھہرتے ہیں پس ایسی وجہ سے شریعت نے ایسے شخص کی سزا جو کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اسکی آبرو ریزی کرے انکی کوڑے مقرر کیے ہیں گویا کہ اس عدد سے اس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جس میں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانے والے کو گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جسکی تہمت لگا کر آبرو ریزی کی ہے اسکی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اس مدت تک ضرورت پڑا کرتی تھی اسی لیے بچہ یہ سزا دی گئی۔

پھر جو دیکھیے کہ شریعت سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تھا اور بعض میں معاف کر دینے کا شریعت مجبوعہ نے ان دونوں حکموں کو جمع کر لیا اسلئے اس نے مقتول کے ولی کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لے لے یا معاف کر دے اور معافی کو تقویٰ کے قریب ٹھہرا کر اسے اسکی ترغیب دی ہے راہ طبع پر آپ اور اکثر احکام کو پائیں گے کہ

ف  
حد شراب  
عمر واد  
انکی پوری  
حکمت ۱۲

ف  
حد زانی  
انکی انکی  
حکمت ۱۲

ف  
شریعت مجبوعہ  
سابقہ کے احکام  
کی جامع ہے  
اور اسے  
انسان کی ہر  
حالت کے  
مناصبات و فرائض مقرر کیے ہیں ۱۱



جو شرائع سابقہ میں جدا جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کر دیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہونا ہی چاہیے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے میں اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو آپس میں جمع کر لیا پھر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شروع کیا تو انکو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے چنانچہ انھوں نے دیکھا کہ اُسے کمانے۔ پینے پونے قصائے حاجت کرنے یہاں تک کہ صحت کرنے تک کے قواعد مقرر کیے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اُٹھنے بیٹھنے۔ باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیے زن و شہوم اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں یہی طرح پر تمام امور کے آداب و قواعد اُسے مقرر کر دیے ہیں جس کا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

پھر اس فرقہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ شروع کی اور بات کی تفتیش کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اس کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہا درجہ کی باریک بینی اور اعلیٰ درجہ کی تلاش کے بھی انہیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا جس کا فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ ہو پتہ ہوتا اور اس کی منفعت عام نہ ہوتی۔

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم ہی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اس کا نفع ہی تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور انہیں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صفی کہتے ہیں اگرچہ اسکے ساتھ ابتدا آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اپنے نفس کی بظاہر تخصیص کیا کرتے تھے جیسا کہ علیٰ العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اسکے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کر دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا دبا ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اس لیے کہ دو تہند اسکے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجت مندوں کو پہنچ جائے اور اس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالدار و کمو حاجت مندوں سے کہیں نہ کہیں کا ہی موقع نہ ملے اور ان کی کار برآری ہی ہو جائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دو تہند انکو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھ کر انکے دشمن ہو جاتے اس لیے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ اگرچہ تو علیٰ العموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا اس میں سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھ کر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہی بات ہے کہ جس شہر کی گنجائش نہیں متوازن طور پر یہ ثابت ہے یہاں تک کہ آپ دنیا سے ہی اسی حال میں خلاص ہو گئے کہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو ایک درہم و دینار کا وارث ہی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائداد و منقولہ کو خیر و خیرات میں صرف کر دیا اور غیر منقولہ جائداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لیے وقف کر دیا۔ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اہل و عیال کے لیے مسلمانوں کے خزانہ میں سے لینے میں آپ نے ہمیشہ مساوات کو مدنظر رکھا کہ کسی آپ نے نہ ہرگز

ف  
اس کی جلد  
حالتوں کے  
ہوئی شریعت  
میں قواعد  
آداب مقرر  
کیے گئے ہیں

ف  
غیر آپ کا ہے  
ان کے اعلیٰ درجہ  
پیش نما اور زینت  
میں جو کچھ ہے  
صلو کے حکام کا  
نفع خاص آپ کی ذات  
اور آپ کے اولاد  
ہی کا ہے اور نہ ان  
کو عام نفع حاصل

ف  
اس فرقہ کے لیے جو  
مال غنیمت میں سے  
قبل تقسیم صفی کے  
لے لیتے اور اسکے  
کو دینے کی حکمت ظاہر  
ہوئی اس کا بیان اور تفسیر  
یہ امر ہے کہ اپنی وفاق  
کے بعد یہ کیا وارث  
نہیں بنایا اور نہ اس سے  
لے خلافت کی وصیت  
کی بلکہ یہ مسلمانوں کی ساری  
پر چھوڑ دیا

ف  
رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم  
مسلمانوں کے لیے  
عیال کے بارے  
میں ہمیشہ مساوات  
مقرر فرمائی

اپنا سجدہ کر سچ نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے اپنی خلافت یعنی جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ محض مسلمانوں کی رہے  
بچھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کریں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لیے تصریحاً ارشاد  
فرما دیتے پھر کسی کو قیامت تک ہی آپ کی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور بارہ میں سب سے بڑا کہ یہ بات ہے کہ آپ  
اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ نصیحت کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہانگیر سبکین چھین اور دنیاوی منصب  
اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں۔

پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپ کی  
کفنی ہی بی بیوں کیوں نہ ہوں آپ ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں ایسے شریعت نے  
آپ کے لیے اجازت دیدی کہ جتنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کر سکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لیے اجازت  
تھی شرعاً دائود و سلیمان یا ان کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام لیکن جناب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام  
طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آئیے عاقل یا جاہل یا غیور یا سیر دی کرنے والوں میں سے کسی کے لیے  
جائز عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گو یا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں  
کی تعداد کا نسبت عورتوں کے اسوجہ سے کم ہو جاتا کہ انہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا  
پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دی جاتی تو فاضل عورتیں بالکل  
معطل اور بیکار رہیں اور بلاوجہ ان کو نسل کی افزائش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے لیکر آخر عمر تک  
وہ سبھی برس تک کیوں نہ زندہ رہے تو والد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ بچائش پیدائش  
برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اس سن میں اس کا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم یعنی وہ  
مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اُس میں باقی نہیں رہتا۔

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں ایسے کہ حاملہ ہونے بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اس کی قوتوں میں  
ضعف آ جاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اُس کے لیے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایسا  
تک باعبار اکثر کے کل بیستین برس کی مدت رہ جاتی ہے جن میں کہ عورت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر  
مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہا اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اُسے ناحق  
اپنی نسل پسلیا دینے محروم رہنا پڑتا پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے  
نجات ملتی پس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا نکتہ ہی معلوم ہو گیا ہوگا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی  
شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو وہ صورت اُسکی زوجہ کے بائج ہونے یا کبر سن کی وجہ  
اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود تو والد و تناسل کی استعداد کے اُسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا ایسے کہ وہ  
طلاق تو دے ہی نہیں سکتا تا کہ جائے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کر لیتا مگر مرد میں تو والد و تناسل کی قابلیت

نقد اولاد اور  
اور ان کا حال  
میں محض شریعت  
اور رسول کے  
صلی اللہ علیہ  
وہ وسلم کے  
چار کے بارے  
نکاح جائز و ناجائز  
والا اور جنس  
کے لیے جائز  
سے زیادہ عورتوں  
کو بیابان و تنوع  
کی اجازت  
کی حکمت  
نقد  
حاکمیت کو  
چار سے زیادہ  
نکاح جائز و ناجائز  
نقد  
نقد اولاد اور  
کی حکمت

نبوتی تو عورت کو اولاد سے معطل رہنا چاہتا ہے وہ تو فرمایا یہ دفع ہوگیں رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔

اب صرف چار ہی عورتوں کی اجازت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل کسب معاش کے معتد بہ چار ہی قسم کے ذریعے ہوا کرتے ہیں ایسے ہر ایک کے مقابل میں ایک عورت کی اجازت دیکھی گئی ایسا ہی ہو کہ صرف کسب معاش کا ایک ہی طریق وسیع ہونے کی وجہ سے باقی طریقوں کے قائم مقام ہو جائے اور وہ چار قسمیں یہ ہیں تجارت صنعت زراعت حکومت۔ پھر شریعت نے چار شاہیوں کی مسوقت اجازت دی ہے جبکہ آدمی چاروں کے ساتھ انصاف کر سکے یہاں تک کہ اگر کوئی دو عورتوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے سے قاصر ہو تو اسے دو کی ہی اجازت نہیں ہے صرف ایک شادی وہ کر سکتا ہے اور اگر کسی کو ایک عورت کے ساتھ ہی بے انصافی کا خوف ہو اور اپنے کو عاجز پائے یا نان و نفقہ دینے کی وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے ایک سے ہی شادی کرنے کی اجازت نہیں سخت ممانعت ہے۔

پھر چونکہ لونڈیاں یعنی وہ عورتیں جو کہ ٹرائی میں گرفتار ہو کر رہتی ہیں افزائش نسل سے محروم رہی جاتی ہیں کیونکہ غلام کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کر کے انکی خبر گیری کرنا ذرا مشکل امر ہے بلکہ یوں کہیے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں ایسے انکے دلونڈیوں کے مالکوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متنع ہونے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ توالد و تناسل سے بیکار نہ رہیں۔

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضائے ہے کہ وہ غلام پر حکومت کر سکے وہ اس کے قبضہ میں رہے اس پر پورا اختیار حاصل ہو پس اگر وہ اس کا شوہر بن سکتا تو چاہیے تھا کہ اس کی مالکہ بحیثیت اسکی زوجہ ہونے کے اسکی فرمانبرداری کرے اور غلام کو اس پر قبضہ حاصل ہو پس اس منافقت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور اس بدستطافی سے سارا عیش و آرام خاک میں مل جاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

پھر اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب انہوں نے اس بارہ میں غور و فکر سے کام لیا تو ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان تھو نہ بنی ہے۔ اول تو یہ کہ آپ کی عظیم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے مطیعین کا انکے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا شریعت سابقہ میں ایک مانی ہوئی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی رعایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی لفظ ہی متحجج معلوم ہوتا ہے کیونکہ علی العموم انسانی طبیعت و تہذیب امر کرنا گذرتا ہے کہ انکے بعد کوئی دوسرا ان کی عورتوں سے شادی کر لے اور اس امر کی رعایت سوائے آپ کے کسی دوسرے کے لیے اگرچہ وہ اس امت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہو اور بڑا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو ایسے نہیں کی گئی تاکہ افزائش نسل کے بارہ میں تنگی نہ ہونے پائے۔

دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا استحقاق دخل دہی کا اند اور دیا جائے کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے

ف  
چار شاہیوں کی  
اجازت کی حکمت  
۱۲

ف  
جو انصاف  
ذکر شدہ ہے  
مصدقہ شاہیوں کی  
اجازت نہیں ۱۲

ف  
صیغہ تہذیبی  
حکمت ۱۲

ف  
رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم  
کی ازواج سے  
آپ کے بعد  
جو اور ہونا اور  
انکی حکمت ۱۲

بعد نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص انہیں سے کسی سے بھی نکاح کر لیتا تو وہ اگرچہ جائزینی کے قابل ہی نہ ہوتا لیکن عام لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہہ لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو منہا رے رسول کی زوجہ موجود ہے اسوجہ سے مجھے اور و نیز بی بی محال ہے اور بیشک میں خلافت و جائزینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپ کی زوجہ مطہرہ کو بی بی اولیٰ ارادوں میں عام لوگوں پر چاؤ نادان ہوا کرتے ہیں فتح حاصل کرنے کے لیے اڑھینا لیتا۔ اور یہ بات کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ برابر دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی مکی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اس کے مرئی کے بعد شادی کر لی تو وہ اس حیلہ سے ملک پر قابض بن بیٹھا جسکی تاریخ شاہد ہے۔

میں سے یہ کہ اگر اسکی اجازت ہوتی تو آپ کے پیروی کرنے والوں میں بڑا فتنہ فساد برپا ہو جاتا کیونکہ ہر شخص یہی چاہتا کہ اپنے رسول کی زوجہ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اسکو ان کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو انکی اولاد سے برکت حاصل کرنا نصیب ہو اس اعلیٰ وجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہو کر اپنے پیچھے پڑنے کا موقع مل جائے ان کے ذریعہ ان باتوں پر واقفیت ہو جائے جو بڑے بڑے ہمدردوں کو بھی معلوم نہیں ا طرح باہم ان میں بڑی مخالفت پیدا ہو جاتی جسکی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جاتا پس اس امر کے اسناد کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت نے آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا قطعی حرام کر دیا۔

جو تہیہ یہ کہ اگر آپ کی ازواج مطہرات آپ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرتیں تو بیشک ان کے منصب عالی اور مرتبہ عظیمہ کی بقدری ہوتی اور تمام امت کے دلوں میں انکی وہ قدر و منزلت نہ باقی رہتی جو انکو اب حاصل تھی کیونکہ اس عورت کی شہادت جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس رہ چکی ہو اور پہرہ کسی دوسرے کے پاس رہے گوہ کہیسا ہی بڑا کیوں تھا کیا جاتا ہو بالکل اس شے کی مثل ہے جسکو کہ کسی نے ہندی سے پتی میں ڈال دیا ہو یا اس شخص کی مثل جسکو کہ شاہی کے بعد گدا کی نصیب ہوئی ہو۔ اور پہرہ لوگوں کے دلوں میں انکی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی اور اسوجہ سے کہ وہ بعد آپ کے ایسے شخص کے منصب میں ہوتیں کہ جسکے لیے تمام معاصی اور قبل خ سے محفوظ اور معصوم ہونا ضروری نہیں انکی شرعی بائوکی نسبت لوگ مشکوک ہو جاتے اور محض تہا کہ انکو یہ خیال ہو جاتا کہ وہ اپنے جد پیشوہ کی غواہش کے موافق سارے اقوال و اعمال میں عملدرآمد کرتی ہیں اور اسی کے خیالات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لیکر رواج دیتی ہیں یہ نہ سمجھے کہ انکی نسبت ایسا خیال کرنا صحیح ہو سکتا ہے حاشا وکلا وہ با عصمت بی بیایں ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ انکی شان میں ایسا گمان کرنا نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصد یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا انکو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو امت کو ان کے ان علوم کے ثمرات کثیرہ سے محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام میں ہی اور جنہیں کہ انہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام میں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے ان اقوال و افعال سے مستنبط کیے گئے ہیں جنکی روایت کنواری ہی عصمت تاب عورت میں ہیں جو کہ آپ کے ساتھ کھانے پینے سونے بیٹھنے جلوت و خلوت سب میں شریک رہتی تھیں اور سچا نہیں علوم نبوت سے واقفیت پیدا کر سکتا بہت اچھا اور قوی ذراچہ حال تھا اسوجہ سے اکثر احکام کو انہیں کے وسیلہ سے معلوم

ہوے ہیں۔ پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہیں تو انکی عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ وثوق جو کہ انکی خبروں پر اب حاصل ہے  
 اسکا کہاں پتہ لگتا۔ جبکہ نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم سے فوت ہو جاتے علاوہ بریں اس نکاح کے حرام کرنے میں خدا کا  
 اور کئی حکمتیں اور سہارا پائے جاتے ہیں جو کہ غور کر کے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے۔ پس اگر آپ کے بعد ہم  
 کرے کی انہیں اجازت نہ ہونے سے خاص انکا ضرر بھی ہو تو اس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں  
 کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض کیلئے  
 خیالات پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بحث اور تفتیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو  
 ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں ایک نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بیجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کر کے خدا کا مقرر کیا ہو گا  
 پس جبکہ یہ فرق شریعت محمدیہ اور ان کے انتظامات کی جانچ کر چکا اور مسکو اسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب و غریب حکمتیں چننا  
 کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معلوم ہو چکیں تو آپیں یوں کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اسکو تو ماننا ہی چاہیے پھر  
 بیشک جو کچھ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ پہلا دیکھئے تو یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے  
 پڑھے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے وطن سے سوائے توڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور وہ ہی چند  
 ماہ کے لیے کہ جودت تہذیب اساطیر حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو تمام عمر میں اپنے شہر میں کسی واقف کار  
 اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا بھی اتفاق ہوا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کبھی ملکی قوانین یا شریعت میں سے قدرے قلیل  
 بھی سیکھنے کا اہتمام کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل ملے گی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب و غریب انتظام و ترتیب کو مستطیع  
 کر لیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو ہیں کہ تمام عہد حضائل پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام  
 ہوتا ہو ان کے حالات کی اصلاح ہوتی ہو ان کے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں ان کے شہر آباد ہوتے ہوں انہیں ضرروں سے پناہ ملتی ہو  
 اسبطح اس میں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جسے کہ نبی آدم کو نفع پہنچتا ہو اور جملہ ضرر رساں اشیاء سے وہ محفوظ رہتے ہوں  
 باوجود اس کے اس میں تمام عالم کی پرورش کرنیوالے کے بارہیں صحیح عقیدے ہی پائے جاتے ہوں جن میں کہ نسبت اور بے بنیاد  
 خیالات کا کہیں پتہ نہ ہو۔ اسبطح ہر چیز میں خلقت کے رہنا اور برگزیدہ رسولوں کی نسبت ہی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو۔  
 یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند سارے لوگوں سے زیادہ واقف کار بہت بڑے  
 فلسفی۔ سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تنہا ان تمام  
 چیزوں پر حاوی ہو سکتے اور آپ کے لیے ان سب اشیاء کا جمع کر لینا ممکن ہوتا ہاں اسوقت بیشک یہ بات سمجھیں سکتی ہے کہ  
 آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلادیا ہو ان سب کے  
 سید محمدادیہ ہوں اور ہر لوگوں کی تعلیم کا انہیں حکم دیا ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات  
 نہیں ہوتی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو انکی کیسی ہی اعلیٰ وجہ کی واقفیت کیوں نہ ہو اور جملہ فنوں پر ہی نظر کیوں نہ رکھتے  
 ہوں بہت ہوا تو ایک دفن میں انکو کمال حاصل ہو گیا جالینوس ہی کو دیکھئے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا۔ اسطرح حکمت فنی  
 اور آبیات کا ماہر تھا۔ بقراط کا پاپطب میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسبطح کوئی کسی فن میں اول

بعض لوگ جو  
 شریعت کی حکمتوں  
 سے ناواقف ہیں  
 ان کے خیال میں  
 عقلی کثرت  
 قوانین اس امر  
 کے خلاف نہیں  
 اصل یہ ہے کہ  
 ان کو تو  
 قص

کوئی کسی فن میں کمال ہو گیا اب رہا یہ امر کہ حکم اور عقل میں سے کسی کو تمام فنون میں ہی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اسے معرفت نصیب ہو گئی ہو یہ بات تو کہی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آ سکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جائے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اسے نہیں چھوڑی چنانچہ ہم اسکا پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اسے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اسے تو خوب شرح و بسط سے ذکر کر دیا اور کوئی دقیقہ اٹھانہ نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش و انفس کے مہذب کرنا ان کی ضرورت نہ پڑتی تھی ان کی طرف محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا کہ یا کہ سطر چھ پر بات جملادی کہ اس کے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو اس کے جاننے والوں سے سیکھ لو پتہ پہنچنا ہلا دیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب اور صناعات وغیرہ کے بارہ میں اسے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اس کے تحصیل کی چنداں تکلیف نہیں دی اسکو محض ان کی خوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اس شخص کو نظر آ سکتی ہیں جو اپنے مطلع ہونے کی غرض سے اس کی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ پہلا اس شخص کو کیا بتا سکتا ہے جو کہ بظن تعصب اسکو دیکھے یا اس کے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جائے اور محض بعض مباحث پر وقفیت حاصل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہو گئی چاہے حضرت کو حضور سے ایک خطبہ بھی خبر نہ ہو اور جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ بھی پورے طور سے نہ سمجھتے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث و تفتیش کے بعد اس فرقہ نے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر تسلیم کیا اور آپ کے بقا ہی مطیع اور اطاعتی دہ کے خیر خواہ بن گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کر لیا ایسا دروازہ کھول دیا کہ جو قیامت تک ہی بند نہ ہوگا جو شخص کہ آپ کے بعد چاہے کتنے ہی زمانہ گزرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کر سکتا ہے اور اس کے نزدیک بھی حق واضح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمدیہ کے عمیق دریا میں غوطہ کھا گیا اور قیود و تعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھ لیا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بار و رعایت کام لیکھا ممکن نہیں ہے کہ اس کی خطا کا اسے یقین نہ ہو جائے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آئے۔

اور جو شخص کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آوری کے زمانہ دراز گزرنے پر خصوصاً تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آوے اس کے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جائے گا علاوہ ہیں اس استدلال کا دروازہ اسے اور بھی وسیع نظر آ گیا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت گزرنے کے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اس کے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدے کے ٹوٹنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہاں تک کہ عقل پر حکم کرتی کہ فلاں قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اس کے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اس کے فوائد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلائی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اسکو برابر مانتے ہیں اور جسے ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ انکار کر کے دیکھ لے کہ کیونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے پس اگر اس شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہوتے

بعد کا

لوگوں کے

اسوجہ سے

ولی اور اولاد

برابر دیکھ

حلیہ سے

میں

اس

اس فرقہ نے

اپنے عقائد اور

اپنے استدلال کا

اپنا دروازہ کھولا

خود صاف و آزاد

بدلت ہوئی

ملا کر سمجھا

چاہے اسے

استدلال درسی

وسیع ہو گیا

حق کی بات

ہمیشہ

اس کے احکام

سب سے

میں

تو ان میں ضرورت طل پڑنا اور ان کا نظام فاسد ہو جانا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کے تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کہیں آپ بعض نادانوں کی یاد وہ گوئیوں سے گہرا نہ جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چہ میگوئیاں کی ہیں یہاں تک کہ بعض وہ لوگ بھی رہی زمرہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں انکو اسکی ہوا بھی نہیں لگی انکی اتنی نظر ہی نہیں ہے کہ انہیں کچھ کہلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل ناواقف ہیں صرف انہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سن لیا ہے اسی بنا پر ان کا مفہور نفس طرح طرح کی باتیں بہہ گارنے لگا ہے اور انکی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لیے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اس زمانہ کے لیے نیا قانون بننا چاہیے اور یہ بھی کہ غیر قوموں کے بعض قوانین اختیار کر لیا جائے آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور یہ سچ پوچھئے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہی کہ جسے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور ان کے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر انہیں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو ان کے ساتھ ہی بہت سی غرابیاں بھی نظر آئیں گی یاد وہ فی الحقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ناخوش گئیں گے جنہیں کہ ان لوگوں نے اسلامی لباس میں تار کر دوسرا لباس پہنا کر ہمارے جسکی وجہ سے انکی اصلی صورت ابھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی اس وجہ سے کہ ہم لوگ اسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے انکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی حکمتوں کی انہیں رعایت ٹھونکا رکھی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اس پر بات روشن ہو جاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلیٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیا معنی بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لیے پورے پورے کافی ہیں اس کے قواعد کے سامنے ان ناقص قواعد کا ذکر کرنا ہی بجا ہے جو کہ ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتے کہ اس کے قواعد کے مقابلہ میں انکی طرف ذرا ہی التفات کیا جائے اور اگر یہ ہوتا تو ایسی امر کا پتہ لگ جاتا کہ ان قوموں کے پاس جو کامل قواعد وضو ایط دیکھے جاتے ہیں شریعت کے جملہ قواعد میں یہ بھی داخل ہیں یہ نہیں ہے کہ یہ شریعت ان سے خالی ہے غایت سے غایت یہ ہو گا کہ انہوں نے انکی اصلی اسلامی صورت کو تبدیل کیا ہے اور ایک نیا جامہ پہنا کر ظاہر کیا ہے یا اگر انہوں نے شریعت محمدیہ سے ان قواعد کو اخذ نہیں کیا ہے اور انکی عقل ان قواعد تک اس وجہ سے پہنچ گئی ہے کہ وہ عقل کے نزدیک تھیں ہیں تو شریعت میں ہی وہ موجود ہیں اور سوقت وہ ضروری حکم کرنا کہ شریعت محمدیہ کے قواعد بالکل کافی ہیں اسے دوسری قوموں سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن ہاں اس بات کے دریافت کر کے یہ عقل رسا اہل احکام شریعت سے پوری پوری واقفیت کی بڑی ضرورت ہے جب تک آدمی کو شریعت کے جملہ ابواب میں تبحر حاصل نہ ہو اسوقت تک اس امر کا پتہ لگنا ہے دلائل شکل محض دوسری نظر سے احکام شریعت کو دیکھ لینے سے کچھ نہیں چلتا پس اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ شریعت کے قواعد کو تفصیل اور شرح و مبطل کے ساتھ مہیا کرے جس سے کہ عام لوگوں کو سمجھنا آسان ہو جائے اور انکی اصلاح ہو تو اسکو چاہیے کہ شریعت محمدیہ کے تبحر والوں پر اس امر کو پیش کرے کہ اس نے درخواست کر کے کہ وہ کوشش کر کے ان قواعد میں سے ایسی چیزیں کیا کر دیں جن سے کہ اسکی حاجت روانی ہو جائے اور مقصد برائے تاکہ وہ گناہ

ف

بعض لوگ جو  
شریعت کی حقیقت  
سے ناواقف ہیں  
ان کے اس خیال کی  
غلطی کو شریعت  
قوانین اس زمانہ  
کے سامنے نہیں لگا  
اور اس لیے کہ  
دوسری قوموں کا  
قواعد یا تو فاسد  
ہیں یا تو شریعت  
سے ناخوش ہیں اور  
کم سے کم اتنا تو  
ضرور ہے کہ انکی  
مہید قواعد  
ایسا نہیں کاؤ  
کہیں ہوا اور  
اس سے خالی  
ہو۔

ف

بعض لوگ جو  
شریعت کی حقیقت  
سے ناواقف ہیں  
ان کے اس خیال کی  
غلطی کو شریعت  
قوانین اس زمانہ  
کے سامنے نہیں لگا  
اور اس لیے کہ  
دوسری قوموں کا  
قواعد یا تو فاسد  
ہیں یا تو شریعت  
سے ناخوش ہیں اور  
کم سے کم اتنا تو  
ضرور ہے کہ انکی  
مہید قواعد  
ایسا نہیں کاؤ  
کہیں ہوا اور  
اس سے خالی  
ہو۔



درخواست کے موافق ایسے امور جمع کریں جسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہو سکیں چنانچہ سلطان اعظم نے (خدا کی)  
سلطنت کا ہمیشہ حامی اور مددگار رہا ہے جب علماء سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جس میں کہ ان تمام معاملہ  
کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ کو آسانی سے سمجھ سکیں تو انہوں نے  
ایسی ہی کتاب لکھ دی جس سے کہ اس بارہ میں لوگوں کی پوری پوری مقصد برآری ہو سکے اور اس کتاب کا نام تجلیۃ الاحکام الاولیۃ ہے  
ان لوگوں کے حالات دیکھ کر ہی آپ حجاز میں نہ پڑیں جو کہ کہنے کو تو اسلام  
کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن انہیں نہ تو کچھ ادب و قاعدہ سے مطالب ہے نہ ان کے طرز عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے  
ان کے تمام کاروبار میں بد مذہبی اور بد نظمی پھیلی ہوئی ہے ایسے لوگوں کو دیکھ کر جو شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو  
یہ نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی کہا تک مخالفت کی ہے اسے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ کہہ  
سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کی شریعت اپنے پیروی کرنے والوں کی اصلاح کرنی ہے ان کو انتہا  
درجہ کی تہذیب سکھاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن ہر ہی طرح طرح کی برائیوں میں پھنسے ہوئے  
ہیں ان کو انواع انواع کی بد بخئی گھیرے ہوئے ہے ان کے لیے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری  
کہاں گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھیے انصاف نہ چھوڑیے یہ کس نے دعوے  
کیا تھا کہ شریعت محمدیہ جس شخص کی بھی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے  
لیکن عمل کے اعتبار سے اس کی پوری مخالفت کرتا ہے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اس کے بتائے ہوئے آداب و اخلاق  
اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیجیے کہ شریعت نے اس کی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف انہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے  
ہیں اس کی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کر دی گئی ہے  
بلکہ شریعت نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ جو شخص ان امور میں اس کے ساتھ مخالفت سے پیش آئیگا اس پر طرح طرح کی بھیبتیں  
اور بلائیں نازل ہوں گی یہاں تک کہ اس کو ان ان مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جسے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ  
رہیں گے اس لیے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھ لے تاکہ اسی طرح پر کہیں وہ  
مخالفت سے باز آجائے اور اسے توبہ کرنا نصیب ہو۔ خدا کی یہ ہی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اسے اس کی بعض  
نیکیوں کو پسند کر کے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہوتا ہے تو اس کو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے  
طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور وہ اخروی عتاب سے بچ جا  
آجیے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بیاعتنا نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لیے  
ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں پس فرض کیجیے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت  
بڑا کتب خانہ موجود ہے جس میں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں لکھی ہوئی ہیں ان کے مضامین تمام پسندیدہ کاموں  
کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن ان میں سے کسی کتاب کو کبھی کہہ کر نہیں دیکھتا اور نہ اس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا  
آپ کی عقل اس بات کا خیال کر سکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مٹلاؤ نہ تہرب کر کے انہیں اپنے کتب خانہ میں

ف  
جو مسلمان تو  
شریعت کی پابندی  
نہیں کرتے ان کی  
حالت سے  
پر غصہ کرنا  
غلط ہے

منہ  
مثالی کا  
مثال

نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے مہذب بن جائیگا تو وہ اس طرح فضیلت حاصل کر لیگا اور علمی سعادت سے بہرہ یاب شمار کیا جائیگا  
حق تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر سے نہ محقق بودند دانشمند چار پائے برو کتابے چند کے مصداق بننے کے وہ اد  
کس لائق ہو سکتا ہے اور اُسے سوائے جاہل کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

پیش اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنے والوں میں ایسے کو بھی پاتے ہیں کہ شجر شمار اسلام  
علماء میں ہوتا ہے پہلی ان لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ انکی عادتیں ہی اچھی ہوتی ہیں دنیا طلبی میں  
انکا منہ تو جاہلوں سے بھی بڑا ہوا ہوتا ہے اور نہ یہ سید سے مال کی طلب میں گرے پڑتے ہیں دل کو لوگوں کو شکر  
ہیں انہیں کسی کے نقصان کی پروا نہیں ہوتی پہر بتلا یہ کہ اس شریعت سے ان شریعوں کو کونسی تہذیب حاصل ہوئی  
انہیں اسکا کیا شرہ ملا بلکہ اگر ان کا حالوں میں شمار نہ ہوتا تو یہی بہتر نہایتیری خرابیوں سے انکا ہاتھ توڑ کا رہتا۔ اس  
اعتراض کا جواب مجھے سینے تحقیق امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جانا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض  
اسکے پوست کو انہوں نے دیکھ لیا مغز تک وہ پہنچے ہی نہیں اخلاق و آداب سے پورے طور سے اطلاق ہی نہیں اگر تحقیق  
کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف علموں میں سے ایک آدھ علم جیسے نحو  
صرف بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کر لیا ہے جو کہ شریعت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے اور کتب لغت  
پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ انہیں اپنے مقاصد پہنچا حاصل کرنے میں کامیابی ہو انہیں نیت  
درست رکھنے سے کیا کام بڑا مقصود نکاہیہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہو جائیں تاکہ حکام کو خوش رکھیں  
اور عام لوگوں سے جنہیں کہہ کرے پہلے کی تہذیب نہیں ہوتی خوب مال حرام لے لیکر کھائیں۔

شریعت محمدیہ کے آداب اور نصاب صرف اس غرض سے انہوں نے یاد کر رکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیکار خوب باتیں بنا سکیں  
اور انکو اپنے دام میں پھنسائیں انکا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور انکے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو جائے  
تو وہ شریعت کے رفیع الشان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ انکے آداب جمیلہ کو سیکھتے ہیں انہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ  
انکی نصیحتیں مان کر اپنے قابل نفرت احوال و افعال سے باز آئیں۔

انکا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کر کے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں ان لوگوں کی مثال اس طبیب کی  
سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کر سکتا ہے۔ اسکو انکی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی  
طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی شفقت بھی ہوتا ہے تو وہ استعمال نہیں کرتا اور نہ لگ کر علاج کرتا ہے بلکہ اسکا سنا  
خیال ہی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اسے اپنے مرض کی کچھ ہی پروا نہیں۔ تو پھر نہیں  
خدا کی قسم ہلاکتاؤ تو وہی کہ جب اس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہو تو اسکا مرض کیونکر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ کیا محض علم  
طب سے واقف ہونا اسکے مرض کے دفع کرنے کے لیے کافی ہو جائے گا اور اسکو اس طرح شفا حاصل ہو جائیگی؟ ہرگز  
نہیں۔ پس کیا یہ کہنا اس وقت بجا ہو سکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اس سے بیمار یوں کو ذرا ہی نفع نہیں پہنچتا اور  
نا طبیب اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی۔ میں تو کبھی

ف  
ان لوگوں کے  
حالات سے شک  
لوگ علماء دین  
شمار کرتے ہیں کہ  
انکی حالت عورت  
ہے شریعت پر  
اعتراض کرنا  
غلطی ہے اور  
علماء آخرت علماء  
سویں فرقہ

خیال نہیں کر سکتا کہ اس بہودہ بات کے کہنے کی کوئی جرأت کرے گا ہاں جسکے حواس ہی ٹھیک نہ ہوں وہ جو چاہے سو کہے  
 آپ اسکو سمجھ لیجئے کہ علماء اسلام میں سے جنہی یہ حالت ہو اور وہ شریعت کی مخالفت کے ساتھ لوگوں میں بدنام ہو  
 ایسوں کو شریعت علماء اسود یعنی برے علماء کے نام سے پکارتی ہے کوئی جاہل سے جاہل کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کا فطر  
 مسلمانوں کے حق میں بد رجحان ہوا ہے یہ مسلمانوں کے بچے دشمن ہیں مسلمانوں میں سے خدا ایسوں کو غارت کرے  
 دنیا سے ناپید ہو جائیں اور انکی عوض میں خدا ایسے علماء و فضلاء کو پیدا کرے جو کہ پرہیزگار ہوں لوگوں کو حق بات بتائیں  
 راستی کی رہنمائی کریں پسندیدہ صفات سے موصوف ہوں خوش اخلاق ہوں۔ آداب شریعت کو نگاہ رکھتے ہوں سنت  
 یعنی اپنے رسول کے طریق کے پورے پورے متبع ہوں خدا ایسے عالموں کی تعداد کو زیادہ کرے اور انکے عہدہ عا  
 اور نیک کوششوں کا انہیں ثمرہ عنایت کرے تمام امت کی جانب سے انہیں بہتر جزا سے مالا مال کر دے ایسے ہی لوگ علما  
 آخرت کہلانے کے متقی ہیں جنہیں کہ خدا نے اپنے خوف و خشیت سے خسر کر دیا ہے اپنی بابرکت کتاب میں انکی تعریف کی ہے اپنے  
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انکی توصیف و ثناء کا اظہار کر دیا ہے یہی لوگ ہیں جسکے کہ جملہ اقوال و اعمال میں  
 شریعت محمدیہ کے پیروی کے آثار پائے جاتے ہیں انہیں کی راست کرداری کا صدقہ ہے کہ مخالفین اسلام کے لیے عشر  
 کا کوئی موقع نہیں رہا ہے انہیں کی استقامت کا طفیل ہے کہ کسی دشمن کو گفتگو کرنے کی مجال نہیں ہے چنانچہ بات عتلا  
 پھر اس شخص سے میں کچھ کہا چاہتا ہوں جسے کہ ان علماء سوء کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے اور وہ سمجھنے  
 لگا ہے کہ یہی وہ علماء شریعت ہیں جو خود صلاح کار نہیں اور جسے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی امید کجاتی ہے خیر صاحب  
 آپ کو معذور سمجھ سکتا ہوں اگر آپ کو ان شیطانوں کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے جو کہ سبھی علوم اور احکام شریعہ کے الفاظ یاد کر کر  
 کے اپنے کو عالم ثابت کرتے ہیں اور اپنے ظاہر کو سطح سے اگستہ کرتے ہیں لیکن اگر آپ سمجھا دیں تو میں آپ کو ایسا نہیں  
 خیال کر سکتا کہ اسکے علاوہ ایک دوسرے فرقہ کو بھی دیکھ کر آپ دھوکے میں پڑ جائیں گے جو کہ بالکل کورے ہیں انہیں کچھ بھی  
 واقفیت نہیں رہتی انہیں نام و نشان نہیں محض جاہل و نادان ہیں عالموں کا لباس پہن رکھا ہے دنیا کمانے کے لیے  
 پرہیزگاروں کی سی صورت بنا رکھی ہے لوگوں کے پہننا پسند کیے جیہ و دستار سے آراستہ ہو کر جاہل پہلایا ہے فقط  
 کہانے کمانے کے لیے اپنی شکل بدل لی ہے انہیں سے بعض لوگ علم کے منصوبہ پر یہی جرأت کر بیٹھتے ہیں درمق  
 میں مشغول ہو جاتے ہیں مفتی و قاضی بننے میں ہی انہیں باک نہیں ہوتا اور عام لوگ ہیں کہ اپنی نادانی سے پہنچ جاتے  
 وہ کیا جانیں زمین و آسمان میں کیا فرق ہے خدا ہدایت کرے۔ ایسے لوگ تو انالہد و ناالہد راہوں پڑھنا چاہیے میرا کہنے سے  
 مقصود یہ ہے کہ بحث و مناقضہ میں کہیں ان دھوکے بازوں کو نہ لے بیٹھے گا ان کی مکاری کی بنیاد نہایت کمزور ہے دیکھا  
 بات میں تو انکی قلعی کہتی ہے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ حیوانات سے بھی گئے گئے ہیں

اب ایک مکار فرقہ اور رہ گیا ہے جس سے کہ اسلام کو نہایت ضرر پہنچتا ہے عام لوگوں میں وہ اپنی چالاکیوں کو رواج دے  
 دیکر انکے عقیدے بگاڑتے ہیں اور انہیں خبر ہی نہیں ہوتی بلکہ اٹے ان دھوکے بازوں کی من گھڑت باتوں کو جانکر  
 یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ انپر حقائق انشا بحسب ہوں لیکن اور معرفت میں بڑے بڑے عالموں سے بھی وہ سبقت لیگئے اور سچ کو

ف  
 علماء سوء

ف  
 عالموں کی  
 صورت بنا کر  
 کمانے کا  
 والوں کے  
 فریب سے  
 بھانا

ف  
 جاہل مغویوں  
 کی خدمت

تو وہ اپنی اسی گمراہی میں پہنچے رہتے ہیں ان دعا بازوں کی حقیقت مجھے سینے کہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہیں شریعت محمدیہ کے ایسے ایسے بہید اور علوم کی معرفت حامل ہو گئی ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں کو بھی نہیں معلوم ہوتی اور خدا نے فلاں فلاں ذریعوں سے ان کو اپنا برگزیدہ بنا کر تمام بہید کو بتلا دیا ہے اور وہ ان رموز اور بہید کو ایسے کلمات عجیب کرتے ہیں جو کہ شرعی قواعد و موافق سراسر کفر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ ان کی باتیں علماء و شریعت میں سے بعض عارفین کے اقوال کے بغاوت مشابہ معلوم ہوتی ہیں جیسے عقیدوں کے صحیح ہونے میں ذرا ہی شک نہیں ہوتا اور دین کے بارے میں شک ہی بہت کراہی کی بہتری نہایتیں موجود ہوتی ہیں اور حقیقت خدا ان کی پرہیزگاری اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شریعت کے بہتر سے رموز اور بہید و پیرا نہیں مطلع ہی کرتا ہے جسے کہ وہ لوگ بالکل بے بہرہ رہتے ہیں جو ان کے ایسے نیک عمل نہیں کرتے اور جن میں کہ ان کی ایسی استقامت نہیں پائی جاتی اور واقع میں وہ امور شریعت کے ذرا ہی مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ ایسی شریعت کے مختلف رموز و اشارات سے ماخوذ ہوتے ہیں صرف بات کیا ہے کہ ان کے بیان کرنے میں بعض مرتبہ یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں اور یہ خالی زبان میں ان کے ظاہر کر سکیے لے کافی الفاظ نہ موجود ہونے کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے پس ان کے ظاہری الفاظ سے شریعت کی مخالفت کا وہم ہونے لگتا ہے اگرچہ واقع میں ایسا ہوا نہیں کرتا پھر چونکہ ان عارفین کی پابندی شریعت اور راست کرداری میں ذرا ہی شبہ نہیں ہوا کرتا ایسے علماء ان کے کلام کی تائید کر دیا کرتے ہیں یعنی ان کے اقوال کے ظاہری معنی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں جو کہ شریعت کے موافق ہوں تاکہ لوگ ان بزرگوں سے بدگمانی نہ کریں اور ان کے عقائد کی نسبت مشکوک ہو نہ جسے محفوظ رہیں باقی رہے یہ دعا باز جو کہ شریعت کی راہ راست کو چھوڑ کر تجریدی اختیار کرتے ہیں اور لذات فانی اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ معضدعی ہوا کرتے ہیں انہیں ان عارفین کے منصب کا صرف دعوے کرنا آتا ہے اور کچھ وہی تباہی کلمات بک دیا کرتے ہیں جو کہ بغاوت ہر نیک کلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن ان کی ایسی پرہیزگاری سے کوسوں دور رہتے ہیں اور نہ ان کے علوم و معارف کا ان کے پاس نشان قلم ہے ہوشیار رموز و خبر و ارمی ان دعا بازوں کی باتوں میں نہ آتا ان کی طرف ذرا ہی التفات کرنا یہ لوگ دین کے تباہ کر دینے والے ہیں۔ اس زمانہ میں ان کی بڑی کثرت ہے خدا جانے انہوں نے کتنوں کے عقیدہ سے خراب کر ڈالے اور کتنی حرام چیزوں کو حلال کر دیا پس ہر مسلمان کو جو کہ شریعت محمدیہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہے یہ چاہیے کہ وہی عقیدہ رکھے جو قرآن اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوتے ہوں اور اس بارہ میں انہیں بڑے بڑے علماء کے کلام کا اعتبار کرے جس کا علم اور جنگی راست کرداری کیا عام اور کیا خاص تمام لوگوں کے نزدیک مسلم ائمہ ہوں اور اسکے سوا تمام خیالات اور ادعا کو الگ کرے خدا بظیفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کی رہنمائی کرے آمین چنانچہ ایک فرقہ اور تباہی نظر ان مستدلالات مذکورہ تک تو پہنچی نہیں لیکن انہوں نے اس امر میں غور کرنا شروع کیا کہ وہ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کیا ہیں اور یہ تمام فرستے جو کہ پہلے آپ کے مخالف تھے کیونکہ مبلع بن گئے اور کونسی دلیل میں جنگی وجہ سے ان سب کو آپ کی اطاعت اور تصدیق کرنا پڑی پس کہنے لگے کہ یہ سارے فرستے جنہوں نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی بیشک نہایت عقلمند ہیں ان کی عقل ہی بالکل صحیح و درست معلوم ہوتی ہے انہیں

فہم  
بجہ حدیث  
کے حالات

فہم  
سائنس  
کا فرقہ  
کہ باطل  
رسول  
کی بات  
کر رہے  
ہیں  
ان کا  
دلیل

یہ بھی قابلیت موجود ہے کہ استدلال کر کے صحیح طور پر حقیقت امر کو دریافت کر لیں۔ سمجھیں ان لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو ان سب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرنے سے بڑا انکار کیا بہت نفرت ظاہر کی مگر بڑے زور و شور سے آپ کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے دوست احباب آپ کے عزیز و قریب آپ کے کنبہ والوں نے بھی آپ کی مخالفت کر نہیں کوئی کوتاہی نہیں کی خاص کر ان لوگوں کو دیکھیے جو پہلے رسولوں کے دین کو مانتے تھے اور ان کے پاس انہیں رسولوں کی لائی ہوئی کتابیں بھی موجود تھیں وہ سب کے سب آپ کو آپ کے دعوے سے باز رکھنے کی غرض سے زور اور توجہ اور ملامت سے پیش آئے بہت کچھ کوشش کی کہ سیطرہ سے آپ اپنی بات کو چھوڑ دیں ان سب کو یہ خوف نہ بنایا کریں ان کے بتوں کے ساتھ طعن و تشنیع سے نہ پیش آیا کریں اور ان کے باطل اعتقادات کی خرابی نہ بیان کریں اس مقصد کے حاصل کرنے میں انہوں نے بہت کچھ لالچ بھی دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے دعوے کو ترک کر دو تو ہمارے اپنے مال میں شریک کر لیں گے اپنی اچھی سے اچھی لڑکیوں سے ہماری شادی کر دیں گے پھر انہیں لوگوں کا حال ہو کہ کہاں اتنی نفرت اور انقباض تھا اور کہاں وہی اپنی آبائی عادتوں کو اور عقیدوں کو ترک کرنے لگے خصوصاً وہ لوگ جو پہلے رسولوں کے دیون میں سے کسی دین کے معتقد تھے چنانچہ انکی یہ کیفیت ہوئی کہ پہلے تو اپنے آسمانی دین اور آسمانی کتابوں سے استدلال کر کے اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے اور انتہا درجہ کی نفرت ظاہر کرنے لگے تھے پھر کچھ سمجھ کر ان ساری باتوں سے باز آئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی طرف پورے پورے متوجہ ہو گئے کیونکہ خود انہیں کی کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رستی کی متعدد شہادتیں انہیں ملیں اور جو جو علامتیں انہیں بطور پیشین گوئی کے مذکور تھیں سب کی سب آپ پر منطبق ہو گئیں پھر کیا تھا انہوں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن لیا کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے تو ان شریعتوں کے بہتر سے احکام کو جنکو وہ مانے ہوئے تھے چھوڑ دیا اور آپ کے بتلائے ہوئے احکام بجالانے لگے۔ سچ تو یہ ہے تو یہ بات تہی بڑی مشکل کہ اپنی ساری عادتوں کو جنکے مدتوں سے وہ عادی ہو رہے ہوں بلاوجہ دفعہ چھوڑ دیں کبھی ہوا نہیں سکتا اور یوں تو وہ کبھی چھوڑ ہی نہیں سکتے اہاں جب کوئی ایسا ہی سبب درپیش ہو جائے تو اسوقت یہ امر ممکن ہے کہ چونکہ وہ اس بات کو یقیناً جانتے تھے کہ پہلے رسولوں کے شرائط کے اتنے بہت سے احکام کو اگر وہ خدا کے حکم اور مرضی کے خلاف چھوڑ بیٹھیں گے تو ضرور بہت سخت انتقام اور سزا کے مستحق بنیں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان لوگوں کا ایمان لے آنا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر لینا ہونا ہو ضرور دلیل کی بڑی دیکھ بہال پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ دلیل یقینی اور قطعی نہ ہوتیں کہ جس نے انکے دل کو پورا پورا اطمینان حاصل ہو گیا اور انکی عقلوں نے انہیں تسلیم کر لیا اور حق دریافت کر لینے کے لیے کافی پایا تو وہ کبھی ان دلیلوں کے مقتضائے موافق کار بند نہ ہوتے اور اپنی عادات کو ہرگز ترک نہ کرتے اور اپنے پہلے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو خداوندی انتقام کا مستحق نہ بناتے اور انکی صحیح عقائد اس بلل امر پر مشققی کر نیکو ہرگز روا نہ رکھتیں اور انکو اس بات کی کبھی اجازت نہ دیتیں کہ وہ محض کسی ضعیف دلیل پر اعتقاد کر لیں یا اپنی بد انجاشی کا لحاظ نہ کر کے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے پر مائل ہو جائیں اور اپنے آپ کو اسے بڑے

خطرے میں ڈال دیں اس موقع پر انہیں کوئی اور سبب مثل نفسانی جذبات وغیرہ کے ہی نہیں پایا جاتا کہ جسکی وجہ سے کبھی کبھی آدمی جوش میں بیجا امور کا ارتکاب کر لیا کرتا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو ان کے دلوں میں اس کے خلاف نفسانی جوش۔ قومی پاس اور مذہبی تعصب موجود تھا کہ جو بجائے تصدیق کے انکو تکذیب پر زیادہ تھریکیت سے سکتا تھا اور ان کے لیے اپنے قدیم مذہب پر ثابت قدم رکھنے کا بہت قوی ذریعہ ہو سکتا تھا پس باوجود طرح طرح کی دلیلوں کے موجود ہونے کے کہ جن سب کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے ان سب کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر متفق ہو جانا بیشک ایک اوتھقل دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس سے آپ کا دعوے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بات محال ہے عقل سلیم اسکو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب عقلاً باوجودیکہ وہ اپنی عادات اور خیالات کے بڑے طرفدار تھے اتفاقی طور پر متفق ہو گئے اور نیز یہ کہ اتنی بہت سی دلیلوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رتی پر محال ہو جانا بھی محض ایک اتفاقی امر تھا ایسی باتوں کے اتفاقی ہونے کا وہی قائل ہو سکتا ہے جو کہ انصاف کو چھوڑ کر سٹ دھرمی کرنے لگے۔ پس اس بات پر اعتماد کر کے کہ ان سب فرقوں کا اتفاق کر لینا اور اتنی بہت سی دلیلوں کا مجتمع ہو جانا ہرگز اتفاقیہ نہیں ہو سکتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کر لی اور آپ کے جملہ احکام کو قبول کر کے سنے اقرار کر لیا کہ آپ بیشک خدا کے رسول ہیں۔

آئیے آپ کو اس فرقہ کا استدلال ہم منطقی طرز پر سمجھائیں اس فرقے نے ایسے قیاس مشنائی سے استدلال کیا ہے جس سے کہ نقیض ثانی کو ایسے استلزام کرتے ہیں تاکہ نقیض مقدمہ نتیجہ منطقی منطقی طور پر ہی نہیں نکلی دلیل کو بلا اختصار یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ ہوتے۔ تو یہ تمام مخالف عقلاً جو بڑے متعصب تھے آپ کی تصدیق پر اتفاق نہ کرتے اور نہ ہی ایک دلیل آپ کے موافق جمع ہو جاتی لیکن ان تمام لوگوں نے اتفاق کر لیا اور اتنی ایک دلیلیں جمع ہو گئیں۔ تو آپ کے دعوے پر یہ شبہ نہ کیجئے کہ اس فرقہ نے پہلے فرقوں کی تقلید کر کے ایمان اختیار کر لیا ہے بلکہ انہوں نے ہی دلیل سے اس امر کو ثابت کیا ہے جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا۔

اور ان سے ایک دھرمی مادہ کا قدیم ماننے والا اور کجیات کا جاننے والا فرقہ ہی تھا بخدا خیال یہ ہے کہ عالم کا مادہ قدیم ہے اور وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ خود موجود ہے۔ عالم کے لیے کوئی خدا نہیں جس نے عالم کو پیدا کر کے اس عمدہ انتظام پر اسکو مرتب کیا ہو۔ وہ باوجود اپنے رنگ برنگی اور اس عجیب و غریب حالت پر موجود ہونے کے جس میں کہ عقل چکا جاتی ہے محض عناصر کے ٹٹنے اور قوانین قدرت کے موافق جو انہیں موجود میں فعل و انفعال ہونے کی وجہ سے بگایا ہے اور چونکہ وہ عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کو نہ مانتے تو وہ لامحالہ رسولوں کی ابی تصدیق نہیں کر سکتے جنکا کہ یہ دعوے ہوتا ہے کہ انکو اللہ ہی نے اس عالم کے پیدا کرنے والے نے ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ پس جب انہوں نے یہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا کہتے ہیں اور یہ دیکھا کہ ان تمام فرقوں نے پہلے تو آپ کی تکذیب کی اور پھر آپ کی تصدیق کرنے لگے اور وہ مختلف دلیلیں بھی انہیں معلوم ہوئیں جس سے کہ ان فرقوں نے آپ کی تصدیق پر استدلال کیا تھا اور نتیجہ کیا کہ انسانی دنیا میں ان سب باتوں کی وجہ سے عجیب انقلاب عظیم پیدا ہو گیا کہ ان سارے فرقوں نے اپنی تمام رسوں

اسو اس بیٹھا  
اور مادہ کا قدیم  
ماننے والا فرقہ  
فرقہ الارمانی  
مروت کے مالکی  
اس فرقہ سے  
مولانا بریل اور  
نہایت تفصیلی  
توضیح کی گئی ہے

اور عادتوں کو جھٹکے کہ وہ مدلوں سے عادی ہو رہے ہوتے ترک کر دیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو بھی بدل ڈالا اور ایک بے  
 پڑ ہے۔ لکچے شخص کے مطیع بن گئے جسے کہتے تھے ان ہزاروں کے خلاف دعویٰ کیا اور ان کے مقابلہ کی جرأت کی اور حالت  
 یہ تھی کہ نہ اس کا کوئی یار تھا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور اس قابل  
 ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اس بارہ میں خوب غور و فکر سے کام لیا جائے اس کے اسباب سے اور اس بات سے  
 بحث کی جائے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا جائے کہ آیا یہ سب کچھ یقینی امور کی  
 وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اوبام اور خیالات اس کے باعث ہوئے ہیں انکی عقلوں کو اس کی وجہ سے تحریک پیدا  
 ہوئی اور انہوں نے فکروں کو اس طرف متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو مستند ہے ضرور اس کے دل میں  
 اس کی نسبت کچھ نہ کچھ خیال پیدا ہوتا ہے اور اس کے دریافت کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے پس وہ بھی آپس میں یوں  
 کہنے لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی ذرا فراموشیوں سے بحث کیا کرتے ہیں اس کے  
 اسباب کی تفتیش کرتے ہیں انکی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو اس بات کو مانے ہوئے بیٹھے ہیں  
 کہ انسانی دنیا میں ہر حادث اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حواثات میں ہمارے  
 نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا جاسکتا کہ جس کا کوئی مؤثر نہ ہو بلکہ اس کے ہر ہر تغیرات کے لیے کوئی نہ کوئی  
 ضرورت منقضی موجود ہوگا تو کیا اس بات کے ماننے کے بعد بھی اتنے بڑے عظیم واقعے سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے  
 میں کامیاب ہو گئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع بن گئے ہم شرم پوشی کر سکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا انقلاب ہے کہ  
 تاریخ میں اسکی نظیر شکل سے مل سیکے تو نہ کیا ہیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کیے ہوئے محض اٹکل اور تخمین سے یہ کہیں  
 کہ اچھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل کر نیکے بیٹھے یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم پہنچا  
 ہے کہ انہوں نے آپ کا ابتلا کر لیا۔

کیا اس موقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب اور تغیر کے اسباب دریافت  
 کریں اور اسکی کوئی وجہ ڈھونڈ نکالیں کہ اس بے یار و یار اور مرض بے پڑ ہے لکچے شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع  
 ہو گئے اچھا اگر ہم فرض ہی کر لیں کہ آپ کا دعوے فقط حکومت حاصل کر کے غرض سے تھا تو ہم اس کا کیا سبب بتا  
 سکتے ہیں کہ ان تمام متعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کر لی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے پابند اور اپنے  
 خیالات کے بڑے طرفدار تھے آپ کے کیسے مطیع بن گئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس اطاعت قبول کرنے کا سبب ان سب کا  
 تعصب تھا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تھے اسکا  
 تو مقتضایہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرنا کیا معنی اٹھے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اس کا  
 یہ سبب ٹھہرائیں کہ انکو قومی پاس تھا اور یہ لالچ کرتے تھے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہو جائے گی تو ہم بھی اس سے بہرہ  
 ہونے لگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم آپ کی قوم اور آپ کے قرابت مند و ملوک تو دیکھتے ہیں کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالفت  
 تھے اور جو کوئی انہیں سے آپ کا مطیع ہی ہوا تو اسوقت کہ جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہو چکی او

اس فرقہ کے لیے  
 محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے حالات  
 بحث کرنا کیا  
 باعث ہوا  
 اس فرقہ کے لیے  
 تفتیش کے بعد  
 تمام لوگوں کے لیے  
 رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم کا  
 صحیح سبب قرار دیا  
 ۱۲



آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور ایسے بہت ہی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں  
 میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو آپ کا قومی تعصب کی طرح اسکا سبب نہیں ٹھہر سکتا علما  
 بریں اگر یہ ہی مان لیا جائے کہ اول امر میں آپ کے قربت والے آپ کی حمایت کرتے تھے تو پہلا اسکو اور تمام کثیر فرقوں  
 کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابل میں  
 کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُسے بہت ہی کم تھی اور ان لوگوں کی مثل آپ کے قربت مندوں کی بات کا کوئی اثر چلنا ہی آسان  
 تھا پس اگر آپ اپنے قربت مندوں کی طرف داری پر یہ دوسرے کر کے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُس سبب  
 کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے اُنکا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اسوقت معلوم  
 ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کی جائے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہ  
 لالچ کر کے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو جو غلبہ حاصل ہوگا  
 تھا حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو ہی اس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام  
 فرقوں کو یہ کہا جسے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہوں گے اور آپ کو ایسا  
 غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتداء ابتدا میں یہ دعوے کرنے لگے تھے تو بالکل تنہا  
 تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر ایسا ذریعہ ہی آپ کو حاصل تھا کہ جسکی  
 وجہ سے آپ کی کامیابی کی امید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا کیا تھا کہ لوگوں کے لیے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا  
 کرتے تھے کہ اس خط کو دیکھتے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوے اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کوئی  
 ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اس کے دعوے میں جھوٹا بھی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں  
 سے اسکو کوئی ذریعہ ہی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے ان عادات اور اعتقادات کو جسے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی  
 امید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کر کے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل  
 ہو جائے گی تو انہیں بھی فانی ثمرات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملے گا چاہے دائمی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں  
 اور تو کوئی نہیں ہاں البتہ جھوٹ ایسا کر سکتے ہیں اور اس بات کو یقیناً عقل ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب فرقے جھوٹ  
 تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جاوید بانی اسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادر بانی سے ان سب کو اپنا  
 فریفتہ کر لیا ہے اور اپنی راستی کے دلائل کا فہم کو رنگ آمیزیاں کر کے سچ کر دکھایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب  
 فرقے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے میطیع نہیں ہوئے جیسا کہ ان لوگوں کی ساری دلیلوں کے  
 دیکھنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ انہوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے ہی استدلال کیا ہے کہ جس میں آپ کو کوئی دخل نہیں  
 ہے اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل ایمان تمام فرقوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ذہبی خوف نہ تھا اس لیے کہ آپ تنہا تھے نہ  
 کوئی یار نہ مددگار ہاں البتہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے آپ کا اتباع کیا ہے لیکن ایک بیکار آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہو چکی لیکن اس کے ساتھ  
 یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو ہزاروں لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

اور نہ اسکا قائم کرنا آپ کی قدرت و اختیار میں تھا بلکہ تباہی تو یہی کہ کیا یہ آپ کے اختیار میں تھا کہ آپ اپنے میں  
 اس ساری علامتوں کو جمع کر لیتے جو کہ انہیں میں سے بعض بعض فرقوں کی کتابوں میں موجود تھیں جنہیں کہ وہ پہلے  
 رسولوں کی کتابیں تھیں اور وہ انہیں یہ خبر دی گئی تھی کہ ہمارے بعد عنقریب ایک رسول آئے گا کہ جس میں یہ ساری  
 علامتیں پائی جائیں گی چنانچہ آپ میں وہ ساری علامتیں انہوں نے پختہ خود دیکھ لیں۔ کیا آپ کی طاقت میں تھا کہ  
 اپنے قرآن میں تمام اسلئے درجہ کے صفات جمع کر لیتے جسے کہ بڑے بڑے فصیح اور ماہر فلسفی بھی عاجز ہیں اور حالت  
 یہ کہ آپ بالکل سب سے پہلے مکمل شخص آپ نے جانوں میں پرورش پائی اور پھر جمع کر کے اپنی رستی کی دلیل میں پیش کرتے  
 کیا یہ آپ کی قدرت میں تھا کہ ان حملہ توہین کو جسے کہ آپ شریعت کہتے ہیں اس عجیب و غریب ترتیب کے ساتھ جسکو دیکھ کر  
 عقلیں رنگ ہو جاتی ہیں مرتب کر لیتے تاکہ اپنی رستی کی دلیل میں پیش کر سکیں اور پھر نہ آپ لکھے نہ چھپے متفرق قوموں  
 کے حالات سے یہ خبر اور مختلف ممالک و بلاد کے توہین سے محض ناواقف کیا یہ آپ کے قبضہ کی بات تھی کہ قرآن کی  
 چھوٹی سی چھوٹی سورت کے مقابلہ سے ہی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو گونگا بنا دیں  
 یہاں تک کہ بغض تو اپنے عجز کا اقرار کر لیں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں اور اپنی جانوں کو تنگی و جہل کی  
 میں پہنچائیں اور ایک سورت کے ہی مقابلہ کی جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ پر قادر ہوتے تو اس سے بڑھ کر  
 ہونے لے اور کوئی آسان تدبیر ہی نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور اگر  
 کوئی یوں کہے کہ ان سب لوگوں پر چونکہ وہ ہم طاری ہو گیا تھا اس وجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے اس لیے کہ جب آپ  
 آئے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل لائیں یہی عاجز ہو تو آپ پر وہم غالب ہو گیا  
 اور انھوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور پھر اسے کچھ نہ ہو سکا اور وہم ایک ایسی چیز ہے کہ جب تک تاثر سے کوئی انسانی  
 عقل انکار ہی نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے کہ اس بات کو بھی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اس شخص کا یہ قول ہرگز  
 نہیں تسلیم کیا جاسکتا کیونکہ جو افریم وہم کا دیکھتے ہیں وہ صرف اسی قدر ہے کہ اسکا تسلط غایت سے غایت اگر ہو گا بھی  
 تو وہی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ بھی ایک آدھ مقام پر اور اگر باہمی تو ایک یا دو دن اور اگر رست رہا تو ایک یا دو مہینے پر  
 لیکن وہم کا یہ تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جائے ہر مقام میں اسکا دخل ہو میں پیش برسوں سے ہی کچھ زیادہ زمانہ گزرنے پر ہی  
 باقی رہے بلکہ صدیاں گزرنے پر بھی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اس وہم کے سبب کے دار و دیوار کے وقت بہت دور ہیں  
 انہیں ہی قبضہ کر لے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ انکو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جبکہ وہم چھا گیا تھا اور یہ سنتے ہی  
 جن پر وہی وہم کا قبضہ ہو جائے کہ کسی ایسا دیکھا نہیں گیا اور نہ آج تک سنتے میں آیا کہ وہم کا ایسا عام اور باقی رہنے  
 والا تسلط ہی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں ہی ہو جس میں گزرنے پر ہی باقی رہے عقل سلیم وہم کی اس خاصیت کو بغیر کسی خارجی  
 سبب کے پائے جائیکہ کہ جس سے اسکی تقویت ہوئی ہو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی۔ علاوہ بریں کیسی ہی وہی باتیں کیوں ہوں  
 لیکن غور و فکر کرئیے امتد اوزمانہ کے بعد اسے ضرور خلاصی ہو ہی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ  
 یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی چیز میں غور و فکر سے کام لیا جائے اور پھر ہی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ سب

فرقے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی عریض ستے ناکام کی تکذیب ثابت کر سکیں اور باوجود اس کے ہی ان کی کسی ایسی چیز تک سائی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے اٹھنا عجز رہنا ایک امر مستمر رہا کہ جس میں وہم کی ذرا ہی تاثیر ثابت نہیں ہو سکتی پس اب بخونی ظاہر ہو گیا کہ انکو وہم نہ تھا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تھے اور اگر وہم کے عام تسلط اور استمرار رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جائے کہ دیجیے قدیم ہیئت والی علم کا عام طور پر سیکڑوں برس تک اس امر کا وہم ہا کہ آسمان گویا ساکن ہے اور زمین ساکن ہے تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تھا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسمان کا دور کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ بریں ان کے پاس وہ آلات ہی موجود نہ تھے کہ جس سے حقیقت حال کے دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ ان کا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث در پیش ہے انہیں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہو سکے کیونکہ اس کا سبب (جیسا کہ معتزلی کا گمان ہے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کر کے اپنے فرمایا تھا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اس قدر قوت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا ہو جائے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے وہم میں اسے طرے سے فرق ظاہر ہو گیا۔

زمین کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے میں اس سے کچھ زیادہ ہی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی قوی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور مستمر رہنا تو عقل سے اور ہی کو سوں دور ہو گا اور جب یہ ظہیر تو سینے کے قوی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر انشا پر واد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن سے بہت سوروں نے آپ کی شریعت کی روشنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور ان کے لیے کوئی ایسا مانع ہی نہ تھا پہنچی بہت ہی قرآن شریف کی چھوٹی سی جھوٹی سورت کا ہی مقابلہ نہ کر سکے اتنی قلیل مقدار ہی قرآن کے مثل لانے سے متر تھا عاجز ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو پہلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک ہی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکے گا۔ مگر پہلے یہ فرقہ ایسے سبب کی تفتیش کرتا رہا کہ جسکی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑ گئے ہو لیکن انہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت وجہ کے انقراض اور تلاش کے بعد ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہو سکتا پہر کہنے لگے کہ کیا ہم نے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے اور جو کہ ذہن میں آ سکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کر لیا اور ہشیاء کا ہیں پورے طور سے نہ لگ گیا ہرگز نہیں۔

انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقائق کو جو کہ خیال میں آ سکتی ہیں ہرگز محیط نہیں ہے بلکہ بڑی چیزیں اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکھا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر سے مخفی رہے چنانچہ دل بدن کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہرگز دریافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر ہے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیاء سے حکم و اقصیت حاصل ہو چکی ہے اگر انکی نسبت ان اشیاء کے ساتھ دیکھی جائے کہ جو اب تک ہرگز دریافت نہیں ہوئی

من  
اس فرقہ کا  
امروہا کہ ہم  
تمام چیزوں  
پر ہے و اسے  
نہیں اپنے  
سمجھنا اور  
کا قائل ہونا  
حقائق ہی  
ہو سکتی ہیں  
بتہ میں  
لگ ہے ۱۲

تو بیشک وہی نسبت نکلے گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی ہے پس جب یہ حالت ہو حقایق کی واقفیت میں ہمارا درجہ آٹنا گھٹا ہوا ہو اور تمام اشیاء پر عادی اور محیط ہونا ہمارے لازم ذات سے قرار پانا تو حجاب ہوا ہو تمام حقایق کا پورا پورا علم ہی نہ ہو تو پھر ہم اس بات کا کیونکر طمیان کر سکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے کہ جسکی اطلاع ہو کہ نہیں ہوئی اور ہم اسکو دریافت نہیں کر سکے خواہ اسوجہ سے کہ ہماری فکریں مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں اس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے عادی ہو رہے تھے تو اس سے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اسوجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اسوجہ سے کہ ہم ایسے فرائض حاصل نہیں تھے کہ جسکے وسیلہ سے اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی دوسرا عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہو جاتے۔ پہلا بتلائیے تو یہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اسکا کون خیال کرتا تھا اور اس کے خواص و آثار کسکی سچیں آسکتے تھے اور اسکو کون مان سکتا تھا یہاں تک کہ اتفاقاً وہ قوت دریافت ہو گئی اور متعدد تجربوں سے اس کے فوائد کی تحقیق ہوتی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اس کے ہم اسکو آنکھ سے آج تک دیکھ بھی نہ سکے غایت سے غایت یہ ہوا کہ سہنے اس کے آثار دیکھ کر اس کے موجود ہونے پر استدلال کر لیا۔

علاوہ بریں ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسہ میں سے کسی سے ادراک نہ کریں نہیں مانتے آپس ہی قائم نہ رہ سکے اور اسکا ہر موقع پر التزام کرنا ہمارے امکان سے خارج ہو گیا بلکہ ضرورت کے وقت ہمارے اپنے اس قاعدہ کو برا بھلا بھولنا پڑتا ہے یہی دیکھیں کہ مادہ ائیر ریفریجیٹر کو ہم مانتے ہیں اور اسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً ہم نے اسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا ہمارے صرف اس کے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اس کے ثابت کرنے کے بعد اس بات کے قائل ہو گئے کہ روشنی اس مادہ ائیر ریفریجیٹر کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ائیر ریفریجیٹر ہمارے نزدیک ایک گیس ہے کہ جو غیر تناسلی خلا میں بہا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ ستارے اسیں اثر نہ کریں تو وہ خود ساکن رہتا ہے اور اس کے اثر کرنے کی وجہ سے اسیں حرکت پیدا ہوتی اور موجیں مارنے لگتا ہے جیسے کہ ہوا جسم کے اثر کرنے سے اوڑھنے کے لیے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اسکی حرکت آئینہ تک پہنچ جاتی ہے جسکی وجہ سے اسیں اثر ہوتا ہے اور اسے مرئی کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ حوال یا قوی کمر بانی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) صرف ایسی اخیر ائیر کی مہر ہیں اور وہی ایسی اہل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کمر بانی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں۔ اور جب ہمارا یہ مشہور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ جنکو محض ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے اور یہ بات ان موجودات سے ہے جو کہ خوردبین (رائز اسکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت ہی ہو چکی ہے کیونکہ ان کا ادراک جب تک کہ آلات بصیرت استعمال کیے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے کوئی ناامران مانع ہو سکتا ہے

اس فرق کا اپنے  
اس حوسے پر قائم  
نہ سکتا کہ ہم انہیں  
اس حوسے سے ادراک  
کیونکہ اسکی حرکت  
میں مانتے اور حقایق  
کے دریافت کرنے  
اپنے خاصہ ہونیکا  
احتراف کرنا اور  
یہ کہ مادی عالم  
کے علاوہ کوئی شے  
عالم کرنا نا محض  
یقینی بات ہے

کہ جنکے ادراک کے لیے ہمارے موجودہ حواس گو وہ کسی آئینہ سے مدد ہی کیوں نہیں کافی نہ ہوں بلکہ ان کے ادراک کے لیے کسی دوسرے حواس کی ضرورت ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ یہی آئینہ رہا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مادی دنیا کے اعتبار سے اس قدر عاجز ہو گئے تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کی اشیاء کے ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی سنبھال نہیں رہیں اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم معرفت اور شناخت کے راستہ میں بہت ہی قاصر ہیں اور ان تمام اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے ہم میں بیشک نامتام ہیں پس اس بات کو جائز کہتی ہے کہ بہتری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہو سکتی ہیں کہ جسے ہم محض ناواقف رہیں یا انکی ہلکھلہ ہی نہ ہو اور ان اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں یا انکی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور سبب ہم بے انصافی کا ساتھ چھوڑ کر انصاف کے رو کا رہیں گے تو ضرور ہم بھی سمجھیں گے کہ عالم طبیعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض ایک تخیلی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ غایت سے غایت یہ ہو گا کہ جہاں تک ہم نے بحث کی ہے ہمیں اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ اس امر کی دلیل ملی جس سے کہ اس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا رہی یہ بات کہ اس عالم مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہمیں کوئی دلیل ملتی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ مرتبط نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ امر ہر سجدار کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ نفس الہی میں ہی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل میں معلوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے ہی موجود نہیں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھیے کہ اگر مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہکو تپہ نہ لگے یا اس کے موجود ہونے کی دلیل ہکو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الہی میں ہی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہو اور ہمیں دریافت نہ ہو چنانچہ یہی دیکھیے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبیعیات کے جتنے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گزر گیا اور وہ رعد اور برق کی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن انہیں اسکی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہو سکی اور اسکی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اسکی دلیل نہ معلوم ہونے سے اس کا کافی نفس موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متناظرین کو اسکی دلیل معلوم ہو گئی اور انہوں نے اسکی حقیقت کو دریافت کر لیا۔ اور وہ ان کے خیال کے موافق قوت کربائی ہے اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جسکی وجہ سے ہمیں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

پس بنابر جمیع امور مذکورہ کے کہ جس سے حقائق اشیاء کی نسبت ہماری واقفیت کا محدود اور نامتام ہونا معلوم ہو چکا ہے یہ بات بلا شک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم بھی پایا جائے اگرچہ بیشک ہکو اس کے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوتی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اس بات سے کیونکر مامون ہو سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن حقائق ممکن الوجود کا دعویٰ کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم انکی حقیقت اور واقعیت سے ناواقف ہوں اور اسوجہ سے

اس فرق کا شک  
ہونا شاید سب سے  
صلحہ علیہ وسلم کا  
دوسرے حواس پر  
اور ہر اسکی بلحاظ  
سے خوف کر کے آنا  
کا قطعی فیصلہ نہ لگا  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے دھوکے کی بھی  
طرح جان کر رہی  
شک ہے ۱۲

ہم نے اسکو حکومت حاصل کر لیا جیسلمہ بھرا ہوا اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ ان تمام فرقوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت قبول کر لینا محض وہم پر مبنی ہے اور ان کے پاس اسکی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو بھی اسی دلیل معلوم ہو گئی ہوں کہ جنگی وجہ سے انہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہمیں انکی صحت کا ذرا ہی پتہ نہ لگا ہو اور جب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے پیدا کر نیوالے یعنی خدا ہی کے پیچھے ہوئے ہوں اور انکی ابتلائی ہوئی سب باتیں ہو جائیں اور انہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم انسانی کے لیے ضرور حشر و نشر ہوگا اور یہی خدا اس شخص کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کرے گا اور جو شخص کہ انکی تکذیب کرتا ہے اسکو ادبی سزا دیگا۔ تو پہلا بتلائیے کہ ہر ہمسکو کیا بہتری حاصل ہو سکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور مشقت اور بحث و گفتیش سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ ہم اپنے پرے بٹنے چورے علموں میں جیسے کہ علم افلاک۔ علم کائنات۔ علم طبقات الارض۔ علم نباتات۔ علم حیوانات علم کیمیا وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا حقیقت ہم پر یہ بات صادق نہ آگئی کہ ہم اپنے درجہ کی فانی چیز کے ساتھ مشغول ہوئے اور با عظمت دائمی شے کو ہٹے ہوئے دیا بیشک ہم حصار میں رہیں گے۔ اور جس سے کہ ہم بدوشتہ خاطر ہوئے جاتے ہیں اور جس سے کہ ہم سو اختیار دینے بے تمیزی کے ساتھ کسی شے کو پسند کرنے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر کہ اگر کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارہ میں صحیح ہو گیا تو بیشک ہمسکو نقصان پہنچا نا پڑے گا اور ہم انک غرض سے متقابل ہو جائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہوگی اور انسان ہونے کے بعد نہ نہ کیا جائیگا صحیح ہی ہو گیا تو ہمسکا ذرا ہی نقصان نہ ہو گا چنانچہ طبیب اور مخم دونوں کے بارہ میں کہ جنگا قیامت سے انکار کرتے ہیں ہمارا ہی سا خیال بنا کیجئے کیا خوب کہا ہے سے قال الخم طبیب کلا ہما یلین معیث الاموات قلت ایکی ان صحیح تو کما فلسفہ تجا سہ او صحیح قولی فاکسار علیک فیینہ مخم و طبیب دونوں یہ کہنے لگے کہ مردے کسی زندہ نہ کیے جاسکتے تھے انہیں جواب دیا کہ بس الگ رہو۔ اگر تمہاری بات صحیح ہی ہوگی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میرا کہنا صحیح ہوگا تو تم دونوں کو ضرور نقصان پہنچا نا پڑے گا۔ پس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حرم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں انکو مستثنیٰ ہی بلا تحقیق اسے انکار نہ کریں اور اپنی اس ہمت دہری کو ترک کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی نفی کریں کہ لوگ انکی کیوں تصدیق کرنے لگے اور انکے دلائل میں خود فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا اس ضروری کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کوئی نسا امر مانع ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرور سچ جائیں پس لائل سابقہ کو دیکھو اسی امر پر انکی رائے قرار پائی اور سب متفق ہو گئے اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر کرممت باندھی اور اس سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ آیا آپ کا دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا اور ان دلائل کی نفی کرنے لگے کہ جنگی وجہ سے ان لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تاکہ ان میں غور کرنے سے اس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ دلیل صحیح ہیں کہ جنگی وجہ سے اور لوگوں کی طرح انہیں ہی



تقدیر کرنا چاہیے یا غلط ہیں یہاں تک کہ انکی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شہرہٴ رفع ہو جائے اور کچھ تردد و باقی نہ رہے۔ پس سب سے پہلے انہوں نے ان اثبات کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت انکا یہ دعوے تھا کہ یہ اللہ یعنی اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔

پس تمہوں نے اس میں بیشیری ایسی چیزیں دیکھیں کہ جو ان کے علوم طبعیہ کے خلاف معلوم ہوتی ہیں جسے کہ وہ بالکل تقبیہ  
سمجھتے ہیں منجملہ ایسے امور کے شریعت میں یہ واقع ہو سکتا ہے کہ عالم کا مادہ پہلے موجود نہ تھا اور پھر پیدا ہوا ہے اور جسے کہ اُسے  
بعد عدم موجودگی کے موجود کیا ہے اور اُس سے طرح طرح کی کائنات کو اس عمدہ انتظام پر پیدا کیا ہے یہی خدا ہے اور  
جیسے کہ اُسے عدم سے موجود کر دیا ہے وہ اِسی طرح بعد موجود ہونے کے اُسے پھر معدوم کر سکتا ہے۔ اور اِسی خدا نے علاوہ تمام  
حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے اور اُسی سے اُسکی عورت کو پیدا کیا ہے۔ اور پھر ان دونوں کو اُسی کے  
ایسے مکان میں رکھا ہے کہ جتنے کہتے ہیں اور بعد اسکے ان دونوں کو اُن سے ایک امرش خلافت ہو جانے کی وجہ سے  
زمین پر اتار دیا۔ انسان کے لیے اُسکے بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفس بھی ہے جسے کہ روح کہتے ہیں اُسکے  
بدن کے ساتھ اُسکو ایک خاص علاقہ ملتا ہے کہ جب تک وہ علاقہ رہتا ہے اُسکو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ  
چلتا رہتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور وہ اور کمال کرتی ہے اُسے لڑنے  
اور الم بھی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اُسکے فنا ہونے کے بعد بھی خدا اُسے پھر زندہ کرے گا اور اُسکے ساتھ  
وہ بارہ روح کا علاقہ پیدا کر دے گا اُسے اپنی دنیاوی زندگی میں جو نیک عمل کیے ہوں گے اُسکو انکی جزا دیگا۔

اور جو جسے عمل کیے ہونگے اُنکی سزا دیگا۔ خدائی نعمتیں اُس مکان میں ہیں جہاں کا نام جنت ہے اور اُس کا خدا رب اُس مکان میں ہے۔ جو کا جب کا نام دوزخ ہے خدا انسان کو اُن دونوں میں زمین و آسمان کے تباہ ہو جانے اور لوگوں کے سر کے بعد ہر اُنکے دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد داخل کرے گا۔ لوگ اُن دونوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بدن کے ساتھ روح کے منتقل ہونے اور اُس میں زندگی پائے جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونوں مشترک ہیں انسان کی طرح باقی حیوانات میں بھی روح پائی جاتی ہے اور جنہی سمجھ کہ اُنکی زندگی کے لیے ضروری ہے تمام حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اس قدر سوجہ اور عقل نہیں پائی جاتی بقدر کہ انسان میں موجود ہے اسی وجہ سے نباتات اور حیوانات کے انسان کو اُس خدائی عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدائے کبھ نورانی احسام پیدا کیے ہیں کہ جب کا نام فرشتے ہے انکو اُس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گذر جائیں اور ہم نہ دیکھیں گے نہیں فرشتوں کی ای پائی جاتی ہے وہ ایسے ایسے کام کر سکتے ہیں کہ جسے انسانی طاقتیں باطل عاجز ہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اُس کے اُنکے بندوں کے مابین کہ جو رسول کے نام سے مشہور ہیں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوتے ہیں خدا کی طرح اور احسام بھی پیدا کیے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں انہیں فرشتوں کے شاہد ہیں مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نقطہ سے چہرہ ہنا ہٹے بڑے کام نہر قادر ہونا لیکن ان باتوں میں اُن سے فرق ہے کہ وہ ان کی طرح نورانی نہیں ہوتے اور نہ انہیں نرزی پہلائی ہی ہوتی ہے اور نہ وہ خدائے اور اُس کے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے احسام کا نام جن ہے



خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کیے ہیں کہ جو فرشتوں سے بہرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی آتا ہے اور اسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جبکا نام کرسی ہے اور اس کے اوپر اُس سے بھی بڑا ایک اور جسم ہے کہ جبکا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اس فاصلے کو بہت ٹھوٹے زمانہ میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی کی قضاء و تقدر سے واقع ہوتا ہے یعنی اسوجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اسکو اپنی قدرت سے موجود کر دیتا ہے۔ اُسے ایک بہت بڑا جسم جسے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اسلیئے پیدا کیا ہے کہ جو کچھ واقع ہوا میں ثبت کیا جائے اور سطور سے اگرچہ اسکو اسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جتنی چیزیں کہ اسکی قضاء اور حکم سے ہوتی ہیں سب اُسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اُس کے سوا کوئی خالق نہیں مگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ مرتب کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سب کے بعد سب پایا جائے لیکن ان دونوں کے لیے وہی خالق ہے وہی سبب کہ پیدا کرتا ہے اور وہی اُس کے بعد سبب کو پیدا کرتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً موثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدریم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بیکجا اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی تخلیق ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور نہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اسکا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہوگا باہور یا یہ یا آئندہ ہوگا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے شایاں ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھ کر جو کہ اُنہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جو انہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہان تک اُنکی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جائے جبکہ اُنہوں نے پختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُسکی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پہر تذبذب کرنے پر مجبم جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُنکا سابق کا وہ فیصلہ ہوا کہ جس پر سب لوگ متفق الہی ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُسکی بخوبی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں ایسے کہ اُنکا تمام محتاجات کی پوری واقفیت سے قاصر نہ رہا اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہو نا اُنکو معلوم ہو چکا تھا جبکی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کیسے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابتاً قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اِس کے ہم فضا کو قدر کی بحث کر گئے تھے یہاں اُنکا جو بیچہ کہ قدر اور تقدیر کے معنی اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور فضا کے معنی حکم کرنے کے ہیں پس حال یہ ہوا کہ خدا نے پہلے سے تمام عالم کا ایک نگران مقرر کر دیا ہے اور اُسی کے موافق اپنے حکم اور ارادہ سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے۔ ۱۱۔

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی دلیلوں پر غور کریں ہیں ان مسائل سے بحث کرنا چاہیے کہ جو شریعت میں ہیں ان میں سے ہیں اور وہ جہاں ان خیالات کے خلاف ہیں جنکو کہ جس نے اپنے علوم کی مدد سے قائم کیا ہے یا ہمارے علوم میں انکی کوئی دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ شاید اس طریقہ سے شریعت کے ایسے مسائل کی آئے بحث کرنے کے بعد غلطی ظاہر ہو جاوے اور پھر ان شریعت کے نزدیک بھی انکا غلط ہونا مدلل ثبوت کے ساتھ ہے تاکہ اول امر سے انکا دعویٰ ساقط ہو جائے اور ان کے متبعین یا اوروں کے دلائل سے بحث کرنے کی محنت ہمیں نہ اٹھانا پڑے اور یہی طرح معاملہ ملے ہو جائے لیکن اسوقت جس کے دلائل یہ بات آئی کہ جب ان مسائل سے باہم ہم بحث کریں گے تو لمبا اوقات وقتی امر کے ظاہر ہونے میں ہیں وقت بڑھ سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے وہ مراد نہ ہو جو بظاہر سمجھ میں آتا ہے یا کوئی ایسی صحیح وجہ نکل سکتی ہو کہ جسکی وجہ سے ہمارے علوم کے ساتھ مطابقت ہو جائے اور ہم خود اسکو نہ دریافت کر سکتے ہوں۔

ایسے بہتر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روئی کرنیوالوں میں سے کسی عالم سے ملیں اور یہ مسائل اس کے سامنے پیش کر کے انکے بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہیں یا تو انکی غلطی معلوم ہو جائے گی یا انکی صحت کا ہمیں پتہ لگ جائیگا اور ان عالم کی وجہ سے ہمیں مطلب کے سمجھنے میں وقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علماء اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور انہوں نے اپنا قصہ اور ان مسائل میں اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے جو انکا مقصد تھا مناسب بیان کیا۔

پس عالم نے اسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات جس عالم نے اسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات کے جوہر کی اصل مجھے بیان کر دیں کیونکہ شاید اس طور پر میں ان شرعی مسائل کو جنکو کہ آپ لوگ نہیں مانتے آپ ہی لوگوں کے خیالات کے موافق ثابت کر سکوں یا میں آپ کے اعتقادات اور خیالات کی غلطی نکال دوں یا اس کے سوا کوئی اور صورت اختیار کروں کہ جس سے باہمی اختلاف رفع ہو جائے تب اس راسے کو سب نے پسند کیا اور کہنے لگے کہ لیجئے جہاں مذہب اور خیالات کا خلاصہ سنئے کہ جو ہم نے اپنے علوم کی مدد سے قائم کیے ہیں وہ یہ ہے کہ اس عالم کی اصل اور انواع انواع کی ارضی اور سماوی ہشیاء کی پیدائش کے بارہ میں قدمائے خلاصہ کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک نے ایک جدا جدا قائم کیا لیکن زمانہ حال میں جس امر پر کہ راسے قرار پا چکی ہے اور جس بات کا پتہ تجربہ اور دلیل سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عالم کی سماوی اور ارضی ہشیاء کی اصل وہ امر ہے مادہ اور اسکی قوت (حرکت) اور یہ دونوں قدیم اور ہمیشہ سے ہیں ان سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ مادہ اور اس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہو سکے اور ان کو ان سے کوئی بغیر وہ سرے کے پایا جاسکے۔ مادہ سے مراد یہی ائیر یا ایتر ہے جو کہ خلا میں بہا ہوا ہے مادہ کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں انہیں سے بسیط سے بسیط صورت میں موجود ہونے کی حالت کے اعتبار سے اسکو آئیر یا ایتر کہتے ہیں یہی مادہ کی قوت اس سے اس کے غیر منقسم اجزا کی حرکت مراد ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے متماثل اور صفات کے لحاظ سے مختلف ہیں جنکی شکلیں بدلتی رہتی ہیں اور ہم لوگ (یعنی سائنس دانے) اس بات کے قائل ہیں کہ یہ حرکت مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اس کے لیے کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ پھر اگر ہم سماوی یعنی ستارے اور کائنات انہیں

سے لینے ہوگی قسمت انکی نہیں ہو سکتی ۱۲

فہ  
اس قدر کا  
مسائل شریعت  
کے نامہ کے  
جسے کہ شریعت  
دال عالم کے  
کرنا اور انکی  
ظاہر ہو جاوے  
۱۲

لیفٹ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے اور اسی مادہ سے بذریعہ اسکی حرکت کے بننے میں اور ان کا بننا بھی  
ایسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اور نشیا کی پیدائش میں مادہ اور اسکی حرکت  
کو نہ کسی قسم کا اور کچھ ہوتا ہے اور نہ انہیں قصداً پایا جاتا ہے۔

اب سہیجہ کہ پہلے تو انہیں اجزاء کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہو جانے سے سدیدی مادہ کا وجود ہوا۔ سدیدی مادہ سے  
چھوٹے چھوٹے ذرے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہوا۔ اس طرح ایک گروہ بن گیا اور وہ اپنے حلقہ  
کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر دوسرے قوانین قدرت کے موافق وہ مشتعل ہو گیا وہ گروہ ہی شمس تھا۔ پھر اسکی گردش کے  
متنصفا کے موافق باقی ستارے اس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بنکر اپنی محروں پر گردش کرنے لگے۔ پھر  
انکے ہماری زمین بھی ہے جس پر کہ ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصبہ ہوا کہ آفتاب سے جدا ہونے کے بعد اپنی محرو کے گرد  
گھم کر گردش کرتی رہی اور اس طرح ہر مسکا پوسٹ یعنی سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بنتے گئے اور محاذوں  
حیوانات۔ نباتات پیدا ہوتے رہے اور سب اسکا وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم اسکا اجتماع تھا علم طبقات الارض  
کی تحقیقات کے موافق ہمارے نزدیک یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر انکا وجود  
ہوا۔ سہیجہ اور یہ اسلئے کہ ارض کے مختلف طبقات کے خلاف آفری طبقات میں جہاں تک کہ ہماری رسائی ہو سکی ہے حیوانات  
اور نباتات کے مکمل آثار نہیں پاسے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا زمانہ ضرور گذر رہا ہے کہ جب اس طرح  
اجسام یک نخت موجود نہ تھے اسکے بعد بحث تحقیقات اور کیا وہی اعمال کے مشاہدات کی بدولت ہماری یہ بات تک  
رسائی ہو گئی جس سے کہ سمجھنے پر دریافت کر لیا کہ عناصر بذریعہ حرکت مادہ کے اس کے اجزاء کے اجتماع سے پیدا ہو  
ہیں کہ جو تھار میں ستارہ سے ہی زائد ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر شمس کی وجہ سے معدنیات اور جاندار  
اجسام وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا ذلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جسکی ترکیب میں چند عناصر  
شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل سجا ہوا ہوتا ہے اور نہ تپلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت رکھتا ہے۔ اس میں غذا  
جامل کرنے کے لئے تقسیم ہونے والا وہ وسائل کی قوت پائی جاتی ہے ہننے اس مادہ کا نام یوٹولا سار پیٹھ پہلی شے رکھا ہے  
ایسی کے منقسم ہونے سے وہ خول طیار ہوے ہیں جسے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہو جانے سے  
حیوانات اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوے ہیں حیات زندگی انہیں عناصر کے فعل و  
انفعالی اور ان کے کیا وہی استخراج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم  
میں حلول ہوتا ہو جسکا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں یہی حیات ہوتی  
ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو ان  
سے ضروری ہیں تو اہل و تناسل کو جو جسے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مبالغہ  
ہونا ہے جسکا نام تباہن افراد ہے پس کوئی فرد اپنی اصل کے تمامہ شاہد نہیں ہو سکتی منجملہ ان نباتات کے نہ اور مادہ کا ہونا  
ہے۔ دوسرا قانون فروغ کا باوجود دوسرے نباتات یا جاندار خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے انہیں اصول کے

فنا  
معدنیات  
حیات کشش  
انسان و غیر  
کے اردو میں  
ذرا سہیجہ  
کا بیان

نباتات یا خصوصیتوں کا منتقل ہونا ہے جس کا نام قانون انتقال نباتات الاصول ہے الفروع مع بقاء الاصل ہے پس  
ایسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہونا ہے کوئی ضعیف یا کمزور کوئی خارجی صدمات کا تحمل ہو سکتا ہے کوئی نہیں کسی کے  
بیئے ظروف موافق ہوتے ہیں کسی کے لیے ناموافق یا غیر قانونی باہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا  
دافع ہونا جس کا نام قانون تنازع ہے پس اسی واسطے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے تحمل نہ کر سکنے والے اور  
جنہیں کہ ظروف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہو جاتے ہیں اور افراد میں سے جو اسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ چوتھا  
قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے  
پس لاکھوں برس کے گزرنے پر حیوانات اور نباتات کو ہزار ہا کی مضطرباری حوت اور فطرت کے ان قوانین اربع  
کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہو گیا یا نہ تک کہ خود انسان ہی مجملہ تمام حیوانات کے  
ایک قسم کا حیران ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے قانون کے موافق عمر کی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کر کے اس موجود  
حالت پر پہونچ گیا ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قریں قریا  
معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر  
انسان ترقی کرنے لگا ہوئے کہ ترقی کوئے کرتے اپنے قرن یعنی بندر سے بڑ گیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع  
کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے اور اس کی پیدائش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اس وجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے  
نہایت محدود اور محدود زمانہ سے اس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کڑوڑوں برس اس سے پہلے ہی بکثرت انواع موجود  
رہی ہیں عقل اور انسانی اور اک مجملہ ان تمام افعال مادہ کے جو مادہ کے اجزاء بن کر اور عناصر مترجم کی تاثیر و تاثر سے  
پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی علیحدہ شے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے ذریعہ  
عقل و ادراک سے بالکل خالی تھے پھر انسانی عقل اور بقیہ حیوانات کی عقل میں محض کمیت اور مقدار کا فرق  
ہے ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے بڑھتی ہے  
پھر وہ باقی مسائل کے جو ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے جیسے کہ انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا  
دار نعیم و دار عذاب یعنی جنت اور دوزخ کا پایا جانا۔ فرشتوں جنوں۔ آسمانوں۔ عرش کرسی۔ لوح اور ظلم کا موجود ہونا  
فرشتوں کا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل یعنی وہ مسائل جو پہلے بیان ہو چکے ہیں سب باتیں  
ایسی ہیں کہ پہلے علوم میں انکی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اس لیے ہم انکا اعتقاد ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض  
امور تو ایسے ہیں کہ جنکو ہمارے علوم بالکل ساقط الاعتبار ثابت کرتے ہیں اور انکے استحالة پر دال ہیں کیونکہ ان  
قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے جنہیں کہ ہم نے کائنات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ اتنا ایک نہایت ضروری بات  
ہے یہ تو ہمارے مذہب کا اعلیٰ وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی پر طبعیات (سائنس) جاننے والے فرقہ کی عام طور  
پر اسے قرار پا چکی ہے اسکے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ  
کیسے ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے سنیں گے۔

مذہب اسلامی عالم نے ان لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ میرے انسانی ہائیو سنو میرا مہدی دین اور آپ لوگوں کا  
بفرض ظہار حق گفتگو کرنے کے لیے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور  
سچی خیر خواہی سے پیش آنے اور ظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھ پر لازم کر سکتے ہیں لیکن اس موقع پر میں  
آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کیے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بلا  
تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفدار سی کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور اسے اپنے دماغ میں جگہ دیں  
کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائے گا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی اور عقل کی بنیائی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن  
دو پہر ہی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائیں گے  
اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ  
کی طرفدار سی نہ کی اور سطور پر ان دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے ضمیروں کو آزاد کر لیا تو پھر دیکھ لیجئے گا کہ  
میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا رشتہ طیکہ اس خدا  
کو منظور ہوا جسے سوائے کسی دوسرے کسی شے کا پیدا کرنے والا نہیں آتا )

پس آپ لوگوں کے مذہب لینے ان خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کر لیں  
بعد میں کہنا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو  
قدیم مان لیا ایسے بظاہر آپ کسی کو خدا مان لینے کے لیے مجبور نہ ہوئے کہ جو سکوپا کرتا اور جبکہ آپ نے مادہ کے سوا  
اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور اٹکاھاوش ہونا ہی آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا اور عقل ان تمام تنوعات اور تغیرات کے جنکو  
محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے قیلم نہ کر سکی کیونکہ اس کے نزدیک مادہ میں اسکی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان  
وجہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بسط کے لیے حرکت ثابت کریں۔ ہر طرح پر تمام تنوعات کو آپ نے  
مادہ اور اسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدود و ممان لینے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑے گا جو  
اسے پیدا کرتا اور اسے عدم پر اس کے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اس کے بعد جب آپ اس کے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اس وقت بھی کہنے  
لگے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا ہے وہ ہی اس کے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر ان تنوعات  
کے لیے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لیے حرکت ہی ثابت  
کر سنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے ہی نجات لگائی اور اس زبردستی کی بات کا قائل ہی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی  
انواع انوار کی چیزیں محض مادہ اور اسکی حرکت سے علی وجہ الضرورۃ پیدا ہو گئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں لینے مادہ  
اور اسکی حرکت میں نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے۔ نہ انہیں کسی شے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ  
تذہیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پہر ہی اسے سب کچھ باقاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام عالم بنائیت ہی  
عجیب و غریبہ انتظام کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھ کر عقل صاف ہی حکم کرتی ہے کہ اس کے لیے اتنی چیزوں کی ضرورت  
ہو کہ تقدیر نہ تو پوری ہو سکتی ہو بلکہ اس کی ضرورت اور تدبیر اسے درجہ کی موجود ہو اس موقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں

مذہب عالم  
کا مادہ کے  
صداقت کو  
ثابت کرنے  
کے لیے قیلم  
بیان کرتا ہوں

من  
الظلال  
فلا مستقر  
ثبید

کہ جب میں مادہ کے قدم کے بطلان پر دلیل قائم کر دوں گا اور اسکا حدوث ثابت ہو جائیگا تو اسوقت لامحالہ آپ کو کوئی نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جسے مادہ کو پیدا کر دیا اور جو عدم سے اسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپ کو یہ چھپنا ہی آسان ہو جائیگا کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اسکی قدرت عظیم حکمت اور تدبیر کا کامل ہونا انہیں تنوعات سے خود ہی معلوم ہو جائیگا اسکے بعد آپ لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی سائل کی تصدیق کر لینا ہی چاہیے کہ آپ اب تک اپنے علوم اور اعتقادات کے خلاف سمجھ رہے ہیں کچھ دشوار نہ ہوگا۔

یہ سب سنیے سنیے آپ کے سابق الذکر مذہب میں تین قضیے ایسے پاسے ہیں کہ جب تک آپ لوگ بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ یقین کرتے ہیں اور سیر ایمان لائے ہوئے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے انہیں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ان سب کے ثبوت کی معائنہ تصدیق کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض انہیں سے بالکل قطعی ثبوت مشاہدہ سے ممکن ثابت ہو چکا ہے انکی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر انکی تصدیق کجیائے تو پھر دوسرے کا ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا پہلا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اسکے ذرات بسیطر کی حرکت کے قدم کے قائل ہیں اور ان دونوں کو ازل سے متلازم مانستے ہیں کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جاسکتا یعنی مادہ اور حرکت میں مفاد ہونا محال ہے۔

دوسرا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث کے قائل ہیں یعنی تمام اشیاء سماوی اور ارضی خصوصاً حیوانات کی ساری انواع پہلے موجود نہ تھیں اور اسی مادہ سے پیدا ہو گئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیگر مثال سے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہو گئے ہیں اور انکی پیدائش کے پہلے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھہرا یا ہے اور اسی کی مقتضائے موافق آپ نے حکم لگایا کہ انسان کی پیدائش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہے اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ انکے آثار صرف زمین کے اوپر کے طبقات میں پاسے جلتے ہیں طبقات زیریں میں اسکے آثار کا نام و نشان نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے اسکی پیدائش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بے انتہا اختلاف کیا ہے جیسا کہ میں نے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔

دیسرا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اسکے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے پہلے ازل سے قائم لازم ہے اور نیز ان قوانین قدرت کے مقتضائے موافق کہ جو انہیں موجود ہیں علی وجہ الضرورۃ مادہ سے حادث مانتے ہیں اور پھر مادہ اور اسکی حرکت کا نہ اس میں کچھ اختیار ہے اور نہ ان میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے مقتضو اس سے یہ ہے جیسا کہ آپ کے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جب طرح معلول اپنی علت سے حادث ہوا کرتا ہے پہلا مادہ اور اس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہوئے ہیں پس تمام تنوعات معلول ٹھہرے اور مادہ اور اسکی حرکت سے قدم سے مراد کسی نئے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اس پر علم کا کوئی زمانہ نہ گذرنا تاہم ہم جسے حادث سے مراد کسی ایسی شے کا موجود ہونا کہ پہلے

موجود نہ تھی ۱۲ اختتام

الاجمال حسب  
فلاسفہ کے  
نے اپنے  
مسائل پر تین  
مضامین کو  
انتخاب کرنا اور  
مادہ کا قدم میں  
کرنا ۱۱



تنوعات کی علت۔

(حقیقت میں ان کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اس کی حرکت میں الفا کا نام ممکن تھا یہاں تک کہ وہ اس امر کے قائل ہو سکے ہیں کہ مادہ اور اس کی حرکت میں سے کیسکا وجود بغیر دوسرے کے متصور ہی نہیں ہے ایسے دونوں کو ملنے لگنے والے واحد کے اعتبار کر لیا ہے اور اسی کو علت کہہ دیا ہے اور چونکہ ان دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے ایسے ہی اعتبار کر لیا جائز ہے کوئی مضائقہ ہی نہیں ہے)

جب آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تو اب مینے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شے اپنی علت سے جس کے اسکا وجود لازم ہو جاتا ہے ہرگز مختلف نہیں کر سکتی پس اگر اس کی علت حادث ہوگی تو وہ شے ہی اس کے بعد ہی بلا تاخیر موجود ہو جائیگی اور اگر اس کی علت قدیم ہوگی تو وہ شے ہی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کرے گی اس سے ہرگز متاخر نہ ہو سکیگی ورنہ لازم آئے گا کہ علت تو پائی جائے اور معلول نہ ہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مادہ اور اس کی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو حادثات نباتات حیوانات اور تمام عالم کی انواع کی چیزوں کے لیے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیاء ہی کہ جو ان کی معلول ہیں قدیم ہو جائیں حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق ان کے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس علت کو ان معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ انکا وجود ایک ہی دفعہ بالکل مکمل ہو جائے بلکہ اس کے معلولات میں باہم ارتباط پایا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ وار متوقف ہو سکتے ہیں مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہو سکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے موجود ہو جائے اور وہ دونوں عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہیڈروجن اور آکسیجن.....

..... اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے ان کی ایک حالت ہو سکے موجود نہیں ہو سکتے پس حیات کا وجود پانے کے وجود پر موقوف ہے چاہے اس سے ایک لحاظ ہی پہلے کیوں نہ ہو۔ پس کوئی عقل یہ قیاس کر سکتی ہے کہ مادہ اور اس کے سائے مرکبات ایک ساتھ ہی موجود ہو سکتے ہیں یہاں جواب ہم یہ دیں گے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت ہی (اور وہ مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت ہے) حادث مان لی جائے اسوقت بیشک ان قوانین قدرت کے موافق جو پیدائش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرورتاً مدت کی حاجت پڑ سکتی ہے تاکہ اس میں استعداد آجائے اور مادہ کے اجزاء اس طرح مجتمع ہو لیں جس سے کہ عناصر کی تالیف ہو پر پانی بنے اس کے بعد حیات وجود ہو اور اس تقدیر پر بلاشبہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہو جائے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہو جائے یا اجزاء ان کے مجتمع ہونے سے پہلے ہی عناصر نہ پائیں دیے سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ سب کچھ خدا کے قادر ہی کرتا ہے اور اس کی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں ہو سکتا کوئی شے ہو کہو چاہے کتنی ہی مستعد اور تعجب انگیز کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)



لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جائے جسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو ہر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ سارے معلومات حادث ہوں باوجودیکہ انکی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب انکی علت اس کے موجود ہونے کو بلا ضرورت لازم کرتی ہے تو ہر تباہی کے کہ ان سب اشیاء کو اتنے لاکھوں یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کس وجہ سے انی مدت گزرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہو گئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ مئی مدت کی ایسے حاجت ہے تاکہ علت میں معلومات کے پیدا ہونے کی استعداد آجائے یعنی اس میں استعداد پیدا ہونے کے لیے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے پوچھیں گے کہ آپ کی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہو گئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اسکی مقتضی ہی موجود تھی اور کس چیز نے اتنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر استعداد مدت گزرنے کے بعد اسے پیدا کر دیا۔ معلومات کے حدوث اور اس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لیے جتنی مدت آپ بڑھائے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قائم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آگئی بہر حال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ آٹھ سیکڑا۔ خلاصہ یہ کہ علت اسے ہی سے استعداد کے بلا ضرورت پیدا ہونے میں ذرا بھی خشک نہیں ہے پس حدوث قدیم کے اعتبار سے استعداد کی ہی وہی حالت ہوگی جو اسکی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ استعداد ہی قدیم ہو یا ضرورتاً قدیم ہونا مستلزم جو تمام تنوعات جو معلول ہیں وہی قدیم ہوں ورنہ لازم آئے گی کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول نادر۔ حالانکہ یہ صریح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو کہی جو معلول ہیں قدیم مانیں اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اسکی تکذیب کیجئے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے اور یا اس کے قائل ہو جائیے کہ مادہ اور اسکی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس انھوں نے ان تنوعات کی پیدائش کے لیے جو زمانہ چاہا مقرر کر دیا اور آپ لوگ اسکو بھی کہی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شد و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ پہلے آپ لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔ اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اس کے قائل ہی ہو جائیں تو یہ ضروری لازم آئے گی کہ انکو اجزاء مادہ کے ہر ہر جز کے لیے اتنا علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہوتا کہ عالم کی بشیارا انواع میں سے کوئی خاص نوع بنجائے اور پھر وہ اپنی وضع کو کسی طرز پر بدلتے جس سے کوئی دوسری نوع بنجائے علیٰ ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجئے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ میں استعداد امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے نہایت ہی تجربہ کار سن رسیدہ اشخاص کی کٹی ہی دریافت نہیں کر سکتی اور وہ ہی عاجز ہیں۔ سموقع پر اس کے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جائے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح بیان کرنا چاہیے کہ جبکی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک متخلف رہے اور اتنے کروڑ برس کے بعد جا کر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً کچھ بیان کر سکتے ہیں اسکا بیان کرنا کیا

مسئلہ کا نوا کہ ہے فرا کام رکھنا ہے اور یا تو آپ لوگ مادہ اور اسکی حرکت کو حادث مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔  
 آئیے اسی دلیل کو ہم مختصار کے ساتھ آپ کو دست کر کے دکھلائیں۔ وہ اس طور پر ہوگی کہ اگر تمام تنوعات کی علت  
 مادہ اور اسکی حرکت ہے مگر اسکی اس قدر قدیم ہوگی تو اسکی استعداد ہی قدیم ہوگی اور اگر استعداد قدیم ہوگی تو تمام تنوعات ہی  
 قدیم ہوں گے لیکن تنوعات قدیم نہیں ہیں اسلئے استعداد ہی قدیم نہ ہونی اور یہی مقصد ہے۔ پھر اگر آپ یہ کہنے  
 لگیں کہ اگرچہ آپ کی مبتدئ ایسا ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ آپ ایسی بدیہی ابطلان بات کے کہنے کی جرأت کر سکتے  
 کہ نہیں استعداد حادث ہے اور تمام تنوعات ہی حادث ہیں لیکن پھر ہی مادہ اور اسکی حرکت دونوں قدیم ہی ہیں  
 تو میں آپ سے دریافت کروں گا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اسکی حرکت ازل میں یعنی لگاتار زمانہ  
 غیر متناہی تک کیا کرتے تھے اور مادہ پر کیونکر لگاتار ہی زمانہ گذر سکا اور وہ محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور  
 بہرنا تھا ہی ازلی اور غیر محدود و مدت تک بے نتیجہ رہنے کے بعد کس چیز نے اسے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ ایک محدود  
 زمانہ سے انہیں استعداد پیدا ہو جائے پھر سبطرح سے محدود زمانہ سے تنوعات ہی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے  
 کہ آپ کے پاس سوائے ساکت ہو جانے کے اور کیا جواب ہو گا۔ پس اس ساری بحث کے بعد حق اور ماننے کی بات  
 یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہو گئیں مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت جسکے  
 کہ آپ قائل ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہیے یعنی پہلے انکا وجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔  
 اس موقع پر اور یہی بہت سی یقینی دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حادث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مثل سابق کے آپ لوگوں کی  
 تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ ہمیں کوئی مضائقہ ہی نہیں معلوم ہوتا اگر میں آپ سے ایک آدھ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ  
 نیک گمان کر کے بیان کر دوں کہ آپ کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اسے تسلیم کر لیں خصوصاً جب آپ  
 اپنے ترک قصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدم رہیں جسکو کہ شینے آپ کی جانب سے کچھ دیکھا ہی ہے  
 وہ ہے کہ یہ امر فراہمی مخفی نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے خالی نہیں پایا جاتا اور نہ مادہ کا تمام  
 صورتوں سے مجرور ہو کر پایا جاتا ممکن ہی ہے جیسا کہ مادہ کا بغیر غیر اور کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گہیرے ہوئے موجود ہونا  
 ممکن نہیں ہے، پس مادہ جب کبھی پایا جائیگا اس کے لیے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت ایہر کی ہو یا سبکی  
 عنصری ہو یا معدنی۔ بنائی ہو یا حیوانی۔ ہیوجہ سے تو آپ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اسے  
 تمام انواع کے بننے سے قبل حاصل تھا جتنی صورتیں کہ متصور ہو سکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تھا اور یہ کہ جتنی صورتیں  
 کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوتی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان  
 سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اس حالت میں ہی تمام صورتوں سے مجرور اور خالی نہیں مانا ہے  
 اسلئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کر سکتی۔ پھر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی  
 اسلئے کہ وہ زائل ہو سکتی ہے اور اس پر عدم طاری ہو سکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے بسیط ہی کیوں نہ ہو مثلاً اسی صورت  
 سے سبزی سے مادہ کی وہ حالت مراد ہے جس میں عنصر بننے سے قبل موجود تھا اور مستحکم

حادث مادہ کی  
 اول دلیل منطقی  
 ہے مسئلہ پر

ف  
 صورت  
 کی دوسری  
 دلیل

کوئے یجئے جہا کہ تمام انواع کے بننے سے قبل مادہ کے سبب ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم اور زائل ہونا ہرگز اسطرچہ معلوم ہوا کہ اسکا معدوم ہونا اور اس کے بعد بہتیری صورت نوعید کا طاری ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہے اور وہ اسے قبول کر سکتی ہے اسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسکا بیان آگے آتا ہے اسلئے کہ اسکا قدیم یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ اسکی ذات ہی اس کے وجود کو مقتضی ہوگی یعنی اسکا سبب سوائے اس کے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور اسکا نام قدیم ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اسکی علت قدیم ہوگی اور خود اسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیم اس کے قدیم کو مقتضی ہوگی اور اسکا نام قدیم غیر ذاتی یا قدیم باغیر ہے اس کے سوا قدیم ہونے کی اور کوئی صورت نہیں مل سکتی اور ظاہر ہے کہ اس شے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اسی کی ذات ہو یا کوئی دوسری شے جب تک حال اور قائم رہیگا اسوقت تک کہ کیونکر ممکن ہے کہ اس شے پر عدم اور زوال طاری ہو سکے پس قدیم کی دونوں قسمیں یہی ہیں کہ انپر عدم کا طاری ہونا ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب مادہ کے تمام صور لازمہ کا حدوث ثابت ہو گیا تو پھر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو دیکھتے ہوئے ایسی صورت نکالیں جہاں کہ جب سے اسبط ہوا اور مادہ کے سبب پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلے ہی مادہ کے سبب کوئی صورت ہو سکے مادہ کے اسبط صورت کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ نہیں اور اس کی اول صورت کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی اسبط اور سب سے پہلی صورت تو ہم کہتے ہیں کہ وہ ہی حادث ہے اسلئے کہ وہ معدوم اور زائل ہوگئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے جیسا کہ ابھی ثابت ہوا پس اب بتلائیے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے قبل کس حالت میں موجود تھا یہ تو آپ کہہ نہیں سکتے کہ مادہ کے سبب کوئی صورت نہ تھی کیونکہ اسکا سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا جانا محال ہے اب یا تو آپ یہ یائے کہ اس صورت سے پہلے کوئی اس سے ہی اسبط صورت موجود تھی اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ آپ نے اسکو سب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ اس سے قبل کوئی صورت ہو چکی ہو سکتی اور یا تو آپ اس کے قائل ہو جائیے کہ مادہ ہی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ہو گیا نہ قدیم اور یہی مقصود ہے۔

ہم ابی دلیل کو دوسرے منطقوں میں اس طرح ہی بیان کر سکتے ہیں کہ مادہ اس اول صورت اور اس کے بعد والی صورت نوعید کے سبب سے لازمہ ہے اور یہ صورت اور اس کے بعد آنی والی صورتیں مادہ کے سبب سے لازمہ ہیں اور مادہ سے سب کی منتفک اور جدا نہیں ہو سکتیں جیسا کہ علت اور معلول کے مابین انفکاک ناممکن ہے اب یوں تقریر کی جائے گی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے سبب سے لازمہ ہے قدیم ہوگا تو یہ سب صورتیں ہی جو اس کے سبب سے لازمہ ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازمہ کا اپنے لازمہ سے منتفک اور جدا ہونا محال ہے لیکن یہ صورتیں اس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہو سکتیں پس مادہ ہی قدیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تالی کے سبب اور فن کرنے سے مقدم کا رفع یا سلب لازمہ آتا ہے جیسا کہ علم منطق

ف  
صورت مادہ  
کی اولیٰ حالت  
منطق ہی میں ثابت  
ہوئی ۱۳

پس نفسی طور پر یہ بات طے ہو چکی ہے اور عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔  
 پہر بحث سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادثہ یعنی ایسی شے کے لیے جو پہلے نہ تھی اور پھر موجود ہو گئی  
 ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہیے جو اسے موجود کر دے جسکی ایک عدم پر اس کے وجود کو ترجیح ہو جائے اور وہ عدم کی تاریکی سی  
 وجود کی روشنی میں نکل آئے ورنہ ترجیح بلا مرجع لازم آئیگی اور وہ بخلہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدا انخواستہ آپ لوگوں کی  
 یہ حالت ہو جائے کہ آپ ترجیح بلا مرجع کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھے بیٹھے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے  
 نہیں کہ میں نے انسانی ایجاد کردہ ترازوں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جس کے دو ڈبلے بوجہ میں بالکل  
 برابر تھے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اس کے دونوں پلڑے بالکل متوازی تھے یا فرض کیجیے کہ بائیں جانب کا  
 پلڑا کسی سبب سے جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا پھر دفعۃً واپس پڑا یا میں سے راجع ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ  
 گیا اور بائیں اتنا اونچا ہو گیا جہاں تک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجع کے پایا گیا راجع ہو گیا  
 پلڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے راجع کیا یعنی جھکا یا نہ اسے ہوا کا دھکا لگانے کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہو یا کا  
 باعث ہوا مثلاً صدمہ کہ جتنی چیزوں سے پلڑا جھک سکتا ہے ان سے کوئی بھی نہیں پائی گئی اور پھر یہی وہ بلا وجہ جھک  
 گیا پس اس موقع پر اگر آپ اس قائل کے قول کو ترجیح سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا خدا و انتہا درجہ کو  
 پہنچ گیا پس اب آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اگر آپ نے اسکی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو  
 محال ہے تو اسوقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجع ہے یہی کی نسبت بیٹھے سابق میں آپ سے  
 کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

فہرست  
 احوال و ترجیح  
 مرجع کی بحث

اس مثال میں اور جتنی حقائق کہ اس کے علاوہ تصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ جتنی ہوں یا عقلی ان سب میں اس لحاظ  
 سے ذرا ہی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجع سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر ہر تال کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر  
 ہے اور جب آپ اپنے ہر مسئلے کی مباحث اور گفتگو میں تال کرینگے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے مد مقابل  
 سے بحث کرتے وقت بیشتر مواقع پر ایسی قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی ترجیح بلا مرجع  
 کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلاں امر بلا سبب پایا گیا او  
 اسکا وجود اتفاقی فطرت میں غلتے یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے  
 نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جب کوئی غلتے یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اسکا سبب ہمیں معلوم ہوا ورنہ  
 حقیقتہً اس امر کا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہم پر غیبی رہا  
 ہے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف ایسی جھج بلا مرجع کے محال ہونے پر ہوسہ کرنا ہے اس  
 قدر کہ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ ہی اس قاعدہ کو مانتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور میں نے جو باوجود اسکی بدہمت اور غور  
 سے تقریر کو اس موقع پر اتنا طویل یا تو ایسی یہ وجہ ہے کہ میں نے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کے کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی

اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلامرج کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ بلاوجہ ہی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرعی اختیار کر لینا انکی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا ارتکاب وہی کر سکتا ہے کہ جو محض ٹیس طبیعت کا ہوا جسکی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوسطائیکہ فرقہ والوں کا سا ہے کہ جو عقلائی اشیاء کے حتمی شہادت کے ہی منکر ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض اوہام اور خیالات ہیں۔ پیش تو آپ سمجھ گئے ہوں گے اب سنیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت ہی آسان ہے۔ ثابت ہو چکا انہیں دلائل میں سے وہ دلائل بھی ہیں جو سنیے آپ لوگوں کے سامنے پیش کریں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دلیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسب ہیں۔ یا اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جنکے سمجھنے میں آپ کی عقلوں کو وقت ہو اور اسنے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلامرج محال ہے اسلئے وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہیے کہ جس سے مادہ حادث ہو اور اسکے وجود کو اسکے عدم پر ترجیح ہوئی اور اس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لامحالہ موجود ہونا ہی ضروری ہے کیونکہ جو شے خود معدوم ہے اس سے کوئی شے اضطراراً یا اختیاراً کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ ناممکن ہے جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) معتقد ہو گئے کہ وہ شے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ضرور موجود ہے اسکا معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود و عدم دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اور انھوں نے اسکا نام عالم کا خدا رکھا۔

پس ان لوگوں نے کہا کہ یہ خدا ضرور قدیم ہی ہونا چاہیے ورنہ اگر حادث ہوگا تو ضرورت ہوگی کہ اسکا حادث کرنے والا کوئی اور۔ دوسرا ہو کہ ترجیح بلامرج تو محال ہی ہے اور اگر اس دوسرے کے لئے تیسرے کی ضرورت پڑے گی اور اسطرح پلسلہ پچلے گا پہرے یا تو دور لازم ہوگا یا تسلسل۔ اور دور و تسلسل دونوں محال ہیں اور چونکہ ان دونوں کی طرف منفضی ہوگی اور جس سے کہ محال لازم ہوگا وہ ہی محال ہوگی اور اس موقع پر اس خدا کے حادث ماننے سے یہ محال لازم آتا ہے تو خدا کا حادث ہی محال ٹیڑا اور جب اسکا حادث محال ہو تو لازمی بات ہے کہ وہ قدیم ہو۔

اب دور کے معنی سمجھئے وہ دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کا وجود اپنے سبب کے وجود سے پہلے ہو جائے جس سے یہ لازم آئے گا کہ شے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو جائے اور یہ بالکل متعذباں ہے پس اگر ہم کہیں کہ وہ خدا جس پر مادہ کا وجود موقوف ہے خود اسکا وجود ہی ایسی مادہ پر موقوف ہے عام ہے کہ بلا واسطہ موقوف ہو یا کسی شے کے واسطہ سے اسطور پر کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہو اور اس شے کا وجود مادہ پر موقوف ہو اور مادہ خدا پر موقوف ہو تو مصورت میں یہ لازم ہوگا کہ مادہ قبل اس شے کے پایا جائے کہ جو وجود مادہ کے لیے سبب ہے چنانچہ اس سے کہ ضروری ہوگا کہ مادہ اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہو جائے اور یہ امر صراحتاً بالکل ہے اور کوئی عقلمند اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اسکا نام دور حقیقی ہے کہ جسکے بالکل ہونے میں خدا ہی شک نہیں۔



اور ایک دوسرے ہی ہوتا ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ دو شخص میں سے بعض بعض پر ہوجہ سے موقوف ہو کہ وہ دونوں ایک علت کے معلول ہیں۔ مثلاً دن کا موجود ہونا اور دھوا کا روشن ہونا کہ یہ دونوں طلوع آفتاب کے معلول ہیں ایسا دور محال نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا ہمیں کلام ہی ہے۔

اب رہا تسلسل اس کے یہ معنی ہیں کہ متبادر امور جانب ازل میں لگاتار ہوتے ہوئے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو اور عقل اس کے ناممکن ہونے کا اس لئے حکم لگاتی ہے کہ اس سے متعدد محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ ہی محال ہوتی ہے۔

محمد علیہ السلام کے متبعین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں نہایت شریح و مبسطہ و تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم انہیں سے اس موقع پر صرف ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کریں گے کہ جو آپ لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جن کو کہ آپ کی عقلوں سے شائبہ نہ ہو زیادہ نہیں آپ سے ہم صرف دو ہی دلیلیں بیان کریں گے۔

پہلی دلیلیں عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور چلی بدیہیات میں سے ہے کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد کامل کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا مثلاً پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تین پانچ میں اکائیاں ہی اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں اس طرح ہر چھوٹے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے ہمہ پہلے خلا صد یہ کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا دسیئے چھوٹے اور بڑے عدد کا اکائیوں میں برابر ہو جانا ظاہر محال ہے ای طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہے کہ جو مقدار محدود کے درمیان گہری ہوگی وہ ضرور محدود اور تنہا ہی ہوگی اور یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے دو حدود کے درمیان گہری ہی ہو اور غیر محدود ہی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہو جانا سراسر محال ہے پس جب اپنے ان دونوں حکموں کو تسلیم کر لیا اور اس کے تسلیم کر لینے میں آپ لوگوں کو شک ہی کیا ہو سکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں دیتے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا واقع ہونا ناممکن ہو گا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں مرتب ہو سکا ناممکن ہے تو ضرور ہوگا کہ جائز ہوگا کہ ہم اس سے ہی امور کے دو سلسلے فرض کریں کہ جن میں سے ایک کی ابتدا تو زمانہ موجودہ سے ہو اور دوسرا اس سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور دونوں جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب اس میں ذرا ہی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ جو زمانہ موجودہ سے شروع ہوا ہے دوسرے سلسلے سے (جو اب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے) محض ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہوگا۔ پہر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک سے ایک ایک امر کو ساقط کرنا شروع کرتے ہیں یعنی ہم پہلے سلسلے سے ایک ساقط کریں گے اس کے مقابل دوسرے سے ہی ایک ہی ساقط کریں گے پھر اسی طرح سے دونوں سے برابر ساقط کرتے چلے جائیں گے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے متناہم ہو جائیں گے پس جانب ازل میں ان کا غیر متناہم اور غیر محدود ہونا کہ ایسی کا نام تسلسل ہے باطل ہو جائے گا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ

ہو ازل ہر ایک کی جانب غیر محدود ہونے کو کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔ عہد یعنی تفریق کرنا

دو شخصیت  
جائز ہے

تسلسل

اظہار  
کے مقدمات  
کا بیان

ف  
بران  
تسلسل  
ظہار  
کرنا

ہوگا تو اس صورت میں لازم آجیگا کہ سلسلہ ناقصہ سلسلہ زائدہ کے برابر ہو جائے حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ عدد فیض کا عدد زائدہ کے برابر ہو جانا محال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اشیاء کا جانب ازل میں غیر متناسی ہونا کہ ایسی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور چوتھے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہو کر تہی ہے اسلئے تسلسل ہی ضرور محال ٹھہرے۔

منہ  
برہانی علمی  
سے اطلاق  
تسلسل کا  
ثبوت ۱۲

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہوگا کہ ہم لمبے و دو خط فرض کر لیں کہ جو ایک نقطہ سے شلث کی دو ساقوں کے شل نکلا لگا کر چلے جائیں پس اس کے جزا بمنزلہ ان غیر محدود امور کے ٹھہریں گے کہ جو جانب ازل میں مرتب ہوئے ہوئے چلے گئے ہوں پہر ہم ان دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لیے ضرور لمبے درپے خطوط طرز کر سکتے ہیں اور پہر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط ہی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض بڑھتے جائیں گے اس صورت سے سمجھ لیجیے پس جب ہم نے ان دونوں خطوں کو غیر متناسی مانا ہے تو ضرور سمجھیں کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جو کہ ہم نے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر متناسی ہو پس ان خطوط میں سے وہ خط بھی جو غیر متناسی مسافت کو ظاہر کرے گا ضرور غیر متناسی ہوگا حالانکہ وہ دو حدود کے درمیان گہرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیان کی مسافت کی دو حدود کے مابین گہرے اور محصور ہونے میں ذرا بھی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ جو مقدار دو حدود کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور متناسی ہوگی اور یہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اسکا غیر متناسی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مستلزم ہوا اور وہ اس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا پس جب آپ میری تقریر میں جھکو کر سینے دور اور تسلسل کے باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے خود کر سینگے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہوجاے گی کہ وہ خدا جیسے مادہ کو بنا یا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہو سکتا ورنہ یا تو دور لازم آجیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اس خدا کا وجود ای مادہ کے وجود پر موقوف ہے اور تسلسل لازم آجیگا اگر ہم کہیں کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اسکا وجود کسی تیسری شے پر پہر ہی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرنے سے چلے جائیں اور وہ اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے پس جو امر اور وہ اس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے ان دونوں محالوں کو مستلزم ہوگا وہ بھی ضرور محال ہوگا اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہو تو وہ لازمی طور پر قدیم ٹھہرے گا۔

فہم  
خدا کا قدیم  
لذات ہونا

موجودات میں سوائے حادث اور قدم کے کوئی تیسری شق مکمل ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔ پہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس خدا کے قدیم ثابت ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اسکا قدیم لامحالہ کسی ایسے امر کو چہ سے ہوگا کہ جو ازل میں اس کے وجود کو مقتضی ہو اب اگر وہ امر کسی کی ذات مانی جائے تو قدیم لذاتہ ٹھہریگا لیکن اگر وہ امر اسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دیا جائے گی تو اسکو قدیم بغیرہ ماننا پڑے گا حالانکہ اسکی قدیم بغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اس کے قدیم بغیرہ ہونے کا احتمال سمجھے تو اس صورت میں اس غیر میں گفتگو جاری کی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ بھی قدیم بغیرہ ہی ہے پہر یا تو ای طرح برابر سلسلہ جاری ہوگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہو چکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچا کر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا تو پہر پہلے قدیم



لذا نہ سے کر کے سے فائدہ ہی کیا ہو ایس حق ہی ہے کہ اس خدا کو قدیم لذاتہ مانا جاسے یعنی خود اسکی ذات ہی اسکو متقنی ہے کہ وہ ازل میں موجود ہو اور اسکی فطرت آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی حرکت کے لیے کوئی دوسری شے متقنی نہیں بلکہ اس کے لیے خود نفس حرکت ہی متقنی ہے جیسا کہ میں آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اس بات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجیے کہ یہ خدا قدیم لذاتہ سے ہے اس کی ذات ہی اس کے وجود کے لیے متقنی واقع ہوئی ہے اب اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک خدا کی ذات جو اس کے وجود کو متقنی ہے قائم رہی اس وقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کر سکتا اور نہ لازم آتا ہے کہ کسی شے کے وجود کا متقنی تو موجود ہو اور باوجود اس کے وہ شے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ محال ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس خدا کا فنا اور معدوم ہونا محال ہے اور اسکا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود و مدت تک باقی رہے والا ہے۔

پھر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اس سے بلا ارادہ اور اختیار اس کے بطریق علیت اور ضرورت کے ہو گا اور یا بطریق ارادہ اور اختیار کے ہو گا یعنی اسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کیا اور اس سے اختیار کر لیا اور اس کے لیے وہی وقت مقرر کر دیا جو وقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حادث ہونا خدا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اس سے بطریق علیت اسکا حادث ہونا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آتا اور اسکی وجہ سے تمام تنوعات ہی ضرور قدیم ہو جائے گی کیونکہ جب مادہ میں ارادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لازماً تنوعات کا حادث اس سے بطریق معلولیت کے ہوتا پس اس صورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ہو اور اپنی علت سے متاخر ہو سکتا حالانکہ مادہ اور اس کے تمام تنوعات کا حادث تجربی ثابت ہو چکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حادث بطریق معلولیت نہیں ہو سکتا اب سولے اسکے کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہوا ہو اور اسی نے اس کے لیے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کر دیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لیے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اسکی ذات ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کہلانے کے شایاں ہے اسکے لیے اسکی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔

پھر اس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر کے اسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اسکے وجود کا ایک زمانہ معین کر دیا اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیار ہی صنع اور فعل ہے اس لیے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب و غریب اور غیر متوقع تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ و جسکی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفوں کی عقل پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اسکی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کچھ ضبط مچایا ہے، بنایا ہے کہ جو ساوی۔ راضی۔ مجادی۔ بنیاتی اور حیوانی عجیب و غریب انواع پر مشتمل ہوا ہے اور جس کی طرح طرح کی صورتیں اسکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود ہے۔

بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عام اس بات سے کہ اسی نے

مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متنوع کیا ہوا اور تمام عجیب و غریب کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اس سے بنایا ہوا جیسا کہ  
 حضرت علیہ السلام کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اسے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اس کے ذریعہ سبب کی حرکات اور ان قوانین  
 فطرت کے موافق جو اس کے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور ظہورات کے قبول کر سکی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے  
 قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے  
 ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شے کو پیدا کرے اور  
 پھر بدل بدل کر اس کے پیشہ انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا و عجیب و غریب  
 اشیاء کو اس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ ان قوانین فطرت کے متضاد  
 موافق ہی سہی جو اس میں قائم ہوں پیشہ انواع کی جانب منقلب ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل کو ذرا بھی شبہ نہیں  
 ہو سکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہو گا اور اس کا عاجز یا نادان واقع ہونا منسرحال ہے۔ مثلاً جب ہم کسی گھڑی کو جس سے  
 کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کسی عجیب اس کی  
 ترکیب ہو کر تھی ہے جو قواعد ہندسیہ اور کل سازی کے اصول پر مبنی ہوتی ہے پس جس طرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں  
 کہ اس گھڑی کا ضرور کوئی بنیاد والا ہے کہ جس نے اسے بنایا ہے اور نہایت حکم اصول پر اس کی بنا رکھی ہے اس طرح قطعی طور پر  
 ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا بنیاد والا جیسا کہ اس کو بنا سکتا ہے کہ اس کے بنائیکے کافی قدرت رکھتا ہو اور نہایت مضبوط اور  
 مستحکم اصول پر مبنی کر نیکیا اسے پورا پورا علم بھی ہو۔ عام ہے کہ خود اسی نے اس کے پرے بنائے ہوں اور پھر  
 انہیں اس طرح خود ہی بڑا ہو کہ وہ بخوبی کام لے سکتی ہو اور یا اسے محض اس کے پرے ہی اس انداز سے بنائے  
 ہوں کہ جسکو مرتب کر کے گھڑی جڑی جاسکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہو سکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہے  
 لگے کہ اس گھڑی کو ایک شخص نے کہ جو انداز بہرہ۔ دست و پا بریدہ۔ نا سمجھ۔ بے خبر۔ علم ہندسہ سے بالکل بے بہرہ۔ اور  
 کل سادسی کے اصول سے محض نادانانہ ہے بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑے شد و مد سے تکذیب کرینگے اور ہماری  
 عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ پرے درجہ کا  
 احمق ہے یہ تو آپ نے سنا اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اس کے وجود کا پتہ نہ لگا جسے کہ مادہ پیدا کیا ہے  
 اور پھر آپ مادہ کے قدم کے معتقد ہو گئے پھر اس کے مختلف تنوعات اور ظہورات کو آپ نے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر  
 حادثا ہوئے اور یہاں بھی آپ اس کے وجود کو دریافت نہ کر سکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کر نوا لا ہے اس نے آپ لوگوں  
 کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس سبب کی بحث کریں جسکی وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ عقل ہرگز اسکو نہیں تسلیم کر سکتی  
 کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اسوجہ سے کہ ہر حادث کے لئے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیے کہ جس میں  
 اس کے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ ایسا ہے نہیں۔ پس بڑی مگر فانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے  
 قائل ہو گئے کہ مادہ کے ذرات بسیط خنکی شکلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث  
 یہ اجزاء مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے

ذرات  
 گھڑی کی مثال دیکھ کر اسکا علم  
 و قدرت کو گمانا اور یہ ظاہر کرنا  
 کہ حرکت اجزاء مادہ کو ظاہر کر  
 لینے کا سبب قرار دینا غلطی ہے

محض یہ کہ کوئی چیز کو توجہ کیا کہ ان تمام نوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کو نہ تو محض اپنی آنکھوں ہی سے دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خود بین سے آج تک یہ نظر آئے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزاء کو دیکھ سکیں گے) اور نہ کسی مادہ کی حرکت کا کیا کو ذرا احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکیں گے) لیکن جس چیز نے کہا کہ مادہ کے اجزاء اور ان کی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور اس پر بھی آپ نے کتنا ہنبر کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کے یہ مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کہنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزاء کے اجتماع کا وجود ان کی اشکال کے اختلاف کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن ان اجزاء کے اشکال کا دیکھنا تو بعد از محض ان اجزاء تک تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ کچھ ساری باتیں فرضی اور تخیلی ہیں جن کے بننے پر آپ کو محض اس ضرورت سے اتنا دیکھا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں اس موقع پر اگر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعن بالاسنہ طاق رکھ دیا جسکی نسبت ہوتے آپ لوگوں کو اکثر ڈینگ مار تے سنا ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اس کا احساس اور مشاہدہ نہ کریں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑ کر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نیکیجے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں یہ تو خاص ہمارا اور تمام معتبر حکما کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صحت پر آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے سبب کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہو سکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ ہو سکے۔ (اور نہ ہرگز قائم رہ سکتے ہیں) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ موقع ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے اجزاء اور ان کی حرکت کے آثار مشاہدہ کر لیے اور وہ آثار یہی نوعات ہیں اور انہیں آثار سے ان کے موثر پر ہونے استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کرنے اور اس طرح تمام مذاہب واسطے اگلے وجود پر استدلال کرتے ہیں اوصاف کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف کے پوچھتے تو عقل ہمارے ہی استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس تہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جیکہ مادہ کا حدوث اور بقاء ثابت ہو چکا کہ اس مادہ کے لیے ضرور کوئی محدث اور موجود ہے جس نے کہا کہ اسکو حادث کیا اور عدم سے اسکو اس طرح پر موجود کر دیا کہ وہ تمام نوعات اور قطعات قبول کرے قابل ہوا اور اس سے ان کے نزدیک اس موجود کا ارادہ اور اس کی قدرت اور اس کا علم بھی بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا اب اس کے بعد ان کو اس امر کے سمجھنے کے لیے کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لیے وہ قائل ہو گئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اسکو تمام نوعات قبول کرنے کے قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اس سے ان تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے ایسا دیکھا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لیے کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ ان کے حدوث کو اس خدا ہی کی طرف نسبت کرنے کو جس میں کہ اگر اودھارت

دیکھنا کہ وہ شے  
قاعدہ ہے کہ ہر شے  
انہیں ماننے میں  
ہمیں چھوڑنی  
ہمیں کرنا اور ثابت کرنا  
ہمیں استدلال کے بغیر  
نہیں رہ سکتے

اسے ثابت ہو جانے کے بعد  
دعوات عالم کی پیدائش  
نے کی گئی دوسرے مرتبہ  
کی ضرورت نہیں ۱۲

اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلات اسکے کہ ان کے حدوث کو اجزاء مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ نہیں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اس کے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے نزد کم عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عمل درآمد بھی کر لیتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے نزد کم کے لئے عقل کو کوئی ذکوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے اور یہ تباہات اصول کے لئے فروع کی وراثت کا قانون ہے جیسا کہ پیشتر آپ کے مذہب کے بیان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور کچھ وہ تباہات ہیں جنکی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کی گئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں تباہات کا موجود ہونا لازمی ہو گیا؟ اور یہ کیوں نہ ضروری ہو کہ کسی امر میں تباہان ہو نیکیے بغیر فروع اپنی اصل کے موافق ہو کر تکی حالانکہ عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فروع اپنے اصول کے موافق ہو کر ہیں ان کے خلاف نہ ہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان تباہات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت لازمی نہ ٹھہر سکتا بلکہ محض اجزاء کی حرکت ان تباہات کو دائمی طور پر ضروری کرنے تو عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی نہ اس سے اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ ان اجزاء میں تو اس استمرار کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیسا کہ ہر فکر سلیم کے لئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

فصل  
ایک دفعائی کل کی مثال  
ثابت کرنا کہ اہل سائنس  
مذہب حقیقی عالم کے  
میں محض پھر ہے ۱۲

اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بصری توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہم کو معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دفعائی کل کے پرزے طیار کیے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دفعائی کل ان سے مرکب ہو کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اور ہر جزوہ اپنا اپنا کام دینے لگا اب بتلائیے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کس کو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اسی نے ان کو جڑ کر اس کل کو چلایا ہو گا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اس حرکت کے ذریعہ سے جو ان میں پائی جاتی ہے۔ خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر بکھا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانہ دراز کے بعد یہ کل اس طرح جڑ کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اس میں دراشتک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کر لے گی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کر لے گی اسی پر قیاس کر کے آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسے مادہ کو ایجاد کر کے اسکو تمام تنوعات کے قابل بنایا اسی نے اسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کر نیوالے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطراری حرکت کی وجہ سے قانون فطرت اور قانون تباہان کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں تنوع ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لئے اسے درجہ کی قدرت نہایت ہی کامل حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اسے عقلمند و ذرا تواضعات کر دو۔

فصل  
خدا کا علم ارادہ اور قدرت  
ان کے ایک کن کن اشیاء  
کے ساتھ متعلق ہو سکتا  
ہے ۱۲

خدا نے عالم کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایک بات کے اور قایل ہیں جسکے اوپر تنبیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اس کی قدرت دونوں

صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جس کے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اُس کے نزدیک وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور عدم بھی ممکن ہو نیکی کے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور شکل کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا و ملک و وجود یا عدم کے ساتھ اور اس طرح اُس کے اور احوال میں سے جس کے ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جس کے ساتھ کہ اُس نے اپنے ارادہ سے اُسے خاص کر لیا ہے اُسے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ امر کہ جو عقلاً واجب ہو یعنی عقل اُس کے معدوم ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقدار شے کا لازمی طور پر کچھ نہ کچھ جس کے گھر نا۔

کہ ارادہ اور قدرت  
کا تعلق واجب اور محال  
سے ساتھ نہیں کر سکتا

اسی طرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اُسے موجود ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتماع تفتیشین سوان و دونوں قسموں کی اشیاء کے ساتھ خواہ ایجاداً ہو یا اعدائاً البتہ نہ تو خدا کا ارادہ ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اُس کی قدرت اسی لیے کہ جو شے عقلاً واجب ہے وہ خود ہی موجود اور حتماً حاصل ہوگی اُس کا وجود سے نکل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اُس کے ساتھ نہ ایجاداً متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعدائاً۔ ایجاداً تو اس لیے کہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے موجود کا وجود کرنا لازم آتا ہے اور اعدائاً اس لیے کہ اس کا معدوم ہونا اور وجود سے نکل جانا محال ہے۔ اب رہا امر محال وہ حتماً معدوم ہوتا ہے اُس کا وجود میں آ جانا ممکن نہیں پس اُس کے ساتھ بھی وہ دونوں (ارادہ اور قدرت) اندھا متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے معدوم کا معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجاداً اس وجہ سے کہ اُس کا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہو جانا محال ہے۔

خدا ہر شے کو جانتا ہے  
خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو  
یا نہ ہو ۱۰

لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلاً ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے کہ وہ شے خدا کے پاس تکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور پھر چاہے وہ حاضر ہو یا گزشتہ یا آئندہ یکسو کنونی جانتا ہے اُسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے ساتھ تو اُس کے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور میں حاضر ہو سکتا ہے پس خدا اُس کو اور اُس کے استیلا کو جانتا ہے اب رہا امر گزشتہ جس کا وجود منقطع ہو چکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ہو گا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا اور اُس کے اعدام سے معدوم ہو گیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے کو بنایا ہو اور پھر اُسے معدوم کر دیا ہو اُس کے ساتھ اُس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آئندہ کے ساتھ بھی جو ایک موجود نہیں ہوا اُس کے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہونے کے قابل ہے اور انیسار کے کہ خدا اپنے ارادہ سے اُس کے وجود کی تخصیص کرے اور اپنی قدرت سے اُسے معدوم کر دے وہ ہرگز حادث نہیں ہو سکتی اس لیے کہ کل حادثات خدا ہی کے افعال کے آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اُس کے ایجاد کرنے سے پہلے خدا سے جانتا بھی ہو کیونکہ کس نے تو اُسے وجود کیا ہو گا جب تو اپنی قدرت سے اُسے معدوم کرے گا اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ جس انسان نے کچھ نکتہ قصداً کر لیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلاً ایک ماہ کے بد تعمیر کروں گا وہ جو کچھ کہ اُس نے میں بنایا اُسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے علم میں اور خدا کے علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی مانع کی وجہ سے اُس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا تو اُس کا پہلا علم واقع کے موافق نہیں رہتا لیکن خدا کو اُس کے افعال سے جس کے کر نیکا اُس نے ارادہ کیا ہے

کوئی مانع باز نہیں رکھ سکتا وہ ضرور ہی نہیں کرتا ہے اس لیے اسکا علم ہمیشہ واقع کے موافق ہی ہوتا ہے اس کے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حوادث میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر نہ کہ عالم میں ہر حادثہ بطرح پر کہ اس کے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہو چکا ہے اس کے موافق ایکے پیدا کر نیے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اسکا علم سابق کو موافق ہو کہ ساتھ خدا کی قدرت کا واسطہ ہو اور اسکی نام قضا و قدر بھی ضرور ہو گا اور اس کے ساتھ خدا کا علم متعلق ہو اور وہ اس کے لیے ایک صدمہ قرار دے چکے موافق کہ وہ اسے ایجاد کر گیا اور اسکی قدرت کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر یہاں بیان کی گئی یہ غلط نہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علامہ باجوری نے جوہرہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر تاثر یہ کیا کرتے ہیں)۔

یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیاء غیب اور انبیا کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اس کو بھی آپ سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب خدا غیب اور انبیا کے حوادث کو جانتا ہے اس لیے کہ ہر حادثہ اس کے علم سے اس کے ارادہ کے متعلق ہونے سے اس کے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیاء میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر انبیا کی خبر دے اگرچہ ہم اس کے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہ مقتضا نہیں کہ وہ ہذا اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کی حکمت بھلائی تو اسے کوئی رک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بھلائی ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اور ان کو خبر دیتے ہیں ان میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو نبیہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو..... چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعوے کرنیکو اعلیٰ درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعویٰ کرے اسکو کافر بتلاتی ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منفعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کے عالم جہاں سے نزدیک وجود۔ قدم۔ بقا۔ قدرت۔ ارادہ اور علم ثابت ہو چکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہیے اس لیے کہ مردہ کا صفت ارادہ۔ قدرت اور علم میں سے کسی کے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے پس خدا کے لیے صفت حیات ثابت ہو گئی اور اس کا موت کے ساتھ موصوف ہونا محال ٹھہرا۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاص میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں ہو سکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں گے جن کے لزوم کے لیے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو اور وہ اس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اس کے جمیع انواع کے لیے لازم ہیں اور یہ وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کر سکتی ہو خواہ وہ اس کے تمام الواع میں پائے جاسکے ہوں یا فقط اس کے بعض مرکبات ہی میں اور یہ اوصاف ہیں جو کہ مادہ کے جمیع انواع کے لیے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یہ وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے کہ جوہریت۔ جمیعت۔ عرضیت۔ تغیر ہونا۔ یعنی کینفدر۔ جگہ کو گھیرنا۔ مرکب ہونا۔ تجزئی ہونا۔ غیر سے جانا۔ غیر کو جتنا اتصال۔ انفصال۔ حیوانیت۔ نباتیت۔ جمادیت۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ تمام ان صفات نفسانیہ اور اسکے مثل خلقی چیزیں ہیں کیونکہ وہ خدا ان خواص میں سے

قضا و قدر  
ان باتوں کو قضا و قدر  
ان کے معنی کی توضیح

قضا و قدر اور اولیاء کی  
پہلیں کوئی کی  
حقیقت ۱۲

قضا و قدر  
خدا زندہ ہے

قضا و قدر  
خدا مادہ کے مشابہ  
خواص سے ہوتا ہے



کسی میں بھی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی ایسے کے مثل مادہ ٹیڑیگا ایسے کے یہ ظاہر بات ہے کہ جو شے کسی دوسرے کے ساتھ  
اُس کی ذات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اُس کے مثل اور ویسی ہی  
ہوگی اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھ کہ مادہ کے لئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لئے بھی ممکن ہوگا اور  
خدا بھی حادث ٹیڑے گا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر  
بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لئے قدم کے لازمی ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اُس کے حدوث کا حال ہونا ثابت ہو چکا  
ہے پس اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اس کے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ  
کا مقصد ہے جس کے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متنبین مہتد ہیں کہ خداے عالم کے لئے تمام حادثات کے خلاف ہونا ضروری  
میں سے ہے اور اس کا اُن کے مشابہ ہونا محال ہے ایسے خدا نہ مادہ ہو سکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کسی کے  
ساتھ اس کا موصوف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا۔

پھر چونکہ ظاہر ہو چکا ہے کہ خدا نہ جو ہر ہے نہ جسم اس لئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قائم  
ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اُسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قائم ہوتا۔

علاوہ بریں اگر اُسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت  
ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھ جن کا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹیڑیگا اور وہ صفات قدرت  
ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اس لئے اُس کا  
صفت ہونا ممکن نہیں ہو سکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہ ہو سکیگا۔

پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہو چکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اُسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہو سکتا نہ عرض یہ  
کہ خدا کا مکان۔ محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم متبعین کے اس عقیدہ سے  
مقصود ہیں کہ خداے عالم کا بنفسہ اور خود ہی قائم ہونا ضروری ہے اور غیر کے ساتھ اُس کا قائم ہونا محال ہے۔

خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مکان کا۔ یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ  
یہ امور مذکورہ اُس سے قبل موجود ہوتے اور اُس کے بنا ئے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اس بات پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔  
کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے اور کائنات میں ہر شے اُسکی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس  
کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کی جانب محتاج ہو۔

اس سبب کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اُس کے مشابہ نہیں ہے یہ شبہ نہ کرنا چاہیے  
کہ یعنی خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہو گیا کہ وہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور  
اس طرح اور صفات ہیں جو کہ اُس کے لئے ابھی ثابت ہوئیں کیونکہ مادہ کے انواع ان صفات کے ساتھ تو موصوف ہوتے ہیں  
اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض اثنا کی مشابہت کی وجہ سے  
انواع مادہ کے صفات کے ساتھ صرف اسمی مشارکت محال ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور صباست پائی

مکان اور محل کا محتاج  
نہیں ۱۲

خدا کے موصوف نہ ہونے  
پر دوسری  
دلیل ۱۲

مادہ کے محتاج  
نہیں ۱۲

صفات خداوندی  
و صفات انواع  
و غیر محض آدمی  
نارکت ہے ۱۲



جاتی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ ان کے نزدیک صفات قدیم ہیں اسرار نہیں ہو سکتی لیکن انواع مادہ کی وہ صفات جنکے ساتھ ان کو اسی مشارکت حاصل ہے۔ بلاشبہ اسرار اور مادہ کے حادث اور زائل ہونے والے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خطا نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں بھی مشابہت ہو خصوصاً جبکہ صفات خداوندی کے آثار میں اور ان صفات انواع کے آثار میں اس اعتبار سے زمین اور آسمان کا فرق بھی موجود ہو کہ صفات خداوندی کے آثار با عظمت۔ محیط اور کامل ہوں اور صفات انواع کے آثار ان کے مقابل میں حقیر ناقص اور قاصر ہوں جیسا کہ دونوں کے آثار میں مقابلہ کرنے سے صاف صاف واضح ہوتا ہے۔

فہم  
نہیں وہ صاف صاف کی دلیل  
میان کر کے کی حاکمیت

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خدا سے عالم کے وجود پر دلیل قائم کر چکے اور آپ لوگوں پر اس کے وجود کی تصدیق کرنے کو دلیل سابق کے مقتضائے موافق لازم کر چکے تو اب انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قائم کریں کہ وہ خدا ایک ہے۔ خدا کی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے انھوں نے دلیل سے اس کے وجود کی تصدیق کر لیا آپ پر لازم کر دیا اب انہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اس خدا کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعوے کرنے لگیں اس لئے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں آپ کے نزدیک تو کچھ ظاہرات ہے کہ آثار خداوندی کی دلالت سے خدا کے عالم کے وجود کے ثابت کرنے کے بعد کونسا امر مقتضی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لئے بھی ہمیں ضرورت پڑے باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لئے صرف ایک ہی خدا جس کے اس کے ایجاد اور محکم کرنے کے لئے کامل صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے متفقہ ہیں کہ وہ خدا ایک ہی ہے اس کی خدا کی میں کیا شریک ٹھیکر نامہ اسر حال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بغیر قطعی دلیل پر مبنی کیے ہوئے باز نہیں رہ سکتے ان کے عقیدوں کی بنا ہمیشہ قطعی دلیلوں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس سے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کر نہیں اس کے منفرہ ہونے پر اس کے سوا کسی خدا کے وجود کے محال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قائم کریں علیٰ ہذا لقیاس جب وہ ان فرقوں سے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ منفرہ خدا بننے والے ہیں اور عالم کے لیے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی ان فرقوں پر خدا کے عالم کی وحدانیت کا اقرار لازم کر نیچے لینے وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور اس کے سوا کسی دوسرے خدا کے محال ہونے پر دلیل قائم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں ان کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہیے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر ان کے سامنے اس کے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا ؟

فہم  
وحدانیت کے منکر  
فرقوں کے پہ چلیں  
وحدانیت کی ضرورت

فہم  
قرآن میں توحید کی  
عقلی برائی اور قضا  
دونوں قسم کی ہیں  
موجود ہیں ۱۳

رہی خدا سے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے قرآن میں جسکی نسبت انھوں نے خدا سے عالم کے پاس سے ہونی کی خبر دی ہے کثرت موجود ہیں۔ قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کر نہیں اس کے منفرہ ہونی کی تصریح کرتی ہیں بلکہ ان میں اس کی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برائی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں مذکور ہیں ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لیے کہ آپ کے دعویٰ کی حقانیت پر متعدد دلائل قائم ہو چکی ہیں جو سے عالم کے موجد کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے ہیں عام ہے کہ وہ موجد ایسا نہ کر نہیں منقرو اور ایک مانا جائے یا نہ مانا جائے ہر جگہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق کر چکے تو پھر انہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑیگی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنا لیا ہے وہ ایجاد کر نہیں منقرو اور ایک ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں لیکن دلیل عقلی جسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر دین فرقوں کے مقابلہ میں متعدد خداؤں کو قائل ہیں جسے عالم کی وحدانیت پر ایم کرتے ہیں نیز جہر کرادکی وحدانیت عقائد کا بارہ میں خود بھی اعتقاد کرتے ہیں اس کی کثرت میں اختلاف طریقوں میں اس بغرض بقضا انہیں سے ہم ایک ہی دلیل بیان کر نیچے جس سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس متفق پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا متعدد مانے جائیں مثلاً دوائے جائیں دیا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا تو عالم میں کسی شے کا بھی وجود نہیں ہو سکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جاتا باطل ہے اس لیے کہ اس کا وجود تو ہم متاثر ہے اس لیے وہ ابھی دینے خدا کا متعدد ماننا جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہو گا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل ٹھہرا تو اس کی وحدانیت ثابت ہو گئی اور یہی ہمارا مقصود تھا اب سنیے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا کیونکہ لازم آتا مثلاً فرض کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ وہ مشوروں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ حال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جدا گانا مستقل وجود ہو گا تو لازم آئے گا کہ عالم دو وجود کے ساتھ موجود ہو جائے گا وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے دیا وہ نہیں عالم کا فقط ایک ہی وجود حاصل ہو تو ماننا پڑیگا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے بالقرادہ اسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر کے ٹکڑے کا نیچا باعث ہوں ہر ایک ان میں سے بالقرادہ اس کے ٹکڑے کا نیچے کیے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی تخیل ٹھہریگی اور اس کے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہو کر ایک قوت بنے گی۔

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ ٹکڑے کا نیچا نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہیے ان میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہر جگہ صحیح نہیں ہو سکتا پس اس بناء پر دونوں خدا مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے کہ جس کی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہو سکیگی کیونکہ ہر ایک موجد کا جزو ہو گا نہ مستقل موجد حالانکہ خدا کسی عالم اسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہوا اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ انہی تحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ خدا نے اپنے موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اس میں اور مادہ اور اس کی تمام انواع کے مابین جیسے صفات کے اعتبار سے جو کہ ان کے ساتھ تحقق ہیں مخالفت ہونا ایک لازمی امر ہے اور انہیں صفا جیسے ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لیے حد و لازم ہے تو اس بناء پر خدا کا حدوث لازم آئے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں

ادراست کی عقلی دلیل

کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا اور نہ تحصیل حال لازم نیکی اور وہ حال ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیزیں ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا کیونکہ اس وقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرتشہ خلق ہو جائیگی تو لا محالہ اس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونیکا طریق وہ پہلا مسدود کر دیگا پس دوسرا اس کی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہو سیکگا اور عاجز رہیگا اور اگر دوسرا اس کے خلاف کر سکا اور اس نے اپنی قدرت کے متعلق ہونیکے طریق کو مسدود نہ ہوئے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا بھر حال خدا کا بجز لازم نیکی اور خدا کا بجز خیال ہے +

اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح پھر کہ ایک تو عالم کے رجا و کوشیا ارادہ کرے اور دوسرا اس کے سدوم کر نیکیا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک ارادہ نافذ ہو اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جس کا ارادہ نافذ نہ ہو سیکگا وہی عاجز رہیگا اور دوسرے کی ویسا ہی قرار پائیگا اس واسطے کہ دونوں میں مخالفت منقہ ہو چکی ہے اور دونوں یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہیں تو جب کا ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ٹھہریگا و دوسرا نہیں ہو سکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجمل اور علی وجہ الافرصاد مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیما آلتہ الا العز لفسدتا) اگر ان دونوں میں العز کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کر کے میں العز کے سوا اور خدا بھی قائم ہو سکے اگرچہ العز بھی ان کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم و درہم ہو جاتے۔

یعنی آسمان و زمین کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن ان دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لیے کہ ان کا موجود ہونا مشاہد سے ثابت ہے پس وہ شے یعنی اللہ کے سوا جس خدا کا موجود ہونا دینے کسی اور خدا کا موجود ہونا بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھہری تو اب ثابت ہو گیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنی عالم میں العز کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا یہ نہیں ہے کہ خدائی جماعت ہی حال ہو بلکہ خدا کا بجز متعدد ہونا محال ہے چنانچہ پہلے اپنے قول جس خدا سے کسی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہونا نیکی کے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض ہرگز نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب خدایا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کر لینے کا مرید احتمال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام علیہ اور کامل استقلال کو تنقضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے (اذن الذی ھد کل الہ بما خلق ولعلی بعضہم علی بعض اتب) (یعنی اگر کوئی خدا مانے جائیں) ہر خدا اپنی اپنی پیدائی ہوئی اشیاء کو رجا کرتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر ٹھیکتا۔ (یہ تو آپس میں لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اس طرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابلہ میں قائم کیا جاتی ہیں کہ جو خدا سے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں۔ پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعویٰ سے باز رکھے جاسکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لیے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے ان کے مقابلہ میں اس دلیل کا قائم کرنا ہی مقصود صحیح ہو سکتا ہے جبکہ انہیں اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ عالم کے لیے ضرور کوئی خدا ہے جس نے اسے ایجاد کیا پھر اگر کوئی خدائی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو خدائی کا منصب متفق نہ ہے اچھی طرح سے سمجھا دیا جائے ورنہ انہیں یہی کیا پروا ہوگی کہ خدا کا بجز لازم آتا ہے یا اس کے سوا اور جمالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیشتر ذکر ہو چکا ہے لازم آتے ہیں اس سے خدا آگاہ رہنا چاہیے)

پس اگر کسی نے کہا کہ  
جس کے سوا اور خدا بھی  
ہو سکتا ہے تو اس کا جواب  
یہ ہے کہ اس کا جواب  
یہ ہے کہ اس کا جواب  
یہ ہے کہ اس کا جواب

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجود عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہرچند کہ خدا کی کامداد شہر  
 ممکن ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقا - حوادث کے ساتھ مخالفت - اس کا ہنسنہ قائم یعنی استقلال کا موجود ہونا - وحدانیت  
 علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صحت انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہونے بھی وجود کائنات کی علت بننے کے  
 لیے کافی سمجھا جاسکتا ہے اور ہر عاقل اسے پر فاعل کر سکتا ہے لیکن انہوں نے اس خدا سے پاک کی شان میں اور بھی غور کرتا  
 شروع کیا اور اس کی عجیب غریب مصنوعات اور ان کی کمال پائیداری میں تامل کیا تو کہتے تھے کہ جب اس کی مصنوعات  
 میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدا کے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی نہیں ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں  
 ہم خیال کر سکتے ہیں کسی کمال ایسا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کمال کو ایجاد کرے یا کمال اپنے سے  
 اکمل کو ایجاد کر سکے قابل ہو سکے - انہیں حیوانات کو یہ سمجھے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ ان کو اس  
 عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجئے - انسان کو  
 یہ سمجھے کہ جو جسے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے  
 اور ایجاد کر سکے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل نہ بنا تو خدا اس کے مصنوعات میں اس کمال کے  
 قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اس میں قائم ہے - حیوان یا انسان کا بنانا تو بالاسے طاق رب العالمین میں نبات  
 بنانیکی تو قدرت ہے ہی نہیں - غایت سے غایت وہ کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جادوی صورت جو کہ جاسکے بالکل خالی  
 ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیاوی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں  
 پایا جاتا - یہ کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جبرئیلی کے موافق غیر دائمی اور زاپا نما حرکت کرنے لگتی ہیں اور  
 سپر ان میں حیات کا نام و نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا - اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اس کی صورت کے متغیر کر سکتا  
 ہے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو خود ہرگز اس پر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کا چار دنا چار انہیں قوانین قدرت کے استعمال  
 کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو توفیر دینے کے لیے اس خدا کے پاک کی جانب سے مقرر ہیں - اور جو توفیر اس سے حادث ہوتی ہے وہ  
 حقیقت میں اس کا فعل بھی نہیں ہے اسکو صرف اس بقدر دخل ہے کہ اسے اس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ توفیر  
 پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اسے جس شے کو توفیر دینا مقصود ہے اس پر اسے مسلط کر دیا - اور اگر یہ توفیر اس کے بنانے اور اس کے  
 پیدا کرنے سے ہوتی تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اسکو اس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی - وہ اس کی  
 مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا  
 ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اس کی خلقت میں بد صورت کرے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قومی حرارت پہنچاتا  
 ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف - اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی برصورتی پیدا ہو جاتی ہے پس کچھ بد صورتی اس  
 انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنامی کی مقدار - اس کی کیفیت - اور یہ کہ بچہ  
 کے کسی قسم پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے  
 غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی -

ان صفات کے ساتھ  
 خدا کی صفات  
 کی ایک بات کی

انسان کی ہر بات  
 میں وہ کچھ نہیں  
 کر سکتا

انسان ہرگز نہ  
 وہ حقیقت میں  
 خود کو اس  
 کے ہرگز نہ  
 کام کرنے سے  
 خدا پر کسی

اور وہ پناہو جاتا ہے اور اس قانون کو وہ استعمال کر کے لگا جیسے کہ کسی شخص کو یہ معلوم ہو گیا کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے پھر جب اسے پیاس لگتی ہے تو وہ اپنے معدہ میں پانی پہونچا لیتا ہے اس سے اسے سیرابی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی پیاس بجھ جاتی ہے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے کہ اپنے معدہ میں پانی پھونچا یا ہے خود اسی نے سیرابی کو بھی پیدا کیا اور پیاس کو دفع کر دیا اور کیا یہ اس کے مصنوعات میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس اس کا اتنا ہی فعل ہے کہ اس نے اپنے معدہ میں پانی پھونچا لیا۔ پانی جب معدہ میں پھونچتا تو اس سے معدہ کی حرارت ٹھنڈی پڑی اور پیاس جاتی رہی اب جو کچھ حاصل ہوا اس میں پانی پھونچا ہوا ہے کی ذرا بھی تاثیر نہیں۔ اس موقع سے یہ امر بطریق اولیٰ واضح ہو گیا کہ کھیت کا کاشتکار درختوں کے نکلنے اور اون کے بار آور ہونے میں اس کے لئے مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اس کی نسبت یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اسی نے کھیت کے درختوں کو لگایا کیا اور بنایا ہے ان سے پہلے نکالے میں اور ان کی عجیب و غریب ترکیب و حیرت انگیز خواص کا وہی پیدا کر دیا ہے اس لئے اس میں سے فی اہت بیعت کوئی شے بھی اس کی بنائی ہوئی نہیں ہوں اگر مجاری اطلاق کو آپ لیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اسکو ہم بھی مانتے ہیں اسی طرح تمام ان اشیا کی نسبت جن کے وجود کا سبب انسان عالم کے مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے ہو کرتا ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا انسان بنائیو لا اور موجود نہیں صرف اس کا کام آتا ہے کہ وہ مقررہ قوانین قدرت کو ان کے مقررہ راستوں میں جاری کر دیتا ہے اس کے بعد تمام آثار ان سے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ انسان آثار کو نہیں پیدا کرتا (عقرب اس کا بیان آتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس امر کے قائل ہیں کہ یہ تمام آثار قوانین قدرت سے خدائے تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ظہور میں آتے ہیں نہ فقط قوانین قدرت کے ذاتی اثر سے چنانچہ اس کی تفسیق عقرب آئیگی) پس جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ بات جس کا پیشتر ذکر ہوا واضح ہو گئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر بھی قادر نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ اپنے سے بڑھکر اور اکل شے کو بنائے تو وہ کتنے سنگے کہ یہ لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب و غریب قوانین قدرت کے ساتھ ایجاد کیا جنکی وجہ سے کہ اس میں بیشمار نظورات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اس سے یہ حیرت انگیز جمیع انواع وجود میں آئیں ضرور اس خدا کی جملہ صفات جو کہ اس کے لئے دلیل سے ثابت ہوئیں اور جو صفات کمالیہ کہ اس کی ذات کے ثنائیاں ہیں سب نہ کمال کو پھونچتی ہوئی ہو۔ ورنہ وہ اپنے مصنوعات کے مثل یا ان سے بھی کمتر ٹھیرے گا حالانکہ یہ امر اس کے خلاف ہے جسکو کہ عقل یقینی طور پر جان چکی اور اس کی تصدیق کر چکی پس وہ اس کے معقود ہوئے کہ وہ خدا ضرور معمم۔ بصیر شکم۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ جو اس کی ذات کے ثنائیاں ہیں مقصود ہے اس لیے کہ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ ہر۔ انداز۔ کو لگا ہو اور پھر اسی نے قوت سمع کو پیدا کیا ہو آنکھوں کو روشن کیا ہو۔ کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ صفت کمالیہ میں ناقص ہو حالانکہ اسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے۔ لیکن جتنی صفات کا کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں ان کے بارے میں انہیں یقین ہے کہ وہ حادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں ان کے مشابہ نہیں ہوتے ہیں اگرچہ باہم ان میں آثار کی مشابہت کی وجہ سے مشارکت اسی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان آچکا ہے کہ آثار کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کا ان کا محتاج نہیں بلکہ یہ

مسلک شیعہ نقل ہوا ہے  
مسلک سنی نقل ہوا ہے  
مسلک اہل حق نقل ہوا ہے  
مسلک اہل باطل نقل ہوا ہے

خدا کا اس طرح ہونا  
خدا کا اس طرح ہونا  
خدا کا اس طرح ہونا  
خدا کا اس طرح ہونا



اُس کی صفت قدیر ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُس کا ذائقہ کی پہلی پر موقوف نہیں بلکہ وہی صفت قدیر ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموات اُس کے نزدیک منکشف ہو جاتے ہیں اوس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیر ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس کے درجہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کیسکو جو کچھ سمجھنا چاہتا ہے سمجھا سکتا ہے اسی طرح تمام اُن باقی صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سابق ہیں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیر ہیں جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں جنہیں سے ہر ایک کا اُس کے مقصدا کے موافق اشیا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف کے ہو یا تخبیص کے یا حادث کے ورنہ اگر اُس کی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی انہیں کھلیج حادثہ ٹیڑھ بگا حالانکہ اُس کے قدم کے مزوری ہونے پر اوس کے حدوث کے محال ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اسکا تفسیر سی بیان پہلے گزر چکا ہے۔

پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اسی خدا کے پاک کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اُن دلائل کیوجہ سے جو آپ کے صدق پر قائم ہو چکی ہیں یقین کر چکے تو انہوں نے دیکھا کہ اُنکی شریعت خدا کے عالم کے لیے صفات اُنکی جو کہ عقلی دلائل سے معلوم ہوئیں ثابت کرتی ہے اور یہ وہ صفات ہیں جن پر خدا کی کما دہ ہے اور نیز وہ صفات کا یہ جس کے لیے کہ اُسکی شان عظیم مقتضی ہے اور اوس کے عدل۔ رحمت۔ کرم۔ ہدایت۔ احسان اور ایسی ہی اور صفات ہی کہ جبکا پتہ نصوص شرعیہ سے ملتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔ باوجود اس کے اُنھوں نے یہ بھی پایا کہ ان صفات کے علاوہ اس شریعت نے خدا کے لیے چند ایسی صفات کو بھی ثابت کیا کہ دلیل عقلی خیمہ نہ ثبوت ہی پر دلالت کرتی ہے اور اُن کی نفی پر لیکن دلیل محمدیہ میں چونکہ اُن کی تصریح کی گئی تھی تو وہ اُن صفات کے بھی مقصد ہو گئے اس لیے کہ اُن صفات کے خبر دینے والے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (صادق ہیں اور اُن کا صدق اُن دلائل قاطعہ کیوجہ سے جو اُن کے صدق پر قائم ہو چکیں یقینی تسلیم کیا گیا ہے اور عقل اُن صفات کو محال بھی نہیں سمجھتی کہ اُن کے ماننے میں کچھ پس و پیش کرنے کا موقع اس طرح اس شریعت میں خدا کے پاک کے لیے چند ایسی اشیا کو بھی ثابت کیا ہے جن سے کہ بظاہر جمہیت کا مشہور پڑتا ہے اور یہ اشیا جیسے کہ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ انگلی قدم وغیرہ ہیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے ان اشیا کو خدا کے لیے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور عقلی دلیل کی رو سے خدا کا جمہیت شرہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اس لیے اُنھوں نے اُن کے ظاہری معانی نہیں تسلیم کیے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معانی جو ہوں خدا کی ذات کے مناسب ہیں حوادث میں ان کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا ان کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اسی خدا کے پاک پر رکھا اور اُس کے حوالہ کیا۔ اسی لیے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مثلاً خدا کا ہاتھ تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح اُس کی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہو سکتی بلکہ ہذا الیقین اور اشیا کو بھی سمجھیے انا تو ہم کے تھے ہیں باقی رہی اس کے مراد ہی معنی کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر وہ خدا کو شرہ مانتے ہیں اور یقینی علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہاں تک عقل کی دلالت اور شریعت محمدیہ معلوم

اِسکی صفت قدیر ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُس کا ذائقہ کی پہلی پر موقوف نہیں بلکہ وہی صفت قدیر ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموات اُس کے نزدیک منکشف ہو جاتے ہیں اوس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیر ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جس کے درجہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کیسکو جو کچھ سمجھنا چاہتا ہے سمجھا سکتا ہے اسی طرح تمام اُن باقی صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سابق ہیں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیر ہیں جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں جنہیں سے ہر ایک کا اُس کے مقصدا کے موافق اشیا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف کے ہو یا تخبیص کے یا حادث کے ورنہ اگر اُس کی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی انہیں کھلیج حادثہ ٹیڑھ بگا حالانکہ اُس کے قدم کے مزوری ہونے پر اوس کے حدوث کے محال ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اسکا تفسیر سی بیان پہلے گزر چکا ہے۔

صفات خداوندی کے بارہ میں بتیاریات کا علم

اوس کے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اوس کی شان عالی کے مترادف ہیں موصوفہ منستے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اس کو زیر یا نہیں منزه اور برتر اعتقاد کرتے ہیں ۔

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اسطرح اس کے وہ نام بھی جو اسے اپنے لئے خود بخود نیک کیے ہیں بتلائے انہیں میں سے فقط (اللہ) ہے جو اس کا خاص نام ہے دوسرے براطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا مطلق علیہ وسلم کی نسبت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کر نیوالے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اس لئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہو گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام بھی گیا جس میں کہ انھوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی نسبت کا بہرہ پر خدا تعالیٰ کے باقی ناموں کو چھوڑے ۔ پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروں کو فیو الوں کو خدا کے وجود کے اور اس کے ان صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہوئی تعلیم دی جسکے یا تو ثبوت ہی پر عقل دالت کرتی ہے یا خدا کے لئے اون کو جائز رکھتی ہے اور اس کے نام بتلائے اسطرح اس نے خدا کے وجود پر اس کی خلعت پر اس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کر نیکا طریق بھی سکھایا عام ہے کہ وہ دلائل برائی قطعی ہوں ۔

یا اعلیٰ شان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہو جاتی ہے اور دل ان کو فوراً قبول کر لیتا ہے ۔ اس طرح اسلامی امور کے ثبات کے لئے نہایت ہی وسیع طریق ان کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کر نیکی واسطے اپنے بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدا کے عالم کے وجود پر صفات کلام کے ساتھ اس کے موصوفہ ہونے پر اسکی اور اسکی صفات کی غفلت پر ۔ اور پر ان کے آثار کی وسعت پر دالت کرتے ہیں جن سے کہ دلوں میں اسکی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ایک سے ایک مضموعات اور اس کے اچھے عجیب و غریب اشیاء کے بنانے پر اسکو پوری قدرت حاصل ہونیکا دلوں کو یقین ہوتا ہے ۔

اسانہ عجیب کلام ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر نہ مخفی نہیں کہ مادہ اور اس کے انواع کے لئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خدا کو گمیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہنڑے کی چوٹ کہا سنا اور شیشہ کا چوڑا ہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخس کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں ان کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات ان کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر صفت جس جم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طبعی ہے اس سے فرق جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ شلا لوہے سے ہنڑے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اس کی چوٹ سے رنیرہ رنیرہ ہو جانیکی صفت جبکہ اسے فلاں عرق میں بہگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے نہ لوانیکے وقت مفتاحیس سے لوہی کی کشش کر نیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک آدایا دیکھا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب

خدا کے لئے جو اس کا خاص نام ہے دوسرے براطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا مطلق علیہ وسلم کی نسبت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کر نیوالے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اس لئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہو گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام بھی گیا جس میں کہ انھوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی نسبت کا بہرہ پر خدا تعالیٰ کے باقی ناموں کو چھوڑے ۔

پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروں کو فیو الوں کو خدا کے وجود کے اور اس کے ان صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہوئی تعلیم دی جسکے یا تو ثبوت ہی پر عقل دالت کرتی ہے یا خدا کے لئے اون کو جائز رکھتی ہے اور اس کے نام بتلائے اسطرح اس نے خدا کے وجود پر اس کی خلعت پر اس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کر نیکا طریق بھی سکھایا عام ہے کہ وہ دلائل برائی قطعی ہوں ۔

اسانہ عجیب کلام ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر نہ مخفی نہیں کہ مادہ اور اس کے انواع کے لئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خدا کو گمیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہنڑے کی چوٹ کہا سنا اور شیشہ کا چوڑا ہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخس کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں ان کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات ان کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر صفت جس جم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طبعی ہے اس سے فرق جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ شلا لوہے سے ہنڑے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اس کی چوٹ سے رنیرہ رنیرہ ہو جانیکی صفت جبکہ اسے فلاں عرق میں بہگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے نہ لوانیکے وقت مفتاحیس سے لوہی کی کشش کر نیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک آدایا دیکھا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب



ہونا اور یافت ہو سکتا ہے تاکہ انسان اس سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ میں سے کسی نہ کسی رتبے ضرور جدا ہو سکتی ہیں جیسا کہ پہلے پیشتر ذکر کیا لیکن مجھ سے اس قدر علیہ وکم کے پیرو ان عام صفات کی نسبت جن کا ثبوت ان کے نزدیک مادہ کے جمیع انواع میں مدلل ہو چکا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات دو قسم پر منقسم پائی جاتی ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی منفک نہیں ہو سکتیں ان کا منفک اور جدا ہونا محال ہے اور اس قسم کی صفات کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت باوجود ان کے تحقق الوجود ہونے کے اودن کے معدوم کرنے کے یہ متعلق نہیں ہو سکتی اس لئے کہ خدا کی قدرت امر واجب یعنی ایسی شے کے اعدام کے ساتھ جس کا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال ہے متعلق نہیں ہوا کوئی جیسے کہ جسم کے یہ تین تینے جسم کا کسی نہ کسی تعلق و خلا کو گھیرنا پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلا کے گھیرے ہوئے پایا جائے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انواع سے جسے منفک ہو نہ ہو عقل جائز رکھتی ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہے کہ تمام انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہو جائے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن ہوتا ہے وہ ضرور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آ سکتا ہے۔

جیسے کہ اجسام کی عام کشش جبکی وجہ سے ایک جسم دوسرے کو کش کرنا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنی جس کشش کو جو جسم کسی جسم کے ایک ہی صفت کے اجزاء پر دہینے سے جیسے لوہے کے ٹکڑا باہم ملے رہتے ہیں اور ان کے ملنے کی وجہ سے جسم بجا رہتا ہے اسی قسم کی اور صفات سے لے لیجئے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن ان کے لیے عقلاً لازمی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت اجسام میں اسکان عقل کے طور پر ہے یعنی عقل کے لیے یہ ممکن ہے کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا ان کا تصور بلا اس صفت کے کرے پس اس سے کونا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اگر جسم کی عام کشش سے خالی تصور کریں یعنی وہ کسی دوسرے جسم کو کش کرے اور نہ دوسرے اجسام کو اس طرح کہیں بھی کوئی قیاحت نہیں معلوم ہوتی کہ اگر جسم کسی جسم کو کشش اتصال سے خالی تصور کریں اور اس کی ذات کا باہم ملنا کسی دوسرے جسم سے اس کا علاوہ ہوں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کے ساتھ قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل ہونا گویا اجتماع نفیضین کو ماننا ہے۔ قوت مدافعت سے وہ قوت مراد ہے جبکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں سکتے اور وہ ان کو ملنے سے روکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجی قوت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ ڈالتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اس کا صریح بیان موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بنتا ہی خیال میں نہیں آ سکتا تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت کے بغیر اس قوت کے ملنے سے دوسرے طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہو جائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قوت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ بہلا بتلایئے کہ ہمیں کوئی قیاحت ہے کہ یہی اجزاء فردہ ذرات لسیطہ جسے اجسام میں موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کئی شکلیں ایسی ہوں کہ ان میں کچھ اچھا رہا ہے جاتے ہوں اور کبھی قدر بجا دینے سے گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزاء کے مجتمع ہونے کے وقت

جسم کی کشش عام اور  
کشش اتصال اور  
قوت مدافعت پر  
ایک عقلاً اور بحث

یہی اہار اُن گڑھوں میں گھس کر خوب جم جاتے ہوں پس جب یہ گڑھے اُن اہاروں پر دباؤ پڑے بیٹھے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ اُن ذرات کو پسلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو جسم سیال یا ذرگم گیس بیجا تا ہوا درجہ یہ اہار گڑھوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ بردوت دباؤ شدید پڑتا ہو تو جسم میں بقدر دباؤ کے سختی آجاتی ہو اور کھٹوس جھپٹنا ہلکا اس خنوع پر قوت مارا فتنہ کیوجہ سے باہم ذرات کی مداخلت کے بجائے یہ علت بیان کیا جاسکتی ہے کہ جب یہی گڑھے ایسے تنگ ہوتے ہیں جس میں کہ یہ اہار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہ جاتے ہیں اور یہی وہ مسامات اور سوراخ ہیں جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام حتیٰ الجنس کے ذرات کے باہم سے رہیں کیوجہ جس طرح ظاہر ہوتی ہے اسی طرح عقل کے لئے اجسام مختلف الجنس کے باہم سے کیوجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گوند اور کاغذ کے ہوتا ہے معر اداس علت سے اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اہار اور خلا پائے جائیں گے وجہ سے اس امر کا واقع ہونا ہے اور ظہور کیوجہ یہ ہے کہ علت آپ لوگوں کی اُس علت سے جو کہ آپ نے ذروں کے باہم ملنے کے لئے بیان کی ہے یعنی یہ کہ یہ امر تدریجاً تو کثرت کشش اتصال کے انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف الجنس میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر ہے جیسا کہ ہم پیشتر بیان کیا ہے

اور جبکہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت قسمت نہیں مقبول کرتے لیکن عقلی قسمت کو ضرور مقبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم کچھ اہار اور خلا فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بکلمات اُن اجزاء بسیطہ کے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں کچھ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کہیں یہ سمجھ جائیگا کہ میں اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں اہار اور خلا کے وجود کو ماننا ہوں اور اس پر میں نے اپنی علت کو مبنی کیا ہے کیونکہ اس تعلیل پر بھی اشکالات کے دائرہ ہونے میں مانع نہیں ہوں میں نے تو صرف یہ دیکھنا کہ آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایہ ثبوت کو چھو پختی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو یہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں ایسی ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قیام کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے ورنہ تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی ہو سکتی ہیں اور اُن سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اس لئے کہ عقل اُن سے ان کے موجود ہونیکو محال سمجھتی ہے اور نہ ان سے ان کو معدوم ہونیکو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیاء پر جو کہ عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور عقل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ پس جیسے کہ اُن سے انہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود نہ ہونے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہاں تک کہ کشش اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ نفس اجسام کے بننے کے لئے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدا کے پاک بلا قوت کشش اتصال کر رہے ہیں گیس کی قسم کہ وہ اجسام کہلاتے ہیں جو مثل ہوا کے نظر نہیں آتے ۱۲ ہاتھوں

اجزاء فرود (ذرات بسیط) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعے ہو یا بلا واسطہ کسی سبب کے ہر طرح قادر ہے اگرچہ وہ لوگ حدائے پاک کی عادت پر جو کہ اسے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہوں گے اور وہ عادت یہ ہے کہ خدا نے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ منظم کر رکھا ہے یعنی اسے اپنی یہ عادت ٹیر لی ہے کہ جب کوئی سبب پایا جاتا ہے تو وہ اس کے سبب کو بھی ایجاد کرتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو ان کے بارہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے موصوفات کے لئے ضروری نہیں بلکہ ان سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اس کے ذرات بسیط کسی طبعی سبب کی وجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور ہر ایک کے نزدیک اس مفارقت کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک ٹوٹتے پہنچ جاتی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جتنک کہ ان کے نزدیک امر واقعی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی ہی کہتے ہیں کہ صفات خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیط کی وضع کے متغیر ہو جائیں ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے سبب سے جدا ہو جائے اور جب ان کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف مان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو حال وہ خدا ہی کے پیدا کر نیسے ہے اور ان اسباب کی نیت جنہیں آپ اس کے لئے موجب ٹیراتے ہیں +

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنی خدا کے تعالیٰ کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت وہ ان کے مسببات کو ایجاد کرتا ہے اور وہ اسباب اپنے مسبب کے لئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ ان اشیاء کو ان کے مسبب کی جانب نسبت کرتے نہیں گے لیکن ان کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ ان اسباب کو ان کے وجود میں باطن کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کر نیسے ان کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اس سبب کو اس کے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کرتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹیرے اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کر کے قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جھگو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لیے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالیٰ کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے

اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال چند سی دکھلائے سے آتی ہوئی ریل فوراً رگ جاتی ہے اور سب سے برابر چلی آتی ہے تو ایڈیان ریل کے سبب سے کہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالکل مستمر نہیں کر سکتے یا بغیر چند سی دکھلائے جانے کے ریل کو نہیں لاسکتے اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ سرنج چند سی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سب سے آگے گی اور جب وہ اپنی اس عادت کو بدلنا چاہیں تو اس کے خلاف ہی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنی جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی دریافت ہوئے ہیں وہ چند سی کے مثل ہیں اور خدا نے انہیں کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے موافق وہ اس کے مسبب کو بھی موجود کرتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کرے چنانچہ جب کبھی مصلحت مستمرہ قوانین کے خلاف کوئی امر پیدا کرتا ہے تو اس کو خرقی عادت کہتے ہیں جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹیرے گا اور دسی اختیار نہ کرے گا اس کے سمجھنے میں ذرا وقت نہیں لگتی پھر

دوسرے  
قانون قدرت یا طبعی اسباب  
جو عادت یا سبب کی طرح  
مقرر ہوئے ہیں ان کے  
مقابلہ میں خدا کی عادت  
مستمرہ ہے اور وہ اس کے  
مقابلہ میں نہیں ہوتا

تو کہہ سکتا ہے وہ اتنے دراز زمانہ کے ساتھ پابند ہونے کے لیے مجبور نہیں ہے مثلاً جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ لوہا فلاں عرق میں جب بہگایا جائے تو بوجہ بہگوانے کے اُس کے ذرات بسیط کی وضع متغیر ہو جانے سے اُس سے چوٹ کھا کر ٹپھنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اس کے چوٹ کھا کر چور چور ہو جانے کی صفت آجائے گی۔ اور اُس کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بطبعہ موثر اور موجب ہے اور تنازعہ لازمی ہے یہاں تک کہ بغیر اس کے یہ امر لوہا ہی نہیں ہو سکتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا انشاء کے فعل سے اس طرح پر حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے چوٹ کھا کر ٹپھنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے اُس کے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایسا ذکر دیا عام ہے کہ یہ بات اُس کے ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہم کو معلوم نہیں ہوئی اور اس تبدیلی میں اس عرق نے بطبعہ اثر نہیں کیا اور نہ اُس کے لیے موجب ہوا بات صرف یہ ہے کہ خدا کی اس عرق میں بہگوانے کے وقت اس تبدیلی پیدا کر لینے کی عادت جاری ہو گئی ہے اور یہ زمانہ جیسے کہ یہ تبدیلی پوری ہوئی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بہگوانے کے اس تبدیلی کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس طرح اس قول کے بارے میں کہ آگ فلاں جسم کو جلاتی ہے۔ اور پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے اور فلاں چیسے فلاں اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بطبعہ موثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان اشیاء سے پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں خدا ہی چند شروط اور احوال عادیہ کے ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان اشیاء میں سے بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جنکو آپ سبب کہتے ہیں ان آثار کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے معدوم رکھ سکتا ہے۔

خبر چھپنے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جبکہ پیشتر بیان ہوا کہ اشیاء میں بالطبع کوئی تاثر نہیں ہے بلکہ تاثر خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوا کرتے ہیں آمادہ کر دیا دواہر ہیں۔ اول تو وہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر قائم ہو چکیں کہ خدا اُن تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں متفرد و مستقل ہے پس اگر اشیاء ان آثار کے وجود میں اُن سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع موثر مانے جائیگی تو وہ اُن کے لیے ضرور خالق ٹھہریں گی حالانکہ خدا سے عالم کے سوا کہ اس کا نام اللہ ہے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہو چکا ہے اور اس استحال پر دلیل قائم ہو چکی ہے خصوصاً جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط اور مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھ کر عقل صاف ہی حکم کرتی ہے کہ اُن کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُن کا پیدا کرنے والا صاحب تدبیر پورے علم اور کامل ادراک والا ہو اور ان صفات کا ان جمادی اشیاء کے لیے ثابت کرنا ایسی بات ہے جس کا کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا مثال کے لیے آپ ایسے نبات کو لیجئے جیسے کہ عجیب عجیب چیزیں جیسے بڑے تنہ شاد

سوائے خدا کے سوائے خدا کے  
سوائے خدا کے سوائے خدا کے  
سوائے خدا کے سوائے خدا کے  
سوائے خدا کے سوائے خدا کے  
سوائے خدا کے سوائے خدا کے



قوتوں کو احتیاج پڑتی ہے یہاں تک کہ وہ غنی ہی شدید ہوتی ہیں ان کے عمل کرنے میں اتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے۔ اور جتنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ اگر اس کی قوت اپنے عمل کرنے میں زمانہ کی تعلق ہوتی جیسے کہ اور قوت نے تعلق ہیں تو ہم دیکھتے کہ وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں اور جن میں کہ نہایت باریک صنایع یا کثرت اشکال ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ ان کے بننے میں ان مصنوعات کے بننے سے زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا جنہیں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً پہلی قسم کی ایک بنات بہت ہی تھوڑی مدت میں نکل آتی ہے۔ اور دوسری قسم کی کوئی بنات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا متد ہونا خدا کی مخلوق اس کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہمیں دی ہے اس میں ضرور معاملہ بالعکس ہوتا۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم متبعین کے اس قول سے کہ کسی آثار اشیاء کا آثار کے لیے سبب بن جانا محض عادی ہے اور ان آثار کے بننے کے لیے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور کے کثرت وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ ان سے خرق عادت پر دلالت کر نیوالے واقعات کثرت کے بیان کر نیکا مطالبہ کریں۔ کیونکہ وہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سببیت عادی ہے اور وہ راء بھی شرط عادی ہے اور خدا خلاف عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا خدا سے سوائے چند مخصوص حالتوں کے مثلاً کسی نبی کے ہجرہ یا کسی ولی کی کرامت کے لیے اور کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا ان کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا انہوں نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بچشم خود دیکھا ہے جبکہ انہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور ان کے ہاتھ پر معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا ہوا مقدمہ متقرر ہو گیا اور آپ لوگوں نے اسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آئیے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے مادہ اسکے انواع اور ان عجیب و غریب صورتوں میں جبروہ شتمل ہے اور ان حیرت انگیز گونا گوں تبدیلیوں میں جو ان میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ مادہ میں ان امور کا قیام مادہ اور اس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا ان چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث سے یا اس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ۔ قادر اور ذی قدرت ہے کہ اپنے ارادہ سے جسے ساتھ چاہتا ہے اس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اسے متغیر کرتا ہے۔ اور پھر اس کے اعمال بھی ایسے با عظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اور اسکی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اس کو نہیں پاسکتی اور نہ انکار اس کو عادی ہو سکتے ہیں اس امر کے واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل جائز رکھتی ہو کتنی ہی غلطی کو کیوں نہ ہو سوچ جائے اور اس میں کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اس خدا کی عظمت اور اس کی صفات کے کمال کے سامنے بالکل ہیچ۔

فصل ششم  
در بیان قدرت خداوندی  
و در بیان عبادت و طاعت  
و در بیان اخلاق و عادات  
و در بیان امور دنیوی و دینی  
و در بیان کلیات و جزئیات



بالکل آسان اور ظاہر معلوم ہوگا۔ اس پاک ذات کی عظمت کا کیا کتنا ہے اس کا تسلسل عجیب کمال رکھتا ہے پیدائش اور ہر طرح کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے اسے ہر شے پر پوری قدرت حاصل ہے۔

آپ آئیے ہم عالم کو اکب کی طرف متوجہ ہوں اب ضرور ہم کو آپ لوگوں کی کتب ہدایت کی تصریح کے موافق یہ بتانے لگا کہ ہر

ہر ایک کی ایک جدا خاصیت ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک خاص حالت کے ساتھ مخصوص نظر آئے گا چنانچہ بعض

ان میں سے نہایت ہی چھوٹے ہیں اور بعض بہت ہی بڑے جتنے کہ ہماری زمین کو اس کے ساتھ وہی نسبت پائی جاتی

ہے جو ایک بالو کے ذرہ کو اس کرہ کے ساتھ ہوتی ہے جس کا قطر ایک ہاتھ یا کچھ اس سے بھی زائد ہو۔ پس اگر ہمارے

زمین کا قطر سات ہزار نو سو بارہ میل کا <sup>(۷۹۱۲)</sup> اور اس کا محیط چوبیس ہزار آٹھ سو ننانوے میل کا <sup>(۲۳۸۹۹)</sup> ہے تو آفتاب کا قطر

آٹھ لاکھ بارہ سو ہزار پانچ سو اسی میل کا <sup>(۸۹۲۵۸)</sup> اور اس کا محیط چھبیس لاکھ اٹھتر ہزار پانچ سو میل کا <sup>(۳۷۸۵۰)</sup> ہے اور اس کا جرم ہمارے

زمین کے جرم سے بارہ لاکھ اٹھتر ہزار سات سو گنا بڑا ہے۔ اور ان میں سے بعض ہم سے بہت ہی قریب اور بعض

لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہیں ان میں سے بعض کا دن اور سال ہمارے یہاں کے دن اور سال سے چھوٹا ہوتا ہے

اور بعض کا ہمارے یہاں کے دن اور سال سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے جتنے کہ نسل کا ایک سال ہمارے یہاں کے

آنتیس سال کے برابر اور انوس کا چوراسی سال کے برابر اور نیپٹوں کا ایک سو چونتھ اور چند کسور سال کے برابر

ہے بعض ان میں سے اپنے مدار پر طبعی حرکت کرتے ہیں اور بعض بہت ہی سریع حرکت میں جتے کہ مشتری

کی چال تیس ہزار ایل فی گنٹ ہے پس قننی دیر میں کہ انسان ایک تیرہ سالن لیتا ہے وہ نو میل چل جاتا ہے اور اس کی محور کی

گردش کے لحاظ سے اس کے اجزاء سطح کی حرکت کی سرعت چار سو ٹریسٹھ میل ہے۔ ان میں بعض کا نور سرخ ہے بعض کا

نور بعض کا سفید اور بعض کا کسی اور رنگ کا ان میں سے بعض کا نور اصلی ہے جیسے کہ آفتاب اور ثوابت کا۔ اور بعض

دوسروں نے تو حاصل کرتے ہیں جیسے قمر اور باقی سیاروں کا ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جنہیں ذرا بھی حرارت نہیں

پائی جاتی اور بعض میں بہ کثرت حرارت موجود ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے بعض کے قول کے موافق آفتاب میں اتنی

حرارت ہے کہ اگر وہ جمع کیجائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلانے کے لیے کافی ہو سکتی ہے جس سے تمام روئے زمین

پھپھپ جائے اور اسکی موٹائی گیارہ میل کی ہو اور جو حرارت کہ اس کی زمین ٹپک رہی ہو پختی ہے وہ اسکی حرارت کے برابر

اڑتیس کروڑوں لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ ہے ان میں سے بعض ثوابت ہیں کہ جو شمس (آفتاب) کہلاتے

ہیں ان کی روشنی ہمارے آفتاب ہی کی طرح ذاتی ہوتی ہے جس سے کہ وہ تمام عالم جو اس کے متعلق ہے روشن ہوتا ہے

وہ ثابت اور اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ ان کے نام سے شبہ ہوتا ہے بلکہ وہ بھی حرکت کرتے ہیں

لیکن بات صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے چونکہ بہت ہی فاصلہ پر واقع ہیں اس لیے ہم کو ان کی حرکت کا پتہ صرف اس وقت

لگ سکتا ہے جبکہ صدیوں کی صدیاں گزر جائیں اس لیے ہمارے ان کی دوری کی نسبت قریب قریب ہی باقی رہتی

ہے جو سچے معنی ان میں سے بعض آفتاب سے دور ہیں اور یونانیوں نے ان کی دوری بڑھتی جاتی ہے اور بعض

اس سے قریب واقع ہیں اور اس طرح نزدیک ہوتے جاتے ہیں بعض کی حالت بدلتی رہتی ہے کبھی تو ان کی

عالم کی دیکھائی  
اور عالم کو ایک کمالی  
عظمت و قدرت پر لانا

روشنی بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں وقتی ہوتے ہیں سینے و ایک مخصوص زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ کبھی وہ زمانہ طویل بھی ہوتا ہے اور پھر چھپ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہرگز نہیں نکلتے بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کا نور ہم برسوں کے بعد جتنے کہ سیکڑوں برس کے گزر جانے پر پھر بھی نکلتا ہے حالانکہ ہمارے آفتاب کا نور ہم تک آتا ہے مگر اس وقت اور چنی سکند کے عرصے میں پھونچ جاتا ہے باوجودیکہ یہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل سے کچھ زیادہ ہی دور ہو گا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ آباد ہیں اور بعض کی نسبت آپ لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے ان میں سے بعض شمالی ہیں بعض جنوبی بعض متوسط بعض کورات سے مخصوص ہیں بعض کو ان سے بعض کا روشن رخ کبھی وسیع ہو جاتا ہے اور کبھی تنگ اور بعض میں یہ بات نہیں پائی جاتی بعض دوسروں کے گہن کا باعث ہوتے ہیں اور بعض میں دوسروں کی وجہ سے گہن لگتا ہے غلے ہذا القیاس بعض کی کچھ حالت ہے اور بعض کی کچھ۔

اور وہ سب خلا میں عام کشش کے قدرتی قانون کے باعث قائم ہیں جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں اور شاید وہ عالم کے قوانین قدرت میں سے جنہیں کراؤ کے پیدا کر نیو اسے نے اس میں جاری کر رکھا ہے کسی دوسرے قانون کے باعث نہ نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے برجون اور منزلوں میں طرح طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جنہے کہ اوقات منضبط ہوتے ہیں برسوں۔ مہینوں۔ دنوں۔ اور گھنٹوں کا پتہ نگار ہوتا ہے مختلف فصلیں متغیر ہوجاتی ہیں اور پھر ان میں وہ ترتیب موجود ہے جس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور ان سب کا مروج کسی فاعل ذی قدرت کی طرف معلوم ہوتا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں مخلوقات یعنی نباتات حیوانات معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جنکی پرورش ان کے انوار کی حرارت سے ہوتی ہے اور بقدر حاجت ہر ایک کی غذا مہیا کی جاتی ہے اس طرح بیشمار فوائد ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے انسان کی زبان اس کے پورے بیان سے عاجز ہے فکر میں کنداؤں انہیں خیرہ ہیں۔ پس جب یہ سب اصل مادہ کے لحاظ سے برابر اور یکساں ٹھہرے اور ان کا مادہ اسکو مقضی نہ لگا کہ ہر ایک کو اسی خاصیت کے ساتھ جو آپس میں موجود ہے خاص کرے تو اس سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان میں سے ہر ایک کو اس خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر دیا اور جس نے ان کو باوجود اس قدر استحکام کے ایسے عجیب و غریب انتظام کے ساتھ مرتب کیا جنہیں کہ مخلوقات کی منہ مصیحت اور فائدہ ہی فائدہ ہے کیا وہ یہی مادہ کے ذرات بسیط کی حرکت ہو سکتی ہے جس میں تو کچھ تغیر ہی پایا جاتا ہے اور نہ کچھ ارادہ اور تدبیر ہی موجود ہے اور یا کچھ کہنا مناسب ہے کہ جس نے ان کو ایسے عجیب و غریب طور پر پیدا کیا ہے وہ وہی بڑا جاننے والا۔ صفا ذی قدرت۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت والا (یعنی خدا) ہے۔

اب آئیے ہم کائنات جو کہ جانب نظر کریں تو اس میں ہمیں جو ہی ہوا معلوم ہوتی ہے جس میں کہ نباتات کی اسوجہ ہے کہ وہ اسی چوس لیتی ہیں زندگی ہے اور حیوانات کی زندگی کا سپر سٹینڈ مار ہے کہ وہ بدرجہ سائنسینے اور پھر پٹرے میں داخل ہونیکے ان کے خون کو صاف کرتی ہے۔ چونکہ نسبت اور اشیاء کے ہوا کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے وہ دافر مقدار میں موجود ہے نہایت آسانی سے بکثرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے حاصل کرینے ذرائع بالکل مکمل ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت جلد کام میں آسکتی ہے۔ اسپر کیا موقوف ہے عالم میں یہی حکمت جاری ہو رہی ہے کہ جس شے کی جس قدر زیادہ



وغیرہ میں باوجود اسکے کہ حیوانات اور نباتات کے بہتیرے فائدے موجود ہیں ان کا اُس سے منہ ہوتا ہے صحت قائم کرتی ہے روشنی سے بہتیرے زہریلے حشرات الارض مر جاتے ہیں بذریعہ روشنی ہی کے اشیاء نظر آتی ہیں اس طرح اُس کے ہتیار فوائد ہیں پھر باوجودیکہ وہ روشنی آنکھ کے سامنے خود ظاہر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتی ہے لیکن آپ لوگوں پر اسکی حقیقت مخفی ہی رہی کچھ تہ نہ لگا اسکے بیان کرنے میں آپ لوگوں نے عجیب خط چایا ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے سب بڑے شہور فلاسفر کا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں جو کہ روشن جسم سے چاروں طرف پھیلتے ہیں اور آپ ہی لوگوں میں سے اُسکے بعد واسے فلاسفروں نے وضع دلیلوں سے اُس کے قول کی تردید کر دی اور اساتذہ کا قائل ہو گئے کہ روشنی کی حقیقت ایترک مادہ کے اجزاء کی لہر ہے جو کہ عالم میں پھیلا ہوا ہے یعنی اُن کے نزدیک روشنی انہیں اجزاء کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں آپ لوگوں نے عام طور پر اسی تفسیر پر سہروسہ کر لیا ہے اور اسی بنیاد پر بڑے بڑے قصور کئے گئے ہیں اور بہتیرے مسائل کا اسیکو مننے قرار دیا ہے۔

سوئی قائل اس موقع پر کہہ سکتا ہے کہ ان ایترک اجزاء کی عجیب حالت ہے بلور کی کئی ٹاکھ موٹی چادر کو تو اُن کی حرکت توڑ کر رکھ جاتی ہے لیکن جب اسکی صورت ایک تیلی نہ لگایا ہی کی لگا دیا جائے تو وہ حرکت اُسکو پہاڑ کر پار نہیں جاسکتی گویا ہمالیہ کا کوئی سلسلہ حامل ہو گیا کیا وجہ ہے کہ اس نازک اور تیلی سی نہ کو تو نہ پہاڑ سکے اور بلور کی انقدر ولد دار سخت تھنے کو بچھا کر رکھ جائے اگر آپ یہ کہیں کہ اس رنگ سے باطن اس کی حرکت کو باطل کر دیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں بلینک کی پیدا کرنے سے تو یہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی امر مان نہیں ہو سکتا لیکن ہم تو آپ سے آپکی تفسیر کے موافق اسکی عقلی وجہ پوچھتے ہیں ہمارے لئے تو اسکے موافق بیان کیجئے کہ اس حرکت کو کیونکر اتنے دبیز اور سخت تھنے کو توڑ کر رکھ جانے کی قوت حاصل ہو گئی اور وہ انقدر تیلی اور نازک نہ کو توڑنے سے کیوں عاجز رہی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رنگ روشنی کو چوستا ہے تو ہم آپ سے دریافت کریں گے کہ رنگ کی روشنی کو چوسنے کے دکھ کی حقیقت ذرات کی حرکت ہے (میں نے کیا ہر ذرا عنایت کر کے واضح عبارت میں بیان تو کر دیجئے جسکو عقل قبول کر لے۔ علاوہ بریں آپ ہی لوگوں میں سے بعض صناعاتوں نے کچھ تیل ایجاد کیے ہیں کہ جب وہ چند منٹ آفتاب کی روشنی میں رکھ دیئے جائیں تو تمام رات تاریکی میں روشن رہتے ہیں پس جو آپ نے روشنی کی تفسیر بیان کی ہے اُسکے موافق اگر آپ کہیں کہ حرکت جو تیل سے تاریکی میں اٹھتی رہتی ہے روشنی کے انکاس کے باعث ہے تو ہم آپ سے دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ حرکت تیل سے کیونکر برابر پیدا ہوتی رہی حالانکہ اصلی حرکت جو آفتاب سے اٹھتی تھی اُس سے منقطع ہو گئی اور چند ساعتوں ہی میں اُس سے جدا ہو چکی اور یہ امر قدرتی قانون انکاس کے بالکل خلاف ہے اور اگر میں بیجا کہہ رہا ہوں تو آپ بیان کر دیجئے بعد اس بحث کے جیسا ہم یقیناً آپکی تفسیر کو غلط نہیں سمجھ سکتے بلکہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور یہ بھی خدا کی مخلوقات اور اسکے تختہ تصرف میں داخل ہو لیکن ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اس امر سے آگاہ کر دیں کہ وہ چیز جسکو آپ زیادہ سے زیادہ یقینی مانتے ہیں وہ بھی لاجعل (منطقی) طور پر قطعی اور یقینی نہیں ہے اب اس تمام گفتگو نے سابق کے بعد ہم اپنے الفاظ پر چہتے ہیں کہ جسے کائنات جو کہ ہر شے کو اسکی خاصیت کے ساتھ خاص کر دیا اور اُن میں نہایت

کامل صنعت اور پورے ایکاد کے ساتھ منافع شکر کے کہ جن سے زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کر دیا اُس کو شادابی بخشی۔ اُن کو اُس کے سُکھان کے منو کا باعث قرار دیا آنکھوں کے نزدیک دیکھنے کی چیزوں کے ظہور کا اُن کو ذریعہ ٹھہرا تو کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ شے اس اضرار کی حرکت یا اتفاقی امر یا ضرورت۔ یا اس کے علاوہ اور محل اور بلے معنی الفاظ جبکی تفسیر بالکل بے تہ ہوتی ہے قرار پاسکتے ہیں یا وہ اسلے درجہ کا علم رکھنے والا۔ پورا واقف۔ صاحب ارادہ ذی قدرت (خدا) ہے۔

اب آئیے ہم اپنی توجہ کو زمین کی طرف مائل کریں اور اسکی جادوی۔ بناتی اور حیوانی کائنات اور ان امور کی جانب جبکہ اُسکا جغرافیہ طبعی حادی ہے نظر کریں۔

ہم سمندر کو دیکھتے ہیں جبکی مساحت کی مقدار سطح زمین کے چار حصوں میں سے تین حصوں تک پہنچتی ہے یعنی سب کا رقبہ ایک کروڑ چالیس لاکھ اکر ۱۲۳۶۱۰۰۰ مربع میل مربع ہے اور وہی آبی مخلوق کے گروہ کا مسکن ہے اور دریائی جواہر کے پیدا ہونے کی جگہ ہے عام ہے کہ وہ غذا کے کام میں آئیں یا دوا کے یا آرائش کے۔ اور وہ سب چیزیں بھی اُس میں پائی جاتی ہیں جو خشکی میں موجود ہیں جیسے پھاڑ۔ وادی سخت و نرم زمین ٹیلے۔ ریگستان پہاڑیاں سنگلاخ زمین۔ ترابی۔ باغات۔ رنگ برنگ درخت۔ چھوٹے بڑے حیوانات جن میں سم ہوتا ہے اور اپنے اجناس۔ انواع اور اصناف کے موافق خاص خاص مقامات میں رہتے ہیں۔ اور سمند میں بڑے عمیق مواضع ہیں کہ جن میں سے سب عمیق موقع کا واقعی طور پر تہ نہ لگا سکا اور تحقیقی طور پر آپ لوگ نہ دریافت کر سکے غایت درجہ جہاں آپ لوگوں کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُس کی نویل تک کی گہرائی قیاس کی جاتی ہے پھر اسکا بھی کوئی قرار نہیں اور سمندر کے عجائبات میں سے وہ جزر و سطحی اور زیریں اوبال۔ پہاڑوں کی برابر لہریں۔ برف کے پہاڑ جو قطب شمالی کے نزدیک تیرتے رہتے ہیں۔ اور اسکا کمار اپن جہیں بڑی حکمت ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسکا پانی ضرور متعفن ہو جاتا اور زراعت اور جاندار ہلاک ہو جاتے۔ اور وہ انسان کے لیے ایسا مسخر ہو رہا ہے کہ لوگ اُس کی سطح پر سفر کرتے ہیں۔ اُس میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور اُس میں بڑے بڑے راستوں اور مختلف ہواؤں کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پھر ہم خشکی پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن اشیاء کو دیکھتے ہیں جو کہ اُس میں پائی جاتی ہیں تو سب پہلے ہماری نظر پہاڑوں پر جاتی ہے کیونکہ پانی کے وہی مخزن ہیں جس سے کہ نباتات اور حیوانات کو سیرابی ہوتی ہے انہیں میں طیور و وحش کا ایک بہت بڑا حصہ پناہ گزین ہوتا ہے۔ انہیں میں بڑے بڑے مضبوط اور نہایت ہی بلند درخت اُگتے ہیں جو کہ عمارتوں میں لگانے اور جلانے کے کام آتے ہیں۔ وہی آباد سہریوں کے لیے گرم اور سرد ہواؤں سے بڑے محافظ ہیں بعض کا منظر نہایت خوش آئند معلوم ہوتا ہے طرح طرح کی نباتات اور رنگ برنگ گل بوٹوں سے مزین نظر آتے ہیں اُن میں سے بعض ایسے پہاڑ بھی ہوتے ہیں جہاں برگ و بار کا نام و نشان ہی نہیں ہاں کی مٹی بھی بارش کے باعث سے باقی نہیں رہی صرف بڑے پتروں کے چٹان رہ گئے ہیں جبکی شکل بڑی بڑی تصویروں کے ڈانچوں سے جن کا کہ گوشت عیسیدہ کر دیا گیا ہو

زمین کا جغرافیہ طبعی حادی ہے

سمندر کا جغرافیہ طبعی حادی ہے

پہاڑوں کا جغرافیہ طبعی حادی ہے

کچھ ملتی جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے پتھر مکافوں اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں بعض آتش فشاں پھاڑ ہوتے ہیں جسے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت ان سے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

دوسرے مرتبہ میں زمین کا وہ حصہ ہے جو شیب میں واقع ہے وہاں ایک سے ایک حسین و خشت اُگتے ہیں قسم قسم کے پھول و پھل و میٹاب ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوشی اور سرور میسر ہوتا ہے باوجود اسکے ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کو دنیا کی بہشت کہا جاسکتا ہے جس میں جہاں دیکھو وہاں گنجان سایہ اور شیریں چشے دکھائی پڑتے ہیں۔

باغات پھولوں سے آراستہ ہیں۔ درخت بار بار مورہے ہیں۔ نہریں بلند سی پستی کی جانب اترتی چلی آ رہی ہیں۔ ان کے گرد اگر عجیب و غریب آوازیں سموع ہو رہی ہیں کہیں بلبل کی صیف کالوں کو بہلی معلوم ہوتی ہے کہیں سے قمریوں کی کوکو کی صدا آ رہی ہے کیسے طرف ہرن اپنی بولی بولتے ہیں۔ کہیں جنگلی کبوتر اُڑنا چڑھنا کے ساتھ غرغور کرتے سنائی دیتے ہیں غرض ایسی ایسی چیزیں ہیں جن سے دل کو خوشی اور آنکھ کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض پھاڑ تو گویا جہنم

ہی ہیں کہ جہاں سوائے ناگوار موت کے اور کچھ بھی نہیں کہیں بوسیدہ ٹھریاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں جیسے کہ وہ مقام جو جادو کے قریب وادی موت کے نام سے مشہور ہے جس کے اندر کی زمین بالکل صفا چٹ پڑی ہے جہاں کہ کسی نبات یا جاندار کا نشان نہیں اور اس میں تپش اور گرمی اس قدر ہے کہ بالکل جلائے دیتی ہے اسبوجہ

سے اس میں جہاں کوئی پرندہ اُتر آیا جاندار گیا یا کسی وحشی جانور نے وہاں ذرا قیام کیا فوراً ہی اس کو خونریز موت نے دایا اور اس کا کام تمام کر دیا چنانچہ اس میں جا بجا بڑے بڑے جانوروں اور کٹیڑوں کی چڑائی ٹھریاں پڑی ملتی ہیں اور وہاں کے ایک قسم کے دھریلے درخت کا اثر سمجھا جاتا ہے جسکے سوانات کی قسم سے وہاں

کچھ نہیں ہوتا لیکن جو بات آپ لوگوں کے نزدیک صحیح بھی جاتی ہے اسکے موافق اسکا سبب یہ ہے کہ وہ آتش فشاں پھاڑ کے بالکل قریب واقع ہے اسوجہ سے وہ اپنے منافق سے زائد مقدار کی ذہن بلی ہوا نکالتا ہے جس سے جاندار مر جاتے ہیں اور نباتات خشک ہو جاتی ہیں۔ اب بتلانیے کہ ان مقامات میں سے کسے بعض کو گویا جنت اور بعض کو جہنم بنا دیا گیا ذرات مادہ کی حرکت ہو سکتی ہے یا وہ صاحب ارادہ اور اسلئے درجہ کا علم رکھنے والا جسکو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس شے میں جو خاصیت چاہے پیدا کرے (یعنی خدا) ہے۔ بیشک وہ انتہا درجہ کا دافع کار اور صاحب حکمت ہے۔

شیر امترتہ کہو اور غاروں کا ہے جس میں کہ حیوانات پناہ گزین ہوتے ہیں اور نچکے ذریعے سے پھاڑ اپنے اندر سے بخارات نکالتے ہیں۔ عجائبات میں سے کچھ امر ہے کہ بعض غار گرمیوں میں تواتنے سرد ہوتے ہیں کہ ان کے اندر کاپانی جم جاتا ہے اور جاڑوں میں خوب گرم رہتے ہیں پس بہت سے حیوانات کہ جو جاڑوں کی سردی سے بے نیاز نہ ہو سکتے اس میں پناہ لیتے ہیں۔ خدا نے لطیف و ظریف کی پالی کا کیا کتاب ہے اور ان میں سے بعض موت کے غار ہیں کہ جہاں ان میں کوئی جاندار گیا اور فوراً مر گیا کہ ان غاروں میں آتش فشاں پھاڑوں کی سانسیں نکلتی ہیں



کہ جو اب سمجھ گئے ہیں اور اُن کی زہریلی ہوا باقی رہ گئی ہے جسکی وجہ سے جہاں کسی جاندار نے اُن کا تنفس کیا اور وہ مرا۔ پس بعض غار بنتر و قلعہ کے محافظ ہیں اور بعض باعث موت ہیں اُس فاعل مختار کی عجیب شان ہے جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے \*

چونکہ متمدنہ زمین نرم کا ہے اُس میں غالب مادہ ایسا ہوتا ہے جس سے نباتات کا قیام ہے جو کہ حیوانات کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے پھر اُس کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اُن میں سے ہر قسم ایک خاص قسم کے نباتات کے مناسب ہوتی ہے پس اگر کسی مٹی ایک ہی طرح کی ہو اگر تکی تو نباتات کی بہت سی اقسام کی پیدائش میں نقصان پہنچاتا اور اُس کی بہتیر سی مٹی ہلکو و دستیاب نہ ہو سکتی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مٹی نہ تو بہت سخت ہی ہے اور نہ بہت نرم متوسط درجہ رکھتی ہے \*

پس اگر پتھر کی طرح سخت ہوتی تو اُس میں ان چیزوں کی صلاحیت نہ پائی جاتی اور اگر بالکل ہی نرم ہوتی تو حیوانات کے قدم اُس میں دھنس جایا کرتے اور اُس میں وہ چل نہ سکتے اور نہ اُن کے رہنے کے قابل ہوتی پس بتلایئے کہ پتھروں کو کسے استفادہ سختی کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ وہ تعمیر کے کام میں آسکیں اور اُس کے سوا اور زمین کو نہ بہت سخت ہی بنایا اور نہ بہت نرم جس سے حیوانات کی غذا کی زراعت کے قابل ہو سکے۔

کیا اس کا بنانیوالا صاحب حکمت۔ تمام چیزوں کی خبر رکھنے والے۔ ذی تدبیر اور اسے درجہ کے علم رکھنے والے (خدا) کے سوا اور بھی کوئی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں \*

ہم کائنات زمین میں سے معاون کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر مختلف خواص اور جدا جدا انواع و اصفان کی اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو کہ باوجود مختلف ہونے کے زمین کے باشندوں کے لیے بہت ہی نافع ثابت ہوتی ہیں کیونکہ اُن میں سے کوئی جامد ہے کوئی سیال کوئی سخت ہے کوئی نرم کسی میں چوٹ کھا کر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے کسی میں نہیں کسی میں پگھلنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کوئی بہاری ہے کوئی ہلکی رنگوں کے اختصار سے کوئی زرد ہے۔ کوئی سفید کوئی سرخ ہے اور کوئی سیاہ اس طرح بہت اقسام پائے جاتے ہیں پھر اُسے آدمیوں کو بہت نفع پہنچتا مختلف قسم کے آلات طیار کئے جاتے ہیں جو اکل شرب وغیرہ کی ضرورتوں میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ بہتیا رہتے ہیں مکانات کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں غرض کہ فلاح (جو تنہ) زراعت (دو ہونے) اور ادویہ سب ہی میں متعل ہوتے ہیں \*

اور چونکہ لوہا سب سے زیادہ مفید ہوتا ہے اور زمین میں بالکل ہی پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی معدن کی طرح کوئی معدن اتنی پوشیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ کتب معاون میں جو ہے۔ اس کے گمراہان شریف میں لوہے کا اختصاص ہو کر کے خاصے اُسکے پیدا کر نیکا اور نیز اس امر کا احسان جنایا ہے کہ باوجود اس قدر غنی ہونے کے اُسکے دریافت کرنے کے طریقے مقرر کیئے اور اُن کی ہدایت کی چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (اے نبی) لوہے کو آگاہ

نہ زمین میں یا باطن میں یا سطح پر  
کائنات پیدا ہوتی ہیں

معاون کا بیان اور معاون کی  
شخصیت کا اندازہ

اُس میں بڑی قوت اور لوگوں کے منافع موجود ہیں اس کے سوا خدا نے کسی اور معدن کی نسبت ایسا ذکر نہیں کیا۔  
 لوہے کے ہم عجیب و غریب خواص دیکھتے ہیں۔ جنگی یقینی وجہ اور علت بیان کرنے سے ہماری عقلیں بالکل عاجز ہیں  
 بلکہ زیادہ سے زیادہ جہاں تک ہم اپنی بحث کو اُس کی نسبت گفتگو کرنے میں چھو پچا سکے وہ اس قدر ہے کہ ہم کہہ  
 چکے ہو کہ اُسکی خاصیت ہی یہی ہے اور کوئی وجہ نہیں بتا سکتے اور اگر آپ کہیں کہ ہم لوگ تو اس کے قائل  
 نہیں ہیں بلکہ ہکو تو بلاشبہ اُس کی یقینی علت پر واقفیت حاصل ہے تو ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اچھا اسی مفناطیس  
 کو لیجئے جو معدنیات میں عجیب چیز ہے اُس میں لوہے، فولاد، اور مفناطیس کے کشش کرنے کی قوت ہوتی  
 ہے آپ لوگ اس کشش کی وجہ اُس کے ذرات بسیط کی حرکت اور اُن کی اوضاع کی خاص ترتیب بتلا سکتے ہیں۔  
 اب میں کہتا ہوں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ یہی واقعی وجہ ہو لیکن آپ نے یہ وجہ بالکل بے پتہ  
 بیان کی جس سے عقل کو تسکین نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ ہمارے آئندہ کے سوالات آپ پر وارد ہوں۔

اول سوال یہ ہے کہ ذرات کی حرکت اور اُن کی وضع کا صرن یہی نتیجہ کیوں ہوا کہ وہ اشیاء مذکورہ ہی کشش کر  
 اُسکی وجہ سے اُس میں یقینی معاون مثل سونے تانبے وغیرہ کے کشش کرنیکی قوت کیوں نہ پیدا ہو گئی۔ اس کی  
 کوئی صحیح وجہ صاف طور پر بیان تو کیجئے۔

دوسرا یہ کہ اسکا کیا سبب ہے کہ مفناطیس جب کسی لوہے کی سلاح سے ملتا ہے اور اسکو کشش کرتا ہے تو وہ اُس میں  
 بھی بغیر اس کے کہ مفناطیس کی قوت میں کچھ کمی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جبکہ مفناطیس اُس  
 سلاح سے متصل رہتا ہے مفناطیس ہی کی طرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اُس سے الگ ہوا اور لوہے کی  
 بعض خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ لیکن جب کسی فولاد سی سلاح سے مفناطیس لگایا  
 جاتا ہے تو اُس سلاح میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مفناطیس اُس سے الگ بھی کر لیا جائے  
 جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اس طرح جب فولاد سی سلاح مفناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس  
 کشش کی اتم رسی خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر در بیان  
 تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلاح میں محض مفناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونوں  
 کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی  
 سلاح میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر محض ہی بہر میں لوٹ آئے اور فولاد سی سلاح میں اسی طرح رہ گئے یا اس کے  
 علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں  
 بھی تو کوئی چنداں فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرا میں اُس میں یہ خاصیت  
 آجاتی ہے اور مفناطیس کے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ مفناطیس قطعہ کے دونوں سروں کشش کی قوت ہائی جاتی  
 ہے اور جوں جوں اُس کے وسط کے قریب ہوتے جاتے قوت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ٹیک وسط میں

مفناطیس کی قوت اس قدر کم ہوتی ہے کہ اسکی کشش کی قوت کو محض اسکی خاصیت ہی بتلا سکتے ہیں۔  
 اسکی وجہ سے اسکی قوت کو محض اسکی خاصیت ہی بتلا سکتے ہیں۔  
 اسکی وجہ سے اسکی قوت کو محض اسکی خاصیت ہی بتلا سکتے ہیں۔

یہ قوت ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب اس قطعہ کے ٹھیک بیچوں بیچ سے دو حصے کر دیے جائیں تو اس سر میں بھی جہاں سے کٹا اس قطعہ کے ٹکڑے کیے گئے ہیں بہت ہی قوت آجاتی ہے جیسے کہ اصلی سرے میں رہنمائی کے ساتھ اس کی وجہ بیان کی گئی کہ وہ قوت وسط میں ضعیف اور سروں پر اس قدر قوی کیوں تھی اور پھر قطع کرنے کے بعد اس سرے میں جو وسط میں تھا کیونکہ یہ قوت قوی ہو گئی۔ کیا محض قطع کرنے سے اس کے ذرات کی وضع بدل گئی حالانکہ ان کی وضع قوی سے قوی خارجی فاعل سے بھی نہیں بدلی جاسکتی یا کوئی دوسری وجہ ہوئی علاوہ بریں جب لوہے یا فولاد کی سلاح کے سرے پر مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اس سلاح میں مقناطیسی قوت آجاتی ہے پس اس سلاح کے دو سرے پر پوری قوت کا ہونا ایک لازمی بات ہے اور اس کے وسط میں وہ قوت قریب قریب معدوم ہونے کے ہوتی ہے اب اس موقع پر آپ کیا کہہ سکتے ہیں کیا یہ حرکت اور ذرات کی وضع کا تغیر دونوں بلا وسط میں گزرنے کے دو سرے پر جا بھونے یا وسط میں گزرتے وقت کمزور ہونے تھے اور اس سے متجاوز ہونے کے بعد پھر قوی ہو گئے اگر ایسا ہے تو پھر بتلایے کہ اس قوت کے کمزور ہوجانے کے بعد کس چیز نے اسے پھر قوی کر دیا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ زلزلہ ایسے وقت مقناطیس کی قوت جا ذہ زائل ہو جاتی ہے اور اس کے گزرنے کے بعد پھر اس میں یہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کی آمد کچھ پیشتر ہی سے دریافت ہو جاتی ہے پس اس سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جاتا ہے پس اب ذرا زلزلہ کی قوت ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے اور حرکت میں تبدیلی واقع ہونے کا سبب تو بتلایے اور یہ کہ یہ امر کس طور پر واقع ہوا؟ اور کیوں ہوا؟ میرے خیال میں تو آپ لوگ ان سوالوں کے شافی جواب دینے پر سرگز قادر نہیں ہیں بلکہ غایت جہالت تک اپنی بھونچ ہو سکتی ہے آپ یہی کہیں گے کہ مقناطیس کی خاصیت ہی یہی ہے اور میں آثار ہی ایسے پائے جاتے ہیں۔ اور میں آپ کے کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں میں جب ان چیزوں کو مشاہدہ کر چکے اور ان کے نزدیک مدلل ہو گیا تو یہی کہتے ہیں کہ بیشک مقناطیس کی یہی خاصیت ہے اور اس میں ایسے ہی آثار پائے جاتے ہیں لیکن وہ آپ کے پوچھیں گے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ کسے مخصوص کر دیا؟ کیا ذرات کی حرکت اس وجہ سے ان کی وضع میں ایک خاص ترتیب آجاتی ہے اتنے بڑے بڑے کام کرتی ہے؟ جنکی صحیح وجہ جو کہ خف بھی مان لے بیان کرنے سے آپ لوگوں کی عقلیں بالکل عاجز ہیں۔ یاد رہے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ مخصوص کیا اور پھر آثار اس میں مستحکم کر دیئے قوی قدرت اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ اور حکمت والا (خدا) ہے؟ اب بتائیے ان دونوں باتوں میں کون سی بات ماننے کے قابل ہے (ذرات الفضا کیے) حتیٰ تو یہ ہے کہ مقناطیس نہایت ہی عجیب شے ہے اور اس کے فائدے بھی بہت خوب اور کامل درجہ کے ہیں کیونکہ مقناطیس سو ٹیکے ذریعہ سے بڑے بڑے صحرا اور سمندر کو کھوٹے کیا جاتا ہے سفر کرنا اسے خطروں سے محفوظ رکھتے ہیں اس لیے کہ یہ سو فی نہایت ہی امانت دار راہبر کا کام دیتی ہے۔

اور صاف صاف راہ بتاتی ہے۔ وہ ذات عجب پاک و ذی شان ہے جسے انسان کو جمادات میں سے اونے معدن کے ٹکڑے سے راہیں دریافت کرنیکی رہنمائی کی۔

منجملہ کائنات ارض کے ہمنامات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جہیں کہ حیرت انگیز اور عجیب غیر امور بکثرت موج ہیں اور اسوجہ سے کہ اس میں حکم انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اس کے عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کھیتی جاتے اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں تو ان اشیاء میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیاء نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوں گیں وہ وہ خواص انسانوں نے حاصل کر لیے جزاں میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے بلا ارادہ اور بغور والا دراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کر کے بے مرفیع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

کہاں تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ نبات سوائے اجزاء ارضی۔ پانی اور ہوا کے اور کسی شے سے غذا حاصل نہیں کرتی اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات مضمرس یعنی دوسروں کو چھڑا سنے والی بھی ہوتی ہیں اور ایسی وہ نباتات ہیں جو دوسری نباتات میں لگتی ہیں اور ان کے عرق سے غذا حاصل کرتی ہیں جیسے کہ بعض حیوانات بعض پر بسر کرتے ہیں اور انہیں میں اس نبات کا بھی شمار ہے جسے پتوں پر ایک قسم کا عرق ہوتا ہے جس پر کیاں نہایت حرص کے ساتھ کرتی ہیں اور جہاں اس کے کسی پتہ پر کوئی کھی گری اور فوراً ہی اسے محسوس کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو بیکڑ بند ہو گیا پھر جبکہ وہ اس کا عرق بالکل چوس نہیں لیتا اسکو نہیں چھوڑتا اور اس وقت چھوڑتا ہے کہ جب وہ مرنے ہو کر شل چیلے کہ وہ جاتی ہے پس یہ نبات اپنی غذا حیوان سے حاصل کرتی ہے گویا اسے تو نباتی دنیا کا حیوانی دنیا سے انتقام لے لیا کیونکہ حیوان نبات کو کھاتے ہیں۔

اور گو ہمارے خیال ہے کہ نبات کے لیے اس کی جڑوں کا زمین یا دوسرے درخت سے شعلاتی ہونا جی میں کہ وہ پھر کر گھس جائے ضروریات سے ہے لیکن نہیں بعض نبات ہوائی بھی ہوتی ہیں اور شیعہ بیلچے سے کہ جو دوسری چیزوں سے حلق رہتی ہیں زمین میں ان کی جڑ نہیں ہوتی وہ اپنی غذا ہوا ہی سے حاصل کرتی ہیں۔ اور عجیب کی بات یہ ہے کہ ان کے پھول بھی کی قسموں میں سے پر واہ۔ شہد کی مکھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب ہوا ان کو حرکت دیتی ہے تو دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت پر پروانے چکر لگا رہے ہیں یا شہد کی مکھیاں ہیں کہ جو

انسان کی عقل و فہم کی نسبت  
جس کو کائنات کی حقیقت اور اس کی  
حکمت و انتظامات کا علم ہے

انسان کی عقل و فہم کی نسبت  
جس کو کائنات کی حقیقت اور اس کی  
حکمت و انتظامات کا علم ہے

انسان کی عقل و فہم کی نسبت  
جس کو کائنات کی حقیقت اور اس کی  
حکمت و انتظامات کا علم ہے

بھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ دوادوش کر رہی ہیں۔ اور بعض کی کلیاں بھونرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔  
 اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کی شکل بالکل انسان کی سی ہوتی ہے۔ اور جبکو سینے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اگر چہ بنا  
 ہوئی ہیں سے نہ ہستی بلکہ اس کا شمار ان نباتات میں تھا جو کہ پائیدار زمین میں اگا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی نباتات تھیں جسکے  
 اوپر ایک پھول لگا ہوا تھا جو کہ زرد چڑیا کی صورت پر تھا اس کے سر آنکھیں چوڑی گردن بھی تھی اس کے بازو دستہ پھیلے ہوئے  
 تھے اور قدمیں اور پکوانٹھی ہوتی جیسے کہ مرغ کٹر اہوا کرتا ہے اور اس کے پیٹ کے نیچے ایک سبجائی رنگ کی شہد کی مکھی  
 کی صورت تھی جو کہ اپنے منہ کو اس کے پیٹ پر اس طرح رکھے ہوئے تھی گویا کہ اس میں سے کچھ چوس رہی ہے اس کے بھی  
 سر و دونوں آنکھیں موجود تھیں۔ پیٹ پر نقش و نگار سینے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اس چڑیا کی رانوں کی جڑ سے  
 اس کے بازو کچھ نکلتے تھے پس گویا کہ وہی اس مکھی کے بازو تھیں کہ تھے اور ہی اس چڑیا کی رانیں اور یہ سب اعضا  
 اس میں بالکل صاف صاف نظر آتے تھے یہ بات نہ ہستی کہ ان اعضاء کے ساتھ دیکھنے میں مشابہت ہی مشابہت  
 معلوم ہوتی ہو چھ ایسا تماشا تھا کہ دماغ سے نظر ملتی نہ تھی اور اس کے پیدا کرنے والے کی وحدانیت۔ اس کی قدرت  
 اور اس کے استحکام کی کھلی کھلی شہادت دے رہا تھا اور کچھ پھول بیروت کے جنگلوں میں سے اس مقام پر پایا جاتا  
 ہے جسکو کہ ظہور اثر چہ کہتے ہیں اور اس اطراف کے بعض لوگ اسے چڑیا کا پھول اور بعض شہد کی مکھی کا پھول بھی  
 کہتے ہیں میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ حیوانات کی صورت پر اس قسم کے پھولوں کے بننے  
 کی عجب دوا ہی بنا ہی وجہیں بتاتے ہیں۔ میں ان سے اسی پھول کے بننے کی ایسی وجہ پوچھتا ہوں جس کو عقل  
 مان لے۔ میں تو خیال نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ اس پر قادر ہوں گے اور نہ میرے خیال میں سوائے اس طرح کے  
 اور کچھ عقل کی لٹکین ہو سکتی ہے کہ اس کے بننے کو ذی قدرت۔ صاحب ارادہ ماحولہ درجہ علم اور حکمت رکھنے  
 والے (خدا) کے فعل کے حوالہ کیا جائے نہ کہ ذرات مادہ کی حرکت۔ قانون نباتات یا اسی کے مثل اور بے پندہ ٹھوس  
 اور انداد مند باقول کو اس کا مدار قرار دیا جائے۔

پھر خیال کیجئے کہ کہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات کو کیسی ہی سختی سے کیوں نہ چھو ا جائے لیکن اس سے  
 ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اسی بنا پر ہم حکم لگاتے ہیں کہ نباتات اور حیوان میں جہاں اور فرق ہیں یہ بھی ہے  
 کہ حیوان میں تو احساس کرنے کی قوت پائی جاتی ہے اور نباتات میں نہیں لیکن یکایک ہم بعض نباتات کو ذی حس  
 بھی پاتے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے چھوٹی موٹی کا درخت ہے کہ جب اسے چھو ا جائے یا حرکت دیا جائے تو  
 اس کے چھوٹے چھوٹے پتے باہم بجاتے ہیں اور باقی پتے کچھ کر رہ جاتے ہیں اور کوئی کوئی نبات حیوان کا شکار  
 کرتی ہے چنانچہ ہم اسکا پیلہ ذکر کر چکے ہیں کہ جب اس پر کبھی گرتی ہے تو اسے محسوس کر کے پکڑ لیتی ہے اور اس کو  
 بالکل چس جاتی ہے کہاں تو ہمارا یہ خیال ہے کہ نباتات جب تک کہ اسے کوئی خارجی فاعل مثل ہوا یا حیوان کے حرکت  
 نہ دے تو وہ حرکت نہیں کرتی لیکن ہم دیکھتے کیا ہیں کہ بعض نباتات بلا کسی ظاہری قہر کے خود بخود بھی حرکت کرتی ہو  
 پس کچھ نباتات خود بخود ایسی حرکتیں کرتی ہیں کہ اسے ہوا میں ہلنے سے نہ کی طرف سے شکلیں نہ جاتی ہیں۔ اور کچھ نباتات چھوٹی چھوٹی

انسانی شکل کے نباتات  
 انسانی شکل کے نباتات  
 انسانی شکل کے نباتات  
 انسانی شکل کے نباتات

انسانی شکل کے نباتات  
 انسانی شکل کے نباتات  
 انسانی شکل کے نباتات  
 انسانی شکل کے نباتات



پتوں سے ملکر بنا ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑی پتی بچوں بیچ میں اوپر کو ہوتی ہے اور دو چھوٹی چھوٹی پتیاں اُس کے نیچے دونوں طرف واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں پتیاں جب تک رہتی ہیں اس وقت تک رات و دن - گرمی میں جاڑے میں - دھوپ میں سایہ میں - خواہ آسمان ہویا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں - ان کی حرکت کبھی رکتی ہی نہیں - لگاتار حرکت مستدیر کے ساتھ ان میں سے ایک اوپر کو اٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے - ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسی وقت نہیں حرکت کرتی - اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہند میں گنگا کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں اس طرح ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑھنے والی گٹری ہے جو نہ ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کر نیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرک اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت بتلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کر نیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متغیر ہونے پر شاہد ہے -

بعض نبات کی یہ حالت ہے کہ اُسکا پھول آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا اور پھرتا جاتا ہے جسکو ہند میں سورج مکھی کہتے ہیں (وہ ہماری طرف کے شہروں میں بکثرت پایا جاتا ہے لوگ اُسکو فلک اور عابدش کہہ کرتے ہیں کیونکہ اُسکا متدیر پھول جہیں کہ عجیب و غریب رنگوں کے دائرے پائے جاتے ہیں جو کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں وہ چاروں طرف سے ریشوں سے گھرا ہوتا ہے جو کہ مثل ریشمی ڈوروں کے معلوم ہوتے ہیں اُسکے بعض اقسام میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُسکے بیج میں گٹری کے کانٹے کے مثل ایک شے ہوتی ہے جنہوں آفتاب نکلتا ہے اس وقت یہ پھول بالکل اُسکے آسنے سے ہوتا ہے - اور جوں جوں آفتاب اپنے مدار پر بلند ہوتا جاتا ہے اتنا ہی پھول بھی اُسی طرف منہ کیے ہوئے اُٹھتا جاتا ہے جسے کہ دوپہر کے وقت پھول سطح نظر آتا ہے اور پھر آفتاب جتنا کہ غروب کے لیے جھکتا جاتا ہے اتنا ہی پھول بھی جھکتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ غروب ہونے کے وقت اُس سے مفارقت ہو جاتی ہے - ایسی ناوارشیاں کے بنائے اور اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والے کی عجب شان ہے اُسکی پاکی کا کیا کہنا ہے -

پھر نبات کے اقسام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے تو عقول حیرت میں رہ جاتی ہیں اور وہ اختلاف صاف صاف اہل اہل کی شہادت دیتا ہے کہ اُسکا پیدا کر نیوالا کوئی فاعل مختار ہے - کوئی قدرتی قانون اُس پر حکم نہیں چلا سکتا اور نہ اُس کی قدرت کی کچھ حد معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ محدود ہونے سے اُس کا مضطر اور بے اختیار ہونا ظاہر ہوتا -

بیان اسکا یہ ہے کہ بعض درختوں کو ہم مستدیر اور بلند دیکھتے ہیں جسکی کوئی حد ہی نہیں جیسے کہ کوہ لبنان اور امریکاک کی بڑی ترانی ایک مہم کا درخت دیکھنے میں آیا ہے اُس درخت کی لبنائی تین سو سے چار سو قدم تک کی ہوتی ہے اور بعض بعض کا قطر تو زمین کے قریب تیرہ قدم تک پایا گیا ہے اور پوست کی موٹائی اٹھارہ قیراط

جسکی پتیاں ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں  
اور اسکی گٹری ہند کے مشرک کو مقدس سمجھتی ہے  
اور اسکی طرف خداوندی قوت کی نسبت بتلاتے ہیں



سکین کی ہوتی ہے ان میں سے بعض بعض درخت تو اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر اسکا تنہ اندر سے خالی کر کے ڈال دیا جائے تو اس میں سے سوار اپنے گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر اس طرح پر نکل سکتا ہے کہ اسکا بدن اس سے چھوٹے بھی نہ پائے اور اسکا ٹنڈ میں ایک درخت ہے جسکا محیط نوے قدم کا ہے اور اسی نوع کے چھوٹے سے چھوٹے درخت سے مقابلہ کر کے اس کی جگہ کا حساب لگایا گیا ہے اس حساب سے اس کی عمر پانچ ہزار برس کی معلوم ہوتی ہے اور کالیفورنیا میں ایک صنوبر کا درخت ہے جسکا طول تین سو قدم کا اور محیط انیس قدم کا ہے عمر چھ ہزار برس کی ہے اور ان سب کے عجیب و غریب ایک عہدم کا درخت ہے جو کہ بحر اوقیانوس (اٹلانٹک اوشن) کے چار اتر گیارہا میں سے ایک میں موجود ہے اسکا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر دس آدمی ہاتھ پھینکا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک کی انگلیوں کے سر وئے دوسرے کی انگلیوں کے سر سے رہیں جب بھی اسکو گھیر نہیں سکتے۔ تقریباً چار سو برس کے زمانہ گزرا ہو گا جب تک کہ یہ جزیرہ دریافت ہوا ہے آج تک اس درخت میں بظاہر کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کے درخت کا عہد ہی آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ اس نوع کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اس لیے جاننے والے صدیاں سپر گزر چکی ہوں گی۔ اور بعض لوگ تو ان میں سے یہاں تک کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو انسان کی پیدائش سے بھی بہتر سی صدیوں کے پہلے سے درخت بڑھ رہا ہے۔

نباتات میں سے ہم ایک نہایت ہی چھوٹا عالم بھی دیکھتے ہیں جسکا پتہ بذریعہ خوردبین (مائی کراسکوپ) کے لگایا جیسے کہ کافی جہانی کی سطح پر تہرتی ہے یا دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے بذریعہ خوردبین کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ پانچ یا مگر غریبہ ایک گنجان جنگل ہے جس میں کہ باوجود اسقدر چھوٹے اور بے ہوش ہونے کے پھول اور تخم سب بھی کچھ موجود ہوتا ہے۔ منجھ اور خجرات کے ہوا میں وہ بھی منتشر ہوتے ہیں دیواروں وغیرہ پر گر پڑتے ہیں پس جب اس کے موافق زمانہ آتا ہے وہ جم کر بڑھنے لگتے ہیں پھر پھول اور تخم پیدا ہوتے ہیں اگرچہ خالی آنکھوں کو تو محض ایک منہ خجرات نظر آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہم نباتات میں ایسی صفات دیکھتے ہیں جسکے اعتبار سے وہ ہم ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہیں ان کی اور انکی پیکٹی شکلیں مختلف ہوتی ہیں پھول پھیل تخم بلو اور ذائقہ کے اعتبار سے ان میں نہایت تفاوت پایا جاتا ہے ان کے منافع اور مضرتیں شمار میں بھر حال یہ امور جن کے لحاظ سے ان میں باہم فرق کیا جاتا ہے پتہ کر کے ہوتے ہیں پھر بعض نباتات کے تنہ دار درخت ہوتے ہیں بعض کی بیجیں پھیلی ہیں بعض گہاس کی طرح اٹھا کرتے ہیں بعض کے لحاظ سے کوئی گرمی میں ہوتی ہے کوئی جاڑے میں کوئی ریح میں کوئی خریف میں بعض نباتات نرم زمین میں پیدا ہوتی ہیں بعض پہاڑوں ہی پر کیسے کیے فقط بارش کا پانی کافی ہو جاتا ہے کہ انکو اور پانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ جسکو کسی ایک ولایت کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے کوئی تمام ولایتوں میں رہ سکتی ہے پتوں کو دیکھئے تو کیسے گول کیسے پتے کیسے نیچے کیسے چوڑے ہوتے ہیں اور پتوں کی شکل ان کا رنگ بن رہتا ہے لیکن پتوں میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جسے اگر ایک

ان نباتات میں سے ہیں جو زمین پر

نوع کی برسی دوسری نوع کی برسی کے بالکل مشابہ بھی نہیں۔

پھولوں کو لیجئے تو ان میں بھی بڑا اختلاف ہے ان کے رنگ اور شکلوں کے بیان میں بڑا بھول ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کوئی پھول گول ہوتا ہے کوئی لٹا۔ کوئی اکڑا۔ کوئی ڈوہرا۔ اسی طرح بیشمار شکلیں ہوتی ہیں۔ رنگوں کو دیکھئے تو سفید۔ سرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سبز اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش نظر آتے ہیں پھر کسی میں دوہری رنگ ہیں کسی میں بہت مختلف رنگ جمع ملتے ہیں۔ ہر ایک کی خوشبو میں تو خاصیت ہی جدا ہوتی ہے کوئی خوشبو نہایت پاکیزہ اور دل خوش کن ہوتی ہے کوئی نہایت ہی ناگوار کہ جان ہی سیلے لیتی ہے۔ خوشبو کے اختلاف کی نسبت اس قدر آگاہ کرو دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے پھول کی خوشبو کو دوسرے نوع کی خوشبو کے ساتھ پورے طور سے ہم ملتے ہوئے پاتے ہی نہیں۔ اور پھولوں میں شکل۔ رنگ۔ بو۔ ذائقہ اور مقدار کے لحاظ سے تو اتنا اختلاف ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے چنانچہ بڑے چھوٹے چوڑے۔ لمبے۔ گول۔ کروی۔ جھکے ہوئے۔ نوکدار وغیرہ اقسام کے پائے جاتے ہیں پھر ان کا رنگ بھی سنخ۔ زرد۔ سفید۔ سیاہ۔ نیلگوں۔ منقش وغیرہ دیکھا جاتا ہے۔ بعض پھولوں میں ایسی پاکیزہ خوشبو ہوتی ہے کہ وہ نہ تو اس کے پھولوں میں پائی جاتی ہے نہ پتوں میں۔ اور اس کے سروں پر دوسرے قسم کی اسی کے قریب قریب خوشبو ہوتی ہے۔ ذائقہ کو لیجئے تو شیریں۔ ترش۔ چاشنی دار۔ تلخ۔ اسی طرح لٹے ذائقے ہوتے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ پھولوں میں ایک نہایت عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ ان کے چھلکوں میں جو مزہ۔ رنگ اور بو پائی جاتی ہے۔ وہ ان کے گودے میں نہیں ہوتی۔ اور ان میں سے جو ہم گودہ میں دیکھتے ہیں اس کا تہہ تخم میں نہیں ملتا۔ اور جو تخم میں پایا جاتا ہے وہ درخت کے کامل اجزاء میں نہیں پایا جاتا۔ بعض پھولوں کے اندر مختلف شکلوں کے بیج طرح طرح کی خوشبو میں مزے اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ بعض بیج سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پھر کسی پر ایک غلاف چڑھا ہوتا ہے کسی پر زیادہ اور کسی پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کوئی پھل ہوتا تو چھوٹا ہے لیکن اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے جیسے کہ انجیر یا برگد۔ بعض پھل بڑے ہوتے ہیں اور پیدا بلیوں سے ہوتے ہیں جیسے کہ خرپڑہ۔ بعض مہینہ بہر میں بار آور ہوتے ہیں بعض اس سے بھی کم مدت میں۔ بعض کا پھل برسوں کے بعد ہاتھ آتا ہے۔ بعض کے ریشوں۔ جڑوں۔ پتوں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ پوست۔ یا عرق سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بعض کی فقط دوہری چیز کام میں آتی ہیں۔ بعض کی زیادہ بعض کی کل چینی میں بعض کی بڑا مفید ہے اور پھل۔ یا پتہ یا پھول ضرر رساں بعض کی اس کے خلاف حالت ہے پس ایک ہی نبات میں مرض اور دوا دونوں ہی مجتمع پائے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم ایک ہی درخت کو دیکھتے ہیں کہ اس کے ریشہ۔ تنہ۔ پوست۔ پتہ۔ پھول۔ پھل۔ اور تخم۔ میں جدا جدا خاصیتیں موجود ہوتی ہیں پس ایسا آپ ہرگز نہیں پاسکتے کہ ان میں سے ایک خاصیت دوسری خاصیت پر پوری پوری منطبق ہو جائے۔ پھر باوجود اختلافات کے جب یہ ہے کہ تمام اقسام کی نباتات ایک ہی پانی سے سیرجی جاتی ہیں ایک ہی مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اور ایک ہی ہوا

جذب کرتی ہیں جو ان کے لیے ضروریات سے ہے ان کے اعضاء و قسّم ہوتے ہیں بعض کا شمار تو اعضاء  
نہیں ہے جیسے کہ بڑے تہہ۔ پتے۔ اور بعض کا شمار اعضاء میں کیا جاتا ہے جن سے نسل چلتی ہے جیسے کہ  
پہول۔ پیل۔ بیج۔ پیرا نہیں ہڈیوں سے اعضاء بسیطہ سے ہزاروں ہی قسم کے نباتات مرکب ہوتے  
ہیں جن کا شمار اس حساب سے جہاں تک کہ علم نباتات کے جلنے والوں کی رسائی ہوئی ہے اتنی ہزار اقسام سے  
کچھ زیادہ ہی ہے انہیں کی بدولت ہمارے پہاڑ۔ ٹیلے۔ ترائیاں۔ باغات سبز نظر آتے ہیں۔ اپنے پہولوں سے  
یہ انہیں زمینت بخشی ہیں۔ ہمارے خزانوں کو اپنے پیوے اور دانوں سے بھر کر دیتی ہیں۔ ہمارے جموں  
کے لیے پوشش مہیا کرتی ہیں۔ ہمارے گہروں اور کشتیوں کی تعمیر میں صرف ہوتی ہیں۔ ہمارے  
مرضوں کے علاج کے کام میں آتی ہیں۔ ہماری آگ کو مستعمل کرتی ہیں۔ ہمارے مال و شائع کی حفاظت  
کرتی ہیں۔ کہاں تک کوئی بیان کرے لکے فوائد تو اس قدر ہیں کہ قلم آگے بڑھ کر نہیں روانگی سے عاجز کر چلتے چلتے  
کاغذ پر سر رکھ رکھ رہتا ہے۔ اور زبان کی گویائی منقود ہو جاتی ہے۔

کی ان تمام صورتوں۔ اتنی نوع بنوع کی چیزوں اور پیراں پر اس قدر شائع کے مرتب ہونے اور اتنے اسرار ظاہر ہونے  
کی وجہ باوجودیکہ ان کا اصل مادہ ہی ایک تمام اسباب جو ہر یہ بھی متفق ہیں محض ذرات مادہ کی حرکت قرار پا سکتی ہے  
اور وہ ہی اندام و ہند ضرورت کے ساتھ باجمرد اتفاق جو کہ بالکل بے معنی ہے۔ اسکی وجہ ٹھہر سکتا ہے۔ یاد تو نہیں  
قدرت جو کہ نہ تو کچھ جانتے ہی ہیں اور نہ کچھ ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث سمجھے جاسکتے ہیں؟ یا یہ ہاتھ کہ  
یہ سب شیا کسی ذی قدرت اور عجیب طور پر پیدا کرنے والے۔ غالب۔ صاحب حکمت۔ اتنے بڑے جلنے والے کے  
پیدا کرنے سے جس کو کہ جتنی چیزیں ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں سب کی خبر سے موجود ہوتی ہیں؟ بے شک  
یہ سارے عجائب و غرائب پکار پکار کے اس بات کی شہادت ہے کہ ہرگز ضرور عالم کا کوئی بڑا واقع کار خدا  
اور ذی حکمت بنانے والا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس امر کا ارادہ کرتا ہے کر گذرتا ہے۔

پھر ہر خد کہ نباتات کی ہر نوع خداوندی نعمت ہے جس کے ساتھ خالق سبحانہ نے اپنی خلق پر احسان کیا ہے لیکن  
بعض کا شمار نہایت عظیم نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور ان سے خدا کا بڑا احسان ظاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی  
چیز ہیں گو سب ہی تعجب انگیز ہیں لیکن ان میں سے کسی کسی کا تعجب کے اعتبار سے نہر بہت ہی بڑا ہوتا ہے  
چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ اسکی کچھ تفصیل ذکر کریں۔

پس سنئے کہ نباتی دنیا کی حیرت خیز نعمتوں میں سے روٹی کا درخت ہے جو بحر الکابل (پیسفک اوشن) کے  
جوار میں پایا جاتا ہے اسیں گڑی شکل کے پہل لگتے ہیں جن میں سے چھوٹے سے چھوٹے پہل کا قطر چار  
قیراط کا اور بڑے سے بڑے کا قطر سات قیراط تک کا ہوتا ہے اس کا وزن چار سو بیس درہم یعنی ایک تہ لاکھ  
چار سو ستر ماشہ کا ہوتا ہے اور ہر سال اٹھ ماہ تک برابر اسیں سے پہل توڑے جاتے ہیں۔ ان جزائر کے لوگ  
اس قدر تیروٹی پر بس کر رہے ہیں جیسے کہ ہم لوگ مصنوعی روٹی پر گزارہ کیا کرتے ہیں وہی ان کی ساری غذا

منہ  
نباتی شیا سے خدا  
کے صفات کلیہ  
استدلال

منہ  
نباتی کا درخت

ہوتی ہے خدائے تعالیٰ نے اُنکے لئے بلا کسی شفقت کے جو ہم کو اپنی روتی کے طیار کرنے میں اٹھانا پڑتی ہے  
اسیکو مہتیا کر دیا ہے۔ اس درخت سے اُن کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں اُنکے خوان اس کی لکڑی  
کے ہوتے ہیں۔ اُس کی چھال سے وہ اسپہ کپڑے بناتے ہیں۔ اُنکے تنہ کی اُن کی ڈونگیاں بنی ہیں  
اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے اُس کے اقسام میں سے جو قسم سیاہ ہوتا ہے ہند میں بھی  
پائی جاتی ہے اُنکے تنہ میں شگاف ہوتے ہیں پھر اُس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے فضا  
کاڑھا نکلتا ہے۔ برادل میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام (ماسا زندویا) ہے وہ ماہ شباط میں پھوٹتا  
ہے اور اوس میں پہلے لگتے ہیں جن کا ذائقہ شہد بہت لیوں کا ہوتا ہے۔ اور اوس کے تنہ سے  
سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے جو مرغوب الطبع اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے  
اُسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی سے اُن کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

اسی قبیل سے بالائی کا درخت ہے جو کہ ہند اور افریقہ میں پیدا ہوتا ہے اوس میں ایسا پہلے لگتا ہے جس  
کے اندر کا گودا قوام اور ذائقہ میں بالکل بالائی کی طرح ہوتا ہے گرم ملکوں میں مہینوں برتنوں میں رکھا رہتا  
ہے اور اوس کے رنگ میں کچھ فرق آتا ہے اور ذائقہ ہی بگڑتا ہے۔

اسی قبیل سے جو ہندی میں نائیل کا درخت ہوتا ہے۔ اوس میں اتنے منافع ہائے طبع ہوتے ہیں کہ وہ سب  
کسی ایک درخت میں شکل سے ملیں گے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُس کے پہلے سے کپنے کے قبل  
شراب بنائی جاتی ہے اور کپنے کے بعد جو اس سے بنتا ہے بالکل دودھ کے مشابہ ہوتا ہے  
مثل ترکیاری کے اُنکے پتے پکیتے ہیں۔ اوس کے پھول کے عرق سے شکر بنتی ہے اوس کی  
لکڑی اور اوس کے پہلے کے چمکے سے برتن۔ پیالے۔ کٹہرے طیار ہوتے ہیں گہروں میں اوس کی لکڑی  
کی دھنیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔ اوس کے پتوں کے ٹاٹ اور سائبان بنے جاتے ہیں۔ اوس کی چھال کے  
ریٹوں سے کپڑے چھلنیاں بورے اور سی تیار کئے جاتے ہیں۔ اُنکے پہلوں کی گری کا تیل نکلتا ہے  
اوس کی لکڑی کے برادہ سے لکھنے کی روشنائی بنتی ہے۔ اُس کے پتوں سے لکھنے کا کاغذ بنایا جاتا  
ہے۔ کھجور کا درخت بھی کثرت منافع کے لحاظ سے اس سے کچھ نہیں چنانچہ ہم اُنکے پہلے کو دیکھتے ہیں کہ  
کلی سے لے کر گدرا۔ ادھ کچا۔ پکا ہوا۔ اور خشک سب طور پر کہا جاتا ہے وہ میوہ کامیوہ ہے اور غذا کی غذا  
ذخیرہ بنا کر رکھنے جب بھی رہ سکتا ہے۔ اوس کی لکڑی شاخیں۔ ڈالیاں چھال یہاں تک کہ اوس کی گٹھلی ہی  
کام میں آتی ہے۔ گٹھلی کو میس کر اونٹوں کو کھلاتے ہیں پس اوس ختم حقیقی کی عجب پاکذات ہے جو اپنے بندوں کو  
عجیب غریب غنیمتیں عنایت کرتا ہے اور ہر طرح کے اسباب کرتا ہے اور انواع و اقسام کی اشیاء کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

بنائی دنیا کے بیان میں آخری بات ہم ضرور کہیں گے کہ بلا شک نہایت کے عجیب حالات کو دیکھ کر

عہ شاید ناچار یا کھجور کا درخت مراد ہے ۱۲ عہ شباط ایک ہی مہینہ کا نام ہے جو کہ قریب قریب مارچ کے ہوتا ہے ۱۱

نہ کا درخت

نہ کا درخت

عزیزان کے جاننے والے خداوندی حکمت قدرت پرستوں کو لکھتے ہیں

ذی حکمت - صاحب علم - اور ترے ہی قادر صانع کے وجود پر استدلال کرنے کے سبب سے زیادہ  
 مستحق علم نباتات کے جاننے والے ہیں جنہوں نے جلدیں کی جلدیں اُس کے حالات کے بیان  
 میں بہرہ دی ہیں آپ انہیں دیکھیں گے کہ اُس کے احوال سے بحث کرنے میں ایسے مستغرق ہیں کہ اُس کے  
 کلمہ کے پھوٹ نکلنے لگے بڑھنے اور اوس کے تمام تغیرات سے جو کہ اُس کے بولنے کے  
 وقت سے لے کر انتہا کو پہنچنے تک اوس پر طاری ہوتے ہیں سب سے بحث کرتے ہیں۔  
 اُس کی نسل کے چلنے اور اوس پیدائشی مادے سے بار بار ہونے کی کیفیت جو کہ اُس میں حیوان  
 کی منی کے قایم مقام ہوتا ہے بیان کرتے ہیں۔

اُس کی جڑ - شاخوں - پتوں - اُس کے پہلے گے غلافوں - پہلوؤں - پہلوؤں - اور بیجوں کی ساخت  
 کی تشریح کرتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کے اعضاء اور ان انتظامات کو ظاہر کرتے ہیں جو ان میں قایم  
 ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے خواص - کام - منافع - تغیرات - مدت حیات - اُن کے انواع کے اختلافات  
 کو ذکر کرتے ہیں انکو قطار - گروہ - انواع - اجناس - اور افراد وغیرہ کی جانب منقسم کرتے ہیں۔ ان کا باہمی  
 فرق ظاہر کرتے ہیں بہر حال یہ ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور اُس کے  
 پیدا کرنے والے کی قدرت کی عظمت اور اُس کی صورت بنانے والے کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔  
 پس خدا یعنی پروردگار عالم کی عجب بابرکت ذات ہے علم طبعیات کے جاننے والوں میں سے  
 علماء نباتات کی نسبت تو عقل مشکل سے تصدیق کرے گی کہ اس فرقہ میں بھی خدا کے منکر موجود ہیں اور  
 کیونکر نہ ہو وہ لوگ تو نباتی دنیا کے بہت سے تفصیلی حالات دریافت کر چکے ہیں۔ اُس کی پیدائش کی  
 ایک سے لاکھ بار یکیاں دیکھ چکے ہیں جنکے لئے کسی ذی قدرت صانع - اور کسی صاحب حکمت - اعلیٰ درجہ  
 کے علم کہنے والے مدبر کی بڑی ضرورت ہے ایسا اس کے ایسی ہار یکیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔

پھر اس زمین کے رہنے والوں میں ہم حیوانی دنیا کو دیکھتے ہیں یہ وہ مصنوع ہے کہ عجیب و غریب ہونے  
 کے اعتبار سے جس کا درجہ بہت ہی عالی ہے۔ استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے جس کا مرتبہ بہت ہی بڑھا  
 ہوا ہے۔ چنانچہ کہاں تو ہم نے نبات کو دیکھا تھا کہ زمین میں جم کر غذا حاصل کرنے اور منو پالنے کے ذریعہ  
 سے جمادی مادوں کو اپنے نباتی ساخت کے مثل بنایا۔ پھر دفعتاً ہم دیکھتے ہیں کہ حیوان اُسکو منہ میں  
 رکھ گیا اور اپنے منہ کے آلات کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے اوسکو چاکر پیسا اور اس طرح کچھضم  
 کیا پھر اپنے منہ سے اپنے لعاب بن کے ساتھ ملا ڈالا تاکہ کسی قدر اور ضمیم حاصل ہو جائے اسکے بعد  
 اپنے نکل کر اپنے معدہ اور امعاء میں پہنچایا وہاں پہنچ کر حرارت اور باضمیم عروق کے باعث سے وہ بالکل  
 منہضم ہو گیا اور اُس سے ایک غذائی یا پرورش کنندہ مادہ جدا ہوا اور پھر وہ کام وہاں ہونے لگے جن  
 سے عقل کو حیرت سی ہو گئی اس کے بعد یہ پرورش کن مادہ معدہ اور امعاء سے اور اعضاء کی طرف چلا

فہم  
 علم نباتات کا بیان  
 حیوانی حالت و درجہ  
 سے طرز ذی حکمت  
 قدرت پر استدلال

اور ان اعضاء کے فعل کی وجہ سے طرح طرح پر صورت بدلتا رہا آخر کار وہ خون بن گیا پہلے اپنے دوران کی وجہ سے صاف ہو کر بدن حیوان کے حصوں پر منقسم ہونا شروع ہوا اور ہر عضو کی ساخت میں اس کے ذرے بدل مایخل بننے کے لئے داخل ہونے لگے۔ اس میں سے ایک حصہ حیوان کی منی اور اس کے تخم کی شکل میں بھی تبدیل ہو گیا پہلے حل قرار پانے کے بعد اس کی خون بستہ کی شکل ہوئی پہلے گوشت کا تھوڑا بنا اور اس میں مختلف شکلیں اور صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ اس کے اعضاء میں بنو ہوا اور ہر ایک اپنا اپنا کام دینے لگا یہاں تک کہ وہ مکمل ہو کر اسی حیوان کے مثل ہو گیا جس کے بدن کے اعضاء سارے تھیں اور اس میں حیوانی حیات بھی جو باعث حسیہ حاکم کی تھی پہلے تو وہ اپنی اصل کے موافق قوت سامعہ - باصرہ - شامہ - ذائقہ - اور لامہ رکھنے والا حیوان بن گیا اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ جدا ہوتا ہے اور اپنی نوع کے موافق اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے اسے اپنی زندگی بسر کرنے کی تدبیر کے لئے جس قدر ادراک کی ضرورت ہوتی ہے اسے اس قدر اس میں قوت ادراک بھی بڑھتی جاتی ہے اور کبھی یہ قوت اس قدر ترقی کرتی ہے کہ وہ حیوان اس کی بدولت مائل - عالم - حکیم اور مدق بن جاتا ہے ہر شے میں اپنی عقل دوڑاتا ہے اور کائنات عالم میں سے بہترین چیزوں میں تصرف کرنے لگتا ہے وہ باعظمت پیدا کرنے والا بڑا برکت ہے جو اس مخلوق کو سٹی اور پانی سے پیدا کرتا ہے اور یہ عجیب المخلقت مخلوق باوجودیکہ نبات کے ساتھ بعض خواص جیسے کہ منافع غذا اور تولید میں مشارکت کرتی ہے لیکن اس سے اور نبات سے اس بات میں کہ اس میں ادراک اور حواس ظاہری و باطنی سے احساس کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نبات میں نہیں امتیاز بھی ہے اور ان سب سے بڑھ کر جو شے اس کے لئے باعث امتیاز واقع ہوئی ہے اس کی عقلی قوت ہے جس کے ذریعہ سے وہ استدلال اور استنباط کر سکتا ہے پہلے اس کی مختلف اجناس - انواع - اور اصناف کی جانب تقسیم کی جاتی ہے - جن کی صفات میں بہت ہی بڑا تفاوت پایا جاتا ہے - چنانچہ اس میں سے بعض بہت ہی بڑے ہوتے ہیں جیسے کہ ہاتھی جیسے بڑے ہاتھی کی بلندی بارہ قدم کی ہوتی ہے -

تجربہ  
چھوڑنا  
نظر آئے  
ہیں ان کا بیان

اور بعض نہایت ہی چھوٹے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بلامد خوردین کے جس کے ذریعہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے جانداروں کی کائنات کا پتہ لگا ہے نظری نہیں آسکتے اس مخفی مخلوقات کا نام نفاہی رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ اس پانی میں دریافت ہوئے تھے جہیں کہ سبز گھاس بھینگ رہی تھی اور وہ ہزاروں اور لاکھوں ہی ایک قطرہ پانی میں بلا کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے تیرتے رہتے ہیں پھر باوجودیکہ وہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں تب بھی ان میں حیات ہوتی ہے تمام حیات کے آلات پائے جاتے ہیں - وہ اجناس - انواع اور اصناف پر منقسم ہوتے ہیں - ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں ان کی بعض قسموں میں

عن نفاہی حوی لفظ نفاہ کی جانب منسوب ہے جس کے معنی حساندہ کے ہیں ۱۲



فاسفورس کا مادہ پایا جاتا ہے جن میں سے نئے شمار سمندر کے سطح پر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پر چمکتے اور روشن ہوتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا سیلاب اوٹھ رہا ہے وہ سب رات دن جلگتے ہی جلتے ہیں کیسے وقت سوتے ہی نہیں اور نہ کبھی آپ آنکو حالت سکون میں دیکھ سکتے ہیں ہاں جب وہ اپنی اصل سے پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اسوقت ساکن ہوں تو ہوں۔ اور علماء علم حیوانات کی بحث و تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے کیرؤں میں سے سولہ کروڑ کیرؤں کا وزن بھی ایک دانہ گینہوں کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور روئے زمین پر جتنے آدمی بستے ہوں گے ان سے شمار میں کہیں زیادہ یہ چھوٹے چھوٹے کیرے صرف ایک قطرہ پانی میں موجود ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے دیکھا ہے کہ ذرا سی دیر میں ہزاروں کے ہزاروں ہی بچے ان میں سے ایک ایک کیرے کے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کیرؤں میں قسم قسم کے اعضاء بکثرت پائے جاتے ہیں انہیں اپنی غذا حاصل کرنے کی سمجھ ہوتی ہے انہیں اتنا میسر ہوتا ہے کہ مائع چیز کی طرف مائل ہوں اور ضرر رساں سے بھاگیں اور اسقدر ہوشیاری ان میں پائی جاتی ہے کہ وہ خطروں سے بچتے ہیں ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں اور نہ کوئی کسی سے مزاحمت کرتا ہے۔ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں ہی ایک قطرہ پانی میں تیرا کرتے ہیں جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں وہ بڑی تیزی سے حرکت کرتے ہیں وہ یہاں تک چھوٹے ہوتے ہیں کہ بعضوں کے قول کے اعتبار سے ان میں سے ایک نوع ایسی ہوتی ہے کہ جن میں سے ایک کیرا اگر دیکھا جائے تو وہ ایک بال کے حجم کے دو ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے کسی طرح زیادہ نہیں بڑھ سکتا۔ اور اس پر بھی ہر ایک میں اوسکی زندگی کے قایم رکھنے کے لئے کافی اعضاء موجود ہوتے ہیں پس وہ ذوی قدرت پیدا کرنے والا بڑا ہی بابرکت ہے۔ اور حیوانات میں سے بعض کی عمر بہت ہی بڑی ہوتی ہے اور بعض کی بہت تھوڑی اس طرح پر انکی عمروں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک مدت کے ساتھ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ عقل اس کے لئے اسی خاص مدت کے ہونے کی کوئی قطعی وجہ نہیں ہلا سکتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بے سینگ کے جانوروں کی عمر سینکڑوں سالے جانوروں سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح حشرات و جانوروں سے زیادہ مدت تک زندہ رہتے ہیں۔ پانی۔ اور خشکی کے جانور ہوائی جانوروں سے زیادہ عمر والے ہوتے ہیں لیکن گدہ۔ کرگس۔ طوطے اور کوسے اتنے ہی دن زندہ رہتے ہیں جتنے دن کہ انسان۔ اور یہ بات تو مشہور ہے کہ ایک قسم کا کرگس ہوتا ہے جو دو سو برس تک۔ کچھ اودو سو بیس برس تک۔ ہاتھی سو برس سے زائد زندہ رہتا ہے اور خشکی میں رہنے والا اور آبی مینڈک ان جانوروں سے جو اس کے برابر ہوتے ہیں زیادہ دن تک جیتا ہے اور کسی نے تو ایک مینڈک کی چھتیس سال تک نگہداشت کی تھی اور اس میں ضعیفی کی کوئی علامت ہی ظاہر نہیں ہوئی۔ گھوڑا غالباً تیس سال تک زندہ رہتا ہے اور اس تک تو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ کوئی گھوڑا ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہو۔ بکری کی اوسط عمر پندرہ برس کی اور کتے کی اوسط عمر بیس برس کی ہوتی ہے اسی طرح کیا چھوٹے اور کیا بڑے ہر حیوان کی ایک خاص عمر ہوتی ہے اور ان کی عمر کی درازی اور کوتاہی انکے سکس اور طریقہ گزاران پر یا جسم کے کٹے اور چھوٹے

میں ان کی عمر کے  
مذاق اور قیادہ  
میں کتنی بچاؤ

ہونے پر یا اسکے علاوہ کسی اور شے پر موقوف نہیں ہوتی جیسا کہ میں نے دیکھا ہے۔ پس اب ضروری ہے کہ کوئی مخصوص پایا جائے جو ان میں سے ہر ایک کو ایک عمر کے ساتھ خاص کر دے اور وہ ان کا پیدا کرنے والا ہی ٹھہر سکتا ہے جس نے انکو عدم سے وجود کی طرف نکالا اور پہلے ہی سے انکی تخصیص کر دی۔ وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم کر دیتا ہے۔ حیوانات میں سے بعض ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں بعض پانی میں رہتے ہیں بعض سطح زمین پر بعض دونوں میں پہر کوئی اپنے دو پیروں پر چلتا ہے اور اسکے دونوں ہاتھ غذا کے تناول کرنے اور کام کاج کرنے کے آلات ہوتے ہیں یا وہ اسکے دونوں بازو قرار پاتے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ ہوا پر اڑ سکتا ہے۔ بعض کے چلنے کے لئے چار پیروں ہوتے ہیں اور بعض کے اس سے بھی زیادہ کئی کئی دلیوں تک فزیت پہنچ جاتی ہے جیسے کہ کھنکھوڑا۔ اور بعض اپنے پیٹ کے بل ان جھلمکوں کے ذریعہ سے جو اس پر لگے ہوتے ہیں چلتے ہیں۔ درختوں اور دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں جیسے کہ سانپ۔ بعض اپنی غذا کو اپنے ہاتھوں سے لیتے ہیں۔ بعض اپنے منہ سے۔ بعض چوچ سے۔ بعض ناک سے جیسے کہ ہاتھی۔ بعض اپنی زبان سے لیتے ہیں جیسے کہ گرگٹ۔ وہ اپنی لمبی زبان میں ایک سدا راوہ لگا کر نکالتا ہے۔ اس طرح وہ لمبی وغیرہ کو ہواسے پکڑ لیتا ہے۔ بعض حیوانات کے شکم کے اندر ہی بیضہ ٹوٹ کر بچہ نکل آتا ہے اور وہ وہیں تمام خلقت بھی ہو جاتا ہے اسکے بعد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر دودھ پلانے والے حیوانات کا حال ہے اور بعض انڈے دیتے ہیں انڈے کے اندر بچہ کی غذا وغیرہ کا بولا سامان مہیا رہتا ہے اور اسکے اندر اس کی خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ حالت پرندوں بعض سانپوں اور چھپکلی کی دیکھی جاتی ہے بعض کی یہ حالت ہے کہ جب تک نر کی منی ہواسے محفوظ رکھ کر شکم میں نہ پہنچے حل قرار ہی نہیں پاسکتا کیونکہ ہواسے لگنے سے انہیں خرابی آ جاتی ہے بعض کی یہ کیفیت ہے کہ جب مادہ اپنے بیضہ کو اپنے جسم سے نکال کر باہر ڈالتی ہے اسکے بعد نر اپنی منی کو اس پر گرا دیتا ہے اور اس طرح بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں میں دیکھا گیا ہے کیونکہ انکی منی پانی یا ہواسے خراب نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات اپنے بچوں کو اپنے دیا یا دھ پستانوں سے دودھ پلاتے ہیں جس کو ان کا پیدا کرنے والا اس میں مہیا کر دیتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو دانہ بہراتے ہیں جیسے کہ کبوتر۔ بعض اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور ان کی غذا انکو تھلاتے ہیں جیسے کہ مرغی۔ بعض حیوانات میں نر اور مادہ دونوں شریک ہو کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں اور یہ اسوقت ہوا کرتا ہے جبکہ بچہ ابتدا کے پیدائش میں چلنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے کہ چڑیوں۔ کبوتروں اور انسان میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ صرف ایک ہی کا بچہ کی پرورش میں مشغول ہونا اور اپنی روزی بھی تلاش کرنا اسکے لئے اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف کا باعث ہو گا اور بعض کی صرف مادہ ہی اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے اور نر اسوقت ہوتا ہے جبکہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے پر قادر ہوتے ہیں جیسے کہ مرغی اور چک۔ بعض اپنے بچوں کے لئے رعب کیفیت کا گھول بنا دیتے ہیں خواہ درختوں میں کہو درخت یا کسی اور طور پر بعض اپنے بچوں کو اپنی پیٹھ پر لادے لادے پہرتے ہیں جیسے کہ ایک جانور امریکا میں ہوتا ہے جو

جو چیٹوں کا شکار کرتا ہے۔ بعض لپٹے بچوں کو ایک تہیلی میں لئے پھرتے ہیں جو کہ اُن کے پیٹ کے پاں ہوتی ہے غذا تلاش کرنے کے وقت اوسمیں سے نکلتے ہیں اور سونے کے وقت پہراوسی میں رکھ لیتے ہیں وہ اسٹریلیا میں ایک قسم کا جانور ہوتا ہے بعض کے فضلہ اور بیضہ کے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بعض حیوانات کے جفتی کہانے کا ایک وقت معین ہوتا ہے بعض کی جفتی کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا بعض جفتی کے وقت مادہ کے اوپر آجاتے ہیں بعض اپنی مادہ کی دم سے دم ملا کر جفتی کہاتے ہیں بعض اپنی مادہ کے پہلو سے پہلو ملا کر رگڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ اندھے دیدیتی ہے اور اُنکے اوپر زراپنی منی کو گرا دیتا ہے۔ اس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض چھیلیوں کا حال ہے۔ بعض کے اندھوں کے نفوش اُن کے رنگوں کے مشابہ ہوتے ہیں جیسے کہ چکور اور بعض ہندی مرغیاں کیونکہ اُن کے بیضوں میں رنگ برنگ کے خطوط ہوتے ہیں جو کہ اُنکے پردوں کے رنگ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ بعض کے اندھے سفید یا کسی اور رنگ کے ہوتے ہیں جنکو انکو پردوں کے ساتھ ذرا بھی مشابہت نہیں ہوتی۔ پہرہ اندھے شکل۔ مقدار۔ اور ہیئت کے اعتبار سے مختلف طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ بعض گول ہوتے ہیں بعض لمبے بعض پٹریں جھوٹے۔ بعض کسی اور طرح کے۔ بعض حیوانات کے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض کے زیادہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی تعداد نہایت ہی عظیم ہوتی ہے۔ بعض کا بدن پردوں سے ڈھکا ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ گرمی اور سردی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی مضبوط ساخت کے سبب اوس کے اڑنے کے لئے بھی موزوں ہوتے ہیں۔ آئیے ہم کسی طائر کے دونوں بازوؤں کے پردوں کو دیکھیں چونکہ پردوں کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اڑنے میں اُنکے بدن کے اٹھانے کے لئے کافی مقدار پھیلیں۔ اسلئے آگے کے دبیز پردے پورے بنائے گئے ہیں تاکہ اڑنے میں ہلکے معلوم ہوں۔ لیکن باوجودیکہ وہ پورے ہوتے ہیں۔ اُن کا مادہ ایسا مضبوط اور لوچدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ صدات کے متحمل ہو سکتے ہیں اور آسانی سے ٹھٹھے نہیں اور ان میں سے پہچنے پر ایک نہایت ہلکے گودے کے مثل مادہ سے بہرے ہوتے ہیں جن کا اٹھانا کوئی گراں نہیں گذرتا۔ یہ عجیب حیرت انگیز انتظام کیا گیا ہے۔ جس کو دیکھ کر عقل اوسکے بنانے والے کی حکمت کا یقین کر لیتی ہے۔ علاوہ پرین ایک جانور ایسا بھی ہوتا ہے جسکے باوجودیکہ پر نہیں ہوتے لیکن اُسے بھی اڑنے کی قوت غایت ہوئی ہے۔ اس جانور کے بدن پر روئیں ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازو تیلی جھتی کے بنے ہوتے ہیں جسے کہ وہ اڑا کرتا ہے۔ تمام پردوں کے خلاف اوس میں یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ اُسکے بجائے چوڑے کے منہ ہوتا ہے جس میں دانت موجود ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازوؤں پر تیلیاں بھی لگی ہوتی ہیں اس جانور کا نام چمگاڑ ہے جس میں کہ وہ وہ پلانے ملے جانوروں کے خواص پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اوس کو اُنکے ساتھ شکل اور منی کے اعتبار سے مشابہت حاصل ہوتی ہے انہیں کی

طرح بچہ دیتا ہے دودھ پلاتا ہے اور اُن کے فرق اسماء میں ہے کہ وہ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اڑتا ہے۔ وہ کتا نہایت بہر اور بے مثل ہے جس پر اُس کی مصنوعات کے بارہ میں کوئی قانون حکومت نہیں کر سکتا اور اُس کی قدرت عمل کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ محدود ہو سکتی ہے تاکہ اُسے ایسی پابندی کرنا پڑتی اور وہ ایسی مخالفت کرنے پر قادر نہ ہو سکتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اُسے اور اپنی مخلوقات کو جس طور پر ارادہ کرتا ہے بنا دے ہے حیوانات میں سے کسی کا بدن اُسے چھپا ہوا ہے کسی کا بالوں سے۔ کسی کا رُودوں سے۔ کسی کا پی سے جیسے کہ کچھوا۔ کسی کا چہلکوں سے اور کسی کی کہاں پر کچھ نہیں تا صاف نظر آتی ہے۔ بہر حیوانات کی شکل اور ہیئت میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے عقل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لمبے ہوتے ہیں بعض گولائی لئے ہوتے۔ بعض کی شکل نصف کرہ کی سی ہوتی ہے۔ بعض کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں اور پیچھے جیسے کہ ڈرافٹ۔ بعض کی شکل اس کے خلاف ہوتی ہے۔ جیسے کہ خرگوش۔ بعض کی گردن چھوٹی ہے۔ بعض کی لمبی یہاں تک کہ کسی کی گردن اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ رسی کی طرح اپنی گردن کو لپیٹ لیتا ہے اس قسم کا طرابلس کے اطراف میں ایک پرند پایا جاتا ہے جو مصغور سے ذرا بڑا ہوتا ہے بعض کے دو ہی اکھیں ہوتی ہیں بعض کے بہت زیادہ جیسے کہ بعض بعض کڑیوں میں پانی جاتی ہیں۔ بعض کے دم ہوتی ہے بعض کے چھتی۔ بعض کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کے گول۔ بہر حیوانات میں سے بعض کے سم ہوتے ہیں۔ بعض کے کھر۔ بعض کے خف جیسے کہ اونٹ کے۔ بعض کے قدم بعض کے پنجے بعض حیوانات میں اوپر مڑی دیکھی جاتی ہے تاکہ بناتی غذا جس کی زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے اُس میں پرورش کے لئے کافی طور پر رہ سکے یہ بات نبات خور جانوروں میں ہوا کرتی ہے اور بعض کے فقط معدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی حیوانی غذا اُن کی پرورش کے لئے بہت تھوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے۔ بعض حیوانات کے ایسے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ گوشت کو جو کہ اُن کی غذا ہوتی ہے پارہ پارہ کر سکیں بعض کے دانت اپنی غذا یعنی نباتات کے چبانے کے لائق ہوتے ہیں۔ بہر دانتوں کی ساخت کو ملاحظہ کیجئے خصوصاً اُن میں اور جس ترتیب سے کہ وہ رکھے گئے ہیں اور سکودیکھنے سے اہل نظر کو تو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے چنانچہ کاٹنے والے دانت منہ میں سامنے کھڑے گئے ہیں جو اپنی تیزی کی وجہ سے اُن چیزوں کو جگے کہ کاٹنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے بخوبی کاٹ سکتے ہیں اُس کے پاس جی کڈا کچلیاں ہوتی ہیں جو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لئے نہایت موزوں ہیں چنانچہ اُن کی شکل ہی کہے دیتی ہے کیونکہ وہ بالکل کداری کے مثل ہوتے ہیں اور اُن سے ملی ہوئی دائر میں واقع ہوتی ہیں جو کہ نظر سے عذر زرافہ بضم اول و شہید ثانی و قانوز و بعضے بعض اول حیوانیت کہ شتر گاؤ و پلنگ نام دارد چہ گردش بگردن شتر ماند و شمش بہ گاؤ و رنگش بہ پلنگ و دمش بہم آہو و بد الش بدندان خرد و ہر دست دراز و ہر دو پائے

پوشیدہ رہتی ہیں اور اس وضع کی بنائی گئی ہیں جن سے باریک کرنے اور پسینے کا بخوبی کام نکل سکے پس اب دیکھئے کہ اگر ان کی یہ ترتیب بدل دی جاتی دار میں منہ میں سامنے کو ہوتیں اور کاٹنے والے دانت پیچھے کو تو غذا کے کھانے میں کیسی دقت پڑتی اور منہ بھی عجیب بصورت نظر آتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بڑی حکمت اور اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والا (خدا) بے مثل ہے۔ اس میں ذرا بھی نقص نہیں پہر اگر حیوانات کے آلات کے اختلاف پر نظر ڈالئے تو عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ سنبلے۔ دانت۔ سینک۔ سوڈ۔ ڈنگ۔ زہر قاتل اور نہایت ہی ناگوار ہوا جیسے کہ ظربان میں دیکھی جاتی ہے پائے گئے ہیں۔ پہر حیوانات کے غذا حاصل کرنے کے مختلف طریقوں اور تدبیروں کو اگر دیکھا جائے تو سمجھنے والے کو حجب حیرت ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اپنے بدن سے ایک مادہ نکالتے ہیں اور اس کو جال کے مثل بنا کر کبھی وغیرہ کے پہاڑ کے لئے لگا دیتے ہیں۔ اس طرح پر اس کا شکار کر لیتے ہیں جیسے کہ مکڑی۔ بعض باویں گڑھا کہو در اس کے نیچے چھپ رہتے ہیں۔ اور جب اس کے شکار کے اقسام میں سے کوئی جانور اس میں گر پڑتا ہے تو وہ فوراً شکار کر لیتے ہیں۔ اور جب اس میں کوئی ایسی چیز گر پڑتی ہے جو ان کی غذا کے قابل نہیں تو اس کو عجیب طرح کی حرکات سے گڑھے سے باہر نکالتے ہیں اس قسم کا ایک چھوٹا جانور ہوتا ہے جو ریت میں پایا جاتا ہے اس کو بعض لوگ اسد النمل کہتے ہیں بعض کبھی کے مثل چھوٹے چھوٹے جانوروں کو جو ہوا میں اڑا کرتے ہیں مچھٹ لیتے ہیں جیسے کہ بائیل بعض اپنی غذا اٹک رسائی حاصل کرنے کے لئے زمین کہو دتے ہیں بعض درخت پر چڑھ جاتے ہیں بعض پانی میں غوطہ کھاتے ہیں۔ بعض میدانوں میں چکر لگاتے ہیں۔ بعض اپنے شکار کے سکھ کے دیر کھڑے رہتے ہیں اور اسی سخت مہو اور ہوا نکالتے ہیں جس سے کہ وہ مر جاتا ہے پھر اسے کہا لیتے ہیں جیسے کہ ظربان کا گوہ کے ساتھ حال ہے پہر حیوانات کی غذا کے اختلافات کھانے اور جمع کرنے کی کیفیت کو دیکھئے تو نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اٹھ جاتے ہیں بعض پتھر۔ بعض گوند۔ بعض کیر۔ کیر کو کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں بعض کی غذا آٹا ہی نہیں ہوتی ہے۔ بعض کو نہایت ہی طراب گندی اور ناپاک غذا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ سورج کی اپنی غذا کو بو نہیں نکل جاتے ہیں۔ بعض چباتے ہیں۔ بعض اپنی خواک کو جمع کر کے نہیں رکھتے بعض جاڑوں کے لئے اپنی غذا اگر میوں میں جمع کر لیتے ہیں اور پہر جمع ہی عجیب تدبیر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے کہ شہد کی کبھی اور چونٹی کا حال ہے چونٹی کی تو یہ کیفیت ہے کہ جب اس کی ذخیرہ کردہ اشیاء کو زمین کی رطوبت کا اثر پہونچ جاتا ہے تو وہ اسے آفتاب کی روشنی میں نکال لاتی ہے یہاں تک کہ اس کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے وہ دائہ میں سوراخ کر دیتی ہے تاکہ رطوبت کے باعث سے جم کر وہ آگ نہ آئے اور بعض بعض دانوں میں کئی کئی سوراخ کر دیتی ہے کیونکہ اسے

اتنا اور اک حاصل ہے کہ ایک آدمہ سورج انہیں اُگنے سے روک نہیں سکتا جیسے کہ دہنے کا حال ہے۔ پس وہ پیدا کرنے والا بڑا ہی بے مثل ہے جسے یہ امر کہنے کے طور پر چہا دیا۔ پہر اوکے رنگوں کے اختلاف نظر کو دیکھ کر ہی چھٹے معلوم ہوتے ہیں اور اُن سے عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ سفید سرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سیاہ۔ اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش دیکھے جاتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایک نوع کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے تمام افراد ایک ہی رنگ یا ایک قسم کے نقش رکھنے کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں جیسے کوا چکوز اور صفور کی ایک مختلف قسم تو دوسری نوع کو کیا دیکھتے ہیں کہ رنگوں یا نقوش کے لحاظ سے اُس کے افراد مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا اور مرغی۔ بعض کے نقوش ایک ہی کیفیت پر انتظام کے ساتھ واقع ہوتے ہیں جیسے کہ چیتے اور طاؤس کا حال ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جیسے مرغی کیوتر اور بلی میں دیکھا جاتا ہے کہتے ہیں ایک بات سے دوسری بات پیدا ہو رہی جاتی ہے۔

چنانچہ اے اہل سائنس میں نے آپ ہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کو چیتے کی جلد کے نقش ہونے کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ وہ گہرے نشہ درانہ میں عرصہ تک دشتوں کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا اور شاخوں میں سے گزر کر آفتاب کی شعاعیں اوپر پڑا کرتی تھیں اسلئے اُس کی جلد پر اس طرح کے نقش بن گئے مجھے امید ہے کہ یہ محفل صاحب اس کی بھی کوئی وجہ بیان کر سکیں گے کہ طاؤس کے پردوں پر سنہلی سبز نیلگوں سیاہ سرخی وغیرہ رنگوں کی باقاعدہ شکلیں اور نہایت پائدار لکیریں کیونکر بن گئیں۔ اور اس کی کیا وجہ ہوئی کہ مرغی کے ہر فرد کے نقش و نگار ایک نئے طرز کے نظر آتے ہیں۔ جس کی نظیر اسی نوع کے بکثرت افراد کی دیکھ بہال سے ہی مشکل سے ملے گی۔

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ اس شخص نے جو چیتے کی جلد کے نقش ہونے کی وجہ بیان کی ہے میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ غلط ہے کیونکہ شاید خدا تعالیٰ نے اسی سبب سے اوس میں یہ رنگ پیدا کر دیا ہو جیسے کہ اوس کی عادت ہی جاری ہو گئی ہے کہ وہ اسباب پر سببات کو مرتب کر دیتا ہے لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمام امور کو محض طبعی ہی نہ قرار دے لیا جائے اور پہلے اُن کے لئے داہی تباہی و جہیں تراشی جائیں بلکہ بہر علت کو خالق سبحانہ کے فضل کی طرف راجع کرنا چاہئے ورنہ پھر میں ان سب کی وجہیں پوچھتے پوچھتے ناک میں دم کر دوں گا اور آپ لوگوں کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا پھر میں کہتا ہوں کہ حیوان کے عجائبات میں سے اُس کی آواز اور صورت کا مختلف ہونا ہے چنانچہ بعض کی آواز تو ایسی طرب انگیز ہوتی ہے جس کو سنکر دل بہر تاتا ہے۔ اور بعض کی ایسی ناگوار آواز ہوتی ہے جس کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان بہرے ہوئے جاتے ہیں۔ بعض اسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ ان پر نظر پڑتے ہی جم کر رہ جاتی ہے ہٹنے کا نام نہیں نہیں لیتی جیسے کہ طاؤس۔ زرافہ۔ اور بعض بعض مرغ۔ اور سچ پوچھئے تو نوع انسان میں سے جو حسین ہیں وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنمائی میں بے نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر سے

وہ  
چیتے کی جلد کے نقش  
ہونے کی وجہ



وہ بھی حیران رہ جاتی ہے۔ ہوش جدا آڑھ جاتے ہیں۔ دل قابو میں نہیں رہتے۔ بڑے بڑے عقلدار کی عقلیں جواب دہی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے زبردست اور حکومت والوں کی شان و شوکت بھی کام نہیں آتی۔ انہی ہی سینوں کا عجب ایسا قبضہ کر ہی لیتا ہے کہ ہلاکتوں کی گھنٹی بج رہی ہے۔ جنہوں میں بھی اس کا نام و نشان کہیں پایا جاتا ہے؟ قسم آسکے حق کی جس نے آنکھوں کو ایسا جادو بہرا بنایا اور پیشانی کو گیسوؤں سے زینت بخشی۔ ہرگز نہیں اب ان لوگوں کی عقلوں کو آفریں کہتے جو ان اور بند روؤں کو ایک ہی اصل سے بتلاتے ہیں۔

اور بعض حیوان تو ایسے ہوتے ہیں جنکو دیکھ کر بدن کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کا سب جاتے ہیں جیسے کہ ہڈی۔ اڑدہا۔ جنگلی سور وغیرہ۔ بعض کو مادہ کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے بعض کو نہیں۔ بعض اپنی غذا تیار کر تلاش کر لیتے ہیں۔ بعض گروہ گروہ ملکر جستجو کیا کرتے ہیں۔ بعض کا مجمع ہونا جہوری انتظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض کا اجتماع کی حالت میں شائبہ انتظام ہوا کرتا ہے۔ ان میں سے کچھ پھرے پھرے مقرر ہوتے ہیں۔ کچھ راہبر اور جستجو کرنے والے۔ پانی اور کھاس کی تلاش میں آگے آگے جاتے ہیں بیوانا کے اخلاق اور عادات میں بھی عجیب اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس بارہ میں تو متحد و کثما میں بھی تالیف ہوئی نہیں چنانچہ کوئی تو بڑا دلیر ہوتا ہے۔ کوئی بودا۔ بعض انسان سے جلدافوس ہو جاتے ہیں بعضوں کے لئے مدتیں درکار ہوتی ہیں ایسی ہی اور بہت سی باتیں ہیں۔ اسی طرح ان میں قوت اور ضعف کے لحاظ سے اختلاف ہوا کرتا ہے بعض کو اگر غذا نہ ملے تو اسکو بھی برداشت کر سکتے ہیں بعض ایسے نہیں ہوتے۔ بعض خارجی صدمات کا پورا اہتمام کر سکتے ہیں۔ بعض اس کے تحمل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ان کے حرام مخزین دراز سی سوئی نہ رہی چھو دی جائے تو وہ فوراً مر جائیں۔ اور زندگی رخصت ہو جائے جیسا کہ انسان کی نسبت کہا جاتا ہے اور کسی کی یہ حالت کہ اگر اس کے تین تین ٹکڑے بھی کر دیے جائیں۔ سرالگ۔ دھڑلگ۔ دم الگ۔ اور پھر چند دراز تک اسے یونہی چھوڑ دیا جائے تو آپ پچھیں گے کہ سر میں دھڑاؤ دم نکل آئی ہے۔ دھڑ میں سر اور دم آگ آئے ہیں امدوم میں سر اور دھڑ دونوں کے دونوں لگ گئے ہیں اور ان میں ہر ایک ٹکڑا پورا جانور بن گیا ہے اور سب سے پہلے سر میں باقی چیزیں لگ کر پورا جانور بن گیا کرتا ہے۔ اس قسم کا چھوٹے چھوٹے جانوروں میں ایک جانور ہوتا ہے جس کا نام ہیڈرا ہے۔

پس یہ سارے اختلافات اس بات کی کھلی کھلی دلیل ہیں کہ اس حیوانی دنیا کے بنانے والے پر کوئی قدرتی قانون حکومت نہیں چلا سکتا اور نہ کوئی ضرورت اس بات پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اپنی ایجاد میں کسی ایک طریقہ کا پابند ہو جائے بلکہ وہ نہایت ہی وسیع القدرت اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا اور پوری تدبیر اور تنظیم ہے وہ اگر ایک نوع کو کسی کیفیت پر پیدا کرتا ہے جو اس کی زندگی اور نظام حیات کے قیام رکھنے کے لئے کافی ہو اور اس سے اس کی صورت کی پوری زمینت ہو گئی ہو تو وہ دوسری نوع کو ایسی کیفیت پر بناتا ہے جو پہلی کیفیت کے بالکل مخالف ہو اور پھر وہ اس کی زندگی کے قیام رکھنے اور اسکے کل بنانے کے لئے ویسی ہی کافی ہوتی ہے۔

جانور کا کھانا کھانے کے لئے  
جی نہیں دیتا بلکہ کھانے کے لئے  
جانور کو کھانے کے لئے

جانور کو کھانے کے لئے  
جی نہیں دیتا بلکہ کھانے کے لئے  
جانور کو کھانے کے لئے



روشنی نہیں جاسکتی اور نہ اس کے اوپر کوئی چیز نظر آسکتی ہے۔ وہ باقی طبعوں اور ساری رطوبتوں پر اسلئے محیط ہوتا ہے تاکہ وہ مخلوط رہیں ان کی اوضاع اور ترتیب کے نظام کی حفاظت ہوتی رہے ہاں اس کے آگے کے حصہ میں ایک شفاف قطعہ ہوا کرتا ہے جس کی شکل اس اعتبار سے کہ وہ باہر سے محذب اور اندر سے مقعر ہوتا ہے بالکل گہری کے شیشہ کی سی ہوتی ہے اور وہ اس پردہ میں اسی طرح اوترا ہوا ہوتا ہے جس طرح کہ گہری کا شیشہ پتیل کی چوڑی میں اترتا رہتا ہے اس قطعہ کا نام قرینہ ہے۔

دوسرے طبقہ کا نام شبیمہ ہے۔ وہ سیاہ رنگ کا غل کی طرح نرم پردہ ہوتا ہے صلبہ اور شبکیہ کے بیچ میں رہتا ہے۔ تیسرا طبقہ شبکیہ کہلاتا ہے۔ اسکی ساخت آنکھ کے اُس پتے کے پہل جانے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ دماغ سے نکل کر آنکھ کے پچھلے حصہ میں داخل ہو جاتا ہے اب رطوبتوں کو لیجئے پہلی رطوبت کو رطوبت مائیدہ کہتے ہیں وہ پہلی صاف اور شفاف ہوتی ہے اور قرینہ کے اوپر ایک گڑھے میں بہری ہوئی ہوتی ہے اور اس گڑھے کو اوپر اوپر سے ایک پردہ پر گڑھے سے ہوتا ہے جس کے بیچ میں ایک سورخ ہوا جاتا ہے۔ اور اس پردہ کا نام قرینہ ہے اس کا رنگ سیاہ یا نیلگوں یا سیاہ بالی ہے یا کسی اور طرح کا ہوتا ہے اور اس سورخ کو عربی میں بور بور کہتے ہیں۔ دوسری کا نام رطوبت بلوریہ ہے وہ ایک بچک دار چمکا اور سور کی طرح دونوں طرف سے محذب جسم ہوتا ہے وہ کناروں کی بہ نسبت بیچ میں زیادہ کثیف ہوتا ہے اور قرینہ کے اوپر کہا رہتا ہے تیسری رطوبت کو رطوبت زجاجیہ کہتے ہیں وہ ایک انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف اور سردار جسم ہوتا ہے اور آنکھ کے اندر رطوبت بلوریہ کے اوپر جمہد رخی جگہ بچتی ہے۔ اسکو بہر تا ہوا شبکیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر جس چیز کو جس سے دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ میں مرتسم ہوتی ہیں وہ روشنی ہے جو کہ ان چیزوں پر چھینیں کہ ہم دیکھتے ہیں گرتی ہے۔ اور او نے منعکس ہو کر آنکھوں کے اندر پہنچتی ہے روشنی میں فطرتی طور پر چند قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی صورتوں کو لیجاتی ہے۔ اور پھر انہیں مرتسم کر دیتی ہے۔ لیکن خداوندی حکمت آنکھ کے ترتیب دینے میں مختلف تدبیروں سے کام نہ لیتی تو روشنی کے بعض قوانین کے مقتضا کے موافق ہم پورے طور سے نہ دیکھ سکتے۔ اور دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ پر پہیل کے رجحان میں بیان اس کا یہ ہے کہ روشنی جب کسی کثیف اور گہرے جسم پر گرتی ہے تو اس سے منعکس ہوجاتی ہے اور اس کی صورت مقابل کی شے پر مرتسم کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مقابل کا جسم جلا کر وہ بھی ہو لیکن روشنی جب خطوط مستقیمہ میں حرکت کر کے مقابل کے جسم تک پہنچتی ہے تو صورت کو اس پر غیر واضح طور پر مرتسم کرتی ہے کیونکہ روشنی کی شعاعیں جس قدر راز ہوتی جاتی ہیں اوس قدر وہ پہیلی جاتی ہیں اور خطوط شعاعیہ میں اتنی ہی دوری بڑھتی جاتی ہے اسلئے مقابل کے جلا کر وہ جسم پر اسکی صورت کے واضح طور پر مرتسم کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ خطوط شعاعیہ وہاں تک پہنچنے کے وقت مجتمع رہیں پھر یہ سمجھئے کہ یہ فوری خطوط اسی وقت مجتمع ہوتے ہیں جبکہ کسی مسور کی شکل کے شفاف جسم سے گزریں یعنی مسور کی طرح اسکی دونوں جانب محذب اور



لئے اس بات کا انتظام کیا اور طوبت مائیدہ کے نیچے پردہ قرعہ کو رکھ دیا جسکے وسط میں حلقہ کے مثل ایک سورج پایا جاتا ہے جس کے عربی اصطلاح میں بوبو کہتے ہیں اور اسکے وسیع اور تنگ ہونے کو ان عضلات کے سبب سے جتنے ساتھ یہ پردہ لگا ہوا ہے دیکھنے والے کے ارادہ کے تحت میں کروا رہا ہے تاکہ دیکھنے والا اس فرد میں سے جو کہ رطوبت مائیدہ سے نفوذ کرتا ہے جس مقدار کی ضرورت ہو داخل کر سکے چنانچہ جب نور کم ہو تو اسے وسیع کر لے اور پہلا لے تاکہ کافی مقدار نور کی داخل ہو سکے اور جب نور بہت پایا جائے تو وہ اسے تنگ کر لے تاکہ صورت پر آگندہ نہ ہونے پائے پہر اطراف قرعہ کا رنگ کبھی سیاہ ہوتا ہے کبھی نیلگوں کبھی سیاہ مائل ہسرخ یا اسکے علاوہ ہر حال وہ ایسا ہوا کرتا ہے جو نور کے نافذ ہونے کو روکے اور اسکو جذب کر کے خفیف بنائے تاکہ وہ نوری خطوط جو بوبو کے گرد اطراف قرعہ پر واقع ہوں وہ نفوذ نہ کر سکیں کیونکہ اگر وہ اطراف شبکیہ تک پہنچ جائیں گے تو صورت پر نشان ہو جائیگی جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں پہر یہ خطوط رطوبت بلوریہ میں سے جسکی دونوں جانب محذب ہوتی ہیں نفوذ کرتے ہیں اسکی وجہ سے ہی ان میں پہلے سے اور زیادہ اجتماع آجاتا ہے خصوصاً وسط میں کیونکہ بلوریہ کا وسط اس کے اطراف سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اور ذی حکمت اور خیر خدا نے اس بلوریہ کو یہی دیکھنے والے کے ارادہ کے تابع بنایا ہے تاکہ اسکے محذب یعنی ابہار کو بڑا کر لے سکے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس جسم سے کہ یہ خطوط نفوذ کرتے ہیں اسکا محذب بقدر بڑھتا جاتا ہے۔ اوسے قدر ان نوری خطوط میں اجتماع آتا جاتا ہے اور جتنی کہ اسکے محذب میں کمی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی لگے اجتماع میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے پس دیکھنے والے کو جب قدر ضرورت پڑتی ہے اتنا ہی انہیں نصرف کر لیتا ہے کبھی اسکے محذب کو بڑا لیتا ہے کبھی کم کر لیتا ہے اسکے بعد خطوط رطوبت دجا جیہ میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے ان میں اتنا زیادہ اجتماع آجاتا ہے جو کہ صورت کے خارج طور پر مہتمم کرنے کے لئے کافی ودانی ہے اور اس رطوبت کی دہازت کی مقدار اس مسافت کے لئے جنہیں کہ نور قرعہ میں داخل ہونے اور اس سے اور اسکے بعد والی رطوبت وغیرہ سے لے کر شبکیہ تک پہنچنے کے وقت تک مستند ہوتا ہے بالکل کافی ہوتی ہے۔ پہر جب یہ خطوط ان اجتماعات کے بعد شبکیہ تک پہنچتے ہیں اور اس پر صورت کو مہتمم نہیں تو بہا صحت اسکی شفافیت کے انہیں سے ان خطوں کی ایک مقدار نفوذ کر کے صلیبہ پر جا کر واقع ہوتی ہے اور اس غرض سے کہ وہ خطوط اس سے منعکس ہو کر کہیں ان شعاعوں سے متصادم نہ ہو جائیں جو کہ باہر سے آرہی ہیں اور اس طرح پر صورت پر آگندہ ہو جائے خدا کے حکم نے جسکی قدر بہت بڑی ہے صلیبہ کے اندر کا رنگ سیاہ بنایا ہے تاکہ شبکیہ کے اندر سے نفوذ کرنے والے خطوں کی اس مقدار کو وہ جذب کر لے اور انہیں شکست نہ ہونے دے۔ پہر ان وسائل و وسائل کا متعدد ہونا جنہوں نے کہ اپنے کثیف ہونے سے اپنی شکل کے

محبوب ہونے، شبکیہ اور اس جسم کے درمیان کی مسافت معین کرنے میں سب سے کہ نور نفوذ کرتا ہے۔ اور شعاعوں کے گزرنے کے راستہ کو کشادہ اور تنگ کرنے پر اور نیز محب کے زیادہ اور کم کرنے پر ارادہ کے مسلط ہونے کے سبب سے نوری خطوط کو رفتہ رفتہ اجتماع کے لیے درجہ پر پہنچا دیا جو کہ صورت کے وضع طور پر مرسم کرنے کے لئے بالکل کافی ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ بذریعہ مختلف رنگوں کے پراگندگی بھی نہیں ہونے پائی اور یہ سب کچھ ایک نہایت عظیم حکمت پر مبنی ہے چنانچہ بعض لوگ اس کے قائل بھی ہیں اور وہ حکمت یہ ہے کہ فوج کسی محب اور شفاف جسم سے نفوذ کرتا ہے تو وہ اپنے مختلف رنگوں میں جو کہ فن طبعیات میں مشہور ہیں مخل ہو جاتا ہے اور وہ قوس قزح کے رنگ ہیں۔

پس وہ صورت جس کو کہ نور محب جسم کے اندر سے نفوذ کر کے بچا تا ہے انہیں رنگوں میں رنگی ہوئی معلوم ہونے لگتی ہے اس کو خطا رونی یعنی رنگ کی غلطی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اور آلات بصری کے صنایع پہلے جسم کے ساتھ ایک شفاف اور محب جسم کو ملا کر کہ جو نور کو پہلے جسم کے خلاف مائل کرتا ہے اس غلطی کو رفع کر دیتے ہیں چنانچہ اس طرح پر وہ نور اپنے سفید رنگ کی طرف لوٹ آتا ہے اور صورت کو بغیر رنگے ہوئے پہنچا دیتا ہے اور خطا رونی اٹھ جاتی ہے۔ پس ان بعض لوگوں کے قول کی بنا پر رسوبات میں کہ وسائل و وسائل مذکورہ متعدد بنائے گئے ہیں اور ایک چیز کا تقاضا نہیں کیا گیا جو کہ نوری شعاعوں کو دفعتاً مجتمع کر دیتی بجلد باری تعالیٰ کی اور محبتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے کہ یہ خطا رونی اٹھ جائے پس جب نور مثلاً قرینہ سے نافذ ہوا اور اپنے مختلف رنگوں میں مائل ہو گیا تو باقی اور وسائل یعنی رطوبت مائیدہ۔ بلوریہ۔ اور زجاجیہ جو کہ نوری خطوط کو مجتمع کرتے ہیں قرینہ کے خلاف اس کو اس کے ہی رنگ کی طرف مائل کر دیتے ہیں اس طرح ہر کہ وہ ہر مصلیٰ رنگ کی طرف لوٹ جاتا ہے اور جو چیز سفید ہوتی ہے وہ سفید ہی نظر آتی ہے اور یہ غلطی اٹھ جاتی ہے ایسا ہی بعض لوگ خیال کرتے ہیں اور یہ حکمت کے قریب بھی معلوم ہوتا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ حکما رسوبات کے قائل ہیں کہ ان اجتماعات کا جو کہ نوری خطوط میں بذریعہ وسائل مذکورہ یعنی قرینہ مائیدہ۔ بلوریہ۔ اور زجاجیہ کے حاصل ہونے ہیں یہ مقتضا ہے کہ شعاعیں شبکیہ تک اس وقت تک پہنچیں جبکہ ان میں تقاطع ہو چکے اور جو شے کہ نظر آتی ہے اس کے اوپر کی جانب سے جو شعاعیں منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارہ پر واقع ہوں۔ ..... اور جو شعاعیں اس کے نیچے کے کنارہ سے منعکس ہوں وہ شبکیہ کے اوپر کے کنارہ پر پڑیں اور اس وقت جو شے نظر آئیگی اس کی صورت انٹی ہوگی۔ لوگ اسکی وجہ بیان کرنے میں بڑے چکرائے ہیں کہ مادہ دیکھ شبکیہ میں صورت الٹی مرسم ہوتی ہے لیکن پہر بھی جو چیز ہم کو نظر آتی ہے اسکی صورت سیدھی ہی معلوم ہوتی ہے اور جتنی دہیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں ان سب میں مشہور وجہ یہ ہے کہ عقل کو تمام چیزوں کے سیدھی ہی دیکھنے کی مادت ہو گئی ہے کیونکہ جتنی چیزیں نظر آتی ہیں اس لئے ہوتے ہوئے نہیں سب کی سب کیساں ہیں اور اسوجہ کے بیان کرنے میں جو تقریر انہوں نے

نور  
رنگین خطا رونی  
جو کہ رنگین ہے

نور  
رنگین خطا رونی  
جو کہ رنگین ہے





ہرگز نہیں۔ اس بات کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا ہاں جن کی عقل کمزور ہو وہ جو چاہیں یقین کر لیں اور میرا تو خیال ہے کہ جو شخص ذرا بھی غور کرنے کی قابلیت رکھتا ہوگا اور اسے کچھ بھی سمجھ ہوگی تو وہ آنکھ کی اس عجیب و غریب ساخت کو دریافت کرنے کے وقت ضرور اسی بات کا یقین کر لیگا کہ بے شک اس کا بنانے والا کوئی ذی ارادہ۔ صاحب علم و حکمت اور بہت ہی بڑا مدبر ہے جو کہ استحکام اور مضبوطی کا پورا انتظام کر سکتا ہے اور وہ خدا ہے۔ اُسکے منکر جن ہیچودہ ہاتوں کے قائل ہیں اُنہی بالکل متنازع اور متبر ہے۔ اور پھر ہم اگر اس امر کی طرف نظر ڈالیں کہ باوجودیکہ آنکھ کا قطر ایک قیراط سے بھی کم ہے لیکن پھر بھی اُسکے شبکیہ پر اتنی برقی زمین کی صورت سخت و نرم بین۔ پہاڑوں۔ داویوں۔ چٹانوں۔ دریاؤں۔ درختوں۔ مکانات اور حیوانات کی جملہ اقسام کے ساتھ مرسم ہو جاتی ہے پس گویا شبکیہ ایک دریا کا کنارہ ٹھہرا جس کی طرف نوری موجیں چاروں طرف سے چلی آتی ہیں۔ اور گردوں کے گردوں ہی اُسکے پاس آکر ٹوٹتے جاتے ہیں اور اپنا اپنا نقش بناتے جاتے ہیں۔ تو اس صورت کی باریکی کے سمجھنے میں جو کہ شبکیہ پر مرسم ہوتی ہے ہماری عقلیں چکاڑ جاتی ہیں اور خوبی یہ کہ باوجود اس کے حجم کے اس قدر چھوٹے ہونے کے بھی اتنی بڑی زمین اور آئن تمام اشیاء کے ساتھ جو اس میں پائی جاتی ہیں پوری مشابہت موجود ہے جسے کہ ذرا سی شے ہی اس میں سے چھوٹے نہیں پائی اب اس موقع پر سمجھئے کہ اُس کی کتنی بڑی قدرت ہے جس نے کہ اُسکو ایجاد کیا اور اپنی حکمت سے اُس کی تدبیر کی۔ بیشک اُس خدا کی بہت بڑی شان ہے اور وہ تمام نقائص سے بالکل بر ہے اور جب ہم آنکھ کی تشریح کی طرف متوجہ ہوں اور اُنکے عضلات و اعصاب کو دیکھیں کہ انہا اپنا کام کرتے ہیں اور اُس کی شرائین اور وریدوں سے واقف ہوں جسے کہ اُس کی پرورش ہوتی ہے اور اس کے علاوہ رباطات اور رطوبات وغیرہ سے آگاہی حاصل کریں تو ان سب سے ہمارا تعجب اور ہماری حیرت اور بڑبڑ جاتی ہے۔ پھر جب ہم آنکھ کے باہر تک پہنچتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ نے آنکھ کی حفاظت اور اُسکے کام کے باسانی انجام پانے کے لئے خود تیریں کی ہیں وہ نہایت ہی مضبوط اور اعلیٰ درجہ کی صناعی پر مبنی ہیں۔

بیان اسکا یہ ہے کہ آنکھ جبکہ لطیف شے ہی اور خارجی اجسام سے اگرچہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اُسکو صدمہ پہنچ جانے کا بہت اندیشہ تھا اسلئے اُسکے بنانے والے نے سوائے اُس جہت کے جس پر سے کہ اُس میں صورت کے مرسم کرنے کے لئے نور داخل ہوتا ہے اور تمام اطراف سے محفوظ رکھنے کے لئے اُس کو استخوانی حلقہ کے اندر رکھ دیا ہے اور اُسکا پہلا طبقہ جسے کہ صلبہ کہتے ہیں مع قرینہ کے لوچدار بنایا ہے تاکہ صدمات خارجیہ کا تھوڑا بہت مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔ علاوہ بریں اُسکو پوٹوں ہی چھپا دیا ہے تاکہ وہ تمام اوقات خصوصاً سونے کے وقت محفوظ رہ سکے اور اُس سے زمینت ہی حاصل ہو پھر پوٹوں کے کنارے پر اسنے مڑگاں کو آگادیا ہے اور وہ سیاہ رنگ کے کی قدر دیزین لونج دار اور کھڑکے ہوتے ہیں جنہیں سے اوپر والے ذرا اوپر کی طرف مال ہوتے ہیں اور نیچے والے نیچے کی طرف

ن  
مکان اور اس  
کے باقاعدہ ہے

کو اور آنکھ رنگ کے سیاہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اُس نوز میں سے جو کہ باہر سے آنکھ پر آکر پڑتا ہے کسی قدر چوس لیں خصوصاً جبکہ فور میں زیادہ قوت ہی پائی جائے دونوں بہویں دونوں آنکھوں کے اوپر سیاہ یا اس کے مشابہ رنگ کی بغرض زمینیت رکھی گئی ہیں اور نیز اس لئے کہ جو نور باہر سے آنکھ پر آکر پڑے انہیں سے کسی قدر چوس لیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جسکی بہویں اور مڑگان کے بالوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اُسکی آنکھ چونکہ سیاہ جاتی ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو در بند کر کے دیکھتا ہے۔ یہی بات کہ نور کی مقدار کے کم کرنے اور ہلکا کرنے کا کام صرف سورخ قرنیہ کے تنگ رکھنے ہی سے کیوں نہیں کیا گیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تنگ ہی رہتا تو ضرور دونوں آنکھیں ہمیشہ چند ہی رہا کرتیں اور دیکھنے میں ہی بدناما معلوم ہوتیں اور پلک کے بالوں کے دبیز اور بادبوز و بوج دار ہونے کے قائم رکھے جانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اُجسام کا جو آنکھ پر گرس مقابلہ کر سکیں کیونکہ مثلاً آنکھ جب کوئی مٹی کا ریزہ گر تپا ہے تو اکثر وہ مڑگان پر واقع ہوتا ہے اور وہ بال جو کہ تیروں کے مثل بلند رہتے ہیں اُس کو اندر جانے سے روکتے ہیں بلکہ اپنی پلک سے اُسکو دور پہنکدیتے ہیں اب یہ امر کہ اوپر کی پلکوں کے بال اوپر کی طرف اور نیچے کی پلکوں کے نیچے کی طرف کیوں بال رکھے گئے اسکی یہ وجہ ہے تاکہ جب پلکوں کا کہونا منظور ہو تو آسانی سے کہل سکیں کیونکہ بالفرض اگر مڑگان کے بال بالکل سیدھے ہوتے تو پلکوں کے بند کرنے کے وقت ایک دوسرے پر منطبق ہو جایا کرتے اور آنسو کی ترسی سے جو چپٹ کر رہ جاتے تو پہر اُن کے جدا ہونے میں بڑی وقت پڑتی اور اگر کہیں وہ اس طرح ہر قایم ہوتے کہ اوپر اور نیچے کے پلکوں کے بال ایک دوسرے میں داخل ہو جایا کرتے تب تو آنسوؤں کی رطوبت سے چپٹ جانے کی وجہ سے اُن کے جدا کرنے میں اور بھی زیادہ وقت پڑا کرتی علاوہ بریں اس طرح ہر ہونے سے وہ نور کے طریق میں حائل ہو جاتے پس شبکیہ تک اونکی بھی صورت منتقل ہوتی۔ اور اسلئے جو چیزیں نظرات میں اُنکی صورتوں میں پراگندگی واقع ہو جاتی۔ پس اُن دونوں کا اس طرح ہر ہونا کہ کسی قدر اوپر اور نیچے کے جانب اُن میں میلان پایا جاتا ہو عین حکمت اور غایت درجہ استحکام پر مبنی ہے لہٰذا سوا اور کوئی صورت مناسب ہی نہیں ہو سکتی ان سب فوائد سے اگر قطع نظر ہی کیا جائے تو مڑگان سے زمینیت حاصل ہونا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اِن کسی کو ذوق سلیم ہی نصیب نہ تو بات ہی دوسری ہے پہر جب آنکھ سے غبار نہ تو حلقہ چشم کی وجہ سے دفع ہو سکتا تھا اور نہ یہ پوٹوں ہی سے کیونکہ دیکھنے کے وقت آنکھ کے کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ مڑگان ہی اسکی دفع ہو سکتی تھیں اور غبار پڑنے کی وجہ سے قرنیہ کی شفافیت میں فوری پڑتا تھا اور جو غرض اُس کے شفاف رکھنے سے ہے وہ باطل ہوئی جاتی تھی علاوہ بریں آنکھ میں غبار کے جم جانے سے اُس کا ضرر بھی متصور تھا اسلئے خدا نے حکم سے اُس کے صاف کرنے کا یہ انتظام کر رکھا ہے کہ آنسو کی گلیٹیوں سے جو کہ پلکوں کے اندر آنکھ کے ڈسپلے کے پاروں طرف پائی جاتی ہیں کسی قدر آنسو نکالا کرے اور اُسکی وجہ سے آنکھ میں تروٹ باقی رہے اور پلکوں کو کھلنے اور بند ہونے کے اعتبار سے تو خدا نے

ایسا سر بیچ بنایا ہے کہ انکی سرعت ضرب المثل ہو رہی ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ دیکھنے میں صبح واقع نہ ہو اور  
پراگندگی نہ آنے پائے پس آنسو تو اس غبار کو جو غلیظ ہو واقع ہوتا ہے وہ دیتا ہے اور پلکیں اپنی حرکت سے اسکو صاف  
کرتی ہیں اور غبار آنسو کو دفع کر دیتی ہیں۔ پھر یہ آنسو جو کہ غبار سے ملکر سیلا ہو گیا ہو۔ اس کا آنکھ سے کسی نہ کسی  
طریقہ سے نکلنا بھی ضروری ہے پس اگر وہ پلکوں کے باہر نکلے گا تو پلکوں پر بہا کرنا تو چہرہ نہایت بد نما معلوم ہوتا  
اور گویا کہ چہرہ پر دو گندے نالے ہر وقت بہا کرتے اسلئے خدا نے ہیکم سے ایسے گروہیز آنسوؤں کے بجلی سے  
دور کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ اسنے اندر سے پلکوں کے کنارے اس شرب سے بنائے ہیں جسے  
یہ آنسو اس کو چشمہ کی طرف جوناک سے بلا ہوا ہے باسانی پر سکیں پھر اسنے اس مقام پر ذرا اوپر کو سولخ بنایا  
ہے جو کہ ناک کے اندر آ رہا رہا رہا ہے۔ اسکو قنات و معیہ یا آنسو کے بہنے کی نالی کہتے ہیں یہ آنسو اسکی  
راہ سے ہو کر ناک کے اندر پہنچتے ہیں۔ اور اسکی رطوبت سے بلکہ وہاں جم جاتے ہیں پھر حیوانات اس کو ناک  
چھینک کر یا کسی اور طریقہ سے نکال ڈالتے ہیں۔

اب میں کہتا ہوں ان ساری تدابیر سے اگر قطع نظر ہی کی جائے تو فقط قنات و معیہ یعنی آنسو کے بہنے کی  
نالی ایک ایسی چیز ہے جس کی نسبت میری عقل تو اس امر کو کسی طرح نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ اتفاقی طور پر یا علی  
وجہ الضرورت جنگی ہو بہلا کوئی قنات تو ہے کہ کوئی ضرورت اسکو مشتعل ہو گئی تھی اس موقع پر بے ساختہ زبان  
سے نکلتا ہے کہ وہ ذی حکمت اور پوری واقفیت رکھنے والا خدا نہایت منزہ ہے۔ جسکی قدرت کے یہ سارے  
کارخانے نظر آتے ہیں۔

انگرم ان منافع کی طرف نظر ڈالیں جو حیوان کو آنکھ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اسکے ذریعہ سے اپنے  
معاش کے طریقے دریافت کرتا ہے خوفناک چیزوں سے مخات پاتا ہے خوش آئند چیزوں کو دیکھتا ہے اسکے  
ذریعہ سے اس کو لاکھوں میل کی دوری کی چیزیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ قریب کی اور ایسے ہی اور فوائد  
کو سمجھ لیجئے پس ان سب باتوں سے ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ جسنے آنکھ عنایت کی ہے اسنے بہت ہی بڑا  
احسان کیا اور بہت کچھ بخش دیا اور اپنی مخلوقات کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے سلوک سے پیش آیا وہ نہایت ہی  
مقدس ذی شان اور بڑی قدرت والا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پر وجہ ان اوضاع اور ان قوانین قدرت  
کے ساتھ نظر آنے کی کیفیت کے انتظام کو دیکھتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں اور اسی بات کا انہیں یقین ہوتا ہے  
کہ نظر آنا تو محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے۔

ہاں یہ اوضاع اور یہ قوانین قدرت جن پر کہ دکھلائی دینا مشروط سمجھا جاتا ہے وہ صرف عادی شروط ہیں یعنی خدا  
نے یہ اپنی عادت جاری کر رکھی ہے کہ ان شرطوں کے پائے جانے کے وقت وہ نظر کو پیدا کر دیتا ہے۔  
جس کی وجہ سے چیزیں دکھلائی دینے لگتی ہیں۔ اور اگر وہ اسکو بغیر ان شرطوں کے پیدا کرنا چاہے تو بھی پیدا کر سکتا  
ہے جیسا کہ وہ اسما سے بہت قار ہے کہ باوجود ان ساری شرطوں کے پائے جانے اور موانع کے مرقع ہو سکے

ن  
قنات و معیہ کے  
بہنے کی نالی  
جس کی طرف  
آنسو بہتا ہے  
ن  
انگرم ان منافع  
کی طرف نظر  
ڈالیں جو حیوان  
کو آنکھ سے  
حاصل ہوتے ہیں  
مثلاً یہ کہ وہ  
اسکے ذریعہ سے  
اپنے معاش کے  
طریقے دریافت  
کرتا ہے خوفناک  
چیزوں سے مخات  
پاتا ہے خوش  
آئند چیزوں کو  
دیکھتا ہے اسکے  
ذریعہ سے اس  
کو لاکھوں میل  
کی دوری کی  
چیزیں ایسی  
معلوم ہوتی  
ہیں جیسے کہ  
قریب کی اور  
ایسے ہی اور  
فوائد کو  
سمجھ لیجئے  
پس ان سب  
باتوں سے  
ہمیں یقین  
ہو جاتا ہے  
کہ جسنے  
آنکھ  
عنایت کی  
ہے اسنے  
بہت ہی بڑا  
احسان کیا  
اور بہت کچھ  
بخش دیا  
اور اپنی  
مخلوقات  
کے ساتھ  
اعلیٰ درجہ  
کے سلوک  
سے پیش  
آیا وہ نہایت  
ہی مقدس  
ذی شان  
اور بڑی  
قدرت والا  
ہے۔ پھر  
محمد صلی  
اللہ علیہ  
وسلم کے  
پر وجہ ان  
اوضاع اور  
ان قوانین  
قدرت کے  
ساتھ نظر  
آننے کی  
کیفیت کے  
انتظام کو  
دیکھتے ہیں  
تو وہ یہ  
کہتے ہیں  
اور اسی  
بات کا  
انہیں یقین  
ہوتا ہے  
کہ نظر  
آنا تو  
محض خدا  
کے پیدا  
کرنے سے  
ہوا کرتا  
ہے۔

بھی اگر وہ اوس کا پیدا کرنا نہ چاہے تو ہرگز اوس کا وجود نہ ہو اور کوئی چیز بھی فطرۃ آئے اور اس امر کے پاس بہت سی  
 قاطع اور یقینی دلیل موجود ہیں جو کہ انکی کتابوں میں مذکور ہیں اور جنکا اس موقع پر ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں اور خدا  
 عالم کی صفات کے ثابت کرنے کے..... مقام پر پیشتر ہمارا بیان گزر چکا ہے.....  
 جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم میں کوئی اثر غیر خدا کے پاک کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کے ہرگز نہیں پایا  
 جاسکتا اور ظاہر ہے کہ نظر آنا ہی منجملہ آثار کے ہے تو اسکی یہی ہی حالت ہونا چاہئے۔ اور اے اہل سائنس اور اے  
 مادہ کے قدیم ہائے والو ہمارے طرز استدلال کے موافق وہ دلیل جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ساری  
 شرطیں علوی ہیں اور یہ کہ نظر آنے کی تمام شرائط کی اصل اصول اور سب سے قوی شرط یعنی روشنی کے  
 معدوم ہونے کی حالت میں ہی نظر آنا ممکن ہے وہ مشہور واقعہ ہے جو ہمارے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچا  
 ہوا ہے اور جسکو کہ بڑے بڑے خلا سفروں کی جماعت کثیر نے ذکر کیا ہے چنانچہ اس زمانہ کے مصنفوں  
 میں سے ہی بعض بعض نے اسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امریکا میں ایک جوان عورت کو کوئی مرض  
 ہو گیا تھا جسکی وجہ سے وہ سوتے میں جاگنے والوں کی طرح سے کام کیا کرتی تھی۔ اٹھتی تھی اور باتیں  
 کرتی رہتی تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ مرض کی یہاں تک شدت پہنچی کہ دن رات وہ انہیں ہتلا رہا کرتی تھی جسبےض  
 کا اسکو دورہ ہوتا تھا تو اسکی آنکھ عجیب قسم کی ہوجاتی تھی کہ اس سے عجیب تر کہ یہی دیکھنے میں نہیں آئی اسوقت  
 وہ بڑی شدید تارکی میں نہایت ہی باریک حرفوں کو پڑھ لیتی تھی اور خوبی یہ کہ اسکی دونوں آنکھیں اس حالت  
 میں بند رہا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کا بالکل مؤید ہے کہ نظر آنا محض  
 خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہوا کرتا ہے جیسا کہ دیگر احساسات کا بھی یہی حال ہے اور نظر آنے یا کسی دوسرے  
 احساس کے لئے جتنی شرطیں مقرر ہیں وہ سب مادی ہیں جیسا کہ ہم اسکا ذکر کر چکے ہیں۔ اور اگر ہم سننے  
 سوچنے دیکھنے اور چھو کر دریافت کرنے کے اعضا سے بحث کرنے والوں کے تمام بیانات اس موقع پر ذکر  
 کریں اور ان عجیب و غریب تراکیب و انتظامات کو جو قوانین قدرت کے موافق ہر ایک کے مکمل ہونے کے لئے  
 کئے گئے ہیں بیان کریں اور انکے ذریعہ سے اور اک کرنے کی کیفیت سے بحث کریں اور یہ دکھائیں کہ ان  
 حواس سے جو ان کو کیا منافع حاصل ہوتے ہیں اور یہ کہ ہر ایک کو اتنے ہی حواس ملے گئے ہیں جتنے کہ  
 لئے اپنے محفوظ رہنے اور اپنی زندگی کے ضروریات دریافت کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے تو ہمیں صاف  
 طور پر یہ معلوم ہونے لگے کہ مصنوعات میں کس کام مرتبہ بڑا ہوا ہے اور بلا تامل خلوص قلب سے ہم اس امر کی  
 شہادت دینے لگیں کہ جس نے یہ حواس عنایت کئے ہیں وہ بیشک پوری قدرت۔ نہایت وسیع علم اور علم اور جہ  
 کی حکمت والا ہے۔ اسکی عطیات بکثرت ہیں اور اسکی نسبت جو کچھ ناواقف کہا کرتے ہیں وہ ان تمام طرافات  
 سے بالکل ہٹا اور منزہ ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ ہمارا ہر تائب کہ ان سب مباحث کے ذکر کرنے سے  
 کلام میں نہایت طوالت ہو جائیگی۔ اور عجب نہیں کہ ناظرین انکا جائیں۔ اور اصل مقصود ہاتھ سے جاتا رہے لئے

میں اپنی قلم کو روکتا ہوں موند کے طوطے میں نے کچھ بیان کر ہی دیا ہے۔

اگر ہم ساخت انسانی اور اس کے بدن کے باقی اعضا پر غور کریں اور ان میں سے ہر ایک کے کام کو دیکھیں اور جتنی چیزیں کہ حیوانی بدن میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ بہنے والی ہوں خواہ بستہ ہوں اور ان کے اور ان کے منافع کو جاننا کریں تو ہمیں یہ امر کہنی آئے گا کہ ان سب چیزوں کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت منتظم اور علے درجہ کامل رکھنے والا خالق ہے۔ اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو اشارتاً ذکر کروں پس میں کہتا ہوں کہ کیا دیکھنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور کیا بحث کرنے والے غور فکر سے ذرا بھی کام نہیں لیتے اور انہیں عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین نہیں ہوتا جب وہ ان چیزوں کو جو انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ گودا، گودے، دار پٹی، پٹے، دل، دو پیٹ پرے، جگر، محال، دو گروسے، معدہ، ہمتیں، دریدہ، شریانیں، اوتار، عضلے، خردو، کری پڑیاں، سخت پڑیاں، جالی دار پڑیاں، سائل ششیاں جیسے کہ خون، صفراء، لعاب، معدہ، آنتوں اور پنکریاں گلی کے عرق مختلف گیس وغیرہ دیکھتے ہیں اور ان چیزوں کے افعال، تحریکات، اردو اعمال جو ان سے بدن میں مثل ہضم کرنے، پروش کرنے، سانس لینے اور شیا کو باہم جالچنے کے انجام پاتے ہیں ان پر مطلع ہوتے ہیں اور اعضا و توالد، ان کے افعال، ان کا استحکام اور توالد و تناسل اور ان نظام کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو کہ امر توالد کے انجام پانے، بچے کے محفوظ رکھنے، اس کے نشوونما وغیرہ کے لئے ضروری ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی بہتیرے امور ہیں جن کی تفصیل سے جلدیں کی جلدیں بہری جاسکتی ہیں۔

اور وہ علماء و جوان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور ان پر ان سب کی باتیں، اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لئے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ ان علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجماع و یسلیں قائم کرتے ہیں گمراہ پراپان لائے اور اس کے وجود کو ان کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب شیاؤں کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کوئی بتا سکتا ہے کہ خدا نے پاک کے وجود پر سوائے اسکے کہ اس کی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اس پر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور ان کی تفصیلی حالت پر اسے اطلاع ہوگی ان کا استحکام اور یہ امر کہ ان کے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق ان کے نزدیک ساقط الاعتبار قرار پائیں گے تو اس وقت آپ کہیں گے کہ ایسی شخص کے دل میں ایمان نہ پھاڑے ہی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جمایا ہے اور آپ کو نظر آئے گا کہ ضلالت و گمراہی کی درست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اس پر

سے پنکریاں معدہ سے متصل ایک گلی ہوتی ہے جس سے عرق قائم نکلتا ہے۔ ۱۲

نہ جسم پانی میں اعضا پانی  
جس طرح کے افعال ان کا  
جہاں جان اور خدا کی حکمت  
کامیاب ہے

نہ علم کائنات کا غنہ ملے  
خدا کے عجب اس کے ذی قوت  
حکمت سے بے حد عجب  
اور خدا پر استدلال کیے  
سب سے بڑا حجت ہے



اس کا جادو ہرگز نہیں چل سکتا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ ان کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑھایا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں ان کے عقائد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجود عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزاء اور وہ کی حرکت۔ طبیعت۔ قوانین قدرت فطرۃ فیضہ اشیا کے حوالہ کرتے ہیں ان کے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو خیر ہے جو کچھ ہوتا ہے ہی نے شعور نا سمجھ پنجہ سے ہو جاتا ہے۔ پس جب انہوں نے انسان پر اسلامی رکن مہندم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا کر؟ اب او نے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور ان کی کونسی حوصلت کو نسا ادب قابل ستائش ٹھہر سکتا ہے؟ خصوصاً جب وہ فن طبیعات ہی پڑھ لیتے ہیں جب انہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ ان کے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تب تو ان کے لمحہ اندہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں وہ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اس کے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

اس اشکال کا جواب مجھے سنئے انصار اللہ میں اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی بھائیوں کو متنبہ کر کے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اس بلائے بے درمان کے دور کرنے کی جانب راغب ہو جائیں جو کہ ان کی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آئندہ نسلوں میں جا کر اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہو جائیگا اس لئے بہتر ہے کہ اس باوقفت اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اس کے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہو جائیں۔ پس سنئے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات و علم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جنہیں کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کی جاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کھربائی وغیرہ کے خواص بیان کئے جاتے ہیں ان میں تو ذرا ہی شک و شبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے وجود پر جگے احوال سے ان علوم میں بحث کی جاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اسی خالق کے آثار ہیں اور مؤثر پر اس کے آثار ہی کو دیکھ کر ہستہ لال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور اس کے نزدیک یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر چیز کسی فیاضی اختیار نے اپنے قصد اور ارادہ سے بنائی ہیں اور ان کے بنانے میں اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور

ف  
ہو کر ان میں سے  
و طبیعات و علوم  
پڑھایا جاتا ہے  
پس ان کے عقائد  
بالکل دلوں کے عقائد  
بیانات و قوت ہوا  
معلوم ہوتے ہیں  
اور ان کی اصلاح کی کیا  
فہرست ہو گی

نظام سے کام لیا گیا ہے اسلئے ان مباحث سے خواہ پر بخوبی استدلال ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ نوثر پر استدلال  
 کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ میں اوقات دشواری و پیش ہو جایا کرتی ہے یہاں قدم در مشکل سے  
 جھنے پاتے ہیں اس موقع پر عقل کا غرض سے بچار ہنا بڑا کام رکھتا ہے اسلئے کہ انسانی عقل جب آثار کو دیکھتی ہے اور انکے  
 اسباب کو دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اسوقت اگر اسے ہر ایک بینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب  
 تک پہنچ کر رہ جاتی ہے اور اسکو نوثر حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور پہلے انکی رفتار کو دیکھیں ختم کر دیتی ہے  
 اسوجہ سے جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں ان میں سے بعضوں کو جب ان آثار پر چھنے کہ ان علوم میں بحث  
 کیجاتی ہے اطلاع حاصل ہوتی اور وہ بغیر اسکے کہ ہر ایک بینی سے کام لیتے اور بحث میں غور فکر کرتے ان آثار کے اسباب  
 سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو انکی فکر و توجہ متوجہ کرتا اور نوثر حقیقی اور  
 واقعی تک انکی رہنمائی کرتا حاصل نہ تھا اسلئے انکی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار کے ظاہری اسباب تھے پہنچ  
 کر گئیں اور انہوں نے غرض کر لیا کہ مادہ کے اجزاء بسیطہ کی حرکت ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اسکی وجہ کے متفقہ ہو کر  
 کہنے لگے اور چونکہ انکی نظریں ہر ایک بینی سے قاصر تھیں اسلئے انکی عقلیں اس امر سے تنہا نہ ہو سکیں اور انہوں نے اسبات میں غور  
 نہیں کیا کہ کیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائبات عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا  
 نہیں ہے اور نہ انہوں نے اسکو سوچا کہ کہیں وہ میں یہ قائم موجود ہی ہے کہ اسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ کسی صادر  
 نہ ہو اور یا اسکو اسوجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شے کی ہی ضرورت ہے جس سے کہ وہ صادر ہوا  
 اس سبب سے کہ ہمیں پروردگار کے آئینہ اور انہوں نے انکی عقلوں سے اس سے کہ کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس  
 امر کا اعتقاد کر لیا کہ تمام کائنات کے صادر ہونیکا حقیقی سبب مادہ اور قوانین قدرت اور اسکے ذرات بسیطہ کی حرکت  
 ہی ہے اور خدا نے عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس انکار کے ایسے عادی ہو گئے کہ عالم میں جس اثر کو انہوں نے دیکھا اور  
 اسکی حرکت اور ان قوانین قدرت کی جانب جو انہیں پائے جاتے ہیں منسوب کرنے لگے پھر اسکو انہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا  
 اختیار کیا جس سے وہ صرف اپنی من بہوتی کر لیتے ہیں پہلے کہی تو کہتے ہیں کہ یہ اثر طبیعت کے فعل سے ہوا۔ کہی کہتے ہیں قوانین  
 قدرت کا فعل ہے اسی طرح اور مختلف عنوانات ہی میں غلامیہ کہ وہ اپنی اس نامتناہی تحقیقات کے بڑے شہد سے متفقہ  
 پہنچیں کی یہاں تک نہ پہنچیں کہ انہیں علم کی رنگ آمیزیوں کی وجہ سے ان مدارس میں جنہیں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی مدرسہ  
 کے پیچھے ہو گئے اور انکے پاس انجان ناواقف طالب علم ان علوم کے حیل کر نیے لئے آئے جنہیں اسلام کے سچے اعتقاد کی اطلاع  
 تک نہیں اور نہ انہوں نے کسی سے واقفیت حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حدوث ہونکی کیفیت کی نسبت  
 مسلمانوں کو کیا اعتقاد کرنا چاہئے اور نہ انہوں نے اسکو سمجھا کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجود کے پیدا کر نیے موجود  
 ہوتی ہے اب ان علوم کے پرہائیں انکو موقع ملا کہ ان ناواقف شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو انکے لوگوں  
 میں تمام حقیقات کی وجہ سے جھکر گئے تھے علمی تحقیقات کے چارہ میں پھیلائیں پس جب کہی انہیں عجائبات میں سے کسی عجیب چیز پر اطلاع ہوئی  
 یا اسرار کائنات میں کوئی راز انکو معلوم ہوا یا مصنوعات کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر انکو واقفیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے

شاگردوں سے کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجاد کر نہیں اکی حیرت انگیز صنعت کو دیکھو اور اس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت میں غور کرو انہوں نے  
 اُسے یہ کہا کہ تم نے دیکھا طبیعت کا کیسا تعجب غیر فعل ظاہر ہوا اور فلاں قدرتی قانون کا کیسا عجیب و غریب اثر ہے علیٰ ہذا القیاس  
 ایسی ہی اور غریب عقائد باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ لوگ کہتے کہ تم نے فلاں قدرتی قانون کو دیکھا کیسا عجیب و غریب  
 ہے اس میں سے سمجھ لو کہ جسے عالم میں ایسے قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا با حکمت اور قادر مطلق ہو گا؟ لیکن انہوں نے تو  
 کیا نہیں بلکہ قوانین حضرت تک پہنچ کر گئے اور اس کی طرف تمام چیزوں کو مستند کیا گئے اور برابر اسی طرفہ کا انکے ساتھ بتاوا  
 کرتے رہے یہاں تک کہ یہی کیفیت انکے دلوں میں بخوبی جا گری ہوئی اور اسی قسم کے خیالات انکی عقلوں میں بھی منقوش ہوئے  
 ہے خلاصہ یہ کہ مدارس میں رہنے کا زمانہ ختم ہی نہیں ہو پاتا کہ اس سے پہلے ہی انکے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سب  
 طبیعت مادہ کے ذرات اسبطہ کی حرکت اور قوانین قدرت کے کوئی عامل ہے ہی نہیں اور انکا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی  
 خدا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے پس جو وقت وہ مدرسہ کو چھوڑتے ہیں تو انکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انکے ساتھ ہی بلکہ اس سے پہلے ہی  
 آباء وین کو بھی پیرا کہہ چکے ہیں اور اہل اسلام کو اُنہوں نے یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہو  
 یہ لوگ دین سے وقف ہوں گے اُنہوں نے اسلام کو نفع پہنچا کر شریعت محمدیہ کی حمایت کرینگے پھر وہ لوگوں کے کام آئیں گے انکے کا یہاں تک  
 کی تڑپیر بتلا دیں گے لیکن حقیقت میں انکی یہ ساری امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں انکی کوشش بے سود ثابت ہوتی ہیں اور انیسے  
 لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے جبکی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ہیں لوگوں میں سب سے  
 تعلیم یافتہ دینی بہائی ہیں اور وہ تو یہ خیال کرچکے تھے تو وہ یہ سلطنت اور وطن سب کے پکے دشمن ہوتے ہیں عقائد انکے اہل اسلام کے خلاف  
 ہوتے ہیں انکے طرز رفتار برتاؤ وغیرہ جیسے دیکھئے کسی میں اسلامی بوتک نہیں باقی جاتی انکے مقاصد اور ارادہ اسلامی  
 شان کے بالکل خلاف ہوتے ہیں انکی حالت دیکھ کر تو براچی دکھتا ہے اور بے ساختہ منہ سے انا مددوانا الیہ اجعون نکلتا ہے  
 خدا کو ہدایت کرے۔ پس یہی خوالان اسلام کے ذمہ یہ امر ضروری ہے کہ اس مصیبت عظیمہ کا تذکرہ کریں خصوصاً ان لوگوں کو  
 تو اسکا پورا انتظام کرنا چاہئے جو حاکمین اسلام میں صاحب حکومت اور ذی اختیار ہیں انکو یہ خیال کہنا چاہئے کہ ان کے لئے  
 حتیٰ المقدور ایسے ہی شخص ملے جو انکو جائیں جو عقیدہ اسلام کو حق سمجھیں ہوں طبیعت میں ملت ہو یا دینی یا جہاں اسلامی تعلیمات کے صدقہ دل متفقہ ہوں نہ نام کی  
 حد ہوتی ہو نہ سب علوم ہوں بلکہ کہ اس امر کو ظاہر کروں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ میرے نزدیک قانون حضرت موسیٰ با اختیار کام  
 کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اس کی مثال بیل کی پٹری کی سی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بیل جب چلتی ہے وہ اسی طرف کو جاتی  
 ہے جہر کہ انکی پٹری چبی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ بیل کے چلنے کے  
 لئے حص پٹری کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرائیور کی ضرورت ہے جو انکو اگے لے چلے اسی طرح یہاں بھی کوئی ذی اختیار ہونا چاہئے جو اپنے افعال قانون  
 قدرت کے موافق کرے اور جیسے کہ بیل کی پٹری چبا بنولے کو اختیار ہے کہ وہ جہر چاہے اس کا رخ بدلے اسی طرح خالق کائنات کو بھی اختیار ہے کہ  
 جیسے کہ اُسے اپنا طرز عمل ایک طور پر مقرر کر لیا تھا جسکو قانون قدرت کہتے ہیں؟ کیا اسے کوئی دوسرا قانون مقرر کر دے پس جیسے کہ بیل کے چلنے میں  
 موثر ڈرائیور کا ہونا چاہئے اور پٹری کو کوئی موثر نہیں کہتا اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موثر ہے اور قانون قدرت اسکا طرز عمل ہے جسکو کہ اُسے  
 اپنے اختیار سے مقرر کر رکھا ہے اسلئے قوانین قدرت حقیقی موثر نہیں کہتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت الہیہ ہے ۱۲

ف  
 قانون قدرت کے مفہوم  
 دیکھنا  
 دیکھنا

مسلمان ہوں بلکہ باوجود ہستی عقائد کے شریعت محمدیہ کے آداب اخلاق بھی آپس میں اور حتیٰ الامکان شریعت کے پورے پابند ہوں  
اس لئے کہ شاگرد کی مثال اپنے استاد کے اعتبار سے پہل آئینہ کی سی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے اس کی صورت  
اس میں نقش ہو جاتی ہے اور نظر کرنے لگتی ہے اسی طرح جو استاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کر جاتی ہے استاد کے  
خیالات کا شاگردوں پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ طالب علم ان مدارس (علوم طبعیہ کے مدارس) میں  
تک ہرگز داخل نہ کئے جائیں جب تک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تکسینی مدارس میں قیام نہ کر چکے ہوں اور وہاں رہ کر انہوں نے اپنے  
اسلامی عقیدہ سے پورے طور سے صحیح نہ کر لئے ہوں تاکہ ان کے بعد شبہات لامبنی سے انہیں تزلزل نہ گئے پائے اور کوئی بے  
سرور یا تین اور رنگ میزبان انکو پس و پیش میں نہ ڈال سکیں آداب حسنہ کے انکی اصلاح ہو جائے اور عبادتوں کی بجا آوری کے  
عادی ہو جائیں اور اگر یہ خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جوان دینی علوم کی تحصیل کرنے کے لئے  
زیادہ مناسب ہے یا نہ سے جانا رہیگا تو پھر امر ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ انہیں مدارس میں ایسے علمائے رکھے جائیں  
کہ انکو اسلامی عقائد اور احکام کی تعلیم دیا کریں اور اس ضرورت کا مقابلہ کر سکیں ان مدارس میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر ان کے پورے  
کے وقت تک یعنی عقائد اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے چاہے تھوڑی سی دیر کیوں نہ ہو لیکن ہو بلا ناغہ اور تنگ  
اور کمال میں قیام رہے اس زمانہ تک برابر علمائے ان کے عقائد و آداب و عبادات وغیرہ کے فکر میں رہیں اور انکی اصلاح کرتے رہیں اور  
جہاں کہیں جتنی احکام و عقائد ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں ان میں باہم تطبیق دیں اور اپنی امور کو عقلی دلائل سے ثابت  
کر دکھائیں پس اگر ان دونوں شرطوں کی رعایت کی جائیگی جنہیں اول قویہ کہ جو اساتذہ ان مدارس کے لئے انتخاب کیے جائیں وہ اسلام کے  
پابند ہوں اور ان کے عقائد اسلامی ہیں کہ حق تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کے احکام کی تعمیل اور عقائد اسلام کی ترویج کا ہی کام ہے اور اس کو  
اور کمالوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس کا نظام کیا جائے یا عقلی علوم کے تحصیل کیساتھ ہی تعلیم جاری رکھی جائے تو پھر یہ  
تعلیم یافتہ اشخاص کجروی سے ضرور محفوظ رہیں گے انکی ذہنی حضرات و آداب میں فتور نہ آنے لگے گا عبادات میں ان کے پیر پر ہی  
ظاہر ہوگی بلکہ ان کے عقیدہ کے اور نہایت ہی پختہ ہونے کے خصوصاً اسوجہ سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں انکو خداوندی  
مصلحتوں کے حیرت انگیز افعال اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی وہ کوئی عجیب  
صنعت یا عجائبات قدرت میں سے کوئی راہ مشاہدہ کریں گے تو اپنے مسلمان اساتذہ کو یہی کہتے ہوئے سنیں گے کہ خداوندی  
صنعت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصنوع میں جو اپنے اپنی اعلیٰ درجہ کی پادشاہی حکمت کا کام لیا ہے اس میں غور کرو پس اس وقت  
بالا تامل انکی زبان سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء نکلیں گی اور کسی تسبیح اور تہنید میں مشغول ہو جائیں گے اس طرح خداوندی عظمت کے کئی دروں  
میں روز افزوں ترقی کرنی ہوگی اور اسکی عظمت انکی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں اس سب سے پہلے ہی انکے  
قیام کا زمانہ گذرنے بھی نہ پائے گا کہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور موحدین میں سر برآوردہ اور فاضل شمار کئے جانے کے مستحق ہو جائیں گے  
اسوقت بیشک مسلمانوں میں ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہو سکیں گے کہ اسلامی بن کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک و سلطنت  
کے کاموں میں اس قدر جہاد کی کیفیت نہ ہوگی اسوقت تک ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم عقلیہ حاصل کر کے تعلیم یافتہ اشخاص  
میں شمار کئے جانے لگے ان سے اسلام یا مسلمانوں کو کچھ ہی نفع پہنچ سکتا ہے کیونکہ جب ان کے عقائد جو اسلام کا کرن عظم سے وہی

درست نہیں کرتا اور اسلام کو اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے جب وہ خود ہی اسلامی تعلیم سے نا آشنا ہو رہی ہیں تو اہل اسلام کو کچھ بیشیست اسلام کے کیا نفع پہونچا سکتے ہیں۔ دنیاوی فوائد تو دین کے مقابل میں دنیاوی فوائد کی اُس شخص کی نظروں میں جو مسلمان ہے مگر غرض تقصیر نہیں ہو سکتی یا مرام اسلامی مقتضی کے بالکل خلاف ہے بغرض محال اگر اُن سے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کی جاوے تو دنیاوی ضرر کے مقابلہ میں اُن سے پہونچا سکتی کوئی قدر نہیں کیا سکتی علاوہ بریں اس امر میں انکی خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہونچانے میں انسانی ہمدردی کے موافق تو غیر قویں بھی برابر ہیں۔ میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جا کہ میرا مقصود افسوس کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی جو کہو مجھو کرتی ہے کہ اپنے بہاؤ کو زور استنبہ کر دوں۔ آپ میں خدا کے پاک اس امر کی التجا کرنا ہے کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے۔ عین امت محمدیہ کی بہتری ہو اور انکو اپنے فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اسکا اجر جزیل عنایت فرمائے۔ آمین۔

اے اہل سائنس اور اراہدہ کے قدیم ماننے والو اب میں تم سے کہتا ہوں کہ محسوسات کے احوال ہیں تو ہم نظر نہ کر چکے اس سے تو سابق میں بحث ہو چکی اب اگر حیات۔ روح۔ عقل۔ قوت۔ مستزکہ وغیرہ نفس کی قوتوں میں ہم غور کریں تو ہم کو ایک بہت وسیع میدان نظر آئے گا جسکو دیکھ کر ہم پر حیرت پڑ جائے گی اور کچھ نہ ہو سیکے گا اور ہمارے اُسکے کہ ان حقایق کی حقیقت اور اس امر سے ہم واقف ہو جائیں یعنی یہ کہ انسان کی صورتیں انسان کی نزدیک کیونکر محفوظ رہتی ہیں بہونے کے بعد اُسے کیونکر یاد آجایا کرتی ہیں اُسکے عقل سے کس طرح پرچیز یا بالکل رائل ہو جایا کرتی ہیں اور کس طور پر وہ معقولات کا تصور کرتا ہے کلی اور جزئی کے احکام کیونکر اُسکے ذہن میں قائم رہتے ہیں تو ہم ایک بحر عمیق میں غوطہ کھاتے رہیں گے اور اس قسم کے جس مسئلہ کو آپ پیچھے گا انکی نسبت یہی دریافت ہو گا کہ علماء اور حکما کی عقلیں اُسکو حل نہ کر سکیں اُسکا راز کسی کی سمجھ پر سے طور سے نہ آیا یہ معاشی پر نہ کہلا اور حقیقت حال تک شاید کسی کی بھی رسائی نہیں ہوئی غایت سے غایت یہ ہوا کہ جو لوگ ان چیزوں کی حقایق کے دریافت کر لینے کے مدعی ہیں وہ چند ایسی دقیق اور مبہم باتیں کہہ سکتے ہیں کہ جس سے سننے والے کی ذرا بھی تسکین نہیں ہوتی اور نہ وہ کچھ سمجھ بھی سکتا ہے پس انسانی معقولات ان حقایق کے ضمنی رکھنے میں مجب نہیں کہ خدا نے تخلیق کو انکا اظہار کرنا مقصود ہوتا کہ اپنے کو ان اشیاء کی حقایق کے دریافت کر لینے سے عاجز پا کر اس امر پر متنبہ ہو جائیں کہ جب فکر انسانی اپنی اور اپنی عقل اور اپنی قوتوں کی حقیقت پوری طور سے دریافت نہ کر سکے تو وہ انکی حقیقت کے دریافت کر لینے پر کیونکر قدرت رکھ سکتی ہے کہ جسے ان حقایق کو پیدا اور ایجاد کیا ہے اس موقع پر تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ انسان کہ جسے اپنی عقل سے زمین و آسمان کے قلابے ملاوئے۔ افلاک۔ اور سیارات کو دریافت کیا عبادی بنائی اور حیوانی دنیا پر اطلاع حاصل کی ہے اپنی نفس اور اپنی اور ان قوتوں کی حقیقت کے دریافت کر لینے عاجز رہا اور تلم و تعلل رہے تاکہ کہہ کر کہہ کر اُس بات کا فیصلہ نہ ہوا کہ ان چیزوں کی حقیقت کیا ہے ہر فلاسفر نے اپنی ایک نئی فلاسفی قائم کی جس سے کہ دوسروں اُنکا کیا ہر حال قطعی فیصلہ ان امور میں کسی میں بھی نہ ہو سکا اب اُس تہر اور تہر خدا کی قدرت کو دیکھئے کہ جس نے ہمارے کو انسان کو عقل نہ کیا وہ وہ چیزیں بتلائیں کہ جیسے وہ بالکل واقف تھا لیکن ہم ہی اُسکو اُسکے نفس اور اسکی قوتوں کی حقیقت پر آگاہی نہیں بخشی تمہو پر پہونچ کر تو انسان کا مطلق بالکل بند ہو گیا اور پھر کیونکر جسے ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا اُسکو چشم و گوش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ملا ہے۔

تو حیات عقل قوت  
بدن میں اپنی کیا حالت  
عقل و قوت کی قوتوں میں  
جو چیزیں انکی عقل  
کی عقل سے سمجھتے  
ماہر و صاحب اسرار



پیش آئے مگر وہ قدیم زمانے والو اور کچھ سے انسانی بہاؤ کیا ہے جس میں تمام کائنات کے حادثے ہونے اور زمین و آسمان کے پیدا کر نولے کے جب ہر  
 ہونے پر اتنے دلائل آپ لوگوں کے سامنے قائم کر چکا تو کچھ اسکے بعد بھی آپ ماہ کے قدیم ہونے پر ہر کر چکے اور یہی کہو جائیں گے کہ ماہ و زما  
 بسطہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خلاء عالم کا جسے کہ اپنے وجود پر روز روشن کے شکل کی کبلی دلیلیں قائم کر دی ہیں انکا  
 ہی کہتے ہیں گے میں آپ کے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپ کی عقلیں مختلف ہونے سے غفلت نہ رہیں اور آپ تمام شیا کو انصاف کی نگاہ  
 دیکھیں میں بوقت خلاء انسانی ہمدردی کے آپ لوگوں اس امر کی درخواست کرتا ہوں آپ اپنے فکریں سے آزادانہ طور پر غور کر لیا  
 اور سوچیں اور ان منالطہ کیز باتوں اور وہی بتا ہی شہوں کو جو کہ نہ کہا میں سخی وجہ سے خدا خواستہ آپ کو سخت مصیبت اٹھانا پڑے  
 کیونکہ زندگی کی مدت بہت سی تھوڑی ہے چند روز میں گذر جائیگی اور کچھ عرصے بعد علیہ وسلم کے ہر دستہ میں اسکے صحیح ہونے کی  
 صورت میں آپ کو اس زندگی کے ختم ہونے کے سخت ہولناک چیزوں سے سامنا پڑے گا اسوقت پیشانی کچھ کام نہ آئیگی اور اپنی اس غلطی پر  
 ہمیشہ فحوس کرنا پڑے گا اور عاقل کو تو چاہئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی خاطر رکھے کہ جس کا  
 مرقع ہونا دراصل مشکل ہے کیوں نہ ہو چہ جائیکہ کہ اگر کسی شے کا وقوع بالکل انسان ہی ہو اور اسکے وجود میں آجائیکہ امید ہی پائی جاتی ہو  
 پہلا پہلے پیران محمد علیہ وسلم کے حالات میں جو تو کیجئے اگر آپ دراپہی غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کی مثال اسکے ساتھ  
 ان دو شخصوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفع الشان اور مضبوط کوٹھی میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ متعدد مستحکم کمرے اور نشست گاہیں  
 پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور پتکوں سے کمرے ہو کر برآمد سے اور پتھر جیاں بہت اہتمام اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں  
 اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش پچھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں نہایت بیش قیمت برتن اسکے چاروں طرف  
 قرینہ سے کچے ہوں مختلف گہروں متعدد مقیاس اور حرارت اور مقیاس الہوا کے ڈھلے سے انکی دیواروں کی زیبائش کی گئی ہو انہیں  
 بود و باش کرنے کے لئے جیسے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں  
 نظر آتی ہوں گرد گرد اسی جہن ہندی کی گئی ہو جیسے درختوں کا صفت ہاندھکر ایسا وہ ہونا لگا ہوں کہ بہت خوش آئند معلوم ہوتا ہو  
 قسم قسم کے پھولوں کی کیا ریاں حق وقوع سے بنائی گئی ہوں انکی نہروں اور جدولوں میں پانی شوخی سے بہ رہا ہو انکی مستحکم  
 بنی ہوئی تختیں لمبا لب بہری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہوں کہ جو انہیں دیکھے بھی کہے کہ فلاں چیز  
 فلاں حکمت پر مبنی ہے اس چیز سے یہ فائدہ ہے اسکا بنانیوالا کیسا ذی اختیار اور مدبر تھا جس نے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے  
 بنائی اور جس شے کے لئے جو مقام تویری کی اسکے لئے وہی مناسب ترابا ایسے مقام پر پہنچکر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو  
 یہ کہنے لگا کہ ساری عسائی خود بخود تو ہونہیں سکتی ضرور کسی بڑے صنایع نے اسکو بنایا اور انکی تمام شیا کو مستحکم کیا ہے صاف  
 آپس تو ذرا ہی شک نہیں کہ اس کل بنانیوالا ان ساری صنایعوں پر خوب ہی قادر تھا اور اسکے تابعیت و تزیین کے طریقوں سے  
 بھی بڑی واقفیت رکھتا تھا جب تو اسنے انتہا درجہ کی حکمت کے سوا فی اسکو استعداد مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ اسکے تمام ہی  
 لوازمات کامل طور پر اسے مہیا کر دئے تاکہ یہاں رہنا اور کما حقہ عیش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر سائش میں محض نہ  
 ہونے پائے اسکا بنانیوالا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب ہے مگر اسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تک سالی رہی  
 کہ ہم انکی حقیقت دریافت کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا ہی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور انہیں علم قدرت پر میر

انسان کو اس بات  
 پر بار بار دیکھنا  
 چاہئے کہ وہی غفلت  
 نہ رہے

انسان کو اس بات  
 پر بار بار دیکھنا  
 چاہئے کہ وہی غفلت  
 نہ رہے



حکمت وغیرہ اپنے صاف جی کی کہ اس کو ٹہی کے بنائیں ضرورت پڑ سکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس شے  
 کے وجود کا اور اس کے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اسکو پہنے اپنی آنکھوں سے ہی دیکھ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شے کا کوئی  
 اثر نہ ہو مگر وہ ہم کو سمجھتا ہو تو ہم یقیناً سمجھ لیں گے کہ وہ شے ہی ضرور موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کو ٹہی کے بنائے والے کے اثر کا کوئی  
 اثر ہی کو ٹہی اور جو صنایع اس میں پائی جاتی ہیں دیکھ لینا اسکے بنائے والے اور اسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کے لئے  
 کافی ہے اور عقل کی اس سے بڑی تسکین ہو جاتی ہے ہر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کو ٹہی کے ساز و سامان میں اگرچہ بعض  
 ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھ میں نہیں لی لیکن ان میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی اگرچہ اسکو دور یا قریب سے  
 کیونکہ جن شے یا کسی حکمت میری سمجھ میں آئی ہیں اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھ سمجھ لیا ہے کہ اسکا بننا  
 والا ہر حکمت والا ہے تو اسے بلا کسی حکمت کے اسکو نہ بنایا ہوگا۔ اور دوسرا شخص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اسکے  
 بنائے والے کا تو ہے جو اعتقاد کر لیا ہے تو اسکو اپنی آنکھ سے اس کو ٹہی کو بننے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اسکے جو  
 کا ہرگز اعتقاد نہ کروں گا اور نہ ان صفات ہی کو مانوں گا جیسا کہ تو نے اس کو ٹہی کو دیکھا اسکی نسبت اعتقاد کر لیا ہے لیکن  
 ہاں اس کو ٹہی کے اس عجیب کام کیساتھ موجود ہو نیکے لئے ضرور کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ حکم  
 وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور کسی نظر ایک پہاڑ پر جا پڑی جو اس کو ٹہی کے پاس ہی ایسا وہ تھا اور اسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ  
 جاری تھا جسکا پانی اس کو ٹہی کی نہروں میں آتا تھا یہ دیکھ کر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اس شے کو دریافت کیا جس سے  
 کہ یہ کو ٹہی واقع میں بنی ہے اور جو اسکی اور جتنی شے یا کہ میں پائی جاتی ہیں ان سب کی حقیقی علت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی  
 جڑ سے اس قطعہ زمین کی جانب ہمیں یہ کو ٹہی واقع ہے ہمیشہ زمانہ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گذرا  
 جسے کہ یہ ہوا ٹہی پتھر کو کوبھاٹے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین میں جمع ہوتی رہیں  
 اور بارش کا پانی ہمیشہ انہیں کچھ تصرف کرتا رہا کہ ہر ایک کی شکل کچھ ہو گئی اور کبھی کچھ اس طرح کہیں وہ سب چیزیں جمع ہو گئیں اور کبھی  
 پر گرنے لگی۔ اور انکی اوضاع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی واقع ہوتی رہی کو ٹہی یہ تبدیلی برائے نظامی کے ساتھ  
 ہوئی اور کبھی نظام کے ساتھ یہاں تک کہ کہ دروں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد اس کو ٹہی کی باقاعدہ صورت بن گئی  
 کہ کمرے کی نسبت لگا ہیں۔ دروازے جھنگلے۔ برآمدے۔ رستہ۔ جو نہیں اور نہیں سہی کچھ پائی جاتی ہیں ٹہی کے ٹہیلے اور پتھر بارش کے  
 پانی سے جو ٹہی گیلی ہو گئی تھی اسکی خاصیت کی وجہ سے جم گئے ہیں اس طرح براسقہ مستحکم اور مضبوط کو ٹہی مع تمام صنایعوں کے تیار ہو گئی  
 رہا نہروں کا جاری ہونا اسکی یہ صورت ہوئی کہ اسی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے ہمیشہ پانی پھر اس قدر کے صحن میں مختلف  
 طریقوں سے جاری ہوا کہ کبھی برائے نظامی کے ساتھ اور کبھی باقاعدہ اسلئے کہ پانی سے اسکی ٹہی نکلتی رہی ہوا اور بارش کا ٹہیلے راستہ میں  
 اثر ہوتا رہا سندھ۔ سندھ لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور حوضیں بن گئیں اور انہیں پانی اس جو  
 انتظام کے ساتھ پہنچنے لگا اب اسے ترن۔ فرش۔ گہریوں۔ اور مختلف قسم کے مقاسوں کو بھیجے انکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ  
 جو کبھی اس پہاڑ پر یا اس میں اترا تو قافلہ والو کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا انکو مختلف طرح پر اور ہر انداز میں منتقل کرتی رہی کہ  
 کوئی چیز نہ ٹوٹ گئی کہیں دھڑکی گئی۔ کہیں کوئی شے ٹکڑے کے اندر چلی آئی کہیں باہر نکلی خلاصہ یہ کہ دروں ہی برس کے زمانہ کے بعد یہاں تک



[illegible][illegible][illegible]

ف  
ابن حسن بن محمد بن  
کمال بن محمد بن  
داود بن حسن بن  
غیاث بن حسن بن

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

کی حقیقت سے آپ ناواقف ہیں بقول شخصیکہ ۵

آوردہ یہ ہے کہ جو شخص فرض کیجے کہ ایک گہڑی کی تمام چیزوں کی حقیقت دریافت کرنے سے بھی عاجز رہے اور اس کا غجز ظاہر ہو گیا ہو تو اس کو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس گہڑی دیکھ کر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بنانا والا ہے اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گہڑی ہی کو دیکھ کر بتلا سکتا ہوں کہ اُسکے بنانے والے کی کیسی شکل و صورت ہے۔ وہ سفید ہے یا سیاہ دراز قد ہے یا پستہ قد۔ موٹا ہے یا ڈبلا۔ سپیٹرا ح اور چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گہڑی دیکھ کر اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارنے ہوئے گئے گا یہی کہے گا کہ کیا تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی بیہودہ باتیں کہتا ہے۔ عقل کے پورے ذرا سمجھ تو بھی کہ اس گہڑی کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اُسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اُسکا بنانا جانتا ہے اور اُسکے بنانے پر سبکو قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس گہڑی کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے۔

اور اس کی شکل و صورت کسی سے محض کچھڑی کے دیکھ لینے کا تو ہرگز مقتضا نہیں ہو سکتا کہ اس سے یہ سب کچھ بھی معلوم ہو جائے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ تو اس کے تمام پروزوں کی بھی پورے طور سے حقیقت نہ جان سکتا۔ حالانکہ وہ ترے سامنے موجود ہیں تو پہلے بنائے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کے لئے جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے مانتا ہے اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے۔ یہ امر نہایت عجیب اور سرسبز ہے الضامی پڑتی ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارے گزیرے مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات کو دیکھ کر اس کے بنائے والے خدا کی حقیقت دریافت کر لیں گے بلکہ اس بات کو تو ہم بھی جانتے ہیں کہ محض کائنات کا دیکھ لینا اس خدا کی حقیقت پر دلالت نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس سے اس کی حقیقت ہمیں معلوم ہو سکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خاص آپ نے ذکر کئے ہماری عقلوں میں یہ نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہو سکے جو ان کے ساتھ موصوف ہو کر پائی جائے بلکہ ہماری عقلوں کو تو اس بات کا یقین ہے کہ ایسی کوئی شے نہیں پائی جا سکتی کہ جو ان خواص مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادہ جسم ہو۔ علیٰ ہذا قیاس اور خواص بھی کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں۔ تو اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اسے خیال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ بھرت اپنے خدائی ہیں کہ جن کو آپ پورے طور سے خیال نہیں کر سکتے اور کچھ بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔ اور صرف اس لئے کہ ان کے وجود پر دلیل قایم ہے ان کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین کر لینا کہ ایسی شے کا جو ان خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں قیاس بتیل سے ناشی اور اسی پر مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اس قول سے (کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں) نظر ہوتا ہے۔ پس آپ لوگوں نے جتنی مشاہدہ کیا ہے آپ قیاس کر کے یہ گمان کر لیا کہ ہر شے موجود کا ان خواص مذکورہ کے احدا کے ساتھ موصوف ہونا لازمی ہے۔ اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض ہر شے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ ہر اوقات یہ دلیل انسان کو دھوکا دینے لگتی ہے۔ اور یہی ہوتا ہے کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اس دوسری شے پر جو کسی امر فارق کے کہ جس کی اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہو سکتے اس وقت آپ لوگوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا ضروری لازم آتی ہے اور اس کے ماننے سے کونسا امر مانع ہے آپ لوگوں کا اس کی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالة کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح ان چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اس خدا کو قیاس کرنا کہ جسکی وجہ سے آپ نے یہ یقین کر لیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مخالفی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کیونکہ جو موجود ہے اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اسکی ضرورت کیا ہے اور کوئی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اس خدا کے وجود کو مان لیں تو اس کا جواب ہم سے سنے کہ وہ شے اس کے آثار قدرت ہیں کہ جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اس خدا کو جسم سے ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کر کے اس کا حکم دریافت کرنا قیاس بتیل کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔



مادہ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منزہ مانیں تو ہم کہیں گے کہ انکی اسلئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اس بات پر دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدا کے بھاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر ایسا ہی ہو گا تو اس میں مادہ کے خواص پائے جائیں گے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھہرے گا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اس کا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو کوئی ایسی دلیل مل جائے جسکے ذریعہ سے ہم اس خدا کی حقیقت تک پہنچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہنچ جانا اور اسکو دریافت کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدا کے بھاء غایت درجہ کی عظمت والا ہے اور انسانی عقول کا ادراک انکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمارا ادراک کی حیثیت سے یہی ہیں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے تک کہ جو انتہا درجہ عالی اور با عظمت ہو انکی رسائی ہونا ناممکن ہے اور انکی شریعت سے انکو سمجھا دیا ہے کہ اس خدا کی جانب سے انکو اسقدر اس کی معرفت کی تکلیف دی گئی ہے جہاں تک کہ انکے آثار قدرت سے پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لینا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہے۔ ذی قدرت ہے۔ صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جنکا کہ پیشتر ہم ثبوت سے چکے ہیں اور ان کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہے اور ان کی شریعت نے خدا تعالیٰ کے لئے بعض ایسے صفات کے اعتقاد کرنے کی بھی تکلیف دی ہے کہ جنکے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قائم ہے۔ اور ان کی نفی پر اسلئے شریعت محمدیہ نے خود وہ صفات انکو ہٹا دیے ہیں پس انہوں نے اس کا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی حقیقت میں خوض و بحث کرنے سے شریعت نے ان کو منع کر دیا ہے اسلئے کہ وہ انکے ادراک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ کہیں اسکو وہ اپنی عقلوں میں جیسا کہ وہ واقع میں ہے انکے خلاف نہ خیال کر لیں اور ہر قابلِ ذہن و عقل میں جا پڑیں اور خلاف واقع کا اعتقاد کرنے لگیں چنانچہ بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو یوں کہا ہے (کہ جو چیز تیرے (یعنی انسانی) دل میں آئے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ اس کے خلاف ہے)

پھر سنئے جیسے کہ یہ خدا انتہا درجہ کی عظمت کے لئے والا ہے اسی طرح اس کے اعمال بھی غایت درجہ کے عظیم ہوتے ہیں اور یہ بات اسی کائنات اور ان عجائب و غرائب میں جو ہمیں پائے جاتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ان عجائب میں سے قدرے قلیل ہم بھی پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ اور اب اس کو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ انکی مصنوعات میں سے بکثرت اشیا کے سمجھنے اور ان کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز ہیں گو اسکو پہلے بھی ہم نے بیان کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بیان کئے دیتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ میں یہ کہتے ہیں کہ حرکت کہربانی کیجانہ منتقل ہو جاتی ہے اور قوت کہربانی حرارت کی جانب اور حرارت روشنی کی جانب۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی وسعت میں ہے کہ اشیا نہ کورہ بعض بعض کیجانہ کیونکر منتقل ہو جاتی ہیں اور پھر ہم کہہ کر کیا آپ کسی عبارت سے جس کو آپ نے سمجھا ہے



بیان کر سکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو کبھی معلوم ہو جائے پس تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ ہمیں سے کچھ بھی آپ کی وسعت میں غایت سے غایت آپ یہ کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوتے ہیں لیکن اس تغیر کا شغل کر دینا اور افہام کا اس کی حقیقت کو دریافت کر لینا پہر پہلے اور دوسرے انتقالات میں اسی طرح دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کر دینا ذرا کام رکھتا ہے کچھ آسان نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ اُسکے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز نہیں ہیں جب اس خدا کی مصنوعات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جنکی نسبت آپ لوگوں کا عجز ظاہر ہو چکا ہو تو پھر ہمیں آپ کو تعجب ہی کیا ہو سکتا ہے اگر آپ اسباب کو تصور نہ کر سکیں کہ اس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکر پیدا کر دیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ کر سکتا اس شے کے لئے نفسہ معدوم ہونے پر یقین نہیں بن سکتا جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائے یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کسی وجہ سے موجود ہو جائے کیونکہ جتنی چیزیں ہم نے مشاہدہ کیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہوگی ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکا ایسا وسط ہم اُسکے محال ہونے کا حکم کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہونے کے مشاہدہ نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسی کو عدم محض سے کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اس کی قدرت نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت حکم لگانا بھی قیاس تمثیل ہی پر مبنی ہے جو کہ قطعاً غلط نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات سخت غلطی میں ڈال دیا کرتا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدرت پر خدا کے علم کو اپنے علم پر خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر قیاس کر لیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو حد درجہ زیادہ دیکھ لیجئے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

پہلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا نے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے اس فرق کا کچھ نہ کہنا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علم کیا میں بڑے فضل و کمال کی لگتے ہیں لیکن آج تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر کی تحلیل کر لیتے۔ یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جس میں کہ زندگی کے تمام خواص پائے جاتے اور جانداروں کی سی اس کی صورت ہوتی زبان و دونوں بسیط امروں کے بنائے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپ کا قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں تو کیا اس کے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اس خدا کے قاصر کی ذات پاک پر اور اپنے اعمال کو اس کے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علاوہ میں اگر آپ غور سے کام لیں اور اپنے اعمال کو صواب تو آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں ان میں بھی آپ کا حقیقی فعل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلاں معدن کی جو شے عناصر کی تھیل کر رہے ہیں یا فلاں مرکب کو دو یا زیادہ عناصر سے ترکیب دیتے ہیں تو اس کو دیکھیں۔ آپ کو بات ظاہر ہو جائیگی کہ آپ نے تحلیل یا ترکیب میں انہیں اسباب سے کام لیا جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور انہیں کو جاری کر دیا جن پر

مہ یعنی ہر عنصر کی تحلیل کر کے نئے ذرات بسیط نکال دیتے مثلاً آئینہ کو تحلیل کر کے اُسکے ذرات بسیط نکال دیتے ۱۲





اور یہیں سے آپ لوگ یہاں تک پہنچ جائیں گے اور سمجھ لیں گے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت صانع ہے اور عالم میں کوئی شے اندھا دھند ضرورت کی وجہ سے بلا ارادہ موجود نہیں ہوتی۔ اور جب آپ کسی ایسی چیز کو دیکھیں گے کہ جس کی حکمت آپ کو ظاہر نہ ہو تو بجائے اسکے کہ آپ اسکو تمام کائنات کی بلا حکمت اور بغیر کسی ارادہ کے پیدا ہونے کی ذیل ٹھہرائیں اور اسکو خالق عالم کے وجود سے انکار کرنے کا ذریعہ بنانے کے بجائے ہوں آپ یہ کہیں گے کہ اتنی بے شمار حکمتیں جو ہم کو ظاہر ہو چکی ہیں ان پر قیاس کر کے ہم کو بھی حکم لگانا چاہئے کہ اس شے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے کہ جو ہم سے مخفی رہ گئی۔ اور سب بارہ میں جو شے آپ لوگوں کی عقلوں کو تکلیف بخشنے لگی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس خدا کی عظمت اور کائنات میں جو اسکے بڑے بڑے اعمال ہیں ان کی عظمت کا تصور کریں اور ان بے شمار حکمتوں کے علوقہ کو دیکھیں کہ جن پر آپ کو اطلاع حاصل ہو چکی ہے اسکے بعد یہ بھی بخاطر رہیں کہ انسانی عقلیں خدا کے لئے اسکے اعمال اور حکمتوں کے اعتبار سے نہایت ہی قاصر ہیں اور ان کا ادراک اسکے مقابل میں کسی شمار میں نہیں اور نہ کچھ ہستی رکھتا ہے۔

اب بعد اسکے کہ میں آپ لوگوں کے ان تینوں شبہوں کو باطل کر چکا ہوں چاہتا ہوں کہ ایک مثال ذکر کروں جس سے کہ ان شبہوں کی طرف ذہن منتقل ہونے میں جو آپ کو دھوکا ہو گا ہو گیا ہے وہ بھی ظاہر ہو جائے۔

پس آئیے اہل سائنس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ذرا تکلیف فرما کر ان کیڑوں میں جو کہ بذریعہ مائی کراسکوب (میکرو سکوپ) کے ایک ذرات قطرہ میں ہزاروں اور لاکھوں ہی لفظ کرتے ہیں غور کریں کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کیڑے باوجودیکہ ان کی رہنمائی قائم رکھنے کے لئے جہتہذا دراک کی ضرورت پڑ سکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے ہیں انکے کیا افعال ہیں۔ اسکے سننے۔ دیکھنے۔ چمکنے۔ اور چھو کر دریافت کرنے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ غذا کیونکر حاصل کرتا ہے۔ اسکے اعضا غذا کیا کیا افعال کیا کرتے ہیں اور ان خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اسکے خیالات اور اوراکات کے بارہ میں دماغ سے کیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ یہی طرح یہ کیڑے کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ خالی کلیں کن اصول پر بنتی ہیں کیونکر اپنا کام انجام دیتی ہیں مختلف قسم کے کیڑے انسان کی طرح بنا کر تیار ہے اسکی اشیاء خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں یہی طرح اسکی تالیفات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فونوگراف۔ ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اسنے انکو کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ کوسے اور باقی معدنیات کو اسنے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اس سے ایسے عجیب و غریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور گلوں کے ہر ہر پرزے میں کیا حکمت مد نظر رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ کیڑے ٹیلیگراف کی بیویں کو دیکھیں جن پر کہ تار لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہو سکتے ہیں اور اس پر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری گلوں کو سمجھ سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بیویں اور لوہے کے تاروں کے جو پھر گئے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر انکو اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے انہوں نے انسان کے وجود اور اس کی عظمت پر استدلال کر لیا اور اس کے بکثرت اعمال اور اسکے عمل کرنے کی کیفیت ان پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے اسکی مصنوعات کی

انسانی عقل  
کو ان کیڑوں  
کی عقل سے  
بہت زیادہ  
تسلیم کرنا  
پڑتا ہے

بہت سی حکمتیں بھی دریافت کر میں اور اس سے انہوں نے اس بات پر استدلال کر لیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیڑوں میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہو گا کہ میں اسے سے اور اک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اس کے اعمال کی عظمت اور اسکی حکمت کی وسعت کے مقابل میں نہ کرنا بھی نامناسب ہے اس کی حقیقت کے اور اک کر لینے کا دعوے کر سکتا ہوں مجھے اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اس کے وجود اسکی قدرت اس کی حکمت کا یقین کر لوں اسلئے کہ میں نے اس کے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اسکی مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اس کے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کروں اور محض اسوجہ سے کہ میری عاجز فکر اس کا تذکرہ نہ کر سکی اس کے وجود سے انکار نہ کروں۔ اور جب میں اس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھ پر ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اسکی حکمت دریافت کرنے سے اپنے عاجز رہنے کا اقرار کروں کیونکہ اس کے اعمال کی کثرت حکمتوں سے اسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور ہمیں کوئی حکمت ہے لیکن وہ میری فہم قاصر پر مخفی رہی ہے پس یہ کیڑے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ ان کے اوپر تار لگے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب سہتوں میں بغیر کسی حکمت اور فائدے کے بارش اور آفتاب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں کوئی حکمت مد نظر رکھی گئی ہو گی اگرچہ وہ ہم پر مخفی ہے۔

پس اسے اصل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اس خدا کی عظمت اس کے اعمال کی عظمت اور اس کے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان مانکر اسکو بی کیڑوں کے ادراکات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اس کے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اس کے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی خداوندی عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپ کو نہایت عظیم خیال کرنا اور اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گروہ میں سے ایک گروہ اور متدع فرقہ (معتزلہ) کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدائے تعالیٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اس کے خلق کے بارہ میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور اس پر بھی مختلف احکام کی تعمیل کو واجب ٹھہرانے لگے۔ چنانچہ وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے دلائل کا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہے کہ خدا کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مانکر اسکو بی کیڑے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہاء پر حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خدائے پاک وہی ہے جسے کہ انہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ انکا اور ان کی جانوں کا علی الاطلاق مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی ملکوت چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ملکوت میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کھے لیکن اس کی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ لینے حالانکہ ان میں ان مانکر اسکو بی کیڑوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور پھر وہ اسے آگ میں ڈال دے

سینا  
سینا  
سینا  
سینا



جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے جو کہ ایک قطرہ میں بسا اوقات لتے ہوئے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہوئے  
سب کے سب بالکل نیست و نابود اور ہلاک ہو جائیں تو کیا اس موقع پر کسی کے دل میں یہ بات گزر سکتی ہے کہ اس بادشاہ نے کسی  
امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان بچارے حیوانات پر ظلم کیا اور کیا کوئی اس بادشاہ سے اس بارہ میں مناخعت  
کر سکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز ان تمام جانداروں کا جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تھا۔ میرے نزدیک تو اس بارہ میں  
بادشاہ سے سوائے اُس شخص کے جو کہ خطی اور ایسے امور سے ناحق تعرض کرنے کا عادی ہو چسب کہ اُس کا کوئی بھی ساتھ  
نہ دے اور کوئی مناخعت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے فضل اپنی رحمت اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو بیشمار  
نعمتیں دے کر بالا مال کر دیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں دینا بطور وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض اُنکی مہربانی اور احسان ہے  
یہاں تک کہ اگر وہ نعمتیں نہ دیتا اور بجائے اسکے طرح کی محبتیں اپنے تسلط کر دیتا تو یہ فعل بھی اُس کی جانب سے مستحسن ہی  
شمار ہوتا اسلئے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے مناخعت کرنے کا کسی کو حق نہیں جو چاہے سو کرے اور جو اس کا ارادہ  
ہو وہ حکم کرے۔

پس اے اہل سائنس بعد اسکے کہ حق آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ کے وہی تباہی شبہ ساقط ہو گئے تو آپ کو چاہئے کہ  
جب آپ کے نفوس آپسے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے مناخعت کریں آپ نے کبھی سمجھا کہ ہماری انسانی تخلیق  
اس امر سے بالکل قاصر ہیں بلکہ اُسکی اُسی قدر معرفت کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود  
ہے اور نیز تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپ کے  
نفوس اس بات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُسے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کر دیا تو آپ نے کبھی سمجھا کہ ہم نے خدا کے تمام  
اعمال کو تو جانا نہیں اور نہ یہ کہ وہ ان اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں اور بہت سی چیزوں کو ہم نہیں سمجھ سکے وہاں یہ بھی سہی  
اور ہم لوگوں کا تصور نہ کر سکتا اسکا مقتضی نہیں ہے کہ ہم اسکا انکار کریں۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز  
آئے کہ جس کی حکمت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ کو یہ کہہ دینا چاہئے کہ عالم کا بنانے والا حکیم ہے کیونکہ اُس کی مصنوعات  
میں بہت جگہ ہم دیکھ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم کو بھی  
حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھ سکتا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے  
کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرے سے انکار کریں اور اُنہ صاف صاف ضرورت کو مان لیں کہ اُسی سے  
سب چیزیں ہوجاتی ہیں خدا ہم کو اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی کرے جس سے آخرت میں نجات ملے۔ آمین۔

اے اہل سائنس یہاں تک تو میں نے آپ کے ساتھ عالم اور اُس کے تمام تنوعات کے حدوث ثابت کرنے میں گفتگو کی  
اور اس پر دلائل قائم کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جس نے عالم کو عدم سے ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام اُن صفات کے ساتھ جو حکم  
ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے اور نیز آپ کے بہت ہی مشہور مشہور کا جواب دیا اب آپ کے بیان کردہ مذہب  
میں سے چند چیزوں میں اور گفتگو باقی ہے اور گفتگو چارہم سلسلوں پر مشتمل ہوگی۔  
پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم میں سے خواہ سداوی ہوں یا ارضی تمام اشیاء کے حادث ہونے کا طریقہ نشو و نما ہے یعنی پہلے

میں نے اس میں  
دلیل کے ساتھ بیان  
کیا کہ عالم کو خدا  
کی نسبت بنانے  
کا طریق اس کا  
ہی ہے اور نہ اس  
میں کوئی اور  
دلیل کے ساتھ  
اور نہ کوئی بات  
کہ اس سے





وارد ہونے کا یقینی طور پر علم حاصل ہوتا ہو قطعی طور پر ثابت ہو۔

اور مشہور وہ ہے جس کا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے جسے کہ قلب کو اس کے وارد ہونے کا  
اطمینان حاصل ہوتا ہو قریب قریب یقینی کے ہو اور اس کا مرتبہ گمان غالب سے بڑھا ہوا اور یقین سے کچھ گھٹا ہوا ہے پھر  
متواتر اور مشہور میں سے ہر ایک یا تو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو گا جس کے سوا کسی اور معنی پر دلالت کرنے کا اس میں احتمال  
ہی نہ ہو پس وہ کسی دوسرے معنی کی طرف نہیں پہنچا جاسکتا اور اس میں تاویل نہیں ہو سکتی یہ قسم شریعت میں جتنے مقامات  
پر کہ وارد ہوئی ہے ان میں سے کہیں بھی کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے معنی کی مناقض نہیں واقع ہوئی اس قسم کا نام ہم  
متعین المعنی رکھے لیتے ہیں اور یا مشہور اور متواتر ایسا ہو گا کہ اول نظر میں گو ایک خاص معنی پر اس کی دلالت ہو لیکن نہیں  
کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو اگرچہ وہ کسی قدر بعید ہی ہو قیسم شریعت محمدیہ میں کہیں کہیں اس طور پر بھی واقع ہوئی  
ہے کہ قطعی دلیل عقلی اس کے ظاہری معنی کی مناقض ہے اس کا نام ہم ظاہر المعنی رکھے لیتے ہیں۔ پھر سننے کے شریعت  
محمدیہ میں نص متعین المعنی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اس کے وارد ہونے اور اس کے معنی متعین کی تصدیق کرنا ضروری  
ہے اور اس کے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اس کے معنی کی تکذیب کرنا موجب کفر ہے یعنی اسلامی بن سے خارج ہونے  
کو مستلزم ہے اس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ وہیں تاویل کا احتمال  
ہی نہیں اور نہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کی مناقض ہے یہاں تک کہ اس کی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر وہ نص متعین  
مشہور ہے تب بھی اس کے وارد ہونے اور اس کے معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اس کے  
معنی کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں شمار ہوتا ہے اس کی تاویل کرنا اور اس کو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اسی  
دلیل سے ناجائز ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اس کے  
وارد ہونے اور اس کے ظاہری معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اس کے معنی کی ہلکائی تاویل کے  
تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے ظاہری معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اس کی تاویل کرنا بھی جائز  
نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اس کے ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی جانب اتھالی طور پر پھیر دینا  
اور اس کی تاویل کرنا ایسے طرح پر کہ اس میں اور اس امر میں جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے ہوا نقض ہو جائے۔ اور اگر نص ظاہر  
المعنی مشہور ہے تو اس کا حکم بھی نص ظاہر المعنی متواتر کا سلب صرف فرق اتنا ہے کہ اس کے وارد ہونے سے انکار کرنے سے  
یا اس کے معنی کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم آتا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ نص متعین المعنی متواتر  
اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جس کے مناقض عقل میں کوئی امر پایا جائے اور نہ اس کی تاویل ہی جائز  
ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو یا مشہور ان میں سے بھی کسی کی تاویل کرنا اور اس کے ظاہری اور متبادر معنی سے کسی دوسرے  
معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اس کے ظاہری معنی کے خلاف قائم ہو جائے  
اس وقت بیشک اس کی تاویل جائز ہے کیونکہ اس کے متبادر معنی کے اعتقاد پر جمے رہنا اور اس امر کو جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے  
کتنی ہے چھوڑ دینا اصل اور مبادی کو گمراہی دینا ہے اور اصل عقل ہے جس سے کہ اس رسول کی جسے کہ یہ تمام انصوص شریعت میں

رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم اس رسول کے دھوسے رسالت میں صادق ہونے پر کس قدر لالہ ہو سکتے  
پس جب یہ اہل ہی ہندم ہو جائیگی تو فرج کا بھی لا محاذ انہدم ہو جائیگا۔ پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا عقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا  
سچ ہے اور یہ خلاف مقصود اس کے ہر نص ظاہر المعنی کا بلکہ کوئی قطعی عقلی دلیل اس کے مناقض ہو ہی حکم ہے یعنی اس میں تاویل کی جائیگی  
اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی اکثر اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی  
میں آیت لا یكلف اللہ لنفساً الا و سہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح مقاصد اور واقف میں بھی ہے)

مثلاً قرآن مجید میں سکندر زوال القرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجد ما تعرب فی میں چشمہ یعنی یہاں  
تک کہ جب (سکندر زوال القرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اسے ایک دلدل والے چشمہ میں ڈوبنا پڑا۔  
پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ ڈوبا کرتا ہے پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری  
معنی کے خلاف اور مناقض نہ قائم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں ہی متنازع اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اس کی تاویل  
جائز نہ ہوتی اور اسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نے اپنے ظاہری معنی سے اس بات پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے  
چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اس بات پر قائم ہو چکی  
ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں  
محال ہے اور علاوہ اسکے اس بات پر بھی عقلی قطعی دلیل قائم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اسوقت اس  
نص کی احتمالی طور پر تاویل کرنا اور اسکا اس کے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب ہے یوں تو اندہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے  
لیکن مثالیوں کہا جائیگا کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ مطلب ہو کہ زوال القرنین جب مغرب کے شہروں میں سے اس  
مقام پر پہنچا تو اسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب ایک دلدل والے چشمہ میں غروب ہوا ہے کیونکہ جو شخص کسی  
بلاد کے سواہل پر آفتاب کی جانب نظر کرے گا تو اس کے خیال میں ہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جواں بلاد کو گھیرے ہوئے  
ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کچڑ اور تاریکی بھی بکثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گری بھی بہت ہے اور یہ اس  
جانب اشارہ ہے کہ زمین کے مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھیرے ہوئے ہے خواہ ہم اسکو مغربی افریقہ کا کنارہ کہیں  
یا مغربی امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقتہً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب ہوتا ہے (یہ تاویل  
تفسیر رازی، جلالین، اور تفسیر کواش سے ماخوذ ہے جیسا کہ اسکو شیخ مرعی البھنبلی نے کتاب عجائب الخلق و قات میں نقل کیا ہے  
اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہہ دیا ہے کہ آفتاب حقیقتہً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹہر کاٹنے بات ہے  
اور ائمہ فہمی کے بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی تہمتوں سے بالکل مبرا ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع کرنے  
کے اور کوئی صورت باقی نہیں ہے ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)

اور اس طرح ہر تو لوگ بول چال میں کہا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دریا میں ڈوبتے ہوئے پایا اور  
فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے نیچے۔ یا فلاں داوی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا اسالانکہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ  
ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ

فصل فی اثبات خبر  
بہر صحت  
تقریباً بیستم  
کی تاویل کی جائیگی  
کہ عقلی قطعی  
معنی عقلی قطعی  
کے خلاف ہے

بیان کر دیا جائے۔

لیکن جب کوئی عقلی فیصلہ قطعی یعنی قطعی دلیل شریعت کی کسی نص کے متنازعہ معنی کے منافی واقع ہو تو اس نص کی تاویل کرنا اور اسکو متنازعہ معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی طرف راجع کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس کے ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا اور اسکو اپنی حالت ہی پر پاتی رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ دلیل خود ضعیف ہے اس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر تو قطعی ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہو سکتی ہے جو اپنے مدلول یقینی طور پر دلالت کرے اور اس میں اپنے مدلول کی یقینیت کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور قطعی دلیل عقلی اس سے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر رجحان کے ساتھ دال ہو اور اس میں مدلول کی یقینیت کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اس پر اعتقاد نہیں کیا جاسکتا آئی دلیل عقلی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہری معنی کے معارض بھی نہیں ٹھہر سکتی اور یہ اس دلیل عقلی کی وجہ سے نص کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرنا ہی جائز ہے۔

پھر شریعت مجہولہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جن کے لئے وہ شرایط جن سے کہ وہ متواتر یا مشہور کے درجہ کو پہنچ سکتی ہیں کمال طور پر نہیں پائی جاتیں اس لئے ان کے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد ہے جو بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اس پر وجہ اعتقاد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں فقط ظن کافی ہوتا ہے لیکن اسلامی مقدمات کے بارے میں اس پر استدلال اعتقاد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے وارد ہونے کا ثبوت قطعی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اس لئے اس کے شریعت میں وارد ہونے یا اس کے معنی کا منکر کا قرینہ نہیں سمجھا جاتا۔ (چنانچہ اصول کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتقاد اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عبادت کے بارے میں ان پر اعتقاد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے معارض نہ ہو اس کا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر مشہور کے انکار کرنے تک ثبوت پہنچ جائے خدا پناہ میں رکھے)

ہاں جب خبر آحاد کے ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جن سے اس کی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اس سے حاصل ہو سکے اس وقت البتہ اسلامی مقدمات میں بھی اس پر اعتقاد کیا جاسکتا ہے جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر اعتقاد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصد وہی ہے اور کا بیان کرنا ہرگز ایسا ہے جس سے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کی جانب ہدایت ہو۔ اس کے موجود ہونے اس کے صفات کمال کے ساتھ متعین ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اس کی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اس کے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جائے جس سے کہ معاش کا انتظام درست ہو۔ معاد اور عاقبت کی خوبی حاصل ہو جائے۔ سب علوم کائنات (طبیعیات وغیرہ) کے مباحث اور ان کا بتلانا جس سے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو اخلاقی یا سماوی اعتبار میں قائم ہیں اور اسی طرح کے اور امور۔ پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ سارے مباحث اس قسم

عہ البتہ بلا دلیل شرعی یا انکار وجہ ترک واجب کے موجب محصیت ہوگا۔ ۱۲۔

اس امر پر غور فرمائیے  
یہاں پر ذکر کیا گیا مقصد  
خلق خدا کو خدا کی معرفت  
کی جانب ہدایت ہے  
اور اس کے شکر ادا کرنے کی  
کیفیت سے آگاہی ہے  
اور ایسے احکام پر واقفیت  
حاصل ہو جائے جس سے کہ  
معاش کا انتظام درست ہو۔  
معاد اور عاقبت کی خوبی  
حاصل ہو جائے۔ سب علوم  
کائنات (طبیعیات وغیرہ) کے  
مباحث اور ان کا بتلانا  
جس سے کہ عالم کے پیدا  
ہونے کی کیفیت اور وہ  
قوانین قدرت جو اخلاقی یا  
سماوی اعتبار میں قائم  
ہیں اور اسی طرح کے اور  
امور۔ پس اس قسم کی  
چیزیں شریعتوں کے مقاصد  
میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ  
سارے مباحث اس قسم

کے معلومات ہیں جنکو سمجھدار لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کہی تو ان سے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کئی محض اُن کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور کی جانب اول تو مقصودِ حیات کی حیثیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور نہ اُن کی تفصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کہی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو اس قدر ذکر کیا کرتی ہیں جتنے کہ اُن کے مقاصد میں دخل ہوتا ہے چنانچہ اُن میں مثلاً مختلف آسمان و زمین کی پیدائش کا اُن کو عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انواع مخلوقات کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدریج کا اُن کے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدائے عالم کے وجود پر اُن کے علم۔ قدرت۔ اور حکمت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بن جائے۔ اور کہی کسی مقتضایہ کو جو سے کہ جس طرح اُن کے مقاصد ہی کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدموں کو سمجھ لیا تو اب سنئے کہ شریعتِ محمدیہ میں جو خصوص متواترہ یا مشہورہ اس قبیل کی وارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدائش اور اُس کے انواع میں متنوع ہونے کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ صرف ایسی خصوص ہیں جنہیں کہ پیدائش اور اُن کی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وجہ اُن کی وہی ہے جو ہم نے آپسے بیان کی کہ اس قسم کی اشعار شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہوا کرتیں لیکن ان مباحث میں سے شریعت میں اس قدر ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چارہ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب اُس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ وہاں تھا پس اُسے اُس کے سات آسمان بناوے (یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب اُس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ پانے کا بخار تھا جیسے کہ تفسیرِ جلالین میں مذکور ہے) اب پروردانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چارہ دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی سے کسی دلیل کے ساتھ متسلک کرتا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں یعنی وہ مدت زمانی مقدار میں ہمارے چارہ ایام کے برابر تھی کیونکہ اس وقت تو نہ آفتاب ہی تھا اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آخرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے (ایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ دراق کی مباحثِ فکر میں موجود ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح میں پچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین اور اُن کے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لحظہ سے بھی کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کی قدرت کے عظیم ہونے کے دلائل قایم ہو چکے ہیں اور اُسے جو صرف چارہ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا انہیں بھی ضرور کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق ایسی حکمت بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدائش کی کیفیت رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو پہونچا کر انہیں سکھائے کہ جلدی کرنے سے ٹھہر کر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کیوں نہ معلوم کہ جلدی کرنے سے بھی وہ غلطی سے محفوظ رہے گا۔

شرعی دلائل سے  
مذکورہ بالا بیان  
اور شریعت کے مطابق  
کہ یہ دن ہمارے  
ہزار برس کے برابر  
ہوتے ہیں

انہیں مخصوص میں سے ایک نص میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان اور زمین پہلے پوسٹہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو شگافتہ کر دیا پھر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض نے اس نص کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ دونوں بالکل ایک شے متصل واحد کی طرح تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جدا جدا کر دیا اور آسمانوں کو وہاں تک بلند کیا جہاں کہ وہ اب ہیں اور زمین کو اس کی جگہ پر رہنے دیا (اسکو عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے ایسے ہی عطار و ضحاک اور حسن سے بھی منقول ہے اور یہی سعید بن جبیر و قتادہ کا قول ہے۔ جیسے کہ حالیہ کے حاشیہ جمل اور کلام رازی سے ماخوذ ہوتا ہے اور رازی نے اسکو وجہ تاویل میں سب سے اولیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر سورہ انبیاء میں انہوں نے بیان کیا) اور بعض نے اس کی دوسری بھی تفسیر کی ہے۔

اور بعض پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص شریعت سے یہ سمجھے ہیں کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی لیکن وہ بھی ہوئی یعنی پہلی ہوئی اور دودو ہاش کے قابل نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب متوجہ ہوا اور وہ آسمان تک ایک دھواں تھا۔ جو اسکے قبل پیدا ہو چکا تھا پھر اس کے ساتھ آسمان بنا دئے اسکے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پہلا کر دودو ہاش کے قابل بنا دیا اور جو اس امر کا قائل ہوا اس نے اس نص کی جس کا ظاہر اسکے خلاف تھا تاویل کر دی اور بعض یہ سمجھے کہ سب آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور جس نص کا ظاہر اسکے خلاف معلوم ہوا اس کی انہوں نے تاویل کر دی۔ سورہ فصلت کی تفسیر میں جمل نے اسکو خطیب سے اور خطیب نے رازی سے نقل کیا ہے پھر اسکے بعد میں نے (مصنف حمید یہ نے) انہیں آسکو دیکھ بھی لیا۔ اور سمارے میں ہر ایک نے ایسا طرز اختیار کیا ہے جو شریعت محمدیہ کے اصول کے موافق ہے۔ شریعت کی مخصوص مذکورہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کیا اور انہیں آسمان دنیا (یعنی اس آسمان کے لئے جو زمین سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہے) زمین بنا دیا پس بعض نے تو یہ کہا کہ وہ آسمان میں حصے ہوئے ہیں (یہ جمہور مفسرین کا قول ہے جیسا کہ حواقی کی مباحث الفکر میں منقول ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ وہ آسمان سے نیچے زمین و آسمان کے درمیان ہیں (اسکو سورہ نمبر کی تفسیر میں قاضی ضہاجی نے اپنی تفسیر کنز الاسرار میں مکی سے نقل کیا ہے اور بیہجتہ النفس کے مصنف نے دہب سے نقل کیا ہے اور قرانی نے اپنی کتاب مختصر الہدیت النبیۃ میں مفسرین اور ائمہ علاوہ اور علما کی کثیر تعداد سے نقل کیا اور ایسا ہی شیخ مرغی اچھنبلی مقدسی نے اپنی کتاب محاب الخلق میں بیان کیا اور ایک احادیث بھی نقل کی ہے جو اس امر پر دل ہے اسی طرح اس حدیث کو ابو جعفر محمد بن عبد اللہ کسائی نے کتاب الملوک میں ذکر کیا اور رازی نے تو کعب سے نقل کر کے سورہ القدر کی تفسیر میں اس امر کو تصریح کیا کہ دیا کہ آفتاب آسمان دنیا سے نیچے ہی ہے) اور ان کا (ستاروں کا) آسمان دنیا کے لئے زمین ہونا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ آسمان میں گرے ہی ہوئے ہوں کیونکہ جائز ہے کہ اس کی زمین ہم لوگوں کے دیکھنے کے اعتبار سے ہو اگرچہ ستارے نیچے ہی جھوں نہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کہ (اللہ نے) چاند کو ان میں (یعنی آسمانوں میں) نور بنا دیا ایسی تاویل کریں۔





گنجائش نہ رہے (لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے) اور پیروان محمد علیہ السلام کی عقلیں انکو مان لیں تو اسوقت بیشک یہ لوگ اس کے قائل ہو جائیں گے یعنی اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اس سے ستاروں اور زمین کو اسی کیفیت سے جسکو کہ آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور قوانین قدرت چکے کہ آپ لوگ عالم کی پیدائش کے بارے میں قائل ہیں وہ محض ان کے نزدیک اسباب عادی ہیں ذاتی طور پر ان میں کوئی بھی تاثیر نہیں جیسا کہ وہ قوانین قدرت جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کائنات کی پیدائش کے لئے مقرر کیا ہے۔ پس نہات مثلاً درعیہ پانی روشنی۔ اور مٹی کے بجاتی ہے اور نہات کے پیدا کر دینے میں انکو ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ہاں اس کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت ان کے مسببات کو بھی پیدا کر دیا کرتا ہے اور اسوقت یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئے ان میں سے کوئی بھی اس طریقہ پیدائش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔

بہر حال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار خود بخود کھڑے ہو کر ہر استدلال کرتا ہے۔

اب اس میں جب آپ اسلامیین کو قبول کر لیں اور اس امر کے معتقد ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ماوہ حادث ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر پر دلیل قائم کر دی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کر لیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کے لئے اسکا بیان آئندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا بننا اور پھر اس سے ستاروں اور زمین کا جدا ہونا اس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائے تب بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے اور نیز اس کے موافق جیسا کہ اسے شریعت کے بعض علماء سمجھتے ہیں اپنے اعتقاد کی تفسیر کریں پس اسوقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم کا مادہ پیدا کیا اسیکو مادہ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اسے دھان مٹی دھوئیں سے موسوم کیا ہے جسکی تفسیر علمائے پائینکے بخار کے ساتھ کی اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر منقسم تھیں جو خلا میں منتشر ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو علیحدہ کیا یعنی مادہ آسمان کو اس مادہ سے متمیز کر لیا جس سے کہ اس کا ارادہ آفتاب۔ ستارے اور زمین بنانے کا تھا اور اوفتق کی تفسیر میں ابن عباس اور ان کے ساتھیوں سے جو کچھ منقول ہے اسیکے موافق یہ تقریر حل ہو سکتی ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے) اس کے بعد مادہ آسمان کو اسے اشعار مذکورہ کے مادہ کے اوپر اٹھایا پھر اسے آفتاب بنایا اس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا (یہ تقریر ان کے قول کے موافق ہو سکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کو اکب کیمار کا نام ہے یعنی اس خلا کا جس پر کہ وہ کو اکب (ستارے) دورہ کرتے ہیں) لیکن زمین جسوقت جدا ہوئی تھی وہ اسوقت پہلی مٹی نہ تھی مٹی اس وقت پہلی مٹی نہ تھی کہ بود با قابل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دھواں ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے ذرے ہیں جو تمام خلا میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اسے اس کے سات آسمان بنا دئے۔ اور آسمان دکھلائی نہیں دیتا اور جو کچھ نظر آتا ہے یہ کہ ہوا ہے (یہ تقریر ابو بکر بن عربی کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے) پھر اس کے بعد اسے زمین کو پیدا دیا یعنی اسکو بود و باش کے قابل بنا دیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب عادی اسباب ہیں اور ان میں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالیٰ نے چہرہ دن کے ساتھ موسوم کیا ہے تاکہ

فست  
اب اس میں جب  
اسلامیین کو قبول  
معتقد ہو جائیں  
تو وہ عالم کے  
پیدا کرنے سے  
ماوہ حادث ہوا ہے  
جیسا کہ میں نے  
بیان سابق میں  
آپ لوگوں کے لئے  
اس امر پر دلیل  
قائم کر دی ہے  
اور نیز اس امر  
کا اعتقاد کر لیں  
کہ سات آسمان  
موجود ہیں جیسا  
کہ آپ لوگوں کے  
لئے اسکا بیان  
آئندہ آتا ہے  
اور آپ لوگوں  
کے نزدیک  
آفتاب کا بننا  
اور پھر اس سے  
ستاروں اور  
زمین کا جدا  
ہونا اس طریقہ  
پر جسکے کہ  
آپ لوگ قائل  
ہیں قطعی  
دلیلوں سے  
ثابت ہو جائے  
تب بھی آپ  
لوگوں کو ممکن  
ہے کہ شریعت  
محمدیہ کی ان  
نصوص کے  
موافق جن پر  
کہ اعتقاد  
کیا جا سکتا  
ہے اور نیز  
اس کے موافق  
جیسا کہ اسے  
شریعت کے  
بعض علماء  
سمجھتے ہیں  
اپنے اعتقاد  
کی تفسیر کریں  
پس اسوقت  
آپ لوگ یوں  
کہہ سکتے  
ہیں کہ اللہ  
تعالیٰ نے  
پہلے عالم  
کا مادہ پیدا  
کیا اسیکو  
مادہ آسمان  
کے ذکر کرنے  
کے وقت اسے  
دھان مٹی  
دھوئیں سے  
موسوم کیا  
ہے جسکی  
تفسیر علمائے  
پائینکے  
بخار کے  
ساتھ کی  
اور یہ وہی  
چھوٹے  
چھوٹے  
غیر منقسم  
تھیں جو  
خلا میں  
منتشر  
ہیں پھر  
اللہ تعالیٰ  
نے آسمانوں  
اور زمین  
کو علیحدہ  
کیا یعنی  
مادہ آسمان  
کو اس  
مادہ سے  
متمیز کر  
لیا جس سے  
کہ اس کا  
ارادہ  
آفتاب۔  
ستارے  
اور زمین  
بنانے کا  
تھا اور  
اوفتق کی  
تفسیر میں  
ابن عباس  
اور ان کے  
ساتھیوں  
سے جو کچھ  
منقول ہے  
اسی کے  
موافق یہ  
تقریر حل  
ہو سکتی  
ہے جیسا  
کہ ابھی  
گزر چکا  
ہے) اس کے  
بعد مادہ  
آسمان کو  
اسے  
اشعار  
مذکورہ کے  
مادہ کے  
اوپر اٹھایا  
پھر اسے  
آفتاب  
بنایا اس  
سے ستاروں  
اور زمین  
کو جدا  
کیا (یہ  
تقریر ان کے  
قول کے  
موافق ہو  
سکتی ہے  
جو فلک کی  
تفسیر یہ  
کرتے ہیں  
کہ وہ کو  
اکب کیمار  
کا نام ہے  
یعنی اس  
خلا کا  
جس پر کہ  
وہ کو اکب  
(ستارے)  
دورہ کرتے  
ہیں) لیکن  
زمین جسوقت  
جدا ہوئی  
تھی وہ  
اسوقت  
پہلی مٹی  
نہ تھی  
مٹی اس  
وقت  
پہلی مٹی  
نہ تھی  
کہ بود  
با قابل  
ہوئی۔  
پھر اللہ  
تعالیٰ نے  
آسمان کی  
جانب  
قصد کیا  
اور ابھی  
وہ دھواں  
ہی تھا  
یعنی پانی  
کا بخار  
تھا اور  
یہ وہی  
چھوٹے  
چھوٹے  
ذرات  
ہیں جو  
تمام  
خلا میں  
منتشر  
پائے  
گئے ہیں۔  
پھر اسے  
اس کے  
سات  
آسمان  
بنا دئے۔  
اور آسمان  
دکھلائی  
نہیں  
دیتا اور  
جو کچھ  
نظر  
آتا ہے  
یہ کہ  
ہوا ہے  
(یہ تقریر  
ابو بکر  
بن عربی  
کے قول  
کے موافق  
ہے جیسا  
کہ پیشتر  
بیان ہو  
چکا ہے)  
پھر اس  
کے بعد  
اسے  
زمین  
کو پیدا  
دیا یعنی  
اسکو  
بود و  
باش کے  
قابل  
بنا دیا  
اور یہ  
سب کچھ  
اللہ تعالیٰ  
نے خاص  
خاص  
قوانین  
قدرت کے  
موافق  
کیا اور  
وہ سب  
عادی  
اسباب  
ہیں اور  
ان میں  
ایک  
طویل  
زمانہ  
صرف  
ہوا جسکو  
کہ اللہ  
تعالیٰ  
نے چہرہ  
دن کے  
ساتھ  
موسوم  
کیا ہے تاکہ

وہ خدا قادر ہے کہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے بھی کم میں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب رستار اور زمین آسمان کے نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعہ سے جسکو اللہ تعالیٰ نے انہیں رکھ دیا ہے قائم ہیں اور یہ بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علماء شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب رستاروں - اور زمین کی پیدائش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا۔ اور اس طرح پر آپ کے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں تک کہ یہ تفصیل جسے کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اس سے جدا ہونے کے بارے میں قائل ہیں۔ قطعی دلائل سے انکے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اسکا التزام نہیں کر سکتے۔

ہاں اگر قطعی ثبوت مل گیا تو بے شک اسکا التزام کر لیں گے ورنہ اعتقاد کے بارے میں انہیں نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں سب سے واقع ہوئی ہیں اقتصار کرینگے اور جمالی طور پر سمجھنے کے لئے اپنے یہاں کے جمہور علماء کی رائے کا اتباع کرینگے اور اس تفصیل کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کرینگے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں دی گئی ہے اور جب اُنہیں ایسے امر یا ایسی مسئلہ اور امور کی نسبت چلے کہ انکی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی ہو اور نہ ان پر قطعی دلیل قائم ہو چکی ہوں بلکہ ان کے دلائل ضمنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ کہیں گے کہ وہ امور ان کی شریعت کے منافی ہیں انہیں وہ منافی ہوئے تو وہ ان کو ترک کر دیں گے اور ہرگز انکے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر مضمون ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اس قدر ہے کہ تمام کائنات حادث ہے اور اس لئے اُس کے اسطے ضرور کسی محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے اسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور اس کو ان اشیاء پر مشتمل کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کی جاتی ہیں اور یہ سب کچھ طبیعت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت کائنات میں سے بعض کے بننے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی اسباب ہیں جنکو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل بے نیاز ہے وہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے اور اس قدر یہ یقینی علم خدا کے وجود پر اسکی قدرت - علم اور تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہوئے ہیں کہ ان کے آثار دلالت کرتے ہیں استدلالات کرنے کے لئے کافی و دانی ہے پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاصہ زمین کے مابین عالم یعنی معدنیات - نباتات - اور حیوانات کے بننے کی حاجت انتظام کرینگے تو ظاہر ہے کہ انکے نزدیک یہ دونوں صورتیں تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کو بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُنہیں ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جدا کر دیا اور مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عام اس سے کہ اُنہیں اسکو دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اس طرح پہنچایا ہو کہ اُنہیں مادہ کو اسکی البسطات سے ترقی دیتے دیتے حالت موجودہ تک پہنچایا ہو اور دفعتاً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے ہر ایک عقلی ممکنات میں سے

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ خدا کے پاک فاعل مختار ہے جو طریق چاہے اختیار کر سکتا ہے گسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو کے ایجاد کیا ہو یعنی اسے بسیط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اسکو عناصر تک ترقی دی ہو پھر محاذوں یا سب سے بسیط ذری حیات جسم (برٹولا سم) تک پہنچا دی درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دے کر پہنچا دیا ہو پھر اسطریق انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور بعض کو باقی رکھا ہو..... اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب ان قوانین قدرت کے موافق انجام پایا ہو جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مادہ میں رکھ دیا ہے اور انہیں کیوجہ سے ترقی ہونے لگی اور مختلف انواع بننے لگیں حتیٰ کہ یہ تینوں عالم موجودہ انواع تک پہنچ گئے پس یہ دونوں صورتیں یعنی طریق خلق اور طریق نشو جس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت کی جانب نسبت کیا جاوے پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی ہیں اسیکو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مافی جاوے یعنی خواہ انواع ہی کو ابتداء میں مخلوق مانا جاوے جس میں جنس کا وجود محض ذہنی و انتزاعی ٹھہر لگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں سے متفرع ہوتا ہوا کہا جاوے اور ترقی کرتے کرتے حالت موجود تک پہنچتا ہوا کہا جاوے دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی دوائی ہیں لیکن وہ نصوص جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے کائنات ارض کی پیدائش کے بارے میں جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں انکا خلاصہ یہی وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیات شے کو پانی سے بنایا۔ اور یہ کہ اسے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور یہ کہ اسے پرانگندہ کیا یعنی اسے زمین میں جانداروں کو کھلیا اور یہ کہ اسے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ اسے چوپایوں سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی مزاد مادہ جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اسے جوڑے جوڑے (یعنی تلم اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اسے زمین میں ہر ایک شرارت جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے) مزاد مادہ۔ اور یہ کہ اسے زمین میں ہر ایک شرارت جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے) پس اول کی تینوں نصوص میں فی نفسہ یہ احتمال ہے کہ انکی تفسیر طریقتہ خلق کے موافق کیجاوے یا طریقتہ نشو کے۔ اور لے اہل سائنس پہلی کی دونوں نصوص کے نوآپ لوگوں کا جذبہ قول کی ذی حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے سب میں باقی نصوص مذکورہ انکے بینا در اور ظاہری معانی ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں (معنیات۔ نباتات حیوانات) کی انواع کو بطریق خلق کے ایجاد کیا یعنی اسے ہر نوع کو جدا گانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے عام ہے کہ اسے دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ جیسا کہ یہ امر اس شخص پر مخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہے کیونکہ مثلاً جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مہمانوں کے سامنے کہا نے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اسکے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہر نوع کو مستقل طور پر طیار کیا اور اسے اپنے مہمانوں کے سامنے پیش کیا رہا یہ امر کہ اسے پہلے سارا کہا نا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو۔ پھر طماخی کی صنعت کے موافق اسکو ترقی دے کر اس سے اور انواع کو نکال لیا ہو یہ معنی مادہ سے دور میں اسکا دل میں خیال بھی نہیں گذرتا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے۔ اور بعض آحادی نصوص کہ جو اعتقاد نہیں قرار پاتیں ان نصوص کے خلاف ہر جہتی

کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیلئے خواہ دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض احادیث مخصوص میں (مسلم کی حدیث میں) یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہ دونوں میں سے جنہیں کہ اُسے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے درخت کو فلاں دن پیدا کیا۔ پھر اُس کے بعد حیوانات کو فلاں دن پیدا کیا لیکن اس سے سوائے اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدائش درخت کے بعد رہے یا یہ امر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعتاً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ پس بارِ مخصوص مذکورہ کے بوجہ اُس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت محارضہ دلیل عقلی قطعی کے نصوص مشہورہ و متواترہ کے معانی متعینہ و معانی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات ارض کے تینوں عالموں (معدنیات، نباتات، حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو اُسے دفعتاً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق اُن قوانین قدرت کے جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر کیا ہے تو ان دونوں امروں میں سے وہ کسی نسبت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ اُن کی شریعت میں کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہو جائے اور حکم شریعت کے مقتضائے موافق اُنکو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق خلق) کے اعتقاد سے عدول کر کے اُس کے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور بطریق نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کر لیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کے ظاہری اور متبادر معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو ان کو اُن کی تاویل کرنے پر مضطر کر دے قائم نہیں ہوئی اور جو دلیلیں آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں وہ محض ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال یقینی ساقط ہو جایا کرتا ہے) خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑ کر اُن دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے اور جب تک کیفیت پہنچی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو اُن کے ظاہری معانی سے ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیوں نہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے اُنکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے ہاں اگر عقلی قطعی دلیل ان نصوص کے ظاہری معانی کے خلاف قائم ہو جاتی اسوقت اُن کے ذمہ سابق الذکر قاعدہ کی بنیاد ان نصوص کو عقلی قطعی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لئے تاویل کر دینا واجب ہوتا (اور میرے خیال میں یہ امر ناممکن ہے) پس اے اہل سائنس اگر فرض کر لیا جاوے کہ آپ لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیلیں بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہنچ گئیں اور آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد یہ ہے کہ کسی شے کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہیں ہے وایت ہو جائے تو ہمیں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ لوگ ان نصوص کی تاویل کر لیں اور اُن کے ظاہری معانی سے پہریدیں اور اس طرح اُنکو طریق نشو کے جس پر کہ قطعی دلیلیں (بالفرض) قائم ہو سکیں ان موافق بنالیں اور اُن کے ساتھ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے

ہیں اور جب یہ حالت ہو تو انہیں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح پر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے وجود اور اہل کی قدرت - علم اور حکمت کے کامل ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز نہ بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈرائے دیتا ہوں کہ آپ اپنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قائم ہوں کہیں یقینی نہ لگمان کرنے لگیں اسلئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہئے خدا ہی ہم سب کا باہوی ہے۔ کائنات ارض کی پیدائش کی نسبت جو کچھ مینے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کر کے تحریر کیا ہے اسکی پیدائش کی نسبت میں مستقل طور پر گتہ گتہ کرتا ہوں۔

پس میں چھتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدائش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں علماء و کیا جا سکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اسنے اسی مٹی سے چپکتے ہوئے گارے سے - نچھڑے ہوئے گارے سے - مٹی چھڑی سیاہ مٹی سے - ٹھیکرے کے شل مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اسنے لے پانی سے پیدا کیا۔ پس پیر و ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اسکو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدائش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے اور وارد ہوا ہے کہ خدا نے پاک نے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اس سے اسکی زوجہ (حواء) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پہلایا۔ ان نصوص سے بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے ہمیں پیدا کیا اور نہ اس کو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نفس جسکا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی ہے۔ اور بعض آحادی نصوص میں تو اسکی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا۔ یہی شک نہیں کہ یہ نصوص با نضر اور مدار اعتقاد نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گندی نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد ہیں تائید و تقویت کردیں۔ علاوہ بریں یہ امر غایت درجہ مستبعد ہے کہ انسان کی اصل مادہ بسیطہ ہو پھر اسنے عناصر تک ترقی کی ہو پھر جاندار مادہ تک اور وہ ہر ٹو بلا شتم ہے پھر ادنی حیوان تک پھر اس کے بعد ترقی کر کے بندرت تک پہنچا ہو پھر بندر سے انسانی بندرت تک اور پھر اس سے ترقی کر کے انسان بن گیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر لیا ہو کہ انسان کی پیدائش کو اسنے مٹی سے شروع کیا ہے

۱۔ آیت یہ ہے بَرَّخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ۱۲ عہ آیت یہ ہے خَلَقَ مِنْ تَرَابٍ ۱۲ عہ اَنَا خَلَقْنَا هِمَّ مِنْ طِينٍ لَا زِب ۱۲ واللہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ۱۲ عہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ۱۲ عہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۱۲ عہ وَالْخَلْقَ كُلِّ دَابَّةٍ مِنْ مَارٍ ۱۲ عہ وَاسْمُكَ انْ شَجَرًا لَمْ خَلَقْتَ بَيْدِي ۱۲ عہ يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ اتَّقِ رَكِمْ الَّذِي خَلَقَكَ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنَسَاءً ۱۳ ۱۔ آیت یہ ہے بَرَّخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِينٍ ۱۲

فہ  
ان نصوص میں بیان  
ہوئے ہیں  
انسان کا بطن  
خلق کے مستحق  
پیدا ہونا  
مٹی سے اور پانی  
اور ان نصوص کی  
تائید و تقویت  
ہوئی ہے



بلکہ مٹی کی حکمت کا تو مقتضایہ تھا کہ ان تطورات اور ترتیبات کی تشریح کرنا اور اسکی تفصیل بیان کرنا جیسے کہ اُسے نسل انسان کی پیدائش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعیہ میں اُسے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنی اسلئے کہ انکے باپوں کی غذا جس سے مٹی بنتی ہے اُس کی اصل مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر رازی سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری تفسیر میں خدا کے اس قول کے معنی کہ اُسے (خدا نے) انہیں مٹی سے پیدا کیا یہ لکھے ہیں کہ اُنکے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اردوں کو انکے نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے پھر اسلئے بعد اُنکو پچھو بنا کر نکالا پس بیشک نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحانہ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت با وقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس میں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں۔ پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو و نما انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بنا کر پیدا کیا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جس پر کہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتاً مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے و فقاً پید کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسلئے اُن نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں ان دونوں امروں میں سے کیسے ساتھ یقین نہیں کیا جاسکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض آحادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدائش ہوئی ہے اور اس پر ایک طویل زمانہ گزرا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اُس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہو کر پیدایا شروع ہوئے۔ یہ تصریح کی ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی ادنیٰ حالت سے حالت موجود تک ترقی کر کے نہیں ہو چکا ہے اور اس بارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور وقتاً واقع ہو جانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا لاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر بھٹا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی کو مٹی سے بنانے کے بعد لفظ کن (ہو جا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نبات ہوا۔ پھر حیوان۔ پھر اس کے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول اسکو نامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتاً مقصود اول الفواع کا پیدا کرنا ہے پھر ان الفواع میں انہی ایک ہی قصد اور ارادہ کے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ اخیر ہی کو مقصود ٹھہرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تفسیر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باتی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے

عہ خلق من تراب ثم اودا ثم بشر تشریون ۱۲ عہ نامی سے مراد وہ جسم ہے جس میں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم۔

پس پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد کے بارے میں طریق خلق ہی پر اعتماد ہے طریق نشوونما نہیں اور نہ انکو ان فصوص کی تاویل کرنا اور انکو انکے ظاہری معانی سے پہیرنا ہی جائز ہے مگر ہاں جب کوئی عقلی قطعی دلیل قائم ہو جائے جو اس بات پر دال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بطریق نشوونما کے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے (اور یہ امر کوسوں دور ہے) تو اسوقت البتہ وہ ان فصوص کے ظاہری معانی کی تاویل کرنے پر مضطر ہو جائیں گے جیسا کہ انکے نزدیک عقلی اور نقلی دلیل میں تعارض کی حالت میں تطبیق دینے کا قاعدہ ہے اور اسکے بعد بھی اس امر میں خفا رہیں کہ طریق نشوونما انکے نزدیک ثابت بھی ہو جائے تو وہ نشوونما نہیں ہو سکتا جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں اسلئے کہ اگر انکے نزدیک نشوونما ہو گا تو وہ یہی کہیں گے کہ نشوونما تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے کیونکہ انکے نزدیک اس بات پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی خالق ہے اور نہ موثر۔ رہے قوانین قدرت جسے کہ وہ کام لیتا ہے وہ محض عادی اسباب ہیں۔ ان میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں اور جو نشوونما آپ نے نہیں وہ آپ کے زعم کے اعتبار سے انہیں قوانین قدرت کی ذاتی تاثیر سے ہوتا ہے پس ان دونوں معنوں میں بین و آسمان کا فرق نکل آیا۔

یہ بھی سن لیجئے کہ جو دلیل آپ اپنی کتابوں میں نشوونما پر ذکر کیا کرتے ہیں اگر نظر الضاف سے دیکھا جائے تو وہ ایسی دلیل نہیں ہیں جسکی وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاہری فصوص کی تاویل کرنے پر مضطرب ہوں اور انہیں نشوونما کا قائل ہونا پڑے کیونکہ وہ سب ظنی دلیلیں ہیں جسکی بنیاد چند یقینی چیزوں پر ہے۔ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کہ کوئی یقینی دلیل معارض نہ ہو تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہوتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ انسان کے بطریق نشوونما پیدا ہونے پر یقینی و قطعی دلیلوں تک آپ لوگوں کی رسائی ہو گئی اور آپ نے اسلامی دین کا بھی اعتقاد کر لیا۔ جسکی بنیاد اسماوات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اسلئے سوا کسی کی کچھ ذاتی تاثیر نہیں۔ تو آپ لوگوں کے لئے بخرص تطبیق ان فصوص کی تاویل کرنے اور انکو انکے ظاہری معانی سے پھیر دینے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ اسلامی دین سے بھی خارج نہ رہیں گے۔ لیکن میں آپ کو اس غلطی میں پڑنے سے ڈراتے دیتا ہوں کہ کہیں آپ ظنی دلیلوں کو یقینی نہ سمجھ لیجئے گا بلکہ مناسب ہے کہ غور و فکر کر کے دلیلوں کو خوب جانچ لیجئے اور پھر آگے قدم بڑھائیے۔ لیکن اسوقت پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جہرور کا یہ قول کہ پہلا انسان (آدم) جنت عدن میں کہ وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے پیدا کیا گیا ہے یا بعضوں کا (اور وہ سستی ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) یہ قول کہ وہ سہارونیا گیا پیدا کیا گیا ہے آپ کے خیال کے معارض واقع ہو گا اسلئے کہ یہ دونوں قول طریق نشوونما کے موافق نہیں ہیں جسکی بنیاد اس پر ہے کہ وہ اسی زمین میں ہوئے۔ پس آپ ان میں سے بعض علماء (اور وہ متذہبن سعید بطلانی اور ایک بڑی جماعت کے لوگ ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) کو قول کے موافق اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی جنتوں میں سے کسی جنت (باغ) میں پیدا کیا گیا ہے اور اس طور پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے موافق تو آپ ہو جائیں گے جسکی وجہ سے اسلامی دین کی مخالفت آپ سے دور ہو جائیگی اور آپ کے خیال کے یہ قول بھی معارض ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا اور ان دونوں کو جنت میں ٹھہرایا

منہ اس  
اگر اصل میں  
اسلام قبول کریں  
اور انکے پاس  
نقلی و عقلی  
دلیل ہو تو  
کون سا طریق  
کے لئے بنایا  
ہوگا؟  
اس سے  
میں جان کر  
میں اسکی  
جانی اور  
علاء اسلام  
بعض کے قول  
اور اسکی  
جی اسلامی  
مخالف نہیں  
ہے

پہر سنیے کہ ہماری تقریر سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیرانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں اپنی شریعت کی ان نصوص کے ظاہری معانی پر جو کہ مدارِ اعتقاد قرار پا سکتی ہیں اعتقاد کرتے ہیں کیونکہ شریعت میں ان کا وارد ہونا قطعی ہے۔ اور اگر عہدہ آیت یہ ہے اہبطوا مصر ا۱۲ عت جعل لکم من انفسکم اژوا۱۳

حضرت کیلئے کیوجہ سے مخصوص شہر عیسائیاں قابل جائز نہیں رخصتیں قبول کرتی تھیں۔

عقلی دلیل اس کے معارض واقع ہو تو ان کی تاویل نہیں کرتے اور نہ انکو اپنے ظاہری معانی سے پھیرتے ہیں بلکہ جب عقلی قطعی دلیل ان کے معارض واقع ہوتی ہے اسوقت ان کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں۔ اس تقریر سے دل میں یہ شبہ گذرتا ہے کہ آپ لوگوں کو اسے اہل سائنس کہتے ہیں کیونکہ ان کا پیش نکلے کہ ہم مانے لیتے ہیں کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص معین المعنی کے معانی کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ ان میں غیر ظاہری معنی کا احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے غلطی نہیں شریعت میں ان کا وارد ہونا قطعی ہو۔ پس دلالت کے اعتبار سے ان غلطیوں کے مساوی ہو گئیں کہ جو حکماء و دہاک قایم ہو چکی ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت غلطی ہے کیونکہ ان میں بعید اور غیر ظاہری معنی مراد لینے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن مخاطب اور بول چال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی ہی مراد لئے جائیں نہ کہ غیر ظاہری معنی سوائے اس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کی جانب داعی ہو پس ہا کسی ضرورت کے بعید معنی کے ارادہ کرنے سے بول چال میں افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے خلل لازم آئے گا اور اصل کو چھوڑنا ٹریگا اور ہمیں جو کچھ چاہیے ہیں وہ کسی پر مبنی نہیں۔ پس اس وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اجماع کر لیا ہے کہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف انتفات کرنا جائز نہیں سوائے اس صورت کے جب کوئی ضرورت اس کی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعی دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یہ امر داعی لفظ سے غیر ظاہر معنی مراد لینے کے لئے مثل قرینہ کے ہو جاتا ہے اور اس داعی کی وجہ سے یہی دوسرے معنی ظاہر بن جاتے ہیں اسی طرح ان کو ان کی لغت کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کریں اور اس کے خلاف سوائے اس صورت کے کہ کوئی داعی و مقتضی موجود ہو انتفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے انکو ظاہری معنی کو چھوڑنا ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہری معنی ہی کے مقتدر ہیں تو وہ اس امر کو بجا لائے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور اپنی کوئی گناہ نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اس کے بعد ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی و داعی ظاہر ہو گیا اور انہوں نے اس نص کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجا لانے والے ہوئے جس کی انہیں تکلیف دی گئی تھی اور اپنی کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی ان کی شریعت کا حکم ہوتا رہی یہ بات کہ ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے مقتضی و داعی کا انحصار صرف عقلی قطعی دلیل ہی میں کیوں ہو گیا اسکی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑنے سے اس دلیل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جس کے ذریعہ سے ان کے رسول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کے چھوڑنے کو مستلزم ہے راہ دلیل غلطی کا معارضہ وہ ظاہری معنی کے چھوڑنے کے لئے اس وجہ سے مقتضی و داعی نہیں قرار پا سکتا کہ دلیل غلطی کے چھوڑنے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ ہمیں عقلی کا ہی احتمال موجود ہے۔ پس اگر وہ ظاہری معنی کو چھوڑ دیں اور اس کے معتقد ہو جائیں اس کے جس پر دلیل غلطی دلالت کرتی ہے اس صورت میں ان کے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اسوقت انکو

شریعت اس امر میں معذور نہیں رکھ سکتی کیونکہ اس وقت انکو ظاہری معنی سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ اس وقت  
 انکو ضرورت پیش تھی جبکہ عقلی قطعی دلیل معارض واقع ہوئی تھی علاوہ بریں اگر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم دلیل ظنی کا اتباع  
 کر کے اپنی نصوص کے ظاہری معانی کو چھوڑنے لگیں تو اعتقاد میں بے انتہا خطر لازم آئے اور بڑی گڑبچ جائے کیونکہ  
 لوگوں کے ظنون اور گمان بکثرت ہیں ہر شخص کچھ نہ کچھ ظن اور تخمین کرتا ہے اور اعتقاد کے بارے میں یقین پر اعتماد کیا جاتا ہے  
 پس اگر صواب ہی تھا کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی ان نصوص کے (کہ جنگا دار ہونا یقینی ہے) ظاہری  
 معانی کے ساتھ تسک کریں اور محض ظنی اور تخمینی باتوں کی وجہ سے انکو ظاہری معانی سے نہ پھیریں۔ خدا ہی ہدایت کرنے والا  
 اب اس بات کا وقت آپہنچا کہ میں آپ کے لئے اس امر کو بیان کر دوں کہ جو دلیل اور توجیہات آپ نے طریقی نشوونما پر اپنی کتابوں  
 میں بیان کی ہیں وہ سب کی سب ظنی ہیں انکی وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی نصوص کی جیسے ظاہری  
 معنی پر ہیں کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا ہوئی تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے۔ میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں کہ آپ اپنے اس  
 دعوے کے ثابت کرنے میں جو تقریریں کی ہیں ان سب کے باطل کرنے اور رد کرنے کے واسطے ہو جاؤں کیونکہ اس طرح  
 بات بہت بڑھ جائیگی اور میں اپنی بحث کے موضوع سے جیسے کہ در پہلے ہم جو رہے ہیں نکلنا پڑے گا اور اسکے لئے تو  
 ایک جدا کتاب بننا چاہئے خدا اسکے تصنیف کرنے میں میری مدد کرے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے اس  
 امر کو بیان کر دوں کہ نشوونما کے بارے میں دلیلوں اور توجیہات کا جس امر پر مدار ہے تو ظن و تخمین اور انکس سے اس کا رد نہیں  
 بڑا اور صرف اسی سے ہماری عرض حاصل ہو جائیگی۔ پس میں کہتا ہوں کہ طریقی نشوونما یعنی النوع کے ایک فصل سے نکل کر ترقی  
 کرنے پر استدلال کے بارے میں سب سے بڑی چیز جس پر آپ لوگوں کا اعتماد اور آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ  
 ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ اعضا کے نشانات بعض حیوانات میں مشاہدہ کئے کل یا اکثر میں بھی نہیں۔ اور وہ ایسے اعضا  
 آثار تھے جو کہ حیوان میں پائے جاتے ہیں مثلاً پیروں کے غیر مکمل نشانات۔ پس آپ لوگ کہنے لگے کہ اگر یہ مانا جائیگا کہ ہر نوع  
 مستقل طور پر پیدا ہوئی جیسا کہ طریقی خلق کے ماننے والوں کا مذہب ہے تو لازم آئیگا کہ ان آثار کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔  
 کیونکہ مذہب خلق کا یہ مقصد ہے کہ ہر نوع کے لئے جتنے اعضا کی ضرورت ہے انہیں لیتے ہی اعضا موجود ہوں کچھ کمی بیشی  
 نہ ہو اور سب کے سب کام کے ہوں اور ان ناتمام آثار میں حالت موجودہ کے اعتبار سے کوئی بھی فائدہ نہیں پس معلوم ہوا  
 کہ یہ ان اعضا کے آثار رکھنے جو اس سے پیشتر کی نوع میں تھے اور انکے لئے ضروری تھے پہر جب اس نوع پر ایسے  
 تغیرات طاری ہوئے جنکا یہ مقصد تھا کہ ان اعضا کی ضرورت نہ رہے تو وہ نابود ہونے لگے یہاں تک کہ اب انکا  
 صرف نشان باقی رہ گیا یا یہ نوع ان اعضا سے خالی تھی پہر اس پر ایسے تغیرات طاری ہوئے کہ جو اسکوں کا قبل بنا دیں  
 کہ وہ دوسری نوع بن جائے جس میں ان اعضا کی جتنے کہ یہ نشانات ہیں ضرورت ہو پس انہیں یہ آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں مگر  
 یہ کہ یہ آثار یا تو ان اعضا کے آثار ہیں جو کہ پیشتر تھے اور اب معدوم ہونے لگے ہیں اور یا ان اعضا کے مبادی ہیں جو کہ  
 مکمل ہو جائیں گے بہر حال دونوں صورتوں میں ان نوع میں تبدیلی واقع ہونا اور ایک نوع کا دوسری نوع کی جانب منتقل ہونا  
 ہو جائیگا۔ اور یہی امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ طریقی نشوونما اور انواع کا ترقی کرنا صحیح ہے ورنہ پہر یہ آثار کس کام کے طریقی نشوونما

فصل  
 در بیان  
 توجیہات  
 طریقی  
 نشوونما  
 پر  
 کہ  
 بعض  
 اعضا  
 کے  
 نشانات  
 بعض  
 حیوانات  
 میں  
 مشاہدہ  
 کئے  
 گئے  
 ہیں  
 لیکن  
 اکثر  
 میں  
 بھی  
 نہیں  
 پائے  
 جاتے  
 ہیں  
 اور  
 یہ  
 نشانات  
 بعض  
 اعضا  
 کے  
 آثار  
 ہیں  
 جو  
 اس  
 نوع  
 میں  
 پیشتر  
 کی  
 نوع  
 میں  
 تھے  
 اور  
 انکے  
 لئے  
 ضروری  
 تھے  
 پہر  
 جب  
 اس  
 نوع  
 پر  
 ایسے  
 تغیرات  
 طاری  
 ہوئے  
 کہ  
 ان  
 اعضا  
 کی  
 ضرورت  
 نہ  
 رہی  
 تو  
 وہ  
 نابود  
 ہونے  
 لگے  
 یہاں  
 تک  
 کہ  
 اب  
 انکے  
 صرف  
 نشان  
 باقی  
 رہ  
 گیا  
 ہے  
 یا  
 یہ  
 نوع  
 ان  
 اعضا  
 سے  
 خالی  
 ہو  
 چکی  
 ہے  
 پہر  
 اس  
 پر  
 ایسے  
 تغیرات  
 طاری  
 ہوئے  
 کہ  
 ان  
 اعضا  
 کے  
 آثار  
 ظاہر  
 ہونا  
 شروع  
 ہو  
 گئے  
 ہیں  
 مگر  
 یہ  
 آثار  
 یا  
 تو  
 ان  
 اعضا  
 کے  
 آثار  
 ہیں  
 جو  
 کہ  
 پیشتر  
 تھے  
 اور  
 اب  
 معدوم  
 ہونے  
 لگے  
 ہیں  
 اور  
 یا  
 ان  
 اعضا  
 کے  
 مبادی  
 ہیں  
 جو  
 کہ  
 مکمل  
 ہو  
 جائیں  
 گے  
 بہر  
 حال  
 دونوں  
 صورتوں  
 میں  
 ان  
 نوع  
 میں  
 تبدیلی  
 واقع  
 ہونا  
 اور  
 ایک  
 نوع  
 کا  
 دوسری  
 نوع  
 کی  
 جانب  
 منتقل  
 ہونا  
 ہو  
 جائیگا

اور اس ترقی کے صحیح ہونے پر استدلال کرنے کے بارے میں جس پر کہ آپ نے اعتماد کیا ہے انہیں سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے علم حیا لوجی کی تحقیقات میں طبقات ارض میں سے سب سے پہلے اور نیچے کے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کے نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے پھر ان کے بعد کچھ ترقی یافتہ پہر اور ترقی یافتہ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر ترقی یافتہ وہ نبات اور حیوان ہو گا جس کا وجود سب کے بعد ہوا اور طبقات ارض میں سے سب سے اوپر کا طبقہ انسانی پیدائش کی جگہ ہے اور ادنیٰ درجہ کے نبات اور حیوان اپنی ترقی یافتہ نوع کے وجود کے بعد ناپود ہو گئے پس اگر مذہب خلق ہی صحیح ہوتا تو چاہئے تھا کہ ہر نوع خواہ وہ ادنیٰ درجہ کی ہوتی یا ترقی یافتہ حیا لوجی کے پہلے۔ درمیانی۔ اور آخری سب زمانوں میں پائی جاتی اور زمین کے طبقوں میں سے خواہ نیچے کا ہوتا یا درمیانی یا اوپر کا سب میں ان کے آثار پائے جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ موجودہ انواع ایک دوسرے سے ترقی کر کے بنی ہیں جس بنا پر اصل موجودات ادنیٰ طبقہ کی انواع قرار پائیگی۔ پھر ہر ترقی کرنے والے حالت موجودہ کا پہلو کھینکے اور ترقی یافتہ انواع ادنیٰ درجہ کی انواع کو تباہ بقا کے قانون کے موافق نابود کرتی ہیں تو یہ حالت ہرگز نہ ہونی چاہیے کہ ہماری تحقیقات سے۔

پھر آپ نے اس ترقی کرنے والے انواع کے ایک دوسرے کی جانب منتقل ہونے اور ادنیٰ درجہ کی انواع کو ترقی یافتہ انواع کے طبیعت و ناپود کرنے کو چار قدرتی قوانین کے حوالہ کیا ہے۔ پہلا قانون دراشت ہے یعنی فرع اپنی اصل کی صفات کو دراشتاً حاصل کرتی ہے۔ دوسرا قانون تباہیات ہے یعنی ہر فرع کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اصل کی صفات دراشتاً حاصل کرنے کے ساتھ ہی اپنی اصل سے دوسری صفات میں مختلف اور مبائن بھی ہو۔ تیسرا قانون تنازع بقا ہے یعنی انواع میں باہم زندگی بسر کرنے کے اسباب میں سہقت حاصل کرنے کے لئے منازعت واقع ہوتی ہے اور گہر خارجی صدمات جیسے کہ گرمی و سردی طاری ہوتے ہیں اور ضعیف بباعث قوی کے غالب ہونے کے یا بہ سبب صدمات کے ہلاک ہو جاتا ہے اور قوی حیوان صدمات کو برداشت کر سکتا ہے باقی رہتا ہے۔ چوتھا قانون انتخاب طبعی ہے یعنی قوی اور زیادہ مناسب رہی باقی رہتا ہے ضعیف اور غیر مناسب نابود ہو جاتا ہے پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ طبیعت نے انواع موجودہ کو انتخاب کیا ہے۔ اور آپ انہیں قوانین کے تحت نشو و نما اور اس ترقی کی تقریر کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ جاندار اجسام میں سے جو شے سب سے پہلے موجود ہوئی وہ مکون اول یعنی بڑا ٹوکھلا سم ہے جو ذرات مادہ کی حرکت کے باعث سے بعض عناصر کے اجتماع سے بنا پھر اس میں تولید ہونے لگا۔ پس اس کے فروع وراثتاً اس کے صفات حاصل کرنے لگے اور دوسری صفات میں اس سے مبائن اور مختلف ہونے لگے اور ہر طرح سے فروع کا یہ معاملہ اصول کے ساتھ جاری رہا اور اس سبب سے ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کی نبات اور حیوان تک نہایت پہنچ گئی اور یہی حالت ہمیشہ ہی رہے زمانہ دیر تک فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور دوسری صفات میں لئے مختلف ہونے اور ان تباہیات کے جو کہ وراثتاً حاصل کئے گئے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے یہاں تک نہایت پہنچ گئی کہ انواع بننے اور ایک دوسرے سے ٹکٹنے لگیں اور تنازع بقا کے قاعدہ سے ضعیف ہلاک ہوتا رہا اور قوی باقی رہا اور طویل زمانہ گزرنے پر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتخاب طبعی حاصل ہو گیا اور ان سب امور سے انواع حالت موجودہ تک پہنچ گئیں حالانکہ سب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ انسان بندر کے مشابہ ہے۔ صورت اور بعض

ف  
ادنیٰ درجہ کی  
نوع کا علی درجہ  
کی نوع کا جانب  
ترقی کا جواز  
قوانین کے تحت  
ہے اور ان کا  
پان ۱۲



اعتمال کے اعتبار سے بھی کے قریب قریب تو آپ اسکے قائل ہو گئے کہ اس سے کوئی امر خارج نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور انسان ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہنچ گیا ہو۔ اور میں نے آپ کے بعض مقابلین کو جو اس مذہب کو نہیں مانتے دیکھا ہے کہ انہوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریروں سے ان امور کو باطل کیلئے جن پر کہ آپ کی لپیچ کا اشارہ میں مدام ہے اور آپ حیلہ اور حوالہ کر کے اُنسے جان بچائے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں۔ ہمارے میں آپ کا اُنسے بہت ہی طول طویل مناظرہ ہوا ہے اور بارہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف ہوئے ہیں اور میں بخوف طوالت اس امر کے پے نہیں ہونا چاہتا جس کے پے آپ کے یہ مقابلین ہوئے لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے اس امر کو بیان کر دوں کہ طریق نشو و نما اور انواع کے ترقی کرنے کے بارہ میں جن امور پر آپ کے استدلال کا ماسہ ہے وہ محض فنی امور ہیں جن پر وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ امور اُن کی شریعت کے ظاہری نصوص کے مقابل قرار پاسکتے ہیں کہ جسکی وجہ سے وہ اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں کیونکہ تاویل کرنے پر انگو سوائے امر یقینی کے معارضہ کے اور کوئی چیز مضطر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب دلیل میں احتمال نکل سکتا ہو خواہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو تو اُن دلیل سے استدلال یقینی ساخط ہو جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں آپ کی نسبت ایسا گمان کرتا ہوں کہ آپ اس سے انکار کریں گے۔ پس جب یہ امر قرار پا چکا تو اب سے کہ آپ کا نشو و نما پر اعتراض کے نشانات سے یہ استدلال کرنا کہ وہ انواع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تغیر مذہب نشو کے موافق اور مذہب خلق کے خلاف ہے یہ ایسا استدلال ہے کہ جکا نتیجہ سوائے ظن کے اور کچھ نہیں نکلتا اور یقین تو کسی طرح پر ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اُنہیں اور بھی احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان اعضا کے نشانات میں ممکن ہے کہ کوئی فائدہ اور کوئی ایسی حکمت ہو جو آپ پر مخفی ہو جیسے کہ اجسام نباتات۔ اور حیوانات میں بکثرت چیزوں کے ایسے فوائد ہیں جو آپ پر مخفی رہے ہیں جیسا کہ فزیالوجی کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً حیوان کے بدن میں اسی رنگین مادہ کو لے لیجئے اسکا فائدہ اکثر اجزاء بدن میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوا ہاں صرف آنکھ کی پتلی میں اسکے فائدہ کا پتہ لگا ہے چنانچہ رنگین مادہ کی آنکھ کی پتلی میں یہ حکمت ہے کہ جو فوری شعاعیں زائد ہوں انہیں وہ چوس لے اور ایسے ہی اور بہت سی اشیاء ہیں۔ پس آپ کا نشانات میں سے ہر شے کے فائدہ پر حاوی نہیں ہیں یہاں تک کہ آپ یہ یقین کر لیں کہ ان اعضا کے نشانات میں کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اچھا مانا کہ اُن میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ وہ نوع کے متغیر ہو پانے دلالت کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بعض نوع میں موجود ہیں گل میں تو یہ آثار نہیں پائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کئی حکم لگا سکیں۔ گل کیلئے اکثر انواع میں بھی تو ان کا وجود نہیں۔ پس اس سے کوئی امر خارج ہو سکتا ہے کہ یہ یقین صرف بعض انواع میں ہوا ہو اور یہ وہی انواع ہوں گی جن میں ان اعضا کے نشانات دیکھے گئے۔ پس اُن میں سے بعض انواع بعض کی جانب خدا کے مقرر کردہ احصاء کی وجہ سے بدل گئے ہوں باقی ہیں وہ انواع کہ جنہیں یہ اعضا

ف  
بعض جنات  
میں اعضا کے  
خارج نشانات  
کا نہ ہونے سے  
معارضہ ہوتا ہے  
نہیں ہو سکتا

نہیں پائے گئے وہ مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں اور اپنی یہ تغیر طاری نہ ہوا ہو پس مذہب نشو و نما کے آپ لوگ عموماً ہر نوع میں قائل ہیں وہ ثابت نہ ہوا مثلاً ممکن ہے کہ اس قسم کا تغیر سانپوں کی نوع میں نہیں آپ نے اعصار کے نشانات پائے ہیں واقع ہوئے پس وہ پیرا میں حرزوں کی طرح بیرون الا ہو پھر جب انسان یا کسی اور حیوان کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو وہ اس کے قتل پر مسلط ہو گیا ہو۔ پس اسوجہ سے وہ زمین کے سوراخوں میں اس سے ڈر اور اپنا رہنا ہو اور زمین میں گھس کر تاکہ اس حالت میں ضرورت پڑی تو وہ اسے اپنے پیروں کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ہو پس زمانہ دراز گزرنے کے بعد خدا نے اس عادی سبب سے اس کی خلقت کو بدل دیا ہو اور یہ تبدیلی اس کی فروع میں منتقل ہونے لگی ہو اور اس کے پیرا بالکل معدوم ہونے لگے ہوں یہاں تک کہ حالت موجودہ تک وہ پہچان گیا ہو اور صرف پیروں کے نشانات باقی رہ گئے ہوں (یہاں پر کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض آحادی اخبار میں ابن عباس - ابن دہسب اور ان کے علاوہ اور مفسرین سے یہ منقول ہے کہ سانپ پہلے جنت کے حیوانات میں سے تھا لیکن چونکہ شیطان کے جنت میں داخل ہو جانے کا یہ ذریعہ بنانا کہ وہ آدم علیہ السلام کے دل میں سوسہ ڈالے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین پر نازل کیا اور اس کی صورت بگاڑ دی ورنہ وہ بڑا خوبصورت چار پیروں والا جانور تھا اور اس کو کھانا اور پانی میں نقل کیا ہے) اسی طرح باقی جانوروں کی نسبت بھی کہا جاسکتا ہے جنہیں کہ اعصار کے یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ باقی رہیں اور انواع اور وہی تعداد میں زیادہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ ان میں اس قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ واقع ہوئی ہو بلکہ وہ جیسی پیدا ہوئی تھیں جیسی ہی ہوں پس اس تقریر کی بنا پر آپ لوگوں کا جملہ انواع پر تغیر اور نشو و نما سے پیدا ہونے کا حکم لگانا محض ظن پر مبنی ہے اگرچہ گاہو کہ استقرار ناقص کا نتیجہ ہے (اور ظاہر ہے کہ استقرار ناقص یقیناً حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ آدمی سمندروں اور دریاؤں سے دور کے میدانوں میں رہنے والے جانور تھے اور انہوں نے سوائے خشکی کے جانوروں کے جو کہ پانی میں نہیں رہتے اور جانور نہ دیکھے ہوں اور وہ انہیں جانوروں کو دیکھ کر اور اپنے اسی استقرار سے یہ حکم لگانے لگیں کہ کوئی جاندار پانی میں رہتا ہی نہیں تو ان کا یہ استقرار محض ناقص ہو گا اور ان کا یہ حکم لگانا غلط ٹھہرے گا چنانچہ جب وہ سمندروں اور دریاؤں کے کنارے پر آکر دریائی جانوروں کو دیکھیں گے تو ان کو اپنے پہلے حکم کی غلطی بخوبی معلوم ہو جائے گی یہ تو ہوجکا پہر علم حیا لوجی کی تحقیقات میں آپ کا یہ مشاہدہ کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے جاتے ہیں پھر ان کے بعد ارض سے ترقی یافتہ پھر اور ترقی یافتہ حتیٰ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان و نبات طبقات ارض میں سے سب سے آخری طبقہ میں ہے اور اس کے وجود کا زمانہ بھی سب سے متاخر ہے اور یہ کہ سب سے اونے درجہ والا پہلے معدوم ہوا پھر اس کے بعد اب جو ادنیٰ درجہ کا تھا اسی طرح آپ کی کل سابق الذکر تقریر اور اس سے آپ کا ترقی اور نشو و نما پر استدلال کرنا اور یہ کہ یہ تحقیق مذہب خلق کے موافق نہیں ہو سکتی ان سب امور کی نسبت میں کہتا ہوں کہ حیا لوجی کی تحقیقات میں اس کیفیت کی دلالت اگر نشو و نما ترقی انواع پر تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ بھی غلطی ہوگی کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کا حیوان پایا گیا۔ پھر اندر متعلق اس سے اعلیٰ درجہ کی نبات اور حیوان کو مستقل طور پر پیدا کر دیا۔ اور

عہ حرزوں سوسہ زبیا جانور نیست مشابہ بحر باداں در نواحی مصر خرد ۱۲ مہنتی الارب -

طریقہ حیا لوجی سے جو  
طریقہ نشو و نما  
استدلال  
نہیں ہو سکتا

اپنے سے اعلیٰ درجہ کی کسی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی پھر اعلیٰ درجہ والی نوع کو دنیاوی اسباب کی وجہ سے ہلاک کر دیا مثلاً اسی طرح  
 سے کہ زمانہ کا وہ دور اس نوع کے مناسب نہیں باقی رہا بلکہ صرف اُس کے بعد والی نوع کے مناسب رہ گیا یا اعلیٰ درجہ کی نوع  
 کو اُس درجہ کی نوع پر غلبہ حاصل ہو گیا یا اس کے سوا اور کچھ اسباب پائے گئے ہر زمانہ کے دوسرے دور میں اُس نوع سے  
 اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا وہ بھی اپنے سے اعلیٰ درجہ کی نوع سے نہیں بنی پھر اسکو بھی اور دنیاوی اسباب کی وجہ  
 سے نابود کر دیا جیسا کہ پیشتر گذرا ہے اس کے بعد دوسرے زمانہ میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا  
 پھر اسکو بھی ہلاک کر دیا اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ نوعیت پہنچی کہ نباتات اور حیوان کی موجودہ انواع مستقل  
 طور پر بن گئیں اپنے سے کم درجہ کی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی اور جسے موجودہ انواع سے پیشتر کی انواع کو اس قسم کے  
 دنیاوی اسباب سے نابود کر دیا صرف طبقات ارض میں اُن کے نشانات اور آثار باقی رہ گئے جس جب تک یا احتمال قائم ہے کہ یہ نوعیت  
 حیا لوجی سے ترقی اور نشو و نما کو گوں کا استند لال کہہ سکتے ہیں یعنی ہو سکتا ہے اور اس احتمال کی رو سے علم حیا لوجی کی  
 تحقیقات مذہب خلق کے مخالف بھی نہیں رہتیں۔ اور اسباب کی نظر کہ حیا لوجی کے زمانوں میں انواع حیوانات اور نباتات  
 کا مستقل طور پر وجود نہ ہوا ایک دوسرے سے یہ نہیں نہیں بلکہ ہر درجہ کی انواع اپنے زمانہ کے مناسب پائی گئیں یا مر رہے  
 جسکا کہ ہم ہر سال مشاہدہ کرتے ہیں کہ نباتات اور حیوانات میں سے بہتیرے جبکہ حارے کی فصل ختم ہوتی ہے اور فصل بچ  
 اور گرمی کی آمد نہ ہوتی ہے پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ اسوقت جو شے سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی نباتات  
 ہے جیسے کہ کالی اور گھاس پھوس جوں گرمی (ایک درجہ خاص تک) زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نباتات  
 پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح حیوانات میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا اٹھنے سے اُسکا بچہ نکلتا ہے وہ اونٹ  
 درجہ کا حیوان ہے جیسے وہ حیوانات جو بدبو سے پیدا ہوتے ہیں اور چمچ اور کھی وغیرہ پہر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے  
 یہاں تک کہ اعلیٰ درجہ کی نباتات اور حیوانات کی پیدائش کا زمانہ آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک سے  
 سے نہیں بنی ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں جو انواع پہلے بنتی ہیں جوں جوں گرمی (اُس خاص درجہ سے) زیادہ  
 ہوتی جاتی ہے ان میں سے بہت سی انواع دنیاوی اسباب سے ہلاک ہوتی جاتی ہیں جیسے کہ ان میں گرمی کا تاثر نہ لایا گیا  
 انواع کا تاثر غلبہ حاصل کرنا جو بعد میں ہوئے والی ہیں اور جب گرمی کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو غالباً سوائے ان اعلیٰ درجہ کی نوع  
 کے کہ جو اس مدت کی پیدا شدہ انواع میں منتخب شمار ہوتی ہیں اور سب ہلاک ہو جاتی ہیں اور جو ہلاک ہوتی ہیں زمین میں  
 اُن کے آثار باقی رہ جاتے ہیں۔ پس یہ سالانہ کیفیت علم حیا لوجی کی اس حالت کے مشابہ اور مماثل ہے جسے کہ آپ نے اپنی تحقیقات  
 سے دریافت کیا ہے یعنی پہلے اعلیٰ درجہ والی نوع کا وجود ہوا پھر اس سے اعلیٰ درجہ کی نوع کا پھر اس سے بھی اعلیٰ کا  
 یہاں تک کہ یہ سلسلہ انواع موجودہ تک پہنچ گیا اور اُن سے پیشتر کی ساری انواع ہلاک ہو گئیں۔ پس نشو و نما علم حیا لوجی کی تحقیقات  
 سے آپ لوگوں کا استند لال بالکل ساقط ہو گیا جیسا کہ منصف کے نزدیک واضح ہے۔

پھر چاروں قدرتی قوانین جن پر آپ نے اس ترقی اور نشو و نما کو حوالہ کیا ہے وہ نہیں ہیں جو ان دونوں امر پر قائم کی گئی ہیں  
 بلکہ عالم نباتات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو و نما کا واقع ہونا مانا گیا ہے اُس کی توجیہ کے لئے آپ لوگوں نے ان قوانین کو زور دیا ہے

اس لئے میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں اس روش کو نہیں اختیار کرتا جیسے کہ آپ کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے اور ان قوانین کے ابطال کے درپے ہو گئے اور آپ ان کے مقابلہ میں انکو ثابت کرنے میں مصروف ہو گئے بلکہ میں آپ کے سامنے صرف یہ بیان کروں گا کہ دیکھئے یہ قوانین کس درجہ تک پایہ ثبوت کو پہنچتے ہیں اور بر تقدیر ثابت ہونے کے ان سے کس مرتبہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اصول کی صفات کو فروغ کا در اثنا حاصل کرنا تو ایک عجیبی ہوئی بات ہے جس کا پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اس کا حاصل ہونا ہر طرح ممکن ہے خواہ بذریعہ اسباب عادیہ کے ہو یا نہ ہو۔ علیٰ ہذا القیاس تنافع بقا کا قانون وہ بھی ایسا ہے جس کے ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے اس نتیجہ سے انکار ہو سکتا ہے کہ بعض انواع باقی رہتی ہیں اور بعض ہلاک ہو جاتی ہیں گو ہر حالت میں اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے حالانکہ میری اس قانون کو مخلوقات میں حتیٰ کہ انسان کے احسان میں بھی آج تک مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں لیکن یہ دونوں قانون تو ایسے ہیں کہ خواہ نشو کے ساتھ پائے جائیں یا خلق کے ساتھ کوئی خرابی نہیں لازم آتی وہ دونوں ممکن ہیں۔ اور جب یہ بات ٹھہری تو اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ تمام انواع مستقل طور پر رہتی ہوں اور باوجود اسکے فروغ اپنے اصول کی صفات کو در اثنا حاصل کریں اور باقی رہنے کے لئے باہم انواع میں منازعت واقع ہو۔ پس قوی باقی رہے اور ضعیف ہلاک ہو جائے اور ہر بھی ہر نوع ان میں سے مستقل طور پر پیدا ہوتی ہو کسی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اب رہا قانون تباہیات اور وہ یہ ہے کہ ہر فرع کو اپنی اصل کی صفات در اثنا حاصل کر لگی لیکن تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ دوسری صفات میں اپنی اصل کے ساتھ بہان بھی ہو یہ وہ قانون ہے جس میں آپ کے مخالفوں نے آپ سے یہ منازعت کی ہے کہ جو تباہیات فروغ میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ عینی ہیں جو ہری نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ نوع بدل جائے اور دوسری نوع بن جائے اور آپ کے جواب دیا ہے کہ لا کہوں برس کے گزرنے کے بعد یہ تباہیات بار بار اور پے درپے ہوتے ہوتے جو ہری بن جاتے ہیں اور پھر ان سے نوع کا بدل جانا اور دوسری نوع بننا لازم ہوتا ہے اور آپ نے اس بحث میں بہت کچھ الجھتے ہیں اور محض قیلولہ لا طائل کر کے رائی کا بھڑکنا دکھایا ہے اب میں کہتا ہوں کہ قانون تباہیات یعنی یہ کہ فرع ان صفات کے اعتبار سے جو اس کی اصل میں نہیں ہیں اپنی اصل سے میسر ہوئی ہے نبات اور حیوان میں مشاہدہ کیا گیا ہے اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قانون کو مخلوقات میں مقرر کیا ہے تاکہ باہم ان میں تباہی پایا جائے کیونکہ اگر تمام انواع کے افراد میں سے ہر نوع کے تمام افراد ایک ہی صورت پر ہوتے تو باہم ان میں بڑا اشتباہ پڑتا اور نظام عالم میں خلل عظیم واقع ہو جاتا کہ جس کی انتہا ہی نہیں کوئی شخص نہ اپنے بیٹے کو پہچانتا نہ اپنی زوجہ کو اور نہ وہ دونوں اس کی شناخت کر سکتے تھے طرح اسے اپنے اور غیر کے گھڑے میں بھی میسر نہ ہوتی اور اسکی وجہ سے معاملات میں جو خرابی آتی اور لوگوں کے جو حقوق تلف ہوتے وہ کسی پر خفی نہیں۔ اور یہ قانون تو نبات یا حیوان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اور نہ اس کا اصول و فروغ کے ساتھ کوئی خصوصیت حاصل ہے بلکہ دنیا کی تمام موجودات میں یہ قانون عام طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ آپ کوئی ایسی شے نہ دیکھیں گے جو دوسری شے کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتی ہو جائے وہ اس کی فرع ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ انسانی مصنوعات میں بھی اس قانون کا

وجود ہے چنانچہ آپ کسی کتاب کو دوسری کتاب کے ساتھ پورا پورا مشابہہ ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ ان دونوں کے بنانے والے نے ایک  
پورے طور سے مشابہہ بنانے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو ایک ہی طرح کے درجے لگائے ہوں ایک ہی سطح میں چھاپا ہو اسی  
طرح آپ کسی سیالہ کو دوسرے سیالہ کے بالکل مشابہہ نہ دیکھیں گے بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق و تباہی موجود ہوگا گو وہ کتنا ہی خفی کیوں نہ ہو  
اور یہ بار ایک بینی سے کام لے ہوئے نہ معلوم ہو سکتا ہو اور یہ محض لطف خداوندی ہے جو اسے باہم تمیز کرنے کے لئے مقرر  
کر دیا ہے جیسا کہ ہم نے کہا آپس تمام موجودات میں تباہی کا ہونا اور فرق کا پایا جانا پیدا کرنے والے کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک ہی  
قانون ہے طبعی قانون نہیں جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر فروع اور اصول کو طبعی نظریے سے دیکھا جاوے تو فروع کا یہی حق  
اور اس کے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کے پوری پوری موافق ہو اور اس کی ساری صفات کو ورثہ کیا حاصل کرے اور  
کسی شے میں بھی اس کے ساتھ تباہی نہ ہو ہاں جب اس کا کوئی عارضی سبب پایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب ایسا  
اتفاق ہو کہ مشابہت پیدا کرنے کے تمام اسباب متحد ہوں تو اس وقت دو چیزوں کے درمیان تباہی کا پایا جانا ذرا بھی پورا نہیں  
اثر تا نہ اصل اور فرع کے مابین اور نہ ان دونوں فرع کے درمیان جتنے بننے کے تمام اسباب متحد ہوں جیسے کہ دو چیزوں کے  
جو کہ ایک ہی تہی اور ایک ہی جہلی میں پیدا ہوئے ہوں پھر ان کی ہر مثل کرنے کے تمام اسباب بھی یکساں رکھنے میں انتہا و جہ  
کی باریک بینی سے کام لیا گیا ہوتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ ان دونوں میں ضرور فرق و تباہی پایا جاتا ہے اور اس وقت تباہی  
اور فرق کے لئے وہی اسباب ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنا جیسا کہ میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو مسئلہ ہے وہ بڑا تکلف ہی  
تکلف ہے اور اضاف کے دائرہ سے بالکل خارج ہے۔

جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کونسا امر نافع ہو سکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متباہی ہونا جس پر آپ  
لوگوں نے زمانہ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بن جانے کے بارے میں اعتماد کیا ہے ایک جہنم حد تک ہو  
جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کیجا سبب نہ نکل سکے اور اعمی مقدار سے باہم افراد میں تاثر قائم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہو جاتا  
ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اس سے چند صفات میں متباہی بنایا ہو اور ملے ہذا القیاس  
ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ تباہی سلسلہ بندی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہو اسی حد تک چلا جائے  
جس سے ایک نوع دوسری نوع کیجا سبب نہ نکلے اور پھر خدا تعالیٰ فروع میں اس سلسلہ کو از سر نو شروع کرے اور ان کے اجداد  
پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے۔ اسی طرح اسوہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کر لیں دوسرا  
دور بھی ختم ہو جائے پہلے کے بعد آنے والی فروع میں بھی اسی کارروائی ہوتی رہے یہاں تک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ  
ہو جائے اور کیا عجیب کہ یہ امر ہمارے بعد کی آئندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی مدلل ہو جائے کیونکہ زمانہ حال کے لوگوں کی عکسی تضاد  
ان کے ہاتھ لگ جائیں پہر جب وہ ان تصویروں کا ان فروع کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں جو ان کے زمانہ میں ہوں تو غیر ظاہر ہو جائے  
کہ ان کے اجداد پیشین کی صورتیں ان کے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں۔ بہرہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول  
اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کچھ سے صورتیں اور شکلیں اس قدر کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی  
صورتیں جنکو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہو سکتی ہیں اور پھر بھی ان کی وجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کیجا سبب نکل جانا

قانون تباہی  
و مشابہت  
و تباہی  
و تباہی  
و تباہی

ضروری نہیں ہوتا کیونکہ وہ محدود و محدود ہیں جیسا کہ پہلے فرض کیا ہے۔ اسی نوع انسانی کو دیکھئے کہ روئے زمین پر اس کے لاکھوں  
 ہی افراد پائے جاتے ہیں اور پھر ان میں کیسا وسیع فرق اور تباہی پایا جاتا ہے جیسے درمیان رنگی اور سفیدی کے۔ کیا اس تباہی اور  
 فرق نے کسی صنف کو اس کی نوع سے خارج کر دیا اور خارج کر کے اسے دوسری نوع بنا دیا؟ ہرگز نہیں۔ اور آپ لوگ اس سے  
 تعجب نہ کریں کہ فروع اپنے اجداد پیشین کی صورتیں کیسے پہر حاصل کر لیں گی کیونکہ آپ ایسے ہی قدرتی قانون کے قائل ہیں  
 ہیں اور وہ قانون (اٹا فیسم) ہے جسے دادا کی جانب راجع ہونا اور بعض اہل سائنس اس کا نام دور کا فی بار جوت رکھتے ہیں  
 پس آپ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صفات کبھی بعض اقوام میں مخفی رہتی ہیں پھر اس کے بعد ان کی اولاد میں ظاہر ہو پڑتی ہیں مثلاً  
 جب کوئی جھنڈی کسی رومی عورت سے شادی کرے تو بعض اوقات اس کی اولاد عورت کی طرح گوری ہوتی ہے۔ پھر کچھ سائنس  
 گذرنے کے بعد کبھی کبھی بعض اولاد میں ان کے اس جھنڈی دادا کی صفات اور ساخت ظاہر ہو پڑتی ہیں اور اسی طرح یہ قانون  
 عادات، اخلاق، اور امراض میں بھی جاری ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروع اور اصول میں تباہیات کا محدود ہو کر پایا جاتا ہے اور پھر نہیں  
 نکال کر ہونا ہم نے جو فرض کیا ہے ایک ممکن وقوع امر ہے جسکو عقول جائز رکھتی ہیں قابل ترک نہیں خیال کرتیں اور شریعت مجاہد  
 میں بھی ایسا مضمون وارد ہوا ہے جس سے اس امر کی جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اجداد کی صورتیں فروع کی جانب رجوع  
 کرتی ہیں چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو مخاطب کر کے یہ قول (فی اتی صورتہ ما شار کر تکبک یعنی جس صورت میں  
 چاہا خدا نے تجھے ترکیب دیدیا) ارشاد فرمایا ہے اس کی تفسیر میں صاحب شریعت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام سے  
 منقول ہے کہ لطفہ جب رحم میں قرار پاتا ہے تو اس کے اور آدم کے مابین جتنے لوگ سلسلہ نسب میں ہیں خدا سب کی صورتوں  
 کو وہاں حاضر کر دیتا ہے اور جس شبیہ میں چاہتا ہے اس کی صورت بنا دیتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے) پس  
 جب تک قانون تباہیات میں یہ احتمال قائم ہے کہ وہ تباہیات ہر نوع میں ایسے درجہ تک محدود ہوں کہ وہ نوع کو دوسری نوع  
 کی جانب خارج نہ ہونے دیں اور اصول کے تباہیات فروع میں پھر اندر نہ جاری کئے جائیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے نہ گشت  
 تک نوع کا ایسے درجہ تک چاہو پوچھا کہ اس کا تغیر جو ہر ہی پچلے اور اسکو وہ ایک دوسری نوع بنا دے محض ایک نئی امر ہے جن  
 اقسام نہیں کیا جاسکتا پس آپ نے اس قانون کی تقریر میں جو زور شور کیا ہے اور نیز لاکھوں برس کے گزرنے پر جو آپ نے  
 انواع کی تبدیلی کو اس قانون کے حوالہ کیا ہے یہ سب باطل ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ قانون یعنی تباہی آپ لوگوں کے رعم کے ہوتی  
 غیر محدود ہے اور یہ امر اگرچہ عقلاً ممکن ہے اور اس سے تبدیلی کا واقع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سب کچھ خداوندی قدرت کے تحت  
 تصرف میں داخل ہے لیکن اس قانون کا وقوع محض ایک نئی امر ہے اسکا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ پس اسکا نتیجہ بھی (اور وہ انواع  
 کا بدل کر دوسری نوع بن جانا ہے) ظنی ہو گا اور جب یہ حالت ہے تو پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قانون کی کچھ پروا نہیں  
 کرتے اور نہ اسکو وہ نشو و نما اختیار کر سکتے ہیں اس لئے وہ اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کی جو طریق خلق اور انواع کے مستقل طور  
 سے بننے پر دلالت کرتی ہیں تاویل کرنے پر مضطرب نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا  
 ہوئی ہے براہر قائم ہیں گے ہاں جب یہ بات مان لی جائیگی کہ یقینی قطعاً دلیل اس کے خلاف بر قائم ہو گئی (اور یہ امر کو سوں دور ہے)  
 تو اسوقت وہ اپنے سابق الذکر قاعدہ پر عمل درآمد کر کے دلیل عقلی اور نقلی میں تطبیق دینے کی غرض سے تاویل کر دیں گے۔



قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورہ الصدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے سہ اسلئے وہ بھی غلطی ہی ہو گا اور اگر اسکا واقع ہوا تسلیم کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے بطور خلق باطنی کے ساتھ ہی پایا جائے گا جس طرح کہ ہم پہلے ہی درجہ کی موجود ہوتی ہیں اس سے اعلیٰ درجہ کی بغیر اسکے کہ پچھلے کوئی نئی مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو گی بعد اس کے اپنے سے اعلیٰ کیسا تہ باقی کہنے میں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہوئی ہو اور اسے بھی اپنے سے اعلیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انب انواع کا پایا جانا ثبوت نشو و نمو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو و نمو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اور بعد کی تقریر کی نا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اعلیٰ درجہ کی انواع کو بغیر اسکے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ سے پیشین مستقل طور پر پیدا کر دیا ہو پھر اسے پہلی انواع کو دنیاوی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہی میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازعہ کے قاعدہ کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انب ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازعہ اور قانون بقا حسن پر مشتمل ہے اور باوجود اسکے امتداد کے لئے فروع کی صفات اصول کو ورثہ حاصل کرنے اور نیز فروع کے کچھ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مبالغہ ہونے کے قانون کو بھی جاری کیلئے لیکن یہ بتان ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اس حکمت یہ ہے کہ باہم ترقی قائم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت سے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون ارث اور قانون بتان ہیں جنکا مشاہدہ کیا ہی جاتا ہے باوجودیکہ انواع کا بطور خلق اور مستقل طور پر بننا مانا گیا ہے اور آپ لوگوں کے علم جالوجی کی تحقیقات بھی اس توجہ کے ذرا ہی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجہ کے خیال ہونے پر کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تقریر کے عقلی نظریں طریق نشو و نمو طریق خلق پر راجع بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر بیکر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ عقلی نظریں نشو و نمو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو و نمو کا احتمال عقل کے نزدیک غلطی بھی نہیں قرار پایا سکتا بلکہ نشو و نمو دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا درجہ پایا جاتا ہے لیکن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ ان کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو و نمو پر ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت ملاحظہ کر دیا۔ کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

یہ تو ہر کتاب سابق الذکر تقریر کے بعد جب نشو و نمو کے طور سے ثابت ہو سکا تو اس پر انسان اور بندہ کا ایک ہی اصل سے نکلنا

قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورہ الصدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے سہ اسلئے وہ بھی غلطی ہی ہو گا اور اگر اسکا واقع ہوا تسلیم کیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے بطور خلق باطنی کے ساتھ ہی پایا جائے گا جس طرح کہ ہم پہلے ہی درجہ کی موجود ہوتی ہیں اس سے اعلیٰ درجہ کی بغیر اسکے کہ پچھلے کوئی نئی مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو گی بعد اس کے اپنے سے اعلیٰ کیسا تہ باقی کہنے میں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہوئی ہو اور اسے بھی اپنے سے اعلیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انب انواع کا پایا جانا ثبوت نشو و نمو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو و نمو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اور بعد کی تقریر کی نا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اعلیٰ درجہ کی انواع کو بغیر اسکے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ سے پیشین مستقل طور پر پیدا کر دیا ہو پھر اسے پہلی انواع کو دنیاوی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہی میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازعہ کے قاعدہ کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نیست ہو چکی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انب ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازعہ اور قانون بقا حسن پر مشتمل ہے اور باوجود اسکے امتداد کے لئے فروع کی صفات اصول کو ورثہ حاصل کرنے اور نیز فروع کے کچھ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مبالغہ ہونے کے قانون کو بھی جاری کیلئے لیکن یہ بتان ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اس حکمت یہ ہے کہ باہم ترقی قائم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت سے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون ارث اور قانون بتان ہیں جنکا مشاہدہ کیا ہی جاتا ہے باوجودیکہ انواع کا بطور خلق اور مستقل طور پر بننا مانا گیا ہے اور آپ لوگوں کے علم جالوجی کی تحقیقات بھی اس توجہ کے ذرا ہی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجہ کے خیال ہونے پر کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تقریر کے عقلی نظریں طریق نشو و نمو طریق خلق پر راجع بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر بیکر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ عقلی نظریں نشو و نمو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو و نمو کا احتمال عقل کے نزدیک غلطی بھی نہیں قرار پایا سکتا بلکہ نشو و نمو دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا درجہ پایا جاتا ہے لیکن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ ان کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو و نمو پر ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت ملاحظہ کر دیا۔ کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

انسان کا ہر در سے ترقی کے لئے خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔

بھی جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں مٹی نہیں ہو سکتا اور آپ لوگوں کا یہ قول کہ انسان کے بند کے ساتھ مشابہت رکھنے کے مقصد  
 کے موافق کچھ بعید نہیں ہے کہ انسان اور بند ایک ہی اصل سے نکلے ہوں محض ایک انتہا درجہ کا ساقط الاعتبار شبہ ہے کیونکہ  
 محض صوری مشابہت کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہ امر لازم آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر آپ کہیں کہ اس سے  
 لازم تو نہیں آتا لیکن کم سے کم اتنا تو ہے کہ اس سے اسکا ظن اور گمان غالب پر یہ ہو جائے تو میں کہوں گا کہ یہ بڑا عجیب  
 علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں ظن پر اعتقاد نہیں کر سکتے اور نہ اسکو اپنی شریعت کی ظاہری خصوص کے لئے محاضر اعتبار کر سکتے ہیں  
 علاوہ بریں اس مشابہت سے جو آپ کے نزدیک ظن پیدا ہوا تھا اس کے لئے ایک امر واضح بھی موجود ہے اور وہ ہے کہ ہم کچھ  
 ہیں کہ انسان اپنی ابتداء سے پیدائش میں عقل اور بدن دونوں میں نہایت کمزور ہوتا ہے چلنے اور آپ سے بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اور نہ  
 ذرا سی حرکت ہی کر سکتا ہے جو باقاعدہ ہو اور باوجود اسکے وہ نہایت کند اور نادان بھی ہوتا ہے کہ اپنے ارد گرد کی اشیاء کو بھی  
 نہیں پہچانتا اور نہ اسے زمین اور آسمان کی تغیر ہوتی ہے نہ آگ اور پانی میں فرق کر سکتا ہے ہی لئے نہ وہ کسی ایذا رساں چیز سے  
 بچتا ہے نہ کسی نافع چیز کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اتنا بھی فہم نہیں ہوتا کہ اپنی ماں کی چہاتی کیسے منہ میں لے چاہئے  
 وہ کسی روز تک اسکو سکھانے کی کوشش کرتی ہے جب اسے دودھ پینا آتا ہے پھر اس ساری کمزوری اور نادانی کے بعد  
 ہم اسے دیکھتے ہیں کہ قوت اور ادراک میں ترقی کر لے لگتا ہے یہاں تک کہ ایسے درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر بقیہ حیوانات پر  
 قیاس کیا جائے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت اس سے کہیں توانا اور سمجھدار ہوتے ہیں تو اس درجہ تک اسے پہنچنے کی امید نہیں  
 ہو سکتی اور انسان کی یہ حالت خداوندی اعمال میں سے نہایت عجیب تر اور اس کی قدرت کی عظمت پر دلیل روشن ہے کہ اسے لئے  
 کمزور اور اسقدر نادان حیوان کو ایسے درجہ تک کیسے پہنچا دیا جہاں تک کمزور حیوانات نہ پہنچ سکے چنانچہ وہ نہایت قوی اور صاحب  
 غلبہ بن جاتا ہے کہ پتھروں کو اکٹھا کر کھینک دیتا ہے۔ بڑی بڑی عایشان عمارتیں تعمیر کرتا ہے حالانکہ پہلے وہ نہایت کمزور اور  
 عاجز تھا۔ اسی طرح وہ مدق عالم اور محقق فلاسفہ بن جاتا ہے بعد اسکے کہ وہ نرمی نادانی میں غرق تھا اپنی قوت اور عقل کے ذریعہ سے  
 بحر و بر کے حیوانات پر تسلط حاصل کر لے پرندوں کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے نظام شمسی و قمری کا انضباط کرتا ہے اور پھر  
 بھی یا تو اپنے پیدا کرنے والے خدا کے واحد کا اقرار کرتا ہے یا اس سے پرے درجہ کا منکر بن جاتا ہے۔ رہا بند روہ اور اکثر  
 حیوانات کی طرح ایک قسم کی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اسوقت کافی حرکت کرنے پر قادر ہوتا ہے تاکہ  
 انکی ماں جو انکی پرورش کرنا چاہے انہیں وہ انکی کچھ مدد کر سکے اور اسوقت اسکو اسقدر سمجھ ہوتی ہے کہ انسان کے بچے کے  
 پاس اسکا نشان بھی نہیں پایا جاتا چنانچہ جو غذا اسکے لئے مہیا ہوتی ہے اسے جان لیتا ہے اور بغیر اس کو شش دہر  
 کے جو انسان کی ماں کو اپنے بچے کے لئے کرنا پڑتی ہے وہ (بندر کا بچہ) اپنی ماں کی چہاتی منہ میں لے لیتا ہے ایذا رساں  
 چیزوں سے بچتا ہے نافع چیز کو اختیار کرتا ہے اور نہایت ہی تھوڑی مدت میں جہیں کہ انسان کا بچہ اپنے سر پر بیٹھنے کے  
 بھی قابل نہیں ہوتا وہ اپنا رزق تلاش کرنے کے لئے دوڑنے لگتا ہے اور اسکو اسقدر سمجھ بھی ہو اسکے اور زندگی کی انشاء  
 دہی کے لئے کافی ہو حاصل ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی نوع کے بڑے بڑوں کے قائم مقام بن جاتا ہے اور حالانکہ وہ دیکھنے  
 میں کچھ ہی رہتا ہے پس بندر اور انسان میں کہیں فرق موجود ہے سو اگر انسان اور بند ایک ہی اصل سے نکلے ہوتے اور

اُس سے ترقی کر گیا ہوتا تو اسکا پمقتضاتھا کہ وہ اس حالت میں نہ ہوتا جسکا ہم نے ابھی ذکر کیا بلکہ اپنی پیدائش کے وقت نہ تو کم نہ ہوتا جس سے وہ ترقی کر کے بنگیا تھا کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کا بچہ قوت اور سمجھ میں اتنی جلدی کی حالت میں ہو باوجودیکہ اسکا ساتھی جو اس کے ساتھ ایک ہی اصل سے نکلنے میں شریک ہے اور جس سے کہ وہ ترقی کر کے بنگیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں اُس سے کہیں کامل ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ انسان اپنے شریک (بندر) سے صورت کی عمدگی میں تو ترقی کر گیا ہے لیکن بعض اسباب کی وجہ سے قوت اور سمجھ میں اُس سے گھٹا ہوا رہ گیا تو ہم کہیں گے تو کچھ کیا وجہ ہے کہ بڑے ہونے پر یہ دونوں باتیں اُنہیں کامل ہوجاتی ہیں اور وہ بندر پر ان دونوں (قوت اور سمجھ) میں کہیں زیادہ ترقی کرتا ہے پس حق اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ امر آپ کے اس قول کو کہ انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہیں بالکل ہی بولداور کثرتِ زبانتا ہے اگرچہ ہم اپنی زبان سے اسکو باطل نہ بھی کہیں۔ اور اے اصل سائنس اگر آپ نظر انصاف سے غور کریں تو آپ کو یہ امر بخوبی ظاہر ہوجائے کہ انسان اور بندر کی صرف صورتی مشابہت اتنے بڑے عظیم فرق کا جو ان دونوں میں پایا جاتا ہے جسکا کہنے بھی بیان کیا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کو امر صواب کی ہدایت کرے یہ وہ تقریر تھی جس کو میں نے اس موقع پر آپ کے سامنے بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اور میرے نزدیک اگر آپ انصاف کر سکیں تو یہ تقریر سبابت کے لئے کہ نشو کے بارہ میں آپ کے دلائل اور محضات محض ظنی ہیں اور کسی طرح شرعی نصوص کا معارضہ نہیں کر سکتیں کافی ثابت ہوگی اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے مخالف آپ کے ساتھ مختلف بحثوں میں اُبھکے ہیں جس کی میں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا چنانچہ انہوں نے انواع کے بدل جانے کا آپ کے مقابلہ میں انکار کیا اور آپ سپرد دلائل قائم کرنے کے درپے ہو گئے اور اسکا ثبوت دینے لگے یہاں تک کہ صناعتی تبدیلی سے بھی۔ اور انہوں نے مابین ایک اور دوسری نوع کے جس سے کہ وہ آپ کے خیال کے موافق بنی ہے حلقوں کے وجود سے قطعی انکار کیا اور آپ نے انکو یہ جواب دیا کہ یہ حلقے بعض میں تو پائے گئے ہیں اور اپنے جی کو یوں خوش کر لیا کہ جیا بوجی کی تحقیقات میں غنقریب باقی انواع میں بھی حلقے دریافت ہو جائیں گے یہ ساری باتیں جملہ خبریہ ہیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال موجود ہے بہلا بتائیے تو ہم میں سے اسوقت کون بیٹھارہیگا جو آپ کے دعوے کی تصدیق اور مشاہدہ کرے گا حقیقت حال کو خدا ہی جانے علاوہ ہر اس اگر ثابت بھی ہو جائے تو یہ احتمال برابر قائم رہیگا کہ انواع مستقل طور پر پیدا ہوتی ہوں جساکہ ہم نے پیشتر ذکر کیا پس آپ کی دلیلین ظنی ہی ہیں مختصر یہ کہ میں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم آپ لوگوں سے آپ کے مخالفوں کی حج اکبریں اور چونکہ ہمارا اعتماد شریعت کی ظاہری نصوص پر ہے اسلئے ہمارے لئے تقریر سابق ہی کافی ہے ورنہ اگر ہم آپ سے اس بحث میں تفصیلی گفتگو کرنا چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں کہ آپ کی دلیلوں کی جن پر آپ اعتماد کئے بیٹھے ہیں کیا قدر و قیمت ہے و آپ کے سامنے اسباب کو ظاہر کر دیں کہ ان کی بنیاد وہم اور محض تخنیتی اور فرضی باتوں پر ہے اگر خدا نے توفیق دی تو میں اس بحث میں ضرور کچھ تحریر کروں گا جس سے طالبین تحقیق کی تشنگی بجھ جائیگی۔

یہ بحث نو سوچنی پہر آپ لوگوں کا یہ قول کہ حیات اور عقل انسانی دونوں محض مادہ کے اجزا و نسخہ کہ اور اسکے عناصر مترجہ کی باہمی  
ناثیرات کے ظہور میں سے ایک قسم کے ظہور کے نام ہیں اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے بالکل خالی تھا اور یہ کہ

ف  
خیالات اور  
خفا کے بارے  
میں شریعت  
میں جو بار بار  
ہے اس میں  
اور ان کے بارے  
میں قول ہے  
ہوین تعلیق  
نہ ۱۰

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

انسان کی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اس نے مختلف نہیں یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کا اسلامی شریعت پر الطباق ممکن ہے چنانچہ حیات کی توہیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک ایسی وجودی صفت ہے جو نفس ذات پر زائد اور عظم و قدرت کے مغائر ہے جسکی وجہ سے ذات کا ان دونوں کے ساتھ موصوفہ ہونا صحیح ہو جاتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے اور اسکی مثل تفسیر رازی میں بھی موجود ہے) آپس جب ان کے سامنے حیات کے بارہ میں آپ کا یہ قول پیش کیا جائے کہ وہ احسن ارمادہ کے باہمی تاثیرات کے ظہور میں سے ایک ظہور کا نام ہے تو وہ یہ کہہ دیں گے کہ ہمارے نزدیک حیات ایک عرضی صفت ہے مادہ نہیں ہے اور یہ ظہور جس کو آپ حیات کہتے ہیں وہ بھی عرضی صفت ہے اسلئے اس سے کوئی مانع نہیں کہ حیات بھی ظہور ہو لیکن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیوان میں خدا کے پیدا کرنے سے اس کے حادث کے قائل ہیں نہ جیسے کہ آپ لوگ اجزاء مادہ کی حرکت سے اس کے حادث کا بلا دلیل گمان کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذرا اگرچہ ممکن ہے کہ یہ حرکت بھی محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے موجود ہوئی ہو اور اس ظہور کا جسے آپ حیات کہتے ہیں سبب بنی ہو شہیک نئی طرح سے جیسے کہ اسباب سے سببات کو پیدا کرنے کی خدا کی عادت جاری ہو گئی ہے۔ باقی رہی عقل اس کے بارہ میں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے تو اس کی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ کہہ کر تو قصہ ہی اختیار کر لیا کہ وہ مغیبات میں سے ہے جسے شریعت نے ہمارے لئے نہیں بیان کیا پس النسب اور ادب کی بات یہی ہے کہ انہیں گفتگو نہ کی جائے پس اس بنا پر جب آپ لوگ ان کے سامنے عقل کی ایسی ہیرو بیان کرینگے جو ان کی شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ آپسے ہی کہہ دیں گے کہ ہاں آپ کی تفسیر میں صحت کا احتمال ہے کوئی مانع نہیں ہے کہ یہی تفسیر صحیح ہو لیکن یہ ظہور خدا کے پیدا کرنے سے حادث ہوا نہ جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ وہ محض اسی حرکت سے حادث ہو گیا ہے۔

اور بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل کی تفسیر میں غرض کیا ہے اور جتنے اقوال میں سب اسباب میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے اور سب کا حاصل یہی ہے کہ وہ علوم کے قبیل سے ہے یعنی وہ ایک قسم کا ملکہ ہے جسکے ذریعہ سے نظری علوم اور اک کر لئے جاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا جانور ہے اور ایسا ہی بعض آحادی آثار میں بھی وارد ہوا ہے (جیسا کہ مادر وی کی کتاب ادب الدین میں ہے) اور مراد اس سے یہ ہے کہ وہ ایک باطنی نور ہے پس اس امر کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہیں کہ وہ علوم کی جنس سے ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جوہر ہے لیکن یہ قول رد کر دیا گیا ہے (محمد السلام اور اس کے حاشیہ اسیر سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) یہ سب کچھ غریزی یا بطبعی عقل کی نسبت کہا گیا ہے یہی عقل کہ سب جو ای غریزی عقل کا نتیجہ ہے پس وہ کامل بتیز صحیح سست اور رے کے صائب ہونے کا نام ہے (مادر وی کی کتاب ادب الدین میں بھی ایسا ہی ہے) پس اس بنا پر یہ امر صحیح ہے کہ آپ کے اصران لوگوں کے قول میں جنہوں نے عقل غریزی کی تفسیر میں غرض کیا ہے کوئی منافات نہیں کیونکہ دونوں قول اسباب میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے تو پھر اس بنا پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ کہا جائیگا کہ یہ عرض اجزاء مادہ کی باہمی تاثیرات کے ظہور میں سے ایک ظہور ہے تو یہ کہنے سے انہیں کوئی چیز نہیں روک سکتی کہ ہاں ممکن ہے کہ

ف  
عقل کا سبب  
عقل غریزی کا  
عقل کمال کا

بانی رہا آپ لوگوں کا باقی مسائل سے انکار کرنا چھوڑ آپ نے شریعت محمدی میں تو پایا لیکن آپ کے علوم میں ان کی کوئی دلیل موجود نہیں یا ان کی رو سے وہ قابل ترک ہیں ان کی نسبت سنیہ ہم سے اور آپ سے جو بحثیں ہو چکی ہیں بعض مسائل کی توپوری تحقیق ہو چکی تاہم آئندہ موقع بہ موقع ہم تنبیہ کرتے جائیں گے اور جو مسائل باقی ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کی تحقیق کے لئے میں ابھی گفتگو کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو دکھائے دیتا ہوں کہ ان میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسکو عقلیں متروک خیال کرتی ہوں بلکہ سب کے سب عقلی قواعد پر منطبق ہیں بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے چنانچہ سنیہ میں بیان کرتا ہوں یہ سب باتیں تو پہلے معلوم ہو چکی ہیں کہ مادہ عالم پہلے نہ تھا اور پھر حادث ہوا اور یہ کہ جس نے اسکو عدم سے پیدا کیا اور اُس سے انواع کائنات کو اس انتظام خاص پر بنادیا وہ ہی خدا ہے اور یہ کہ وہ ان سب چیزوں کو نیست و نابود اور محدود کرنے پر بخوبی قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو باقی حیوانات سے علیحدہ اور مستقل طور پر پیدا کیا اُس سے اُس کی عورت کو بنایا۔ اور دونوں کو ایک مکان میں جس کا نام جنت ہے سکونت پذیر کیا پھر جس چیز سے انہیں منع کیا تھا اُس کی مخالفت کی وجہ سے دونوں کو دین پر تارویا اور یہ کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب خدا ہی کے قضا و قدر سے ہوتا ہے یعنی وہ اُسے جانتا ہے اس کا ارادہ

من  
اَنْ اَتِي شَرِي  
سَاكِل كَلِيَان  
جَنَابِي سَنَسْ  
اَكَا كَر قَسِيْمِي  
اَتَمَان شَرِي  
مَحَبَّتِ غُرُورِ حَالِي  
عَقْل تَوْبِيحَات  
خَالِي كَسَالَت  
نَوْبِ رَاكِلِيَان  
نَوْبِ كَسَالَتِ

کہتا ہے اور اپنی قدرت سے اسے موجود کر دیتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اُس کے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اُس کے سولے کوئی خالق نہیں اگرچہ اسے سببات کو اسباب کے ساتھ مرتب کر رکھا ہے سببات کو اسباب سے پیدا کرتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُس کے بعد ہی سبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام اشیاء میں جو تاثر مشاہدہ کی جاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اس کی قوت کی وجہ سے جو انہیں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدا نے سبب کو ایجاد کر دیا ہے۔ قدیم ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ ایک ہے اپنی ذات و صفات میں کہتا ہے۔ علاوہ اس کے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب غنی ہے۔ کسی کا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُسی کی تخلیق ہیں۔ موجودات میں سے وہ کسی کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گند چکیں یا آئینہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اُس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اس کی ذات کے شایان ہیں موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے بحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقیق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قائم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اس کا اپنی صفات کے ساتھ منصف ہونا اور بعض کو پینے آپ کے علوم کے ساتھ جنکے وہ معارض معلوم ہوتی تھیں تطبیق دیدی اور اس کے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اس سے آپ اسلام کے اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہوئے لگائیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں کی ہے وہ ادنیٰ غور کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جاسکتی ہے اور تفصیلی گفتگو بکثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جس کا جی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

آپ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم نام ہے اور اُس کے اوپر اس سے بھی بڑا جسم نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی سافت حائل ہے اور یہ کہ اتنے ایک بہت بڑا جسم جس کا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اس نے پیدا کیا تاکہ جتنی ہونے والی چیزیں ہیں ثبت رہیں اور کبھی جائیں گو وہ اس کا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اُس کے ایک نائے ہوئے مکان میں ملیں گی جس کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اُس کا عذاب ہو گا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کرے گا پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ مستد کے قائل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز بعد ہے جسکی وسعت کو سوچ کر عقل حیران رہ جاتی ہے پہر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلا دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعہ سے قائم ہیں اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور یوں معلوم ہوتا ہے

عہ خلا سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضا مراد ہے جو دیکھنے میں سید معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلا مراد نہیں کیونکہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضا میں ابھر پہلا ہوا ہے ۱۲ متر چم



وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گھومتے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ خلا میں قائم ہیں اور اس خلا میں جو انکا مدار حرکت ہے وہی انکا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گزرجکا پس اس سے کوئی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ اسی خلا میں دور دراز میں ان ستاروں کے اوجہ ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتوں آسمان (اور ان کا نظریہ آنا پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر گزرا اور وہ ابو بکر بن العزلی ہیں) عرش - کرسی - لوح و قلم - جنت اور روزخ ہیں - اور خدا نے انکو وہاں اپنی قدرت سے قائم کر رکھا ہے چاہے اُسے قدرتی قوانین میں سے جنہیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھتا ہے کہ تیسے کسی قانون سے کام لیا ہو یا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے انہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا کہ اُسے آفتاب اور ستاروں کو اس خلا میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قائم کر رکھا ہے پہر یہ سب ہم سے نہایت ہی دور دور سافت پر واقع ہیں جیسے کہ ہمارے خود ان کے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں مائل ہیں اور خدا کی اور اس کی قدرت کی جو عظمت ہم اس کی مصنوعات میں جنکا ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کیجئے ہیں اس کے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی انکو مجبور نہیں معلوم ہوتا پس یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل انکو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کیلئے متعلق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے - رہا اُن کے ادراک تک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ ہر لمحہ جو اس ہوا ہوا واسطہ دیگر ذریعوں کے اُن کے معدوم ہونے کو مقتضی نہیں ہے اور اس تقریر سے بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ بعض شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا - ممکن ہے کہ اسی خلا میں جس میں کہ ہماری زمین اور تمام ستارے قائم ہیں چہ زمین اور بھی قائم ہوں اور ان میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیسا کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں - اور اگر آپ کہیں کہ ہم نے تو انکو بڑی بڑی دوریوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور انہیں ستاروں میں جو کہ خلا میں قائم ہیں انہیں بھی شمار کر لیا ہو - اگر آپ کہیں سمجھنا کہ یہ سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہے لیکن اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کہ انسا امر باعث ہو کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث ان کی شریعت کی نصوص ہیں جو ان اجسام کے موجود ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی اُن کے وجود پر ان کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُن کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب میں سے کچھ ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ ہیں اس لئے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا کے پاس سے انکار رسول نکرانا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اگر آپ پوچھیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسے ستاروں میں اور انی عالموں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے اور وہ تو فاضل مختار ہے جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قائم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمع ہونا کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اُسکو یاد کیجئے - اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے ان کی کتاب



کی عظمت کے سلسلے یہ ذرا بھی مشکل کام نہیں۔ اور جب ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی قوت سے لوہے کو توڑ دیتے ہیں حالانکہ اُن کی ہاتھ کی قوت محض اُنکے پھوں کا عمل ہے جن کی انتہا ایک نہایت ہی نازک اور پتلے گودے (مبدار اعصاب) جو دماغ کا ایک حصہ ہے اُنکے ہوتی ہے کہ حرکت کا مبدار ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں اور خارجی جسم کے اوتے اُمداد کو بھی برداشت نہیں کر سکتا بلکہ اُس مقدار سے جو اُسکے لئے ضروری ہے خون کا ایک زیادہ قطرہ بھی اُسکے نیست و نابود کرنے کے لئے کافی ہے جسکے بعد پھر انسان بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو یہ دیکھ کر ہمیں یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شے نازک و لطیف کو ایسی قوت عطا کرنے پر بخوبی قادر ہے کہ جو کثیف اور سخت شے میں موجود ہو کیوں نہ ہو اُس خدا سے پاک کی محض قدرت ہے۔

سہ ماہیہ کا اتنی بڑی مسافت کو جو اوق سماوی اجسام کے مابین حائل ہے ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر لینا تو میں کہتا ہوں کہ عقلاً اُس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اسلئے کہ حرکت کی تیزی کسی حد کے ساتھ محصور نہیں اسی روشنی ہی کو دیکھئے کہ آفتاب سے کہ جو ہم سے نوکر درمیل سے بھی کچھ زیادہ فاصلہ پر ہے اُسکے منٹ اور کچھ کسریٰ مدت میں ہم تک پہنچ جاتی ہے اور اگر آپ کہیں کہ روشنی تو ہمارے نزدیک حرکت اور عرض ہے اور یہ اجسام ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ کے طبعی علوم (سائنس) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو جسم زمین پر گرے پہلے سکند میں اُسکے گرنے کی تیزی سولہ قدم اور کچھ کسریٰ ہوتی ہے اور جب وہ آفتاب کی جانب گرے تو اُس کی تیزی پہلے سکند میں چار سو پچاس قدم اور کچھ کسریٰ ہوگی۔ پھر اُسکے البعد کی تیزی دریافت کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جسم کے ساقط ہونے کی تیزی پہلے سکند میں جب قدر تھی اُسکو اُس عدد کے مربع کے ساتھ ضرب دیں جس عدد کے لحاظ سے آپ کو تیزی دریافت کرنا ہے مثلاً دوسرے۔ تیسرے۔ چوتھے سکندوں کی تیزی دریافت کرنے کے لئے ۲-۳-۴-۵ وغیرہ عددوں کے مربع کو علیحدہ علیحدہ پہلے سکند کی چال میں ضرب دیں تو یہی حاصل ضرب جواب ہوگا۔ پس اس قانون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت اجسام کی تیزی اس قدر زیادہ ہو سکتی ہے کہ عقل کو سخت حیرت ہو اسی ستارہ مشتری کو دیکھئے جس کی نسبت آپ لوگوں کی ہیئت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل اُس کی چال ہے یعنی توپ کے گولے سے بھی تیزی تیز چنانچہ جتنی دیر میں انسان سانس لیتا ہے اتنے عرصہ میں نو میل چل جاتا ہے اور اُسکی محوری گردش میں اُسکے سطحی اجزاء کی تیزی چار سو گھنٹہ میل فی منٹ کے حساب سے ہے۔ حالانکہ وہ ہماری زمین سے بقول آپ کے یہاں کے ہیئت والوں کے جسکے ساتھ دوسرے ہیئت وال بھی متفق ہیں ایک ہزار چار سو گیارہ گنا بڑا ہے پس وہ خدا جسے لئے بڑے اور کثیف جسم کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اتنی دھود و دراز مسافت کو اس قدر تیزی مدت میں قطع کر سکے تو اُس خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ بشتوی بھی بہت ہی تھوڑی مدت میں بہت کچھ مسافت کے قطع کرنے پر قادر کرے اگرچہ یہ مسافت اُس مسافت سے جسے ستارہ مشتری قطع کرتا ہے بہت ہی کچھ زیادہ کیوں نہ ہو لیکن تاہم اس ستارہ کی رفتار صحیح طور پر نظر کرنے سے اس بات پر عقل کی کچھ تسکین ہی ہو جاتی ہے کہ جس خدا نے اس ستارہ کو اس قدر تیزی سے چلا رکھا ہے اس جس کے بڑے سے بڑے عہ مثلاً ہم کو چوتھے سکند میں اُسی جسم کی تیزی دریافت کر لے جسکی پہلے سکند میں سولہ قدم چال تھی تو سولہ کو چار کے مربع یعنی سولہ میں ضرب دیئے تو حاصل ضرب یعنی ۲۵۶ جواب ہوگا صورت یہ ہے  $۱۶ \times ۱۶ = ۲۵۶$  جواب ہر متر

عمل پر بھی وہ قادر ہے خصوصاً جبکہ گرنے والے اجسام کے قانون نے حرکت اجسام کی تیزی کی بجز زیادتی اور بھی صاف طور پر ظاہر کر دی ہے اور اگر آپ کہیں کہ مشتری کی رفتار تو بڑی قوت کشش کے ہے جیسا کہ ہمارے علوم میں اسکی تفصیل موجود ہے اور اسی طرح گرنے والے اجسام کی تیزی بھی اسی کشش کا نتیجہ ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ وہ قوت کشش ہے کیا چہر جسکا نام لیکر آپ ہمیشہ ڈینگ مارا کرتے ہیں اور اس کی جانب کائنات میں بڑے بڑے اعمال کو منسوب کرتے ہیں حالانکہ آپ کو نہ اسکی حقیقت معلوم ہے اور نہ آپ یہی بتا سکتے ہیں کہ وہ اجسام میں کیوں قائم ہے اور اسکا کیا سبب ہے غایت سے غایت آپ ان حوادث کائنات کی وجہ بتانے کے لئے چٹکودیکھ کر عقل حیران پہنچاتی ہے جیسے کہ نظام شمسی وغیرہ اس کے قائل ہو گئے ہیں اور اس کے ثبوت کے تسلیم کر لینے کی تہذیب پر بتائے تو یہی کہ اسے ایجاد کرنے کیا اجسام کا خاصہ کہنے بنا دیا اور کائنات میں اتنے بڑے اعمال اس سے کہنے لئے کیا اس خدا کے علاوہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے جس نے کائنات کو عدم سے ایجاد کر دیا اعلیٰ درجہ کی حکمتوں اور کامل انتظام پر بنایا۔ پس جب یہ خدا قوت کشش کی ایسی چیز کے ایجاد کرنے اور اس سے ایسے ایسے اعمال کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ اس سے کب عاجز رہ سکتا ہے کہ ملائکہ (فرشتوں) کو انہی سافت کے بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کرنے پر قادر کر دے خواہ کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے جو ان میں اسے رکھا ہوا بلا کسی قانون کے کیونکہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے اور اسکی قدرت عظیمہ کچھ ہی کہوں نہ ہو سب کی صلاحیت رکھتی ہے۔

رہا آسمانوں کا فرشتوں سے بہرہ ہونا تو ہمیں کوئی بھی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بھی بخلہ مخلوقات خداوند ہی کے ہیں جنکو اسے انہیں آسمانوں ہی میں سکونت پذیر کر دیا ہے جیسے کہ کائنات ارض کو زمین میں ساکن کر رکھا ہے اور جیسے کہ کرۂ زمین پر حیوانات جو خوردبین سے معلوم ہوتے ہیں ایک قطرہ پانی میں ساکن بنائے ہیں اور انکی قدرت بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز سب کے ساتھ مساوی نسبت رکھتی ہے کسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور آپ اور آپ کے علاوہ لوگوں میں سے بہتیرے یہ نسبت دانوں کا یہ گمان ہے کہ ان ستاروں میں انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرنے والی کائنات موجود ہے جسکے وجود پر ان کے اعمال کے آثار سے جو ذریعہ بڑی بڑی خوردبینوں کے خیال میں آئے ہیں استدلال کرتے ہیں وہ آثار یہ ہیں جیسے راستوں کا متفرق ہونا انہیں کچھ گڑھے سے معلوم ہونا وغیرہ۔ پس اس بیان کے بعد آسمانوں میں ملائکہ کے موجود ہونے اور انہیں آسمانوں کے پیر ہونے سے تعجب ہی کا کون موقع ہے اور اگر آپ یہاں بھی یہی کہیں کہ جہہ گذشتہ اموی ملائکہ اور یمن کے ثابت ہوئے۔ ان میں ان خاص کے پائے جانے اور آسمانوں کے فرشتوں سے پیر ہونے پر پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں ہے تو یہاں بھی میں یہی کہوں گا کہ ان سب چیزوں پر ان کی دلیل ان کی شریعت کی نصوص میں جسکے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلق ہوئے ہیں اور وہ سچے ہیں اور ان کے سچے ہونے کی تصدیق ان کی رسالت کے قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے سے ہو چکی ہے یہی امر ہے جسے ہمیں اس کے اعتقاد پر آمادہ کر دیا ہے اور یہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے جس کے ماننے سے کوئی خیال نہیں لازم آتا اس لئے جو بلا کسی تاویل اس کے ساتھ ایمان لے آئے۔

اب رہا یہ امر کہ انسان میں ایک جان ہے سمجھتے ہیں اور وہ اس کے بدن کے علاوہ ہے اور اسکو بدن سے ایسا متعلق ہے جیسا

ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اُسے ادراک ہوتا ہے اور اہل عقل کر سکتی ہے اور یہ کہ انسان کو مرنے اور فنا ہونے کے بعد خدا کا  
پھر ڈھانچا اور اُس کے ساتھ دوبارہ روح کا تعلق پیدا کر دے گا اور اس نے جو اپنی زندگی کی مدت میں اچھے عمل کئے ہوں گے  
ان کی جزا دے گا اور برے عمل پر ان کی سزا کرے گا اور جو وقت بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور انہیں حیات قائم ہوتی  
ہے اس وقت لذت اور اہل مجموعہ روح اور بدن کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ باقی حیوانات کی بھی انسان ہی کی طرح ارواح ہوتی  
ہیں اور انہیں اتنا ادراک حاصل ہوتا ہے جتنا کہ انہیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہو البتہ اتنا ادراک اور اتنی عقل انکو نہیں  
حاصل ہوتی جتنی کہ انسان کو ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے خدا کی عبادت کی تکلیف انسان کو دی گئی ہے نہ باقی حیوانات کو پس میں کہتا  
ہوں جب آپ نے امور مذکورہ کی تصدیق سے اس بنا پر انکار کیا کہ آپ کے علوم سے محض یہیکل انسانی ہی کا پتہ لگ سکا اور اس کے  
سوا کسی چیز کو جیسے کہ روح آپ نے جان سکے علیٰ ہذا القیاس حیوانات میں بھی آپ ارواح کو نہ دریافت کر سکے تو سنئے کہ پیروان محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر متفق ہیں کہ ہر انسان کے ایک روح ہوتی ہے جسے کہ اُس کے بدن سے تعلق ہوتا ہے لیکن ہاں اُس کی  
حقیقت سے بحث کرنے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے تو اُس میں خلوص ہی نہیں کیا لے لے کہ صاحب کعبہ  
سے اُس پر کوئی دلیل نہیں وارد ہوئی تھی ان لوگوں کے طریق پر ان شرعی نصوص کے تصدیق کرنے کے لئے جو روح کے وجود پر  
دلائل کرتی ہیں صرف یہی اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ ہر انسان کے روح ہوتی ہے اور وہ ایک موجود ہے جس کی حقیقت خدا ہی  
خوب جانتا ہے اور اُس کے وجود کے قائل ہوجانے سے عقل کے مذاہبھی خلاف نہیں لازم آتا۔ رہا اُس کا محسوس نہ ہونا اُس کے عدم  
کو مقتضی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم اُس کو اسکی لطافت کی وجہ سے محسوس نہ کرتے ہوں جیسے کہ ایتر جسکے آپ لوگ قائل ہیں  
حالانکہ آپ نے کبھی اُسے محسوس نہیں کیا یا اُس کے بہت باریک اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہم اُس کا ادراک نہ کر سکتے ہوں جیسے  
کہ وہ حیوانات جو بزرگ و خرد ہیں (مانی کراسکوب) کے نظر آتے ہیں یا کسی اور وجہ سے اور ان میں سے بعض لوگوں نے اُس کی  
حقیقت سے بحث کرنے میں غرض کیا ہے چنانچہ بعض محققین نے کہا ہے اور وہ شیخ نووی ہیں جیسا جو ہرہ کے حاشیہ ابوبکر  
ہے کہ روح کے بارہ میں جنے اقوال ہیں سب میں زیادہ صحیح بعض محققین (دہ امام ائمہ میں ہیں) کا یہ قول ہے کہ روح ایک  
لطیف شفاف بالذات ذمہ جسم ہے جو اجسام کثیفہ میں اسی طرح رگ و پے میں سرایت کئے رہتا ہے جیسے کہ سہر شاخ  
میں پانی۔ پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بدن میں اُس کی جائے قرار معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اُس کا مقربہ ہے۔ بعض کہتے ہیں  
قلب کے قریب ہے۔ بعض کہتے ہیں قلب ہی ہے۔ پھر انہوں نے نفس حقیقت انسان میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعض کہتے  
ہیں (اور وہ جمہور متکلمین ہیں جیسا کہ مازی وغیرہ میں ہے) کہ انسان بدن ہی ہے لیکن ہاں اُس کے روح ہوتی ہے (جیسا کہ پیشتر ذکر  
ہو اُس کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور روح کے متعلق ہونے سے خدا کے پیدا کرنے کے باعث سے بدن کو حیات حاصل ہوتی ہے۔  
بعض کہتے ہیں کہ انسان مجموعہ روح اور بدن کا نام ہے۔ اور بعض قائل ہیں جسکی حدود بہت کم ہے کہ انسان فقط روح ہی ہے  
اور بدن صرف اُس کا قالب ہے۔ لیکن بعد اُس کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے اور اُن کے بدنوں کے فنا اور  
منتشر ہوجانے کے بعد اُن کے بدنوں کو دوبارہ بنا کر انہیں ضرور زندہ کرے گا۔ اور ان کی ارواح کا اُن کے بدنوں کے ساتھ تعلق  
پہلے لگا دینے کا حساب لگا پہلے ان میں سے بعض کو جنت جہان کے مکان میں داخل کر دے گا اور بعض کو جہنم یعنی سزا کے

مکان میں داخل کر لیا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جو اسکے قوا میں سب کچھ اسلامی بن کے قطعی ہولوں میں سے ہے جس پر ان سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہاں تک کہ جو اسکے ممکن ہونے یا اسکے دفع ہونے سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے اس پر دلائل قیام کے لئے ہیں۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے اور بحث مذکور (دوبارہ زندہ کئے جانے) کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ معنی صحیح کہتا ہے کہ کچھ عجیب نہیں کہ اس مقام پر پہنچ کر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل ثبوت بحث کے تمام عالم کے کنار ہو جائے تو کس کو قیامت سمجھے ہیں ذکر کرنا مناسب یا واجب ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس کنار کا امکان چونکہ نہایت دور ہی تھا کیونکہ عالم کے ہزاروں کائنات ہمارے مشاہدہ میں شمار ہوتے ہیں چلے جاتے ہیں سو ان کائنات فانیہ دیگر کائنات میں فرق ہی کیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح سب ایک روز فنا ہو جائیں اس لئے اسکا بالاستقلال بیان کرنا معصفت نے ضروری نہیں سمجھا بخلاف بحث بعد الموت کے کہ اس میں کسی قدر خفا تھا اور میں گفتگو شروع کر دی مگر زمانہ حال کے خیالات کے مطابق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث سے بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اس لئے اس کے متعلق ہم ایک مفید مضمون بطور حاشیہ کے نقل کرتے ہیں جس کو ہم نے فاضل حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرقع عالم کی تقریر دہلی پر سے خلاصہ کیلئے ہے جس میں امکان سے گذر کر وقوع کو قریب ہم سمجھ کر دکھایا ہے باب قیامت و بعثت کا مضمون مکمل و مرتب ہو جائیگا وہ مضمون مفید ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ انرجی یعنی کسی کام کرنے کی قوت یا تہ مقابل پر غالب آنے کی قوت جسکو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں موتیر کہتے ہیں کہیں ضائع جاتی اور جو چیز حرکت کر رہی ہے اگر اسکا کوئی روکنے والا نہیں ہے تو وہ ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جاوے گی چنانچہ پروفیسر ل فرٹ آفٹورٹ نے بھی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کہی ضائع نہیں ہوتی) میں اسکو خوب ثابت کیا ہے اس لئے زمین اور دیگر سیارے جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی طرح برابر حرکت کئے جائیں گے اور سیکے ہرگز پر آپ ٹرے دھڑے سے کہا کرتے ہیں کہ جب انرجی ضائع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکر دنیا کا خاتمہ ہو گا تب میں کہتا ہوں آپ ملتے ہیں کہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک محوری یعنی روزانہ جس سے وہ چوتیس گھنٹہ کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بہ سال اپنے آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے۔ اور یہ دونوں حرکتیں دوہرے گڑھے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تیزی رفتار میں کمی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مدد جز (جو آفتاب کی کشش سے ہوتا ہے) کی حرکت یا رفتار زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہے) خلاف ہے۔ اس وجہ سے زمین اور بانی میں بے انتہا گرگڑ پیدا ہوتی ہے جس سے بانی بانسوں اور پھاڑا ہے اور یہ لگاتار چرندوں میں گھومنے والی زمین کی رفتار کو خراب کر دیا کہ یا کم کر سکتی گریں رفتہ رفتہ اس کے زور کم اور فنا کو مستعد کرتی جاتی ہے ہمارے اس دعوے کا ثبوت ان منجوں کی تحریکات سے آپ کو مل سکتا ہے جنہوں نے گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنے حساب سے درست کیا اور اسکا مقابلہ لگائی تاریخی کتابوں سے کیا کہ وہ کہہ پڑے تھے۔ اور ان دونوں مقابلوں سے یہ بات انکو معلوم ہوئی کہ گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف اور حال کے کسوف و خسوف میں فرق ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین کی روزانہ حرکت میں بہ نسبت سابق کے اب کمی ہے اور دورانی تیز اس رگڑ کا یہ ہو گا کہ اب چوتیس گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جائے بانی زمین آئندہ کبھی اس قدر زمانہ میں حرکت کرے گی جس قدر عرصہ میں کہ آفتاب حرکت کرے گا یعنی تیس دن بارہ ساعت چوتیس دقیقہ اور تین اناہد اور ہر رگڑ کو قوت ہو جائیگی۔ سالانہ حرکت کی قوت میں کمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خرابی محال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں اچھی طرح مدلل ہو چکا ہے اور یہ امر بھی سائنس نے خوب چھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے باہر کوئی مادی

عہ محوری حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت ایسی ہے ۱۲ مترجم

اس کا معنی صحیح ہے کہ کچھ عجیب نہیں کہ اس مقام پر پہنچ کر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل ثبوت بحث کے تمام عالم کے کنار ہو جائے تو کس کو قیامت سمجھے ہیں



کہ سمات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اُسکے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور اوج کا اُنکے ساتھ مکر متعلق پیدا کرنے کے ذریعہ سے بحث اور اُسکے قواعد ضرور واقع ہوں گے اور یہ اعتقاد ایسے طریق پر ہونا چاہئے جس میں کوئی عقلی محال لازم (تقریباً حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱۳) چیز ضرور ہے جس کو ایتر سے تعبیر کرنے میں اور جب ایسی مادی چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں اور گھومتی ہوئی زمین میں گر کر پیدا ہونے کے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہوگا ایک دم دار ستارہ جسکو ان کی حرکت کہتے ہیں بلکہ وہ غالب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہو گا کم کو حساب سے چھی طرح معلوم ہے لیکن آیزروٹین (شاید) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کی ایسی مادہ کی گرگی وجہ سے ہے جو ہر ایک طرح سیاروں کے مابین میں واقع ہے یا وہ سیارے اُسکے اندر اسی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح ہانی کے اندر مچھلیاں یہ گرگزین کی حرکت کے مقابلہ میں گویا بہت کم ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن دق کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کرے گی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ کل سیاروں کی حرکت میں فرق آجائے گا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائے گی۔ گو اس موقع پر ہم فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کہ انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائے گی یا نہیں۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضائع ہو جائے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کی انرجی حرارت کے قالب میں بدل جائے گی اور ہر اس وسیع اور پھٹا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جاندار باقی نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہونا گویا یونین کی آگ سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اُسکے بعد بھی کچھ دنوں اس امر میں پس و پیش رہا کہ متحرک جسم کے رنگ جانے پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی لیکن بعض بعض فلاسفوں کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ یونین سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ نہ تھا کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر تو ہر ایک محققین میں سے سر مفری ڈیوی۔ بنجمن۔ ٹامسن۔ کائونٹ۔ کرمفرڈ۔ سی۔ کوپن۔ میر۔ کوڈنگ اور میرن کی تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت چھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پس ایسی بنا پر ہم بھی اس نتیجہ پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب ضاب ہو جاتی ہے حرارت تمام عالم میں پہنچ جاتی ہے اور سال بسال اُسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گواہی بڑھتا ہے کہ جو عسوس نہیں ہوتا اگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگ کے چکر ایک ایسا وقت نہ آئے گا کہ اُسکے بڑھنے سے ہم چھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ سر ڈیوی ٹامسن کہتے ہیں کہ کل یونیورس (عالم) ایک سسٹم (منظم) ہے جسکی ابتدا تھی اور ختم ہوگا۔ اسلئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک حال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹپکتی ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے پروفیسر گال اور ڈارٹن صاحب نے یہی خوب کہا ہے اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا الپ فرض کریں جو نہیں جلا ہے تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اُسکو مثل ایسے لپکے خیال کریں کہ جو جلا یا ٹپکتے ہیں تو اُسکا پورا یقین ہے کہ وہ ازل سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ ٹپک جائے گا۔

دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُسکے کل کاموں کا اندازہ اورت کے مختلف درجوں (ٹیپو) پر ہے جسکا اعتدال اس قیق ماوس پر منحصر ہے جو غالب زمین۔ اور سیاروں کے مابین ہوا ہے۔ اور سیاروں کی مختلف حرکتوں کو گرگرا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ انرجی کے حرارت میں تبدیل ہونے سے

عہ دیکھو ایسا ٹپکتا ہو یا بڑھتا ہو

عہ دیکھو پائپر ریڈنگز کن سائنس ہائی گال اینڈ رابرٹسن ۱۲

ماتے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ ہی میں رہے اور ظاہر ہے کہ جو شے عقلاً ممکن ہے وہ ضرورتاً کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کئے جانے کی تفصیل اور اُس کی کوئی کیفیت ہی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ اُن کی معرفت کچھ جانب سے انہیں اُس کی تکلیف ہی گئی لیکن جب ان کے مخالفین نے جو بعثت کے منکر ہیں اس قسم کے اشکالات واروئے جسے بدن کے دوبارہ پیدا کرنے میں بظاہر عقلی محالات لازم آتے ہیں معلوم ہوئے تو انکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں اور اُنکی ممکن کیفیت کے بارہ میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اُنکی تفصیل میں غرض کریں اور حذر کر کے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقول کو تسکین ہو جائے۔ اور کمزور دین والوں کے خیالات پر نشان نہ ہوں۔

چنانچہ جو اشکالات بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کچھ جانب سے اُن پر واروئے کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کیوجہ سے انسان نہیں ہے۔ بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے اور انسانی افعال اُس سے صرف اُس کی صورت ہی کے پائے جائیگی وجہ سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ مادہ سے جب اُس کی صورت باطل ہو جائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی عناصر کچھ جانب وٹ آئیگا تو سرے سے وہ انسان ہی نہ ہو جو جائیگا پھر جب اُنی مادہ سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اُس سے دوسرا انسان پیدا ہو گا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلا انسان کا صرف مادہ موجود ہے نہ اُس کی صورت اور وہ قابل یا قابلِ مذمت اور ستی ثواب یا عقاب اپنے مادہ کیوجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائیگا وہ کو کار یا بدکار انسان نہ ہو بلکہ ایک دوسرا انسان ہو جو مادہ میں اُسکا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھانا جائے تو اُنکی غذا خجائے کی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بعثت کے وقت دہ روح ایک انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہوں گی۔ اور نیز یہ اعراض کہ کھروئے زمین پر پرنے مردوں کی لاشوں کے اجزاء میں اور ان میں بہت کچھ کاشتکار کی کھیتی و رشت لگائے گئے اور اُنکے لوگوں نے غذا حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خون بن کر انکے بدن کا بھی جز ہو گئی پس ایک اصل اور ایک دہ لئے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکر ہو سکیگا فقط ان اشکالات کے مقابلہ میں بیرون محمد صلے اللہ علیہ وسلم انکے دفع کرنے کے لئے اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور اُنکی عظمت قدرت جن دونوں پر کہ اسے معجزات کے عجائب اُسکے اعمال کے غرائب دفاعی کے ذریعہ سے یعنی دلیل قائم ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے لحاظ سے بعثت کا ایسے طور پر ہونا جس سے وہ محالات جو ان اشکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ آئیں ذرا بھی مستبعد نہیں ہے اور بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ کسی ایسے طریق پر واقع ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی اُس کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالیٰ اس میں جاری کرے گا ہمیں اسکا تفصیلی علم خدا کے حوالہ کرنا چاہئے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کر سنے

و تقیہ حاشیہ متعلقہ ۱۴۲۴) اس ایتر کا پیرچہ اپنی حد سے تجاوز کر جائیگا تو یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں رہیگی۔ ہمارا کام یہ نہیں نام نہ رہیگا کہ کون سو کہ جائیں دریاؤں میں خاک اڑیگی اور ہر کل جاندار کیا چرہ کیا رہے کیا انسان کیا حیوان سب مرکز بجائیں گے۔ سب پاروں کے حرکت کرنے کی قوت (انرجی) جب حرارت میں تبدیل ہوتے ہوئے بہت کم بن جائیگی تو اس کی حرکت کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ سب ہمارے کیسوت میں آفتاب نہ جائیں گے۔ حشر پرا ہو جائیگا۔ زمین بہت چٹائیگی پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑیں گے ہستی کا یہ ساظم ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے ۱۴ ترجمہ۔

فصل  
میں سے بعثت  
دوبارہ زندہ ہونا  
اور اسکی شدت  
سبب سے کچھ  
کے میں اُن  
اور افعال کا ثواب  
جو لاش و دار  
میں ہے۔ ۱۴

اور مرد و نالوں کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزاء ٹوٹ جائیں گے وہ سب اصلی اجزاء ہوں گے یعنی وہ اجزاء جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں وہ زائد اجزاء ایسا ہی اس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کے دوسرے انسان کو کہا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الجوامع اور اسے حاشیہ کمال سے نقل کر کے یو اقیٹ میں

اصلی اجزاء اور زائد اجزاء کا نشانہ دے رہے اور اسی امر سے باقی مشبہ ہوں کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اسکی تقریر کرتا ہوں پس امر انفع ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزاء کو مشرقی ہونے اور اپنی صورت کے زائل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں نہ داخل ہونے سے چاہے وہ زائد اجزاء کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزاء ان کے منتشر ہونے کے وقت ان سے جدا ہو جائیں گے پھر بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا نہیں اصلی اجزاء کے ساتھ کر دے گا اور ان کے ساتھ کچھ زائد اجزاء بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزاء ہوں جو قبل موت کے ان اصلی اجزاء کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزاء پر ہیہ ہو گا۔ اس کیفیت پر یہ امر بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزاء کے ساتھ دوبارہ تعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزاء سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزاء میں حیات ٹوٹائی گئی ہے اور ان کے ساتھ زائد اجزاء ملا دئے گئے ہیں جن کے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دوسروں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہی کہ بہت سے آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہو گا بلکہ اصلی اجزاء کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کی وجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اسی طرح بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اسی روح کے انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے بعینہ وہی انسان رہے گا اور خدا کا علم اور اسکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنے کے لئے جس سے کوئی بھی خیال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدر فی قانون کے ذریعہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا انکو نہ دیکھنا ان کے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زائد اجزاء کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزاء خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آسکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایندھن وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی مخصوص بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ناطق ہیں اس لئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر عظیم امرات ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زائد حیات میں سب کے بدن سے اجزاء تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بجائے ان کے بدلہ خدا کے دوسرے اجزاء جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزاء میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزاء اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہوں گے اول تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزاء بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان نہیں بننا بلکہ انہیں صرف اس کی روح کا اعتبار ہے اور انسانی تقدیر پر اصلی اور زائد اجزاء ثابت ہو جائیں گے۔ بہر حال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا یا انکلف ثابت ہو سکتا ہے ۱۲ ترجمہ

انسان کے جسم کے اجزاء  
جو زائد اجزاء ہوتے ہیں  
اور جس کے بعد وہ بھی  
ان کے بنا پر تقدیر ہے

یہ قول ہے: "وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَهُمْ آتَا بَلْ إِحْيَاهُ وَعِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجُونَ"۔ یعنی اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے انکو ہرگز مردہ نہ خیال کر لیکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتے ہے "پس پھنسا سبارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بدریغ جس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "ابنیا، اللہ تعالیٰ لایموتون ولکن ینقلون من دار الی دار یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کردئے جاتے ہیں" علیؑ ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "القبور روضة من ریاض الجنة" اور حضرت من جفر النار یعنی قبر باقو باغات جنت میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا "اگ یعنی فونج کے خندقوں میں سے ایک خندق" پس یہ جملہ نصوص اس بات پر دال ہیں کہ انسان کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بدست عقل اور فطرت دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زندہ رہنا جائز رکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام مجاہدات میں ہوگی۔ اور یہ نرا دھوکہ ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے چنی گئی کا سخ ہونا معلوم ہوا ہے ان کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حالت رخ میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اس انسان کو مار ڈالنا اور اس حیوان کو جسکی جانب وہ سخ ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہو گا حالانکہ مسخ اسے نہیں کہتے اور اگر ہم یہ کہ مسخ ہوجانے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقدیر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر کوئی شے ہو۔

عنه مقصود اس تقریر سے اپنے مقابل کو ادا دینا نہیں ہے بلکہ صرف بات دکھانا ہے کہ علماء امت محمدیہ کی کیا بات ہے تاکہ اگرچہ چکر چڑھا سکتا ہو  
مگر یہ بیان کئے جاویں کہ اس میں شبہ و خفا لغت کے علماء امت کا نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

این کتاب در دسترس قرار دارد  
پیشانی کتابخانه ملی  
پیشانی کتابخانه ملی  
پیشانی کتابخانه ملی  
پیشانی کتابخانه ملی

پھر انہوں نے کہا ہے واجب ہے کہ انسان کے لئے صاحب اور اک عقلی ہو یا ضروری اور اور اک عقلی قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئے جو قلب میں موجود ہو اور جب ثابت ہو تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان اسی ہیکل اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسپرکرا انسان کو علم ہوتا ہے اور نیز اسپرکرا کہ وہ قلب میں ہوا کرتا ہے استدلال کیا ہے جب کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

پہر جاننا چاہئے کہ قرآن شریف کی تفصیل میں خدا کا قول وارد ہوا ہے (و اذا اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریبتهم واسمهم ذریبتهم) علی الفہم الاست برکھم قالوا بلی شہدنا) جس کا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کے نفسوں پر انہیں کو شاہد بنا کر کھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو ہمارا پروردگار ہے) ہم اس کی شہادت دیتے ہیں، اور اس نص کی تفسیر حدیث میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو ذرہ کی پشت پر ان کی پشت سے نکالا، پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علمائے اس مقام پر کہہ رہے۔ (جیسا کہ تفسیر حلائین کے حاشیہ جمل میں تفسیر فاران سے نقل کیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم کی اولاد ذرہ کے مانند ان کی پشت سے نکالی، پھر ان ذروں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے ان کی اولاد کو ذروں کے مانند نکال لیا پھر ان ذروں میں سے بھی ان کی اولاد کو ذروں کے مانند نکالا پھر اس طرح یہ سلسلہ نفع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر ان سب میں عقل۔ فہم۔ حرکت اور گویائی کو پیدا کر کے انہیں اپنے قول "الست برکھم" کے ساتھ خطا۔ کیا اس کے جواب میں سب نے بلی (بے شک) یعنی تو ہمارا رب ہے کہا اس کے بعد سب کو آدم کی پشت میں پہر داخل کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذرے خود مٹی بن گئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذرے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادہ نو سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اس مادہ میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ (ایسا ہی لہی بالاختصار نہ کر رہے) اور بعض نے کہا ہے (جیسا کہ جمل میں شہرانی سے منقول ہے) کہ فہم کے قریب تر جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ان کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مسات کی راہ سے نکال دیا یہ کہ اس نے انہوں نے گویائی کے ذریعے سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ عقل کے نزدیک محال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باوجود اس قدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل یہی ہو (میں کہتا ہوں کہ جس نے جو بات جو بذریعہ ان کے اس کو (خود بین) کے نظر کے ذریعہ دیکھیں ہوں گے اور نیز یہ کہ جس قدر اور انہیں حاصل ہے جسکی وجہ سے سپنے رزق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں ان میں تو اللہ و تناسل ہوتا ہے۔ ایسا رساں چیزوں سے بچتے ہیں۔ ان کی راہ اگر کوئی دوسرا آجاتا ہے تو وہ کتر جاتے ہیں تو انے اس امر میں کچھ بھی تعجب نہ ہو گا اور خدا کے علم و قدرت کو کھانا کر کے اس کو بھی مستعد نہ سمجھیں گے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق انہیں پر آیا کرتا ہے جتنی صورت بھی بن سکی ہو پھر کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے ان کو زندہ نکالا کیونکہ ان کو ذریت کہا ہے اور ذریت زندوں ہی کو کہا کرتے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بالوں کی پشت کی میں ان میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ ان کی ماؤں کی پیٹ کی تاریکی میں ان میں ارواح پیدا کر کے گا

جی ایستیس والڈ وڈ سہ  
 عینے کڈ کے ہادی تقیر دیوید  
 اور عام فریادی و فرورس  
 مونی اس کا پتہ ۱۶

اور تیسری مرتبہ اس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اس قول "خلقنا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث" کا مطلب ہے دیگر تین تاریکیوں میں پہلے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت اسی طرح جاری ہوئی ہے پہر کہا ہے ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں ٹوٹا تو ان کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرتے کے بعد زمین میں ٹوٹانے کے وقت کیا کرتے تھے اس کا قیاس اُنہی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ ان کی روحوں کو قبض کر لیا کرتے تھے اور زمین میں اُنکو ٹوٹا دیتا ہے۔ انتہی باختصار (شعرائی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور شہور ناموں میں سے بعض نے (امام ابو طاهر اسی کتاب سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرائی کی کتاب ایوانیث سے معلوم ہوتا ہے) سابق الذکر مشہوروں کے جواب میں جو بحث پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے چکا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں بدلتا۔ اور ہر ذرہ جی جزا ہے جو قائم رہتا ہے اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیسا کہ ذروں کے خطاب کر کے کی انتہی میں ہے جو پیشتر گزری) اور قبر میں اُنہی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ دار بنتا ہے اس طرح کہ اس میں روح ٹوٹا دیا جاتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر اُنہی کے ساتھ باقی اجزاء جہاں جہاں ہوں گے خداوندی قدرت سے ملجا دیں گے یہاں تک کہ پورا آدمی بنجاو لگا جیسا کہ دنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اسکی مخالفت ہے نہ شرع۔ انتہی بعض اختصار۔ (امام ابو طاهر کا قول کسیدہ اختصار کے ساتھ تمام ہوا) آپس یہ دلائل جنہیں کہ اس عالم (دینی) نے اس بات پر قائم کیا کہ انسان اس دنیا میں کچھ کا نام نہیں ہے اور میں نے انہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جس میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا مذکور ہے اور جو کچھ اس بار میں بعض علماء اسلام (خازن اور شعرائی جیسا کہ جل سے پیشتر منقول ہو چکا) لکھا ہے کہ سب سے کہا گیا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے کہ اس اسلامی عالم (ابو طاهر) نے ان مشہوروں کے رد کرنے کے لئے جو بحث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور جسکی نسبت یہ ذکر کیا کہ عقل اور شرع اس کے مخالف نہیں جب ہم ان سب کو خیال کر کے سمجھتے اور نظر دقیق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ ان اجزاء اصلیہ کی تفسیر انہیں ذرات کو ٹھہرائیں جسکی نسبت پیشتر گزر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور کسے عہد لیا گیا تھا سو انکو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے کچھ حلی اجزاء ہیں اور باقی بدن جسے ہم مشابہہ کرتے ہیں وہ زائد اجزاء کا بنا ہوا ہے جو کسے نکالتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں پس حقیقی انسان جو مخاطب اور مکلف ہے اور جو دوبارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملیگی یا جسے عذاب ہوگا یہ وہی ذرے حقیقی کے ہیں جو ان میں حلول کرتے ہیں اور انسانی نیکل جیسا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ زائد اجزاء ہیں اور اعادہ اور دوبارہ پیدائش کے متعلق ہونے کے باب میں ان کا کوئی اعتبار نہیں ان اجزاء زائدہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ اچھینا عہدہ کے جائیں یا ان کے مثل اور اجزاء ملاوئے جائیں بلکہ اعادہ کی تحقیق میں جیسا کہ اعتبار ہے وہ صرف حلی اجزاء ہیں جن پر سوائے ان کے اور کوئی حالت ظاہری نہیں ہوتی کہ رچ آنے نکل جاتی ہے اور زائد اجزاء ان سے جدا ہو جاتے ہیں اور رجعت میں انہیں کیجا بن روح ٹوٹا دیا جائیگی اور زائد اجزاء انہیں کے ساتھ ملاوئے جائیں گے۔ اور پیشتر گزر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پرکتھا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اسکی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفا عاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی۔



پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی فکر کرنا ممکن ہے جس سے باعث سوال قبر اور کیسے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کفر و بدعت کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیٰ کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھ جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنف اور خورندہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

(جیسے مقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا فردہ ہے جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے پہر اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنائے ہوئے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے قوت حیات۔ اور ادراک وغیرہ اس کے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور ان ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنا دیے ہوں جیسے کہ ان حیوانات کے اعضا ہوتے ہیں جو مائیکر اسکوپ (خور دین) سے نظر آتے ہیں اور یہی اصلی اجزاء ہوں جنکا بیشتر ذکر ہو چکا ہے حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو زائد اجزاء سے بنایا ہوا اور ان کی اس ہیکل میں کہیں پرانے اس ذرہ (جزر اصلی) کو بھی رکھ دیا ہوا اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ (اور علم فرمایا لوچی جانے والوں کی عبارت عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے) پہر ان کی (ادراک) ساری اولاد کے ذہن کو ان کی ہیکل کی پشت میں رکھ دیا ہوا اور ان میں ان کے دروں ہی دروں کی گنجائش ہونا کوئی عجیب چیز امر نہیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکر اسکوپ (خور دین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روئے زمین پر کے سارے موجودہ آدمیوں کے برابر ہو گا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ ان کی پشت میں جیسے بنی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائیں گے سمائے ہوں۔ پہر خدا کے پاک نے آدم علیہ السلام کی روح کو ان کے ذرہ (جزر اصلی) میں جو ان کی ہیکل کے اندر تھا داخل کر دیا ہوا اور وہ ان میں حلول کر گئی ہو۔ اور عجیب نہیں کہ قرآن شریف میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی احییٰ میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) اسی کی طرف اشارہ ہوا اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جس کے نئی طرح پر پیدا کرنے اور ان کی پیدائش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے متفرد ہے۔ پس اس ذرہ (جزر اصلی) میں اس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پہر ساری ہیکل میں ستر کر گئی ہو کیونکہ خدا نے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا پہر ان کی پشت سے بنی آدم کے سارے ذرے کو نکالا ہوا اور ان میں ان کی روحیں داخل کر دی ہوں جبکہ وجہ سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بن گئے ہوں اس کے بعد ان سے خطاب کیا اور حمد لے لیا ہو پہر ان کی روحوں کو ان سے جدا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ٹوٹا دیا ہوا اور مسامات کی راہ سے ان میں

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی فکر کرنا ممکن ہے جس سے باعث سوال قبر اور کیسے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کفر و بدعت کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیٰ کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھ جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنف اور خورندہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی فکر کرنا ممکن ہے جس سے باعث سوال قبر اور کیسے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کفر و بدعت کے خیالات پر لسانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیٰ کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھرا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع فرمایا جو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھ جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنف اور خورندہ ہے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

داخل کر دیا ہو جس طرح آنے لگا تھا اور سی طرح تو امراض کے کپڑے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں اور انہیں سے نکل آتے ہیں جیسے کہ آپ لوگ قائل ہیں۔

پھر ان روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پھر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ منویہ میں جماع کے وقت ان کی جڑ کے رحم میں آنے لگے اور انکی زوجہ کے رحم میں حلول کرنے لگے۔ پس انکی ہیکلیں ان تھنوں سے منی کے ساتھ ملا رہنے لگیں اور خدا اُس کو طرح پر منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بن گئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا ذرہ جو ان کی زوجہ کے رحم کی جانب منتقل ہوا تھا اُس کے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی منتقل ہو کر چلے آئے ہوں جنکا سلسلہ تو اس ذرہ سے چلنے والا ہو گا پھر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اُس کے ساتھ ہی یہ ذرے اسی طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت انکی اور ان ذرے کی باقی اولاد میں جاری رہی اور اس دنیا کے ختم نام تک یہی کیفیت رہی۔ اور شاید اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي الْأَسْبَاطِ مِنْ أُولٰٓئِكَ نَفْسًا مِّنْ نَّفْسِكَ مِمَّا فُتِنْتُمْ بِهِ) کے موافق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہو جائیگا۔ آپ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے بعض کی تفسیر کے موافق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہو جائیگا۔ آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود حد تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو بچھڑا دیتا ہے پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اُس میں اور اُس ہیکل میں حیات اور حرکت کا سران ہو جاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل اجزاء کہتے ہیں اور یہ تمام عمرانی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے بعد کے عود کرنے سے حکم خداوند ہو جائیگا اور جسے کہ ہیکل بنی ہے وہ محض زاد اجزاء ہیں جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے ذرہ سے اُس کی روح کو جدا کر دیتا ہے اس طرح پھر اُس سے اور نیز اُس کی ہیکل سے جو زاد اجزاء سے بنی ہے حیات زائل ہو جاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے اس کے بعد ہیکل مٹل ہونے لگتی ہے اور اسکا پراگندہ ہو جانا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا ہے جیسے کہ سونے کے ذرے جو سیدہ اور مٹل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے تو وہ صرف انکی ہیکل کی ترکیب میں جو زاد اجزاء سے بنی ہے داخل ہوتا ہے اور تاہم وہ مٹل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل مٹل ہو جاتی ہے تو وہ ذرہ پھر اس سے علیحدہ ہو کر زمین کی تہوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس حیوان کے اہل اجزاء کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا غایت سے غایت اس ذرہ پر ہوت کی وجہ سے جو تغیر طاری ہوتا ہے وہ انکی روح کا اُس سے جدا ہو جانا اور انکی ہیکل کا مٹل ہو جانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہیگا تو انکی روح کو پھر اُس میں داخل کر دے گا پس انہیں حیات اور روح کے باقی خواص آجائیں گے اگرچہ اُس کی ہیکل مٹل کیوں نہ ہو گئی ہو۔ اور اُس موقع سے قبر میں سوال ہونے نعمت اور عذاب کے لئے جاتے اور اسی کے مثل اور ان بزرخی امور پر جنکی نسبت شرعی انصاف وارد ہیں جو شبہ کئے جاتے تھے سب حل ہو گئے اور شریعت سے یہ جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور قبل بعثت ہوتے ہیں انکی صورت بھی سمجھ میں آگئی پھر جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے ساری خلق کو اٹھائیگا تو ان انسانی ذروں کی ہیکلیں کو جو کہ زندہ اجزاء سے بنی تھیں دوبارہ بنائیگا خواہ یہ ہیکل انہیں اجزاء سے بنے جسے کہ موت کے پہلے بنی تھی یا دوسرے اجزاء

عہ اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے منتقل ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں ۱۲ مخرج

سے کیونکہ دارو مدار توان اہلی ذروں کے نہ بدلتے ہر ہے زائد ہزار چاہے بلیں یا نہ بلیں۔

اور ان ذروں کو ان ہیکلوں میں دخل کرو لگا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ صوح متعلق ہو چکی ہوگی اسلئے اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قائم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان دونوں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری کارروائی ان قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالیٰ نے ان میں اسی غرض سے رکھ دیا ہو اور جنکے موافق یہ سارے اتصالات و انفصالات اور زائد ہزار کتے کمزات حاصل ہوئے ہوں انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور لے اہل سائنس جب آپ ان باتوں میں جن کے آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے۔ قطرہ ہر پانی میں ان کے بکثرت پائے جاتے ان کی حیات۔ حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کے ادراک کرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مائیکرا سکوب (خوردین) کے ذریعہ سے تحقیقات کر کے قائل ہیں خود کر سیکے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اس بات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحالہ نہیں کہ انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کر رہے اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ سب اس میں پائے جائیں اور جب آپ اس بات میں تامل کریں گے کہ انسانی ہیکل میں نہایت کثرت سے مسات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ مسات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور انہیں اُنکے دوبارہ داخل کئے جانے میں آپ کو ذرا بھی استعجاب نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں کا جیسے کہ ملیریا میں بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہو کر منتقل ہو جانا۔ اور ان کا دوران خون میں سرایت کر جانا یہ ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اور بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقایق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپ کے علوم ڈاکٹری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ مٹی میں کیڑے پائے جاتے ہیں جو نہ کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اورادہ کے تخم کو حاملہ کرتی ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مائیکرا سکوب (خوردین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے پانچ حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذروں کو اس جبر ہلا کر جس سے ان کا مختلف سمتوں میں چلے مٹی میں حرکت کرتے ہے میں اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کہتی بشرطیکہ مٹی کے طبعی گاہڑے پن اور کثافت میں فرق ڈالنے پائے اورادہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت مسات یا آٹھ دن تک قائم رہتی ہے اور پھر جس میں گھنٹہ تک اور ان کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں ہوتا اور بعض علم فریالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک قیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا بڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی مٹی میں پائے جاتے ہیں اورادہ کے بیضہ یعنی تخم سے ان کا چھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فریالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ خالق

سجائے نہ مٹی کے انہیں کپڑوں کو نبی آدم کے قدروں کا جو کہ آنے بھی چھوٹے ہوں حال بنایا ہو اور وہ انہیں مٹی میں لئے  
پہرے ہوں یہاں تک کہ اس کے تخمینوں انکو ڈالتے ہوں اور انسانی ہیکل جو زائد اجزاء سے مٹی سے مادہ کے تخمین کے نشوونما  
پانے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جسمیں کہ روح حلول کرتی ہے اور اس میں اول حیات آتی ہے پھر اس سے نظام ہیکل  
میں سرایت کر جاتی ہے وہی جو جبکہ حال یہ مٹی کے کپڑے تھے اور جسے کہ انہوں نے مادہ کے تخمین میں داخل کر دیا تھا اس  
آسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہو جاتے ہیں جو اس کی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں اور اس کی ہیکل بناتی ہے  
ہوں حتیٰ کہ اس کی مٹی میں نکلے ہوں اور اس کی فروع کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا رہا  
اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شعاع مانع نہیں تو پھر وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بجزرت عقلا کا یہ قول تحقیقی  
ہو جاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہو کر اپنی ماں کے رحم میں آئے بغیر مختلف اس بات کے جسکے آپ لوگ قائل ہیں  
کہ انسان صرف اپنے ماں کے رحم سے بنتا ہے اور باپ کی مٹی کی صرف حاملہ کردینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔  
پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھ لیا اور اسکے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے آپ صرف اسی کے قائل  
ہو گئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شے کی طرف بھی ہوئی اسلئے وہ قائل ہوئے کہ اصلی انسان اپنے باپ  
سے جڑا ہو کر آتا ہے اور ماں سے صرف اسکو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جڑا ہو کر آنا ایسا  
امر ہے جسکو کثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اس قدر شفقت و میلان جو اپنی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے  
اسکی کسی قدر تائید ہو سکتی ہے۔

پھر علماء علم فراہم کرنے والی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور انکی داری بتا ہی وہ ہیں تائی  
ہیں اور پھر خود ہی انکو توڑا ہے آخر کار جس امر پر اقرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر  
انہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرکت کا نظام ان عصبی گانٹھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں پس اس نظامی  
عمل کے حقیقی مرکز نہی ہیں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منظم عمل کیوں کرتے ہیں دائمی عمل کیوں نہیں کرتے  
یعنی انکی حرکت باقاعدہ اور رک ٹک کر کیوں ہوتی ہے بلکہ کیوں نہیں ہوتی ہر تہی۔

پھر انہوں نے کہا ہے کہ کثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوت دافعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے ہر ضرورت  
وہی دوران خون کے لئے کافی ہے یہاں تک انکے کلام ختم ہوا پس جب آپ اس قول میں غور کریں گے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر  
اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہو جائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب انہیں روح حلول کرتی  
ہے تو انہیں وہ حیات پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ منتظمہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام  
ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہو سکتا کہ اس سے ہیکل انسانی کی  
حیات اور اسکے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہو جائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی بڑے آلات  
ہیں کہ جب انکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گمانے کے لئے  
کافی ہو اور اس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جسکے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہے اور

یہ بات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر پہلا خیال تو کیجئے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کوئی استبعاد باقی نہ رہتا ہے جو علم اور کمال قدرت رکھتا ہے جسے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیا ہے جن کے خواص کو دیکھ کر فکروں کو حیرت مہی ہو جاتی ہے۔ اور عقلمیں اپنے آپ میں نہیں رہتیں۔

بحث سابق کا خلاصہ یہ کہ اس تقریر پر حقیقی انسان وہ فرد ہی ہے جو قاب میں حلول کئے رہتا ہے اور جس میں کہ روح حلول کرتی ہے پس اس میں حیات پیدا کر دیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے پھر یہ ہیکل محض سمات کا آدہ ہے کہ اس عالم پر ذرہ اپنے اعمال پورے کرے اور اس کے ذریعہ سے علوم و معارف حاصل کر لے اور یہی فرد مع اس روح کے جو ہمیں حلول کئے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اس کا اعادہ کیا جائیگا اس کی نعمت ملیگی اور اس کو عذاب ہو گا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے مشبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بحث قبل میں سوال ہوئے۔ ان میں نعمت یا عذاب کے لئے جانے۔ اپنی قیروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کئے جاتے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہو گئے جیسا کہ سچے طور پر خود کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا اس کے بعض اجزاء کے اعادہ کی ان میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ (سن عجی العظام وہی یمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ) یعنی (لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ (تو اے پیغمبر افسے) آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جسے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بحث اور اعادہ کی اس توجہ کے ساتھ کیونکر منطبق ہو گا جس کو آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توجہ کا یہ مقتضی ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بحث ہو گا جس کی کیفیت میں پیشتر بیان کر چکا ہوں اسی طرح انسانی ہیکل کیسے بھی جو زائد اجزاء سے بنتی ہے بحث ہو گا لیکن پیشتر جو اشکالات بحث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنی ذرات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے منفع ہو گئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات منفع ہو چکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کے جانے پر جو زائد اجزاء سے بنتی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزاء بحیثیتہ اعادہ کئے جائیں یا نئے مشن و سرے اجزاء بنائے جائیں وارد نہیں ہو سکتے اور شریعت نے جو زائد اجزاء لیجئے ہیکل کے اعادہ کے بدلنے کی تصریح کی ہے اس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اصل جا طبیعت کے خیال کے موافق آئے اعادہ کئے جانے پر وارد ہوتے تھے کیونکہ بحث کے ذکر کرنے کے وقت ان کا خیال صرف ہی ہیکل کی جانب جکا وہ مشاہدہ کرتے تھے جانا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے ہو کر آئیگی اور یہ اجزاء جو زمین کے اندر پہلے ہوئے پڑے ہوں گے کیونکر مجتمع ہو جائیں گے پس نصوص نے اسکے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر و علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کر دے گا جیسے کہ اسے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا تھا اس کا علم تمام وجود کو محیط اور اس کی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا القیاس اسکے اہل حضوں کے ایسے ہی اور یہی جوابات ہیں۔ آجیہ اعراض توجہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لئے اصلی اجزاء یعنی انسانی ذروں کے اعادہ کے بدلنے کے

فصل  
خلاصہ میں شریعت  
و انسان کے  
دعا پر زندہ  
کیے جاتے تھے  
پس یہ  
ذکر ہوتا ہے

بارہ میں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہئے کہ دواخو کر لیا جائے۔

اے صاحبو! جو کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توضیح اور اصلی اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی سہیل کے ساتھ تفسیر اور اسکے علاوہ تفصیل میں سن اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا انکے ذمہ بحث کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے جسمی اور زائد و قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اسکے ذریعہ سے انہوں نے ان شہیہوں کو دفع کیا ہے جو لعث و فحشہ پر وارد ہوتے ہیں اور ان سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء (جیسے کہ امام رازی) ابو طاهر مصنف سراج المصنوع شہرانی، خازن۔ اور ایسے ہی اور علماء کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزاء کے جنہیں انہوں نے اہم حصوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اس نص قرآنی کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں حسین آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیسا ہے اور یہ کہ جس انہیں ذروں کے ساتھ ملکر حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ زائد اجزاء سے انسانی ہیکلیں مراد ہوں اور انہیں علماء شریعت کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقرر تمام ہیکل میں سے صرف قلب ہی ہے پس یہ ہیکل جو برابر بدلتی اور متغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اس عالم میں اسکے اعمال کی انجام دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آئہ قرار دیا گیا اور یہ ایسی بات ہے جس سے بحث پر جو پیشتر اشکالات وارد کئے گئے تھے ان کا مندرجہ ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی۔ اور پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہیہوں کے جواب دینے کے لئے انکے قائل ہو سکتے ہیں۔ نہ نہ نہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف اتنا کہنی کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے جسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی۔ اور خدا انسان کو اسکے مرتبہ کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس سے حساب لیا گیا پہلے سے نعمت۔ یا عذاب دیا گیا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور میں اسکی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہے اسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کہونکہ یہ امر عقلاً ناممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شے کا ہونا کوئی محال نہیں۔

پس اسے اہل سائنس اس مقام میں دواخو کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں کوئی شے ایسی نہ ملیگی جس سے تفصیل سابق میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہوئی ہو جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ۔

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکے گی تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سو اسکا کوئی علاج نہیں۔ اور اگر آپ کہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیشتر کی جملہ باتیں عقلاً ناممکن تو ہیں لیکن پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انکے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ میرا ہی پیشتر والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں یہی کی نظر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کا باعث اُنکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
کا حال اعتقاد و عقیدہ  
نصوص سے  
علوم و شریعت  
کے لئے کافی ہے  
تفصیل و خاص  
غرض سے کجانی  
جہاں کہہ گئے  
جہاں نہ سمجھیں  
چونکہ انہیں ہوا  
اور جہاں نہ



لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو انکے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جنہیں ان امور کی تصریح موجود ہے وہ سب ملکہ تاویل کو بھی قائل نہیں ہو سکتیں۔ پس جب تک یا امور عقل پر منطبق اور اسکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اس وقت تک انکے لئے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کی جانب مائل ہونا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاص کہ بحث و حشر گو اسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ اسکے امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے انکی نظیروں کی اور اسکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر ایک بینی سے کام لیا جائے تو اسکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور ہر بانی نہ ہوں لیکن اطمینان بخشنے ضرور ہیں جنہیں عقلیں مان جاتی ہیں اور انکے دلوں کی تسکین ہو جاتی ہے اور اگر ان بکو کی بجائی طور پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بحث کے وقع ہونے میں درابھی شک و شبہ نہیں رہتا اسکے وقع ہونے کا پورا پورا یقین ہو جاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اسکو سنئے جنہیں میں نے بغرض ضیح کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑا لیا ہے یا اسکا خوبی کے ساتھ اختصار کر دیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدا نے عالم موجود پر وہ تمام صفات کا مدہ کے ساتھ متصف ہے انکی مخلوقات میں انکی عظمت اور جہ کی حکمت اور انتہا و جہ کا عدل پایا جاتا ہے۔ انپر انکی مہربانی اور رحمت بہت بڑی ہوتی ہے۔ قطعی دلیلیں قائم کر مہینے کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا اسکو عقل دی جس سے وہ نیک بد میں تمیز کر سکتے ہیں انہیں قدرت عنایت کی جسکے سبب سے بہلائی و برائی کے کرنے پر قادر ہیں تو انکی حکمت و عدل کا مقتضا یہ ہے کہ انہیں بے ادبی اور برائی سے اپنا ذکر کرنے پر اجالت نہ دے۔ اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی، خلاصہ یہ کہ جتنے بے احتیاج کام ہیں سب سے منع کر دے۔ اور انکو اچھے کام کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے انکی زندگی مقصود اور قاعدہ رہے اور سب جانتے ہیں کہ اپنے اسکا کام اچھے کام کو ثواب و جزا کے ساتھ اور بد سے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ مرتبط رکھا جائے یہ دونوں امور ہرگز پورے نہیں ہو سکتے اور چونکہ یہ جزا و سزا اس عالم دنیا ہی میں ہی ہوتی ہے نہ کہ بعد از موت اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اسی سے محض ترہیب (ڈرانا) و ترغیب (دلانا) کافی ہو جائیگی۔ کیونکہ نفس اور خواہش انسانی دونوں انسان کو اس بات پر ابھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں بہنسا رہے اور جب عقل کے ساتھ یکساں لگی ہو تو اسکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مریخ اور کمال معادن پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر وہ

و عید۔ جزا و سزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صحیح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا ہے کہ نکو کار اور بدکاریں فرق کرے سب کو ایک ہی کلڑی نہ ہانکے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتر سے بدکاروں کو انتہا و جہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہتر سے نکو کار کی کسے خلاف حالت ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فرق و امتیاز حاصل ہو پھر یہ دیکھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف و حذرنا چہ نہ ہو تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا ہوتے

من  
بحث و حشر  
واقع ہونے پر  
عقلی دلیلیں  
در متصف ہونے  
و اطمینان بخشنے  
من  
قنات کی دل  
دیکھ

من  
قنات کی دل  
دوسری دلیل  
من  
مشکات  
دوسری دلیل

نظام معاش میں بالکل خلل آجاتا۔ زندگی مشکل ہو جاتی اور مکلف کو ان امور کی بھاری آوری کے لئے وقت ہی نہ ملتا جبکہ وہ دنیا کی گناہوں سے  
اس لئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا ہونا چاہئے تاکہ نظام عالم باقاعدہ اور فساد سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظام عالم کے باقی  
رہنے کے لئے بادشاہوں کا خوف اور ان کی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بد معاش لوگ اس کو خوب جانتے ہیں کہ اگر گڑبڑ  
چھائیں گے تو انہیں ان کا ہی نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ ان کے قتل کرنے اور ان کے مال و متاع کے چھین لینے کے درپے  
ہوں گے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی احتراز کرینگے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اس کے لئے  
کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اس قدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔  
پس اگر رعیت سے نہیں ڈرتا اور اس کے ساتھ ہی اسے معاد کا بھی خوف نہیں تو اس وقت وہ ظلم اور نہایت بُری طرح سے اپنی رعیت  
کی ایذا رسانی پر پیش قدمی کرے گا کیونکہ اس کی خواہشات نفسانی اس کی مقتضی قائم ہیں اور کوئی دینی یا اخروی مانع موجود نہیں۔  
اور اگر وہ خود رعیت سے ڈرتا ہوگا تو اس وقت رعیت اس سے بہت زیادہ نہ ڈرے گی پس بادشاہ کا خوف ان کو ظلم اور بُری باتوں سے  
روک نہ سکیں گا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رعیت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

نہایت  
ضعیف  
ہو گیا

پھر سنئے کہ جب کسی رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بُری رعیت ہو اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جاتے ہوں تو  
اس کی حکمت رحمت اور عدل کا یہ مقتضایہ ہے کہ کمزور مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو بہت بڑا رحیم و حکیم  
اور عادل بادشاہ ہے اس لئے اس کی حکمت رحمت اور عدل کا بھی یہی مقتضایہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں  
سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ ظالم باوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت  
ذلت خواری، مقہوریت، اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گزار دیتا ہے اس کا مال چھین لیا جاتا ہے۔ اس کے خون کی کوئی پروا نہیں  
کی جاتی۔ اور ظالم کو دیکھتے کہ وہ اپنے درجہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم  
ہونا چاہئے جس میں یہ عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

اور دیکھئے اگر انسان کے لئے معاون ہو تو انسان شرف اور مرتبہ تکمیل حیوانات سے کیا گذر ہوگا۔ اور بیان اس کا یہ ہے کہ دنیا میں  
تمام حیوانات سے انسان کے لئے زیادہ ضرر رساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک ان کو کسی قسم کی  
تکلیف یا بیماری پہنچ نہ جائے اس سے پہلے پہلے ان کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آتا ان کا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے  
کیونکہ وہ غور و فکر تو نہیں کرتے رہا انسان چونکہ اسے عقل حاصل ہے اس لئے وہ ہمیشہ اپنے گزشتہ اور آئندہ احوال سوچا کرتا ہے  
پس بہتر ہے کہ گزشتہ احوال کی وجہ سے اسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اگر آئندہ احوال سے اسے طرح طرح  
کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ انسان کے لئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت سے سخت نفسانی آفات  
کا باعث ہے پس جسمانی لذتیں سو ان میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گویر کا کپڑا گوہری میں خوش ہے  
جیسے کہ عمدہ سے عمدہ ٹھکانیاں انسان کو لذت دے معلوم ہوتی ہیں پس اگر انسان کے لئے معاون ہو جسکی وجہ سے اس کی سعادت  
ظاہر اور حالت مکمل ہو سکے تو پھر اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ کمال عقل اس کے لئے عظم و اہم کی زیادتی کا باعث ہو جائے اور کسی شے سے  
ان کی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جسکی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بُری ہی ذلت خواری، بد بختی اور شقت ہے سو دیکھو کہ خدا ہو گا

نہایت  
ضعیف  
ہو گیا

اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادت اخروی حاصل نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتیٰ کہ غلیظ کے کھڑوں سے پی گیا گذر ہو گا اور چونکہ یہ اور قطعاً باطل ہے اس لئے ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا کو ایک چلن اور شیر کے درمیان میں امتیاز کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب - اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے شریر ہیں انکے لئے ہی مناسب ہے۔ وہ اپنے وجود کا شرہ اور حصہ نیادی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی لئے دنیاوی لذتوں سے شریروں - اور بد چلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں - اور نیک لوگ اکثر بے لطف رہتے ہیں۔

اور اسی مقام سے اہل سانس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سے اہل شریعہ کا آپ کی نسبت یہ قول کہ آپ لوگوں کا مذہب خصوصاً معاہدہ کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جس کے مثل کوئی شر نہیں، بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آباد ہی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب نہیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے حقوق اور ان واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو اُنکے ذمہ ہیں اور انکی یہ معرفت پورے پورے چیم اور عالم علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اس بات کا خیال نہیں رہا کہ خواہشات - شہوات - اور اپنے نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جنکو علم قائم کرے گا ہرگز متبادل نہیں کر سکتے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مانع ہو جو نفس کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے اور کوئی ایسا مرجع ہو جو طریق خیر کی پیروی کرنے اور راہ شر سے اجتناب کرنے کو ترجیح دے اور وہ مرجع معاہدہ اور جزائے اعمال کا ایقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گہاس کی طرح اٹکتا ہے پھر بلا اس بات کے کہ اُسے کہیں جانا ہو وہ سر سے زائل ہو جاتا ہے اور اُسکے وجود کا فائدہ یہی جوانی لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اُسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اُسکے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر لئے ہوں لیکن جب اُسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ ہر کسی شخص کی اطلاع کے کسی قتل کر کے اُسکا کھڑوں روپیہ کا مال لے لے یا کسی شریف کی آبروریزی کر کے بلا اُسکے کہ کسی کو اس کی ہر موہنا بیت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اسوقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنہیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے سزاوارکہہ سکیں گے ہرگز نہیں۔ اور اس بات کا انکار کرنا محض دھینکا و دھینکی ہے۔

پس جو شخص اس بات کو پورے طور سے سمجھتا ہو گا وہ انسان جب تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اسے بن سے علیٰ  
ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ  
معاد کے متفقین ہیں تاہم ان میں وہ وہ فساد ظاہر ہوتے ہیں جکا کچھ ٹھکانا نہیں۔

تس اسی پقیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد انہیں تاتو اس وقت ان کی کیا حالت ہوتی بلا شک اگر وہ خدا و اب رائی کے برابر ہے تو جب پہاڑی بجاتا۔ علماء میں جن فرقوں میں کجکل علم کا خوب چچا چھو رہا ہے وہی شرور اور یرائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے ان میں روز افزوں برائیاں برصتی جاتی ہیں۔ ہر اسکاری جس سے کہ لوگوں کی نسب ضائع ہوتے ہیں اور باہم مدد اور ہمدردی کا شیرازہ کہلاتا ہے پہنچتی جاتی ہے قتل۔ خودکشی

سکڑاؤنشی اسٹار کے استعمال سے عقلوں کو لائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں کے مال چھیننا۔ وغاڑی کرنا۔ ٹریک  
دینا اور ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جنسہ اجتماعی ہیئت کے نظام میں غلط واقع ہووے مہذب لوگ اختیار کرتے  
جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جن علوم میں انہوں نے ترقی کی ہے انہیں اقتصاد معاد کا کوئی حصہ  
شامل نہیں۔ اور یہ خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد باقی لوگوں میں قائم نہ ہوتا تو یہ فرقہ ہلاک ہونے لگتے اور جڑ جڑ سے  
آٹکے نام و نشان مٹنے کا لگا لگا جاتا اور آپ کی جس بات سے دار و قطار روتی ہوئی عورت بھی ہنس پڑے وہ یہ ہے  
کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں پورے طور سے عام نہ ہوگا اس وقت تک نظام عالم کی  
درستی کا متکفل نہیں ہو سکتا تو علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگا دی کہ وہ تمام  
اور عام ہو پر آپ سمجھتے تھے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئیگا۔ لیکن ہاں ہے یہ بہت ہی بعید۔ اور کیا عجب کہ ہزار ہا  
کی ضرورت پڑے۔

پس معاد کے اعتقاد چھوڑنے اور اپنے علم سے واہی تباہی امیدیں رکھنے کا اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اُس  
احقر طبیب کی سی ہے جو اپنے مریض سے جسے کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو بہتر کرنا چھوڑ دے اور جوجی چاک  
کہا یا کہ اور میں لیتے لیتے برسوں کے بعد تجھے ایسی دوا لادوں گا جس سے تجھے بالکل شفا ہو جائیگی اس موقع پر تو یہ مشورہ  
مثلاً کہ تاتریاق از عراق آوردہ شود بارگزینہ مردہ شود پوری پوری صادقی آگئی۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلندی حسن  
تدبیر۔ اور دور اندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اُس کی تشہیر بھی کریں۔ اور اپنے  
نوجوانوں کو اسکا سبق پڑایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم کے محفوظ رکھنے کے لئے  
کافی ہے آپ کو تمام اور عام نظر نہ آئے لگے ورنہ عجیب لیجئے کہ آپ اپنے اس باطل مذہب (انکار معاد) کو شہرت دیکر عالم کیا  
خرابی کے دروازے کھولتے ہیں علم لوگوں میں اس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدا تمہارے یہ  
خیال عام طور سے کیوں پھیلے لگا عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کو  
ایسے امر کی ہدایت کرے جس میں مخلوق خدا کی بہتری ہو۔

اور میں آپ سے محض خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ خدا دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیں اور یہ خیال کر لیں کہ اگر  
آپ معاد کی تصدیق کر کے اُس کا سامان کر لیں گے پس اگر وہ واقعی امر ہو تو آپ کو نجات مل جائیگی اور اگر بالفرض باطل ہو تو آپ  
کا یہ اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جسمانی لذتیں آپ سے فوری حائز  
گی لیکن ماقبل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں کی ذرا ہی پروا نہ کرے ایک تو اس لئے کہ یہ نہایت ہی ذلیل میں کہہ سکتے  
ہیں کہ کٹرے کٹرے یہاں تک کہ علینط کے کٹرے بھی مشترک ہیں اور دوسرے اس لئے کہ وہ خالی سیرم الزوال  
اور منقطع ہونے والی ہیں پس ان کی حرص کرنا اُس شے کے بارہ ہیں احتیاط اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے سوا  
نہیں کچھ اور شے جس سے خوف و اندیشہ ہو۔

مذکورہ الصدر شرعی مسائل میں سے چنکا کہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ اور باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ آسمان سے

بارش کے نازل ہونے کا مسئلہ ہے۔ کتب کہتے ہیں کہ ہمارے علمی تجربوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارش ان مقامات پر  
 سے ہوتی ہے جو زمین اور سمندر کے درمیان کے سطح پر (طہرہ زمہریہ) گہرے چلتے ہیں۔ آپس وہاں سردی پاکر  
 جمع ہوتے ہیں۔ اور پھر وہیں پڑتے ہیں۔ یہی بارش کہلاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شریعت کی وہ متواتر نصوص جو بارش کے  
 بارہ میں درالاعتقاد ہیں دو قسم کی ہیں بعض تو بارش کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح کرتی ہیں بعض تو یہ کہ بارش بادل سے  
 ہوتی ہے۔ ہر لفظ سمار کا اطلاق عربی لغت میں چند معانی پر آتا ہے جیسا کہ کتب لغت میں موجود ہے سمار بولکہ بھی آسمان مراد  
 لیتے ہیں جو ملک کا مسکن ہے کبھی بہت کبھی وہ شے مراد ہوتی ہے جو کسی دوسری شے کے اوپر ہو کبھی بادل کبھی بارش۔  
 اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ اسوقت تک اپنی شرعی نصوص کے ظاہری تاثر اور  
 معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اسکے خلاف قائم نہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسی دلیل قائم ہو جاتی ہے  
 تو نص میں عقلی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے تاویل کر دیتے ہیں۔ اور اس کو ظاہری معنی سے دوسرے معنی  
 کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ اسی بنا پر نزول بارش کے بیان میں جو سمار کا لفظ واقع ہوا ہے وہ اس کے ظاہری معنی کا اعتقاد کرتے  
 ہیں یعنی یہی جسم مراد لیتے ہیں جو ملک کا مسکن ہے جیسا کہ یہی معنی کثرت شرعی اطلاقات میں مراد ہیں اور یہ مراد لے کر  
 ان نصوص کو جسے کہ بارش کا سمار (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے ان نصوص کے ساتھ جو بادل سے بارش  
 کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں تطبیق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ بارش کو آسمان سے ان  
 مقامات پر بھی بھیجے کہ بادل کہتے ہیں نازل کرے پھر اسے زمین پر نازل کر دے۔ اسی لئے شرعی نصوص کہیں تو اس مقام کو ذکر  
 کرتی ہیں جہاں سے پانی اولاً نازل ہوتا ہے اور کہیں اس مقام کو جہاں سے ثانیاً نزول ہوتا ہے۔ اور خدا سب سچوں سے  
 سچ ہے اور اگر ان کے نزدیک آپ کا قول کہ بارش محض زمین اور سمندر کے بخارات ہی سے ہوتی ہے ثابت ہو جائے اور  
 کوئی قطعی دلیل اس پر قائم ہو جائے تو انہیں سابق الذکر قاعدہ کے موافق ان نصوص کی تاویل کرنا جائز ہو جائیگا جن سے ظاہر  
 بارش کا آسمان سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان نصوص میں لفظ سمار سے بھی بادل ہی مراد ہے (اس تاویل  
 کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلانی نے بھی مرقی الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے) یا  
 میں کہہ جائے کہ جبکہ بارش ساری اسباب سے نازل ہوتی ہے اور محض ان کے حرارت و غائب جس سے کہ اجزاء بارانہ زمین سے  
 سمندر اور دریاؤں سے بخارات نکلتے ہو اور پھر چمکتے ہیں اور سردی کی وجہ سے بادل بن کر برس پڑتے ہیں تو کوئی حقیقتاً بارش بادل  
 ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کی جانب ہماری نسبت ہو جائیگی اور نسبت باعتبار سبب کے صحیح ہے۔ اور اللہ تو

وسبب الاسباب ہی ہے (اس تاویل کو حنفی افندی نے سورہ النبا کی تفسیر میں ذکر کیا ہے)

لیکن اسے اہل سائنس اس بیان کے بعد بتائے کہ اس مقام پر نصوص میں کوئی اشکال باقی نہ رہا جبکہ وہ نہایت ہی قریب تاویل  
 سے عقل کے موافق ہو سکتی ہوں۔ سچائی اور کثرت شرعی نصوص باقی میں حکی نسبت میری خیال ہے کہ اگر آپ اپنے مطلع ہوں گے  
 تو شروع شروع میں ضرور ان کا انکار کریں گے کیونکہ آپ کو ان کی توجیہ تو معلوم ہوگی نہیں اور نہ آپ یہی جانتے ہوں گے کہ علماء  
 شریعت نے ان کے معانی کی نسبت کیا کیا کہا ہے۔ اور ان کا کیا اعتقاد ہے۔ لیکن جب آپ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بارش کا سمار (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان نصوص میں لفظ سمار سے بھی بادل ہی مراد ہے (اس تاویل کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلانی نے بھی مرقی الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے) یا میں کہہ جائے کہ جبکہ بارش ساری اسباب سے نازل ہوتی ہے اور محض ان کے حرارت و غائب جس سے کہ اجزاء بارانہ زمین سے سمندر اور دریاؤں سے بخارات نکلتے ہو اور پھر چمکتے ہیں اور سردی کی وجہ سے بادل بن کر برس پڑتے ہیں تو کوئی حقیقتاً بارش بادل ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کی جانب ہماری نسبت ہو جائیگی اور نسبت باعتبار سبب کے صحیح ہے۔ اور اللہ تو





اس نے اپنے بیان سے جتنے شیعہ کہ انکو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو رائل کر دیا اور انہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر میں ان کے مذہب کی کیا قدر و قیمت ہے تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوئے بلند ہوئے سچوئے ان کے اور ان کی عقلوں کو تنبیہ ہوا اور تاریکی سے ان کی فکر کو خلاصی حاصل ہوئی اور اس عالم سے کہنے لگے اے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والے ہم پیرے غایت درجہ شکر گزار ہیں تو نے جتنی دشواریاں ہمیں پیش آتی تھیں وہ رائل کر دیں اور ہمارے لئے رستہ صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع ہوا وہ رائل ہوا ابھی انکی تصدیق کے لئے جو معتضی ہو وہ تو باقی ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ معتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قائم ہیں ہم دیکھیں کہ وہ سب صحیح اور ان کے صدق پر کبھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ گلے ہے اور خدا کے فضل سے آپ پر آسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں انہوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں لہجہ اور تفصیل ہر طرح پر باریک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں ظاہر ہو گیا کہ ان دلیلوں کا جو کچھ کہتا رہا ہے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جہیں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکہ کیونکہ عقل سلیم اسکو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور کچھ بھی وہ دھوئے صحیح نہ ہو رہا سب دلیلوں کا اتفاق طو پر متفق ہو جانا اسکو عقل سلیم نہیں کرتی علاوہ بریں ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جنکے قائم کرنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی خل نہیں اور ان کے اتفاقی طور پر حاصل ہونے کا سوائے ہرٹ ہرٹی کرنے والے کے اور کون قائل ہو سکتا ہے؟ (ان دلائل کی تفصیل اس فرقہ سے گھنگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تفتیش کرنے لگے کہ ان کے فرقہ میں ان فرقوں پر رد کرتے وقت جو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک کرنے کے دپے ہیں ایسا کلام ایسا گارہس مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے یہاں مکر بیان کرنے کی حاجت نہیں) پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول بکر آنے کے دعوے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی۔ خدا کے وجود کا مقرر ہو گیا۔ اس کے رسولوں۔ اس کی کتابوں۔ بعث و نشر اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں سب کا مستحقہ بن گیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اور ایمان بھی ایسا جوشانی و کافی بیان تو صحیح سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور آپ کے بے پرو ہو گئے اور خدا سب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ سابق الذکر فرقوں میں سے ہر فرقہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے خواہ انکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں ان کی بات بھی چلی تھی دلوں میں ان کا رعب و واب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے حکم کی نافرمانی اور ان کی رسلے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا اقوال و افعال میں انکی پیروی کیجاتی تھی ساری قوم انکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر انکے مال و متاع۔ تبر و اور ان کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے تو انکی سرداری اور قومی عزت کا پاس و جاننا کر کے انکے ساتھ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ پس جب وقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فہم  
اس فرقہ کے  
لوگوں میں  
انکے حکم کی  
نافرمانی  
اور ان کی  
رسلے کی  
مخالفت  
کوئی نہیں  
کر سکتا  
تھا  
اقوال و  
افعال میں  
انکی  
پیروی  
کیجاتی  
تھی  
ساری  
قوم  
انکے  
تابع  
تھی  
اور  
جب  
وہ  
لوگوں  
پر  
انکے  
مال  
و  
متاع  
تبر و  
اور  
ان  
کی  
جانوں  
پر  
زبردستی  
کرتے  
تھے  
تو  
انکی  
سرداری  
اور  
قومی  
عزت  
کا  
پاس  
و  
جاننا  
کر  
کے  
انکے  
ساتھ  
چشم  
پوشی  
کیجاتی  
تھی۔  
پس  
جب  
وقت  
کہ  
محمد  
صلی  
اللہ  
علیہ  
وسلم

خدا کے پاس سے رسول بنکر آئے تاکہ دعویٰ کیا اور سابق الذکر فرقوں کے ساتھ آپ کی گزری جو کچھ گزری پھر آخر کار انہوں نے ان دلائل کے باعث سے جو ان کے نزدیک آپ کے صدق پر قیام ہوئیں آپ کے دعوے کی تصدیق کرنی تو ان رئیسوں اور سرداروں کے جی میں بھی آپ کے دعوے کی سچائی جاگزین ہوئی اور دلائل کے وضع ہونے کے باعث سے انہیں بھی پورا یقین آگیا لیکن ریاست اور قومی امتیاز کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اطاعت کھدے اور آپ کی تصدیق کے اقرار کر لینے سے انہیں مانع ہوئی اور ان کے دل میں یہ گندرا کہ جب وہ آپ کی اطاعت اختیار کر لیں گے اور آپ کے مطیع بن جائیں گے تو ان کی سرداری چہن چاگی اور وہ اپنے قومی امتیاز سے محروم رہ جائیں گے اور یا تو اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے اب انہیں خود اطاعت کرنا پڑے گی اور شریعت کے احکام بلا اسکے کہ ان کی کچھ رعایت کر کے کچھ فرق کیا جائے ان پر جاری ہوں گے جیسے کہ اس شریعت کی شان ہے کہ تعمیل احکام کے لحاظ سے اسکے سارے پیرو برابر سمجھے جاتے ہیں اور یہ کہ ان کو اپنی قوم کے اموال جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حقا میں داخل ہو جائیں گے اس وقت تک نہ بل سکیں گے جب تک کہ وہ ایسا مثل نہ کریں جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور یہ کہ ان میں سے جو کوئی کسی کے مال یا آہر یا جان کے معاملہ میں زیر دستی کر لیا اسکے ساتھ مولے اس صورت کے کہ صاحب حق محافظ کر دے اور کسی صورت میں ذرہ برابر بھی سہولت نہ برتی جائیگی۔

پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جو ان کے دلوں میں جاگزین ہو گئی تھی اس کو چھپا ڈالا اور ایسے امور کی تدبیریں سوچنے لگے جو آپ کے خلاف شان ہوں اور آپ کے متبعین کو ہلاک کر دیں۔ پس انہیں انہما مقصد اس تدبیر سے بہت سہولت کے ساتھ حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوا کہ ان فرقوں پر شبہ ہے کہ ناشروع کریں جو آپ کے پیرو بن گئے تھے تاکہ آپ کی جانب سے ان کے دل شکوک ہو جائیں سو وہ ان دلائل میں جن سے ان فرقوں نے استدلال کیا تھا طرح طرح کے احتمالات نکال نکال کر اور تاویلیں کر کے ان کے دلائل کی تضعیف پر آمادہ ہو گئے تاکہ وہ بلبلیں ان کی نظر میں یقینی نہ رہیں پھر اس وقت اس کو یہ کہنا ممکن ہو کہ جن دلائل پر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارہ میں اعتماد کر لیا ہے وہ تو محض ظنی دلیل ہیں اور صرف انہیں ظنی دلیلوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو ہرگز مناسب نہیں کہ آپ اپنی مالوت رعیں اور وہ اعتقادات جن پر آپ کے باپ دادا تھے چھوڑ دیں اور گندمشتہ رسولوں سے جو دین آپ کو حاصل ہوئے تھے ان کے تارک بن جائیں کیونکہ ایسی حالت میں ظن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

پس انہوں نے ان داہی تہلری شبہوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اس فرقہ کے پاس آئے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا کہ تمام فصحاء و بلغاء اس کی جیسی ایک سورت کے لائے سے بھی عاجز ہیں اور اس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و بلیغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے انہوں نے آپ کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کر لی پس ان سے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ انکو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو) ایسے درجہ کی فصاحت و بلاغت حاصل ہو گئی ہو جو آپ لوگوں میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور یہ سوجہ سے آپ لوگ ان کے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہو کر آیا

اس فرقہ کے مقابلہ سے عاجز رہے  
صلی اللہ علیہ وسلم  
کے رسول بن گئے  
فصاحت کی وجہ  
اور شجاعت دار  
کے اور اس فرقہ  
کا جواب دیا

کہ ہر فن کے جاننے والوں میں کوئی کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جسے اس فن میں کمال دستگاہ حاصل ہوتی ہے جسے کہ اسی فن کے باقی جاننے والے اُسکے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ وہ ہمارا سرِ دار ہے اور ہم لوگ اُسکی گرد و کوہی نہیں پہنچ سکتے۔ پس اُس فن پر نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ اگرچہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد اصلی اور فطری قابلیت اور استعداد پر ہے لیکن اُس میں کمال پیدا کرنے اور اسطے درجہ پر پہنچنے کے لئے بہت کچھ مشق اور اُسکے طریقوں کے مہارت کی ضرورت ہے مثلاً اشعار کہنا انہیں روایت کرنا خطبوں کے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھانا۔ فصاحت سے سوال و جواب کرنا۔ بلاغت سے سبقت لیجھنے کی کوشش کرنا کہ اُس کا قوی لکھ پیدا ہو جائے اور اپنی فطری استعداد کے موافق کمال پیدا کر کے انہیں کے زمرہ میں داخل ہو سکے۔ علاوہ بریں کسی فصاحت و بلاغت کتنی ہی بڑے مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے لیکن یہ بھی فطرور ہے کہ اُسکی نوع میں سے اُس کی کوئی نظیر موجود ہو اُس کی صفت میں سے اُسکی کوئی مثال پائی جاوے گو وہ اُس سے کسی وجہ میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ فطری طور پر اس فن کی استعداد رکھتے تھے لیکن ہم نے امتدائے پیدائش سے لیکر چالیس برس کی عمر تک کہ جو زمانہ تحصیل اور مشق کا ہے آپ کو کبھی اس فن کی مشق کرتے نہیں پایا جس سے آپ ایسے درجہ پر پہنچ جاتے اور نہ اس مدت میں آپ نے شعر کوئی یا اشعار کی روایت کرنے ہی کی تکلیف گوارا کی علاوہ یہ کیا آپ کو خطبوں اور رسالوں کی جانب بھی کبھی کچھ توجہ نہ ہوئی اور نہ اس مدت میں سے ہم یہی دیکھا کہ فصاحت سے سوال جواب کرنے اور بلاغت پر غلبہ حاصل کرنے کی آپ کو کبھی حرص ہوئی ہو اور وہ برابر ہمارے سامنے ہی رہے ان کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں رہتا اور کیونکر پوشیدہ رہ سکتا تھا حالانکہ جو شخص اس فن میں ذرا محنت کرے وہ ہم لوگوں میں ویسی ہی شہرت پالیتا ہے جیسے دن دو پہر کو آفتاب کیونکہ یہ فن تو ہمارے اعلیٰ درجہ کے منافخ میں سے ہے پس آپ کے چالیس برس کی عمر کو پہنچتے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ایک فصیح کلام جسکا نام قرآن ہے لے آئے ہیں جسکی فصاحت و بلاغت نے ہمارے دانت کھٹے کر دیئے اور بالکل ہی ہموار کر دیا اور اب ثابت کر دکھایا اور یہ بھی ہے کہ جو طرز قرآن شریف میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اختیار کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا طرز ہے ہمیں کہیں اُس کی نظیر نہیں ملتی پس وہ نہ اشعار کے قیل سے ہے نہ رجز ہی معلوم ہوتا ہے اور نہ خطبوں اور رسالوں کا طرز ہے اور نہ کوئی اور ہی نمونہ ملتا ہے جسکا اُس میں اقتداء کیا گیا ہو تا اور سوچے وہ اپنی خواہش میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ پہلا بتائیے تو ہسی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے پاس اس طریقہ کی مشق کر لی جو اُسکے قرآن میں موجود ہے اور سارے ملک عرب میں کہیں اُسکا پتہ نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی اس طریقہ کے موجد ہوئے ہوں اور پہلے میں ایسے درجہ پر پہنچ گئے جہاں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اشیاء کے موجدین میں تو عادتاً یہ امر دیکھا نہیں جاتا بلکہ عادت یوں جاری ہے کہ ہر موجد سے اُسکی ایجاد بچہ کی طرح پہلے اُس سے صادر ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اُسکی تربیت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ موجد اپنی ایجاد میں ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے کہ جسکے بعد کوئی مرتبہ نہ ہو اور وہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ہی نہ ہو سکے انسانی موجدوں میں تو یہ بات کبھی دیکھی نہیں گئی بلکہ استغناء کے موافق یہ کہنا بھی کچھ مستبعد نہیں کہ سوائے اُس صورت کے کہ ایجاد دینے والے درجہ کی اور مصلحتی ہوئے امر ممکن ہی نہیں ہے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شعر کے گزشتہ زمانہ میں اس فن کی مشق نہ کرنا جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہنچ جاتا

جہاں کوئی نہ پہنچ سکے اور قرآن شریف کا اپنے اسلوب کے اعتبار سے انوکھا ہونا جسکی وجہ سے وہ فصاحت و بلاغت کے  
ایسے درجہ پر پہنچ گیا جسکے مقابلہ سے ہم لوگ عاجز رہ گئے یہ دونوں امرا اس خیال کو سرے سے باطل کرتے ہیں جسے کہ  
آپ نے اس موقع پر نکالا ہے اور جسکے ذریعہ سے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا پس ہم لوگ بلا کسی شک و شبہ  
کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دعوے میں ہمیشہ تصدیق کرتے رہیں گے اور رسالت کے قائل ہیں گے کہ قرآن کا  
جسب کلام لانا انسانی قدرت میں نہیں ہے بلکہ وہ خدا ہی کے پاس سے اترا ہے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے  
ایسے بعد یہ شک ڈالنے والے اس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ سے تصدیق کی تھی کہ اسے  
آپ کے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہو جانا سوائے اس صورت کے کہ وہ خدا  
کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس فرقہ کی جانب جسے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپ کی شریعت کی تمام  
ہاتھل پٹھلی اور باقاعدہ ہے انہیں کل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی  
پوری پوری کھینچ ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوے  
رسالت سے پیشتر بلا دروم کچا تجارت کے لئے دو مرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے  
ملنے کا اتفاق ہوا ہے (پھر اراہب جو آپ کو شام کے کہستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے ملا تھا اور اُس وقت  
علامات سے اُس نے پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جس میں تمام  
یہ فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور اُسے آپ یہ شریعت سیکھ گئے ہوں اور اپنے ملازمین اگر مدعی رسالت بن گئے ہوں  
اور اپنے دعوے کی تائید اسی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے ملازمین ایسے واقعہ کار لوگ موجود نہ  
تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اُسے مثل وہ بھی لا کر آپ کا مقابلہ کر سکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ  
لائے ہیں وہ خدا ہی کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی  
ایسی تمام جو ان تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو چکی شرح اولیں امر کا بیان ہمارے مستند مال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو بر  
پہنچایا ہو سکے اور سیاست و ملکی انتظام کے ماہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاق  
حسد اور ان جمادات پر مشتمل ہو جو اس سر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور ہمیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات نظم  
اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں علیٰ ذلہ القیاس اور دیگر امور کو بھی نہیں پائے جاتے ہوں جنکے پورے پورے بیان  
کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑے گی ہاں عملاً ان کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت  
اگر لفظ محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ  
اسکے لئے اتنی مدت مدید کی ضرورت پڑے گی جو برسوں کی متعدد دہائیوں سے گئی جاسکے اگرچہ ان باتوں کا سہارا لے  
والا بہت ہی کامل حکماء ہی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلیٰ درجہ کا فکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جتنی عمر کہ ہم لوگوں میں گذاری ہے اس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجارت قریش کی ہماری ہی وجہ سے  
شہر ول میں بعض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور اسی مدت میں آپ کہ سے بلا دروم نکلتے

ان باتوں سے  
دار کا جسے قرآن کو  
صفات فاضلہ پر  
پس ازینہ سے  
اور باقاعدہ ہو چکی  
درجہ سے تصدیق  
نبی آخر الزماں  
دیا اور حکم کی پوری  
حالت اور ضرورت کو  
سی دوسرے سے  
پہنچایا ہو سکے  
حالی نہ ہو سکتا

بھی اور اے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دے پہلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت جو اسکے لئے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے سیکھنے کی دشواریوں اور اسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اسکا سیکھ لینا تو پڑے ہے لکھ شخص پر بھی دشوار ہے اور بلا مدت مدید کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چہ جائیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اتنی (ان چہ) محض تھے نہ لکھنے پڑے۔

پہر پہلا عقل کیونکر تجویز کر سکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجودیکہ انہی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہے تھے اور آپ کا اتنی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (و انک تملکون قبلہ من کتاب ولا تحفظ بمعینک اذا لکرت اب البطلون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا تو ایسی حالت میں اہل باطل کو شک کی گنجائش ہو سکتی تھی) نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے (آپ کا یہی اور ان پڑہ ہونا صرف آپ کے دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلا شبہ ثابت ہے اسلئے کہ آپ خبر ہم ہی لوگوں میں نشوونما پایا ہے اور ہمیں کسی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے کتنے پڑھنے کی مشقت اٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے یہ نقل کیا کہ آپ نے کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو۔ اور اگر آپ ایسی قوم میں رہ کر اس (کتابت) کو جانتے ہوئے تھے جنہیں کہ سوائے محدودے چند اشخاص کے اس فن کے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت تک ہم سے چھپا نہ رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کیے اور پہلا آپ (اگر جانتے ہوئے) تو چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شے اسکی جانب کا پوچھی نہ تھی بلکہ اٹھنا ہر گاہی موجود تھا کیونکہ اس جہاں اور بے پڑے لکھ گروہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور رسالت کو عقل ہرگز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اور پھر یہی روم کے راہب ہے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مددوں کا اور اسکے بعد دعوی رسالت بنجاؤں گا پہلا کیے ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی سے آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اٹھالیا تھا اور یہی بات پوری بھی ہو گئی کہ آپ نے اس فن کو حاصل کرنے اور خبر جو کچھ کہ آپ لائے ہیں اسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بہرہ پر رسالت کا دعوے کر دیا رسالت کا تو سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہٹ دھرمی پر کمزور نہ ہو اور وہی باتوں کا مطیع نہ ہو اور اگرچہ ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھلانے والے کے بلا روم میں یا اور کہیں پائے جانے کی، ہی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام ان علوم و معارف پر جسپر کہ قرآن اور یہ شریعت مشتمل تھا وہی اور ان سب خوبیوں پر محیط ہو گیا ہو اور ہم پر اہل ایم کے ساتھ مخالفت کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہو گئی کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اسکا وجود نہیں ہے چہ جائیکہ ان میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو دیکھا ہے کہ مخالفت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اس میں سے جو

کچھ سیاست اور انکے ملکی انتظام کے موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہو سکتا ہے کہ انکے علماء کے پاس یہ باتیں ہوتیں اور وہ اپنے لوگوں میں اسکو شلیح نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انکو ظاہر اور آشکارا کیا تب وہ انہیں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو عقائد افعال اور اخلاق میں روم کے دین کے مخالف ہیں اور انکی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں تمام درجہ موم خیاں کیجاتی تھیں پس عقل کیونکر اس بات کو مان سکتی ہے کہ کسی راہب یا نبی سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہو اور اسکو اسکی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے یہ کہہ لینے سے جو مولف پیشتر ذکر کئے گئے ہیں اگر انکے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی الخ بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ بلکہ ابتداً دعویٰ رسالت سے لے کر برابر تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کا دین مکمل ہو گیا اور ان کو اور گروہوں میں پہل گیا جنہوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی۔ پس آپ اپنے قرآن کی ایک دو آیتیں یا ایک دو سورتیں جیسے جیسے واقعات آپ کو اپنے اور اپنے مخالفوں کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان پیش آتے جاتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ آیتیں یا سورتیں کسی اور پر استدلال کرنے یا کسی شعبہ کے دفع کرنے یا کسی سوال کے جواب دینے وغیرہ پر مقتضائے حال کے موافق مشعل ہوا کرتی تھیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ حوائث مشکلات، سوالات اور مصلحتوں کے موافق تھوڑے تھوڑے کر کے لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے خلاصہ یہ کہ دعوے رسالت کی ساری مدت میں جو واقعات آپ کو پیش آتا جاتا تھا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت میں سے اس کے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور یہ کیفیت ہم کو اور نیز ان کو جن لوگوں تک آپ کے اخبار اور حالات تو واضح کے ساتھ نقل ہو کر پہنچے ہیں ضرور معلوم ہے۔

آپ اسوقت کہا جاسکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانہ آئندہ کے حوائثات اور واقعات جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چلکر اتفاق پڑنے والا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے مابین یا آپ کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آنے والے تھے کس نے بتلا دیے تھے جسکی وجہ سے اسے معلوم ہو گیا کہ قرآن اور شریعت میں ان میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آئندہ آپ کے روبرو ہونے والا تھا اور ہر شعبہ کا دفعیہ اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آئندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے ہر شے کے لئے بجاہر ضروری تھا اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کے قابل لا دیا اور ہم منجملہ واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جن کی نسبت کسی کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آئندہ چلکر واقع ہوں گے اور آپ کو ان کا اتفاق پیش آئے گا اور جس شخص کو تمام ان واقعات پر جواب کو بعد دعویٰ رسالت کے ساری مدت میں پیش آئے ہیں واقفیت ہوگی وہ یقین کر لے گا کہ ان سارے واقعات پر جو آپ کو اس مدت میں پیش آئے



تھے کسی راہب کا جسکی نسبت آپ کو گمان ہے حاوی ہو جانا اور ہر ایک کے لئے جو حکم ضروری تھا اسکا مستحضر کر لینا بلا شک  
محال ہے سوائے وہیگا و صیغی کرے دے کے اور کوئی اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
میں بعض بعض شخص (خواہ مسلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و حرافہ اور انتظامات کی میں شہرہ  
افتاح تھے پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اذونات آپ کو پیش کرتے ہیں ان کے احکام  
اور سوالات کہ آپ سے کہئے جاتے ہوں ان کے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہات آپ پر وارو کئے جاتے ہوں ان میں  
ہر ایک کا دفعہ اور علاوہ اسکے جو کچھ موجب آپ کی ضرورت پڑا کرتی ہو اسوقت سب کچھ آپ ان شخصوں سے پوچھ  
لیا کرتے ہوں پس جب کبھی ان امور میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور  
اس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت میں اسکے موافق بنا دیا کرتا ہو۔ وہم کہیں گئے اسباب کا وہ ہم کو کاشی  
وہوں سے بالکل بچ رہے اول تو اسوجہ سے کہ یہ بات غرضی نہیں کہ ان سب شمار کا سیکھنا سیکھانا ایک ایسا امر ہے  
جو ایک آدمہ نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف اہل  
تعلیم ہو سکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھانے والے کے پاس مدت دراز تک آمد و رفت کرتا رہے اور اگر آپ ہوا ہوتا تو لوگوں  
میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے  
دوسرے اسوجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ان علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھلا سکتے  
والا ہوتا تو غایت درجہ کا محقق اور بڑی صاحب فضل ہوتا تو لوگوں میں ہمارا شمار کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص تنہا آپ کو ان  
گمان جو اس بابہ شخص نہیں ہیں بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت واقفیت کے لحاظ سے شہرت تھی ان میں ہی تو انکا شمار نہیں ہوا پیران محمد صلی  
وسلم میں سے بہتیرے لوگ شرعی احکام پر حاظر رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بڑے ہو سکتے تھے  
اور وہ خود آئے اور ان سے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سیکھا کر لیتے تھے اور  
شاگردوں کی طرح ان کے ساتھ فروتنی سے بیٹھتے اور عقل اس امر کی ہرگز تصدیق نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس بابہ سے  
ہو سکتے اور پھر ہی اپنا حال مخفی رکھتے۔

ادریس سے اسوجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھانے والے ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور  
ان سے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطر ہوتے اور اگر آپ ان کی اتنی قدر و منزلت  
میں کوتاہی کرتے تو انکو کب جبر آتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے کہ ان کا درجہ گھٹا  
علاوہ ہرین و شبہ اس طرح بھی بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ سفر و ہجرت میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تمہارا تھے بلکہ قریش کے  
لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اس راہب سے جو کچھ سیکھا ہو گا وہ سانبہوں کو ضرور معلوم ہو گا۔ بہرہ و سہ رسالت  
کے وقت ان میں سے کسی سے اس امر کو ظاہر کیوں نہ کر دیا کیونکہ ان میں سے کسی سے جو آپ کے اوپر ایمان نہ لائے  
تھے۔ اور آپ کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں آپ نے کسی راہب سے کچھ  
نہیں سیکھا ۱۲ مترجم۔

ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے انکو یہ امر ڈرا گوار نہ تھا۔

جو تھے اسوجہ سے کہ ہم نے ان شخصوں کی قوم سے اس کے بعد میل جل کیا تو ہم نے ان علوم۔ احکام اور جملہ بہانوں کی جامع شریعت کو جو سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے انکے پاس نہ پایا اور ان میں سے بہتر ہی چیزیں ایسی ملیں جنکا انکے یہاں اصلاً و نقلاً کچھ پتہ ہی نہ تھا بلکہ جسے خود انہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین انکو اپنے انتظام ملکی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں۔ پس یہ شخص جملہ علوم و معارف کو کہاں سے لے لے جس حال میں ان کی قوم ان سے محروم تھی۔ پس اسے شک و شبہ میں ڈالنے والو اس بیان نے مٹھا دے سارے ان احتمالات کو جو ہم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور مہمل ثابت کر دیا اسلئے ہم بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

اب یہ بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کے پاس آئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس بات سے استدلال کیا تھا کہ اہل فصاحت و بلاغت نے قرآن شریعت کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور کلام کی خوبوں کے واقفکاروں نے اس امر کی شہادت دی کہ قرآن شریف اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہے کہ جن سب کا قرآن کی ایسی کتاب میں جمع کر دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ اور بعض اہل فصاحت و بلاغت کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اس دلیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ قرآن کا معارضہ تو نہ کر سکے بلکہ سبائے اسکے گہرا چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اڑنے کو منظور کر لیا جس کے باعث سے وہ مقتول ہوئے۔ انکے بچے قید کئے گئے۔ انکے شہر آغاڑے گئے۔ انہیں جلا وطن ہونا پڑا پس انہوں نے اسان طریق کو تو چھوڑ دیا (اور وہ قرآن کا معارضہ کرنا تھا اگر انہیں قدرت ہوتی) اور لڑائی بھڑائی کے طریق میں جو سبب و شواہد طریق تھا چلنا اختیار کر لیا پس یہ لوگ اُسے کہنے لگے کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان دونوں فرقوں نے جنہیں سے ایک نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عاجز ہونے اور دوسرے نے قرآن شریف کے اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور یہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ننگے تھے انھوں نے یہ امر کسی غرض و غایت کے لئے کیا ہو جسکے حاصل کر لینا اسی اتباع کو انہوں نے ذریعہ قرار دیا ہو اور اسی لئے انہوں نے یہ اقرار کر لیا ہو اور اس امر کی شہادت دیدی ہوتا کہ یہ انکے لئے انکے ملامت کرنے والوں پر محنت بھجائے رہا وہ فرقہ جس نے معارضہ کو تو چھوڑ دیا اور اپنے گہرا کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو گیا جسکی جو سے کچھ ضرر سے اٹھانا پڑا۔ اسکی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ بسا اوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے جنگ کی ابتداء کی ہو اور انش جنگ کے ہر فروختہ ہو جانے کے باعث سے انہیں معارضہ کرنے کی فرصت نہ ملی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اتنی مہلت نہ لینے دی ہو اور اسی سبب سے وہ اسان طریق کو چھوڑ کر شواہد طریق پر چلے ہوں خلاصہ یہ کہ وہ اس پر مضطر کر دئے گئے ہوں پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ آپ کا پہلے دونوں فرقوں کو حق میں یہ کہنا کہ شاید ان کا اقرار کرنا اور ان کا شہادت دینا اور پھر اتباع کر لینا کسی غرض و غایت پر مبنی ہو جسکے حاصل کرنے کا انہوں نے راستہ ذریعہ قرار دیا ہو تو یہ سرتاپا بے تکی اور بالکل بے سوچنی سمجھی بات ہے اسلئے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عاقل

ان لوگوں کا  
حق و باطل کا  
مناظرہ  
کے متعلق  
کی حالت  
تصدیق کر لیا  
اور اس فرقہ کا  
جواب دیا

کے نزدیک سب سے مشکل کام اپنے دین کا چھوڑ دینا ہے جس میں اُسے دنیوی اور اخروی نجات کی امید ہو اور ہر اس کے تمام چیزوں سے دشوار تر یہ امر ہے کہ وہ اُن رسوں کو چھوڑ دے جن کا وہ خوگر ہو رہا ہے اور انہیں اپنے اسلاف پیشین سے سیکھا ہے حتیٰ کہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ انہیں اپنی رسوں کی بُرائی بھی معلوم ہو جائے تاہم اُن کا چھوڑنا اُنہیں نہایت ہی شاق ہوتا ہے اور اُن کا جی اُنہیں رجمے ہی رہنے کو چاہتا ہے اس بنا پر عاقل اپنے دین کو اس وقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اُسے اپنے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں نجات حاصل ہو جائے گا پھر پھر اہل یقین جو کچھ علی بن ابی قیس وہ اپنی رسوں کو بھی خصوصاً نوروثی رسوں کو سوائے اُس حالت کے کہ کوئی ایسا ہی قوی سبب پایا جائے نہیں چھوڑ سکتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں نے اپنے دین کو جس سے انہیں اپنی نجات کی امید تھی چھوڑ دیا اور اپنی اُن رسوں کے بھی تارک بن گئے چکے کہ وہ خوگر ہو رہے تھے اور اُن سب چیزوں کی نہایت شدت کے ساتھ مذمت کرنے لگے اور انہوں نے قرآن کے معارضہ سے اپنے حجر کا اقرار کر لیا اور اپنے شخص اطلاع حاصل کر لے رہے ہیں بلا اسکے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کچھ خوف ہوتا قرآن کے فضل کی شہادت دینے لگے کیونکہ اُن میں خود ہی یہی قوی قوی پاس و لحاظ موجود تھا اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال و دولت کی حاجت نہ تھی (کیونکہ پہلے آپ کے پاس کچھ تہا ہی نہیں) بلکہ قبل اسکے کہ آپ کی حمایت کرنے والی جماعت قائم ہوئی ہوئی اور آپ کے ہاتھ کچھ مال آیا ہوتا یا اور کوئی مضطر کرنے والے سبب پایا جاتا وہ لوگ یہ شہادت دے چکے تھے اور قرآن کے فضل کا اقرار کر چکے تھے یہ بات آپ کے دیکھنے والے حالات اُن کے اہل عکس کی کیفیت پر پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے پس اگر اُنکو معارضہ کرنے سے اپنے عاجز ہونے اور قرآن کے اس قدر فضائل پر مشتمل ہو نہ کہ جتنے جہجہ کرنے سے انسان عاجز ہے یقین نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ اقرار نہ کرتے اور کہیں اس کی شہادت نہ دیتے اور نہ وہ اتباع ہی کرتے جس کی وجہ سے انہیں اپنا دین جسکو وہ اپنے اعتقاد کے موافق باعث نجات سمجھتے تھے چھوڑنا پڑا اور اپنی رسوں کے ترک کرنے کی مشقت اٹھانا پڑی حالانکہ وہ عقیل و فہیم اور بخوف تھے۔

رہا فصحاء و بلغاء کے حق میں جن کا معارضہ سے عاجز ہونا اس طرح پر ظاہر ہوا کہ انہوں نے معارضہ کو چھوڑ کر جنگ کو منظور کیا جس کی وجہ سے انہیں بہت سے نقصانات اٹھانا پڑے یہ کہنا کہ بسا اوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اُنے جنگ کی ابتدا کی ہو اور اُنکو معارضہ کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی مہلت نہ لینے دی ہو اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کے لئے اُنکو بلانا اور اُنکا باز نہ آنا ایک آدھ واقعہ یا ذرا سی مدت میں ہوتا تو البتہ عقل آپ کے اس احتمال کو قبول کر سکتی لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ اُنکے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین اس وقت تک ہرگز لڑائی واقع نہیں ہوئی جب تک کہ آپ نے قرآن کو معارضہ کے لئے اُن پر پیش نہیں کر لیا اور کہتے ہزارہ اُسکی منادی نہیں کر دی کہ انسان اُسکے معارضہ سے بالکل عاجز ہے اور ہر ایک مدت گذر نہیں گئی اور مدت بھی کوئی تھوڑی نہیں بلکہ ایک قسم کی طویل مدت۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے شروع شروع میں آپ کے استفسار پر وہ بھی نہیں ہوئے تھے جس نے کہ لڑائی کیجاسکے پھر اسکے بعد ہی کہ آپ کے اور اس فرقہ کے مابین اُنش جنگ شروع ہوئی

پھر یہ پہچانے اور شبہ میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی طرف جیکے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اسوقت تصدیق کی تھی جبکہ انہوں نے خوارق عادت اور عجیب قوانین قدرت کے مخالف امور آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہوئے کشاہد کر لئے تھے۔ پس اُنسے یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ خوارق عادت ظاہر کئے ہیں احتمال ہے کہ ایک قسم کا جادو ہو پس انہوں نے تم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہو جسکی وجہ سے تمہیں ان چیزوں کے واقع ہونے کا خیال بندہ گیا ہو تو اُس فرقہ نے نہیں یہ جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ حالت جادو گروں کی سی حالت نہیں ہے کیونکہ آپ نیکی کا حکم کرتے ہیں بُرائیوں سے روکتے ہیں اور جادو گروں کی یہ حالت کبھی جاتی ہے کہ بدکار اور شہوت پرست ہوتے ہیں اپنے رذیل اور اذی دے درجہ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اعمال سحر کیا کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے امور خارق عادت کا کرنا کسی اذی دے درجہ کی غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا وہ تو صرف اس غرض سے امور خارق عادت کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ جو شریعت آپ لائے ہیں اُنکی پیروی کرنے میں عقلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور آپ کی شریعت سراسر مسکرم اخلاق پر مشتمل ہے تمام بُرائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم کرتی ہے۔ پس آپ کی بات توصفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے۔ راہ مستقیم پر چلنے۔ خلق خدا کو حق بات کی ہدایت کرنے اور راہ صلاح اختیار کرنے کے لحاظ سے بالکل انبیاء سابقین کی سی ہے اور آپ کے دعوے کی بھی خدا کی جانب سے اُنسی طرح تائید ہوتی ہے جیسے کہ گذشتہ رسولوں کے دعوے کے خوارق عادت اور کے سزا کرنے سے جن پر کہ سوائے خدا کے اور کسیکو قدرت نہیں ہے تائید کی گئی تھی۔ اور امر خارق عادت کو سزا دینا خدا کی جانب سے اُس رسول کے دعوے کی تصدیق

کے قائم مقام سب کو یا خلا یہ فرماتا ہے کہ ان امور میں میرا بندہ بچا ہے جو میری جانب سے وہ ہیں جو بچا ہے اور عالم کے عادی  
 تو انہیں قدرت کو سکے ہاتھ پر میرا خرچ کر دیا اور ان عادی قوانین قدرت کے خلاف ظاہر کرنا میری جانب سے اس کے عوے  
 کی تصدیق ہے (سابق میں اسکی کافی طور پر توضیح ہو چکی ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں دیکھ لیں) علاوہ میں بعض غارق غارت امور  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایسے بھی ظاہر ہوئے ہیں جنکی نسبت عقل ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی کہ جادوگروں کو ان پر  
 قدرت ہو سکتی ہے جیسے کہ چاند کا شق ہو جانا جسکا تمام لوگوں نے خواہ وہ وہاں موجود تھے یا میدانوں میں سفر کر رہے تھے  
 سب نے چشم خود مشاہدہ کیا تھا چنانچہ جیسے کہ اس امر کو ان لوگوں نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جن  
 نے کہ اسکی درخواست کی تھی دیکھا تھا اسی طرح ان مسافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا تھا اور اگر بطوری بھی جو دور دراز مقامات  
 سے وارد ہوئے تھے جکا اتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس والے لوگوں کے اتفاق کے ساتھ موافقت و مساوات رکھتا تھا  
 پس فرض کر لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی نظر بندی کر دی ہو یہاں تک کہ انھوں نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا  
 کہ چاند شق ہو گیا کیا آپ کی قدرت میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ان مسافروں کی بھی نظر بندی کر دیتے ہیں سے ہر  
 فریق میدانوں میں جہاں جہاں مقام پر تھا اسبات کا سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہینگا و ہینگا کرے یا  
 اس امر سے محض ناواقف ہو کہ جادوگروں کو اپنے اعمال میں کہاں تک قدرت ہو سکتی ہے علاوہ میں ہم نے بعد اسکے کہ  
 ان غارق کے باعث سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور پورے طور سے آپ کی شریعت پر مطلع ہو گئے اور  
 آپ کے ساتھ خوب خلا ملا بھی پڑا لیا اور آپ کے حالات میں نہایت ہار یکا بینی سے غور کیا تو ہم نے آپ کی شریعت  
 میں سرتاپا رستی اور وہی تمام امور پائے جن پر عمل کرنے طے کو سراسر ہر ہودی اور پہلانی حاصل ہوا و تمام نقصانات سے  
 وہ محفوظ رہے اور آپ کی شریعت اصل استقامت اور رستی میں گورسل سابقہ کی شریعت کے مثل نکلی لیکن تمام ابواب کجالات  
 پر پورے طور سے حاوی ہونے کے لحاظ سے اُنہی بھی فوقیت لیگی اور ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی  
 چیز نہیں دیکھی جس سے عقل انکار کرے یا آپ کی جانب سے دل میں کچھ شک پیدا ہو اور نہ آپ کی شان جادوگروں کی  
 سی معلوم ہوئی اور نہ آپ کا حال حیلہ بازوں ہی کا سا نظر آیا جو متاع دنیا کے حاصل کرنے اور اپنی شہوت رانی کے لئے  
 طمع طرح کے سیدھے ہانے کیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا تو یہ طریق ہے کہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتے تھے اور یہ سکھاتے  
 تھے کہ وہ اپنے مالک کا شکرا داکر اس کنبہ والوں کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلائے  
 کریں اور بوجہ اس کے آپ اپنے پیروی کرنے والوں پر پد شفیق کی طرح شفقت فرماتے تھے آپ کو ان کے مال دولت  
 کی ذرا بھی طمع نہ تھی اور نہ انکی لذت چیزوں سے آپ کو کچھ میلان تھا بلکہ آپ پہلے رسولوں کی طرح (علیہ و علیہم الصلوٰۃ  
 والسلام) خود ہی ان پر احسان کیا کرتے تھے۔ پس جو کچھ ہم نے پیشتر بیان کیا اسکی بنا پر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے دعوے کے سچے ہونے میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ ہر کانا اور شک میں ڈالنا بالکل ہوا ہو گیا اور  
 ہر ضعف کی نظر میں اسکا کچھ اعتبار نہ رہا اسلئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے ہیں  
 اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لائے ہیں اسی پر ایمان رکھیں گے خدا ہی توفیق کا مالک ہے۔







اُس شخص کو سچا سمجھا تھا جسے بادشاہ نے بہجھا تھا اور اس موقع پر اسکا کچھ اور بیان کر دیا جائیگا کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک موٹی سی سی چند مہینوں کا مجموعہ ہوتی ہے جس میں سے ہزار کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی تہنا منقطع کر سکتا ہے لیکن ان سب باتوں کا مجموعہ جسے سی کہتے ہیں اُسکے قطع کرنے سے قوی سے قوی شخص بھی عاجز ہے اور یہی کیفیت اُس حالت میں بھی ہے اگر کسی مجمع سے ایک جماعت کثیر جس میں کہ وہ ایک تقریر کرنے والے کے پاس حاضر تھے جس نے اُن میں تقریر بیان کی تھی نکلے اور اُن میں سے ہر شخص یہ خبر دے کہ مقرر اُتنا تقریر میں مہر گر پڑا اور اُس کا سر ہیٹ گیا۔ پس اس صورت میں اُن میں سے ہر شخص کی خبر علیحدہ علیحدہ اگرچہ ظنی ہے ہر ایک میں احتمال ہے کہ اُس نے جھوٹ کہہ دیا ہو لیکن اُن سب لوگوں کی خبر مجموعی طور پر ضرور یقین کو مفید میں عقل سمجھتا ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی جماعت نے جھوٹ بولنے پر اتفاق کر لیا چاہے اللہ ہر ایک اُن میں سے ایک سچا خیال کا آدمی ہو اور کوئی ایسا جامع بھی نہ پایا جاسکے جو اتنے بہت سے لوگوں کو اس جھوٹی خبر کے تراش لینے پر اکٹھا کر دے۔ اور ایسا ہی اس وقت بھی ہے جبکہ ایک جماعت کی جماعت یہ کہے کہ حاکم اپنے سفر سے اس شہر میں لوٹ آیا ہے پس کوئی تو یہ کہتا ہو کہ سینے کج اوسکے بعضے نوکروں کے پاس دیکھا ہے کہ اُسکے کپڑے آگئے ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے خاص خادموں کو جو اُسکی خدمت میں رہا کرتے ہیں دیکھا ہے کہ وہ آگئے ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُسکے عزیز لڑکے کو جسے کہ وہ کیا سفر اور کیا حضر پر مشغول اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اُسکی عادت ہے کہ کبھی اس سے جہل نہیں ہوتا وہ بھی اگیا ہے کوئی کہتا ہو کہ میں نے توپیں سر پہنے کی آواز سنکر بعض توپخانہ والوں سے اس کا سبب پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ کج شہر میں حاکم وارد ہوا ہے اسی لئے توپیں سر پہری میں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُسکے اہل عہد کو دیکھا ہے کہ کشتی سے اترتے وقت امیر کو سلام کرنے اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے جلدی جلدی جا رہے تھے اور انہیں سے یہ خبر بھی مجھے معلوم ہوئی ہے اسی طرح کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ اور نہیں ہے ہر ایک نے ایک ایسی دلیل بیان کی کہ جب اُسے مجددانہ دیکھا جائے تو ظنی ہے لیکن عقل ایسے موقع پر ہر دلیل کو علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کرتی بلکہ سب کو مجموعی طور پر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ساری دلیلیں اتفاقی طور سے ایک ہی بات پر ہرگز اکٹھا نہیں ہو سکتیں اور یہی وجہ ہے حاکم کی آمد کا قطعی طور پر یقین کر لیتی ہے پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان دلیلوں میں سے ہر دلیل چاہے ظنی ہی کیوں ہو لیکن سب ملکر ضرور یقین کو مفید ہوں گی اور مجموعی طور پر اُن سے بلاشبک قطعی علم حاصل ہو جائیگا۔ آپ لوگوں کو یہ کہنا تھا کہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیان کے زور سے ہر فرقہ کے لئے لفظی دلیل قائم کر دی ہو اور اوسکو یقینی دلیل کے پیرایہ میں مزین کر کے ظاہر کر دیا ہو تو اس بات کا وہ شخص قائل ہو سکتا ہے جسے اُن دلائل کی حقیقت سے کچھ واقفیت ہی نہ ہو جن پر کہ ان فرقوں نے اعتماد کیا ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر دلیلیں ایسی ہیں جنکے حصول میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ذرا بھی دخل نہیں پس کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ آپ ہی نے اُن دلیلوں کو قائم کیا ہو اور یقین کے پیرایہ میں انہیں مزین کر دیا ہو بلا غور تو کہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر ممکن تھا کہ آپ فصحا و بلغاء میں قرآن کے سارے عجز کو پیدا کر دیتے اگر خود قرآن ہی سچا نہ واقع ہوا ہوتا (اور جو شبہ اس پر وارد ہوتے ہیں اُن کا جواب اُس موقع پر گذر چکا ہے جہاں پیشتر اسی فرقہ سے گفتگو ہوئی ہے پس چاہئے کہ وہیں دیکھ لیا جائے)



میں اُن کی تسکین ہو گئی ہے پس اُن سے کہنے لگے کہ شاید اس عالم کی قوت بیانیہ اور قوت استدلال بڑھی ہوئی ہو اور اُس کی نظر وسیع ہو مباحثوں کے مختلف اسلوب و طرز اور اُن کے ہر طرح کے پہلوؤں سے کامل واقفیت رکھتا ہو۔ اُس نے اپنی جادو بیانی کے مترسے آپ لوگوں کی عقلوں کو بھالیا ہو یہاں تک کہ آپ کو یہ خیال بند ہو گیا ہو کہ جو کچھ آپ کے خیالات اور مذہب میں اُس کی شریعت کے مخالف ہے وہ باطل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح و حق ہے پس آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اپنے مذہب پر جمے رہتے اور اپنے اعتقادات کو جو بڑے بڑے چوتھے علوم پر مبنی تھے محض اس عالم کی گفتگو اور مباحثہ کی وجہ سے نہ چھوڑ بیٹھتے تو اس فرقہ نے اُن لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ہم لوگ دانشمند ہیں ہمیں مناظروں میں کامل دستگاہ حاصل ہے جو شخص ہم سے مناظرہ کرے ہم اُس کے مقابلہ میں پوری پوری فطانت سے کام لے سکتے ہیں اس لئے ہم ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے کہ یہ محمدی عالم بلکہ اس سے کوئی بہتر نہ ہی بڑا ہی کیوں نہ ہو ہمارا سلسلہ دلائل میں رنگ آمیزیاں کرنے اور ہم پر اُن کو ملتبس کر دینے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی امر ماضی و اب و غلط بات سے ہماری عقلوں کو تسکین دے سکتا ہو جتنی چیزوں میں اُسے ہم سے مناظرہ کیا ہے اور اُن سے ہماری عقلوں کی تسکین کر دی ہے ان سب میں اُس نے وضع طور پر عقلی بیان کا طرز اور عقل صریح کے مقتضائے موافق روش اختیار کی ہے چنانچہ پہلے تو اُس نے ہمارے لئے صحیح دلیل سے جو حقائق کائنات کی نسبت ہماری تحقیقات پر مبنی ہے مادہ عالم کا حدوث ثابت کر دیا پھر عالم کے پیدا کرنے والے خدا کے واجب الوجود ہونے اور اُس کے اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے جن پر کہ کائنات میں اُس کے آثار و دلالت کرتے ہیں ہمارے لئے دلیل قائم کر دی اور جتنے شبہ اس خدا کے وجود کی تصدیق کرنے سے ہمارے لئے مانع ہو سکتے تھے سب کو دفع کر دیا اور واضح طور پر اس کی مثالیں بیان کر کے ہم کو سمجھا دیا اور ہماری عقلوں کو اس امر پر پختہ اور بیدار کر دیا کہ کائنات کی تفصیل اور اُن کے اسرار و حکم سے جتنے مباحث کی تدوین ہمارے علوم کی کتابوں میں پورے پورے بیان کے ساتھ ہوئی ہے اس خدا کے پاک کے وجود پر اس کی عظمت صفات اور وفور حکمت پر ہم استدلال کریں پھر اُس کے بعد اُس نے ہمارے لئے مابین اُن امور کے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وارد ہوئے ہیں اور ہمارے علوم میں جو امور بظاہر اُن کے خلاف تھے اُن میں باہم تطبیق دیدی یہاں تک کہ شریعت میں جو چیزیں وارد ہوئی ہیں اُن سے ہمارا گریز کرنا جائز نہ ہو پھر ہم لوگوں کے اعتقادات پر اعتماد کرنے کے باعث سے خصوصاً انسان کے لئے بحث کے منکر ہونے سے انسانی دنیا میں جو نقصانات اور قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اُس نے ہمیں حکم کھلا دکھلایا۔ پھر اُس کے بعد ہم نے اُن دلیلوں میں غور کیا جن پر ان فرقوں نے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کر لی تھی تو ہمیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب لیلیں صحیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر یقینی دلالت کرتی ہیں خصوصاً سب کی سب مجموعی طور پر جتنے اس قدر وفور کے ساتھ اتفاقی طور پر مجتمع ہو جائے گا ہرگز احتمال نہیں ہو سکتا پس اس وقت ہمارے لئے پورے طور سے حق ظاہر ہو گیا اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد ہجر جان بوجہم کہ اگر اسی اختیار کرنے کے اور کیا رہ گیا اور ہم لوگ تو ہمیشہ لوگوں میں اُس کے دعوے بگڑتا رہا کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو آزاد چنناں کے ہیں ہمیں جہاں کہیں حق ملتا ہے ہاتھ تکف قبول کر لیتے ہیں پھر بعد ان سب باتوں کے

بھی ہم کو نہ دیکھنا دیکھ کر اس اور اصحاب کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں خصوصاً دھینگا دھینگا کی کسی جسکا نتیجہ ابھی بدلتی اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسران میں ڈالنا ہو پس بعد اسکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرنے کے سوا ہمارے لئے اور کوئی گنجائش نہیں ہی اسلئے ہم نے کمال درجہ کے ایمان اور پکے یقین کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے پیرو بن گئے سو آپ لوگوں کا اس محمدی عالم کی گفتگو میں ہم کو شک نہ لانا کچھ نفع نہیں دے سکتا آپ کو اور آپ کی خبر خواہی کو ہمارا سلام ہے آپ اپنی خبر خواہی سہنے دیجئے اور ہمارے پاس سے تشریف لے جائے۔

اب اس وقت یہ پہلے اور شک میں ڈالنے والے لوگ ان فرقوں کے پاس سے غیب میں کرتے ہوئے خالی ہاتھ لوٹ پائے اور ان کا کچھ مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ خدا فساد یوں کی کارروائی کو اس نہیں لگنے دیا کرتا۔

یہ تو ہو چکا اور سنے کہ منجملہ تمام جاہل کے جنکے امین محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوے رسالت کرتے کہڑے ہوئے تھے ایک ایسا فرقہ بھی تھا جنکے خیالات نہایت ہی پست تھے عقل کند تھی اور تعصب میں ایسا کرتا تھا کہ چاہے پہاڑ ٹل جائے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ذرا نہ ٹسکے اور وہی مرغی کی ایک ٹانگ گایا کرے پس جب اس فرقہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا اور ان تمام فرقوں کو آپ کی پیروی کرتے دیکھا تو اپنے سوراختیاری سے یہی اچھا سمجھا کہ اپنے معتقدات اور رسوم پر اندھا دہند تعصب کے ساتھ ہم سے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی ہلاکسی دلیل اور سند کے صرف یہ کہہ کر تکذیب کی کریں کہ صاحب ان اعتقادات اور رسوم پر تو ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی وجہ سے انہیں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتے اور پہلا کیونکر چھوڑیں حالانکہ ہمارے سلاف اسی پر رہے اور برسوں سے ہم بھی اسی پر عمل کرتے چلے آتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اسی پست خیالی اور اپنی اسی ہٹ دھرمی پر اصرار کیا کہ پس اس فرقہ کے لوگ نہایت ہی کمینہ طرز اور خطرناک طریق کی پیروی کے ساتھ اپنی گمراہی میں رہے اور انھوں نے امر صواب کا اتباع نہ کیا اور عقلمندوں کی طرح اپنی اختیار کی ہوئی باتوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سے کنارہ کش رہے انھوں نے اپنے خیالات کی جابلانہ طور پر حمایت کی۔ پس خسران کے غاروں میں جا گرے۔ اور ذلت و خواری کے سب سے نیچے طبقہ میں آ کر گئے خدا نے ہاک اس عناد اور سرکشی میں انکو ہرگز معذور نہ رکھے گا قیامت کے دن اُن سے جزا و انتقام لے گا۔

اور اگر کہا جائے کہ اس فرقہ کے خیالات تو بالکل پست اور یہ تو عقل کا کند تھا جیسا کہ ابھی تم نے ذکر کیا پس شاید خدا کے نزدیک اُن کا یہ غدر چل جائے اور وہ یہ کہہ دیں کہ اسے ہمارے رب جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا تو ہمیں اتنی سمجھ ہی نہ تھی جس سے انکے دعوے کی توضیح کرنے تک ہماری رسائی ہو سکتی۔ اسلئے ہم انکی تکذیب پر اصرار کرتے رہے تو میں کہوں گا اُنکے خیالات کا پست اور عقلوں کا کند ہونا اسوجہ سے نہیں تھا کہ انکی اصل خلقت میں کسی قسم کا نقصان تھا اور ان کی عقلوں میں کوئی فطری ضعف تھا جسکی وجہ سے وہ مجذوفوں اور حیوانات کے درجہ پر آ کر جائیں یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تکذیب پر مجھے رہنے اور اُس کی تحقیق نہ کرنے میں

فہم کچھ نہیں سمجھتے  
اس کا بیان بھی نہیں  
کچھ خیالات کیا ہو  
بڑے گندے خیالات  
اس فرقہ کا عقیدہ  
نہایت ہی پست ہے  
خداوند تعالیٰ ان کو  
سزا دے

خدا کے نزدیک محذور سمجھے جائیں اور تکلیف شرعی اور خداوندی احکام کی تعمیل جس کا خدا نے بندوں کو اپنے رسولوں کی زبان سے مکلف بنایا ہے اسے سادہ نظر ہو جائے بلکہ یہ عقل کی کندی ان میں اس وجہ سے تھی کہ وہ شہوات میں غرق تھے لذات کے خیال میں لگے رہتے تھے مرغوبات دنیوی اور اپنی ہواؤں میں بہتے رہا کرتے تھے اسی لئے غور و تحقیق کا طریق انکو باطل معلوم ہوا اور خوار و ذلت پر مائل ہو گئے اور دلیل الہی یہ ہے کہ ہم انہیں مرغوبات کی تحصیل اور بار بار دنیوی مقاصد کے اپنے مقابل و مخالف سے محذور کرنے میں دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے غور و فکر سے کام لیتے ہیں بڑے ہرے حسد لال کرتے ہیں۔ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے بڑے محقق اور باریک ہیں منتہی ہیں ایک ایک سوئی کے لئے بھی بڑی بڑی فکریں کرتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا تھا تو اس کے بارے میں غور و تحقیق کرنے سے انہیں کوئی نفع پیش آگیا تھا ہی نہ کہ وہ اپنی شیخی اور ہوائے نفسانی میں بہتے تھے دنیا کے فانی پر مائل ہو رہے تھے پس قانون انصاف کے موافق قیامت کے دن وہ خدا کے انتقام کے شحق ہوں گے سوائے انصاف کے آپترنگا برابر بھی ظلم نہ ہو گا اسی طرح آپ بہتیرے لوگوں کو دیکھیں گے جو لذات اور فانی مرغوبات حاصل کر رہے ہیں بہتے ہوئے ہیں اپنے عقائد کی فصیح اور عبادات و محاملات کے سیکھنے سے اپنے آپ کو انہوں نے بھل چھوڑ رکھا ہے اسکی ذرا پروا انہیں کرتے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ شریعت میں ان چیزوں کے سیکھنے کی تکلیف دینی ہے اور اسکا حکم کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں اس کے سمجھنے کی طاقت ہی نہیں ہے انکو جان ہی نہیں سکتیں ہم اتنی سمجھ اور فکر کہاں سے لائیں جو ایسی باتوں میں غور کر سکیں حالانکہ مرغوبات دنیوی کے حاصل کرنے اور اپنی چیزوں پر اپنے مخالفوں سے جھگڑنے میں آپ کو وہ بڑے دقیق فلاسفر اور محقق حکیم نظر آئیں گے پس اگر وہ اپنی عقلوں کو جو خدا نے انہیں عنایت کی ہیں اس قدر علم کے سیکھ لینے کی طرف متوجہ کرتے جتنا کہ خدا نے ان پر فرض کیا ہے تو وہ اپنے میں سیکھنے کی قابلیت اور سمجھنے کی ضرورت استدعا دیتے لیکن کاہلی اور شہوات میں بہتے رہنے اور ہر وقت مناع دنیا کی تحصیل نے انہیں مدہوش و سرگرداں بنا رکھا ہے اپنے ظاہر کو عمدہ عمدہ لباس سے آراستہ کرتے ہیں اپنے شکم کو طح طرح کے کپڑوں سے سیر کرتے ہیں اور ان کی عقلوں کو دیکھنے کہ سچے علوم اور معارف حقہ کے زبور سے بالکل خالی ہیں پس وہ شریعت محمدیہ کی نظر میں کسی طرح محذور نہیں ٹھہر سکتے خدا نے قیامت کے دن ان امور کی نسبت ضرور پوچھے گا جن چیزوں کے سیکھنے کا انہیں حکم دیا تھا اور اسوقت اپنی کوتاہی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کے شحق ہوں گے۔

اس بات کا مخالف نہ  
موسلم علیہ السلام  
کا یہ فرض ہے کہ  
سنا اور نہ کلام اللہ  
لیکن اگر ہم اسے بھول  
دیں تو اسے بھولنا  
اور اسکی یاد دہانی  
کے لئے بعض چیزوں کا  
تسلیم ہی لازم اور  
محتاج ہے کہ اگر ہم  
کو خدا کا وارث نہ  
مانتے ہیں تو اسکی  
سزا و سزا قبول نہیں  
کرتے اور نہ اسکی  
سزا قبول کرتے

علیٰ ہذا فیماں ان فرقوں کے ساتھ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے جہالت نادانی اور گمراہی کی وجہ سے انکار کیا کرتے تھے۔ آپ کی برابر یہی کیفیت رہی کہ آپ ان کے لئے اپنے دعوے کے صدق پر ہر امن و دلائل قائم کیا گئے۔ اس لئے کہ وہ عقل و نصیحت پیش کرتے رہے حتی الامکان ان کی تالیف قلب میں کو شاں رہے انکو راہ حق کی ہدایت کرتے رہے ایسی ہی دجوری رسالت کے ہوئے آپ کو ایک مدت گزر گئی اور آپ کو سوائے اس کے اور کچھ حکم نہ ملا کہ آپ انکو موعظت و تبلیغ کرتے رہیں اور نہایت خوبی کے ساتھ انے مناظرہ کیا کریں لیکن جب عقول سلیمہ اور انظار صحیحہ کے نزدیک یہ بات ظاہر ہوئی



اور مہرین ہوئی کہ ان لوگوں کے ساتھ دلیل و برہان سے کام نہ چلے گا انہیں نصیحت لفع نہ بخشیگی اور انکو ہدایت کرنے کا کوئی  
 قرعہ نہ ہوگا بلکہ انہوں نے اپنی گمراہی میں پڑے رہے اور دین حق اور راہ راست کی پیروی قبول نہ کرنے اور اپنے نفسی  
 کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہنے سے گزر کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی  
 میں کبھی تاہی نہیں کرتے تھے انہیں جب کبھی موقع ملتا تھا تو ان کے ساتھ منکاری و دغا بازی سے پیش آتے تھے ان کے  
 دین کے سہمہ میں ان کا لگانا تھے ان کے لئے نئی نئی ضرر رساں باتیں ایجاد کیا کرتے تھے ان کے ساتھ شریروں اور  
 فساد یوں کا سامنا کرتے تھے تو پھر اُس وقت خدا نے آپ کو اجازت دی کہ آپ اپنے اعدا را اور جھگڑا لو دشمنوں سے  
 جواب الکل کئے طبیعت اور نا سچہ میں جہاد کریں اور بجائے ترغیب کے مجبوراً ترہیب سے کام لیں اور اس طرح پر ان کی ایذا رسانی  
 اور فساد کو دفع کریں اور سرکشی و عناد کی جڑ ہی کاٹ دیں اور ایسا تو بسا اوقات ہوتا ہے کہ نیکوں کی سلامتی کے لئے  
 شہریروں کی بیخ کنی پر جہاد کی جاتی ہے اور اگر کسی کا کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو ہلاکت سے بچانے کے  
 لئے اُس کا وہ عضو قطع کر دیتے ہیں لیکن خدا نے جہاد کو ایسے حدود پر مقرر و شروع کیا ہے جس سے رفق و آسانی  
 کی بھی گنجائش باقی رہتی ہے اور شفقت و انصاف ہاتھ سے چلنے نہیں پاتا اور صورت اُنکی یہ ہے کہ مخالفین کو  
 پہلے اسلام اور خدا تعالیٰ کی توحید اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کی تصدیق کیجا نہ  
 موعظت حسنہ کے ساتھ دعوت دی جاتی ہے پس اگر انہوں نے قبول کر لیا تو بہت سچی بات ہے پھر تمام مسلمانوں  
 کی طرح وہ بھی سمجھ جاتے ہیں اور اگر انکو قبول نہ ہوا تو پھر اگر وہ مشرکین عرب میں سے ہوئے جگہ لغت میں شریعت  
 محمدی نازل ہوئی ہے اور انکو کسی آسمانی کتاب یا دین کا شبہ بھی نہ ہوا بلکہ وہ بت پرست یا آتش پرست یا انہیں  
 کی طرح اور کوئی نکلے تو ان کے لئے حکم ہے کہ قتل کئے جائیں جیسا کہ یہ حکم موسوی شریعت میں ساتوں فرقوں کے  
 حق میں تھا اور وہ فرقے جیشین ہیں اور جب ان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر انتشار میں ہے اور نیز اسی شریعت  
 میں مرتد اور بتوں کے لئے جانور فوج کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کے حق میں بھی یہی  
 حکم تھا) اور اگر وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہوئے تو ان سے کہا جاتا ہے کہ جزیہ اور اطاعت قبول کر کے صلح کر لیں  
 اگر انہوں نے اسے قبول کر لیا تو ان کی جائیں مسلمانوں کی جانوں کی طرح اُن کے مال مسلمانوں کے مالوں کی طرح اُنکی  
 آہر مسلمانوں کی آہر و کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ان حقوق میں ذرا بھی کوتاہی گوارا نہیں کیجا سکتی چاہے وہ ذرا ہی سی  
 بات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ ان کی غیبت کرنا انکو گالی دینا یا کسی ادنیٰ قدر کر دینے والے شے سے ایذا پہونچانا ہرگز  
 جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی ہی شہرعی وجہ پائی جائے جس سے مسلمانوں کو بھی سزا دیجا سکتی ہو تو انہیں کے مثل  
 انہیں بھی سزا دیجا بیگی جیسے مثلاً آداب کی غرض سے۔

اور اگر انہوں نے جزیہ دینا اور اطاعت کرنا بھی قبول نہ کیا تو پھر اس وقت اُن سے محارہ کیجا جاتا ہے مسلمانوں کو انکا مال  
 اور انکا خون صلح ہو جاتا ہے وہ انکو غلام بنا سکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان ساتوں مذکورہ  
 فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں یہی حکم تھا اور پھر جہاد کی کچھ حدیں بھی مقرر ہیں کہ اُن سے تجاوز کرنا جائز نہیں

چنانچہ حکم ہے کہ بچے اور عورتیں نہ قتل کی جائیں اور نہ وہ اشخاص جو گوشہ گیری کو اپنے نزدیک عبادت سمجھ کر گوشہ گیر ہو گئے ہیں (یعنی راہب) ان اگر ان میں سے کسی کی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہو گا چاہے صرف طرح طرح کی تدبیریں ہی بنا کر کیوں نہ ہو تو وہ ہمیں چھوڑا جاسکتا۔

اور شرائع سابقہ کے ماتھے والوں میں سے جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہو گئے تھے ان میں سے بعض بعض نے شروع شروع میں جہاد کو نازیبا سمجھا تھا اس لئے کہ انہیں جانبین تلف کی جاتی ہیں۔ سال لوٹ لیا جاتا ہے۔ انسان کو غلام بنایا جاتا ہے۔ لیکن بعد اسکے کہ انہوں نے انصاف سے کام لیا اور شریعت محمدی کا شرائع سابقہ سے مقابلہ کے دیکھا تو انہیں کوئی چیز ایسی نہ ملی جو ان امور میں سے اس شریعت میں مصوب بھی جاسکے اور یا شرائع سابقہ کے حکم کے علاوہ انہیں کوئی نیا حکم پایا جاتا ہو۔ بلکہ کوئی چیز ایسی جو شرائع سابقہ میں نہ تھی اور یہاں پائی جاتی ہے اگر یہی تو یہ کہ ان میں بہت سی تحقیقات اور آسانیاں کر دی گئی ہیں جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ میں مشرکین عرب اگر ایمان نہ لائیں تو جہاں انہیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ ان کے بچے اور عورتیں قتل کی جائیں ان کا قتل کرنا حرام ہے بخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں فرقہ جیشین وغیرہ سات فرقوں کے حق میں جہاد کو سفر استنشاہ میں ہے یہ حکم نہ تھا بلکہ ان کے لئے اس شریعت میں یہ حکم تھا کہ ان میں سے جتنے وی جہاد ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یکے کے سب قتل کئے جائیں اور اسی موقع پر مذکور ہے کہ ان ساتوں فرقوں کی تعداد فی اسرائیل میں سب سے زیادہ تھی پس خدا نے بنی اسرائیل کی سلامتی کے لئے جو ایماندار تھے ان سب کے قتل کا بے کٹ حکم دیدیا اور ان کے ہلاک کرنے کے بارے میں نہایت شدت کے ساتھ امر فرمایا چنانچہ سفر عدو میں ارشاد ہے کہ اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک کر دو۔ پھر اگر تم اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک نہ کرو گے تو حملہ لوگ ان میں سے باقی رہ جائیں گے وہ تمہارے لئے مہاری انکھوں میں بیجوں کے مثل اور تمہارے پہلوؤں میں نیزوں کے مثل معلوم ہوں گے اور اس زمین میں جس میں تمہاری سکونت ہوگی تم پر ظلم کر بیٹھے اور پھر ان کے ساتھ جو معاملہ کرنے کا ہیں نے ارادہ نہ کیا تھا وہ تمہارے ساتھ کروں گا رہا ساتوں فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں موسوی شریعت کا حکم وہ شریعت محمدی ہی کی طرح ہے کہ مخالف پہلے صلح کی جانب ہلائے جائیں گے۔ پس اگر اسکو منظور کریں اور اطاعت قبول کر لیں خواہ ایمان لا کر یا جزیہ اختیار کر کے تو بہت بہتر ہے اور اگر وہ اسکو منظور نہ کریں تو ان کے محاربہ و مقاتلہ کیا جائے پھر جب ان پر ظفر بانی حاصل ہو تو ان کے مرد قتل کئے جائیں عورتیں اور بچے گرفتار کر کے بوڑھی و غلام بنائے جائیں ان کے جانور اور مال و متاع سب لوٹ لیا جائے اور مجاہدوں کو تقسیم کر دیا جائے جیسا کہ سفر مذکور میں ہے (اسلامی کتابوں میں یہ مشہور ہے کہ غنیمت میں جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ پہلی امتوں کے لئے حلال تھا بلکہ اسکا جلا دینا ان پر واجب تھا۔ ذرا یہ غور کرنے کی بات ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں احکام پر جو توجہ نہ دے یہ ممکن ہے کہ اگر اہم سابقہ میں بھی حکم ہوا یہ کہ بہت قلیل حصہ مجاہدین کا حق ہو باقی غلام یا جانا جو مخالف ہماری شریعت کے کہ اس میں کچھ مجاہدین

میں تھے۔ یوشع علیہ السلام چلتے رہے اور انہوں نے لاکھوں ہی کو قتل کر ڈالا جیسا کہ ان کی کتاب کے پہلے باب سے لیکر  
 گیارہویں باب تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور ان کی کتاب کے بارہویں باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ انہوں  
 نے کفار کے بادشاہوں میں سے اکتیس بادشاہ قتل کئے اور بنی اسرائیل کو ان کی مملکت پر تسلط حاصل ہو گیا۔ اور سفر سموئیل  
 سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام ساری بستی کو لٹا ڈالتے تھے اور اہل ہاسورہ جزا اور عالقہ میں سے کسی  
 مرد یا عورت کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے ان کے جانور اور مال و متاع کو لوٹ لیتے تھے اور سفر مذکور میں ہے کہ موات کے رہنے  
 والے داؤد علیہ السلام کے غلام ہو گئے تھے اور انکو فرائض دیا کرتے تھے اور انہوں نے عافار سے ایک ہزار سات سو  
 سوار اور بیس ہزار اسکے پیادے لئے اور قبیلہ آرام میں سے بائیس ہزار کو مارا اور یہ کہ انہوں نے مدیانون کے سات سو  
 گھوڑوں اور چالیس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ انہوں نے ان قوموں کو جو قریہ رایہ میں رہتی تھیں گرفتار کر لیا اور ان کو  
 سے حیر ڈالا اور لوہے کے موسلوں سے انہیں کچلا اور پتھروں سے ان کے ٹکڑے کر دیئے اور اسی طرح بنی شون کے سارے  
 قریوں کے ساتھ کارروائی کی اور اول سفر ملوک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان لوگوں میں سے جو اسکا  
 دعوے کرتے تھے کہ ہم لوگ بعل کے نبی ہیں چار سو پچاس آدمیوں کو فوج کر ڈالا اور پھر بھی داؤد علیہ السلام نے اپنے  
 تمام اعمال کو نیکیوں میں سے شمار کیا اور منجمد کے اعمال کے ان کے جہادات بھی تھے اس لئے کہ انہوں نے ربور کے  
 اٹھارہویں باب میں کہا ہے اور میرا رب مجھے میری نبی کے مثل جزا دے گا اور میرے ہاتھ کی پاکی کے مثل مجھے  
 بدلا دیگا اس لئے کہ میں نے رب کے رستوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے اپنے خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا اس لئے کہ  
 اس کے سارے احکام میرے گے ہیں اور اس کے عدل کو میں نے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا اور میں بلا عیب  
 اس کے ساتھ رہوں گا کیونکہ اس نے میرے گناہ سے میری حفاظت کی ہے اور خلائے اس بات کی شہادت دیتی  
 ہے کہ ان کے جہادات اور جملہ نیک افعال خدا کے نزدیک مقبول ہیں کیونکہ اس نے اول سفر ملوک میں اس طرح کہا ہے  
 میرا بندہ داؤد ہے جس نے میری وصیتوں کی حفاظت کی اور پورے دل سے میری اطاعت اور میرے سامنے نیک  
 عمل کئے اور پولس نے ان انبیاء کے لئے شہادت دی ہے کہ کفار سے جہاد کرنے کے بارہ میں ان کے اعمال  
 نیک تھے گناہ کے قبیل سے نہ تھے اور ان کا منشا قوت ایمان اور جن کے وعدوں کو حاصل کرنا تھا نہ شکلی اور  
 ظلم اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظاہر نہایت ہی شدید قسم کے ظلم معلوم ہوتے ہیں خصوصاً بچوں کا قتل کرنا  
 جو گناہ سے بالکل بے لوث ہیں اس لئے کہ اس نے رسالت جبرانیہ میں اس طرح کہا ہے اور میں کیا کہوں اس لئے کہ میرے  
 لئے وقت تنگ ہے۔ اگر میں جرجون۔ براق۔ شمسون۔ یفتاح۔ داؤد۔ سموئیل اور ان انبیاء کا حال بیان کروں جنہوں  
 نے ایمان مالک پر غلبہ حاصل کیا۔ نیکی کے کام کئے مہرے وعدے حاصل کئے۔ شیروں کے منہ بند کر دیئے  
 اگ کا روڑ ٹہنڈا کر دیا۔ تلوار کی دہر سے نجات پائی ضعف سے بچے رہے۔ جنگ میں بڑے شدید ہو گئے۔ بیگانوں  
 کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اگر کوئی منہ پھٹ یہ کہے کہ داؤد کے جہادات تو سلطنت اور مملکت حاصل کرنے  
 کے لئے تھے تو ہم کہیں گے کہ ایسی بات دین کی کمی سے ناشی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کا ان لوگوں کو خصوصاً

عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور ان کو حلال ہو گا یا خدا کے نزدیک پسند  
اور اگر حرام ہو گا پس اگر پہلی صورت ہو تو ثابت ہو گیا کہ پہلی شریعتوں میں خدا ہی کی جانب سے جہاد مشہور ہوا تھا اور اگر  
دوسری بات ہو تو لغو و بالبدیہ لازم آتا ہے کہ خدا نے ان کے حق میں جھوٹی شہادت دی جس کو ہم سفر ملوک سے پہلے  
قتل کر چکے ہیں اور نیز اس بنا پر اپنے بارہ میں خود انہیں کا قول جھوٹا ہو جائیگا اور ان کے حق میں بوس کی شہادت کا کافی  
ثبوت ہو گیا اور یہی بات ہے جسکو ہر وہ شخص جو ان کتابوں کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہو گا جنہیں سے یہ اقوال نقل کئے  
گئے ہیں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا اور یہ بھی لازم آئے گا کہ ہزاروں بے گناہوں اور غیر واجب القتل لوگوں کا خون انہی گردن  
پر نہو حالانکہ ہر اک کرانے کے لئے ایک نیک آدمی کا خون ہی کافی ہے تو پھر انکو آخرت میں کیونکر نجات مل سکتی ہے یہ مختصر  
یہ کہ اگر ہمارے لئے خدا کے نزدیک جہاد کے مشہور ہونے اور شریعہ خداوندی کے موافق مخالفان کو قتل کرنے کی  
ویل سوائے اسکے دیکھی ہوئی کہ عیسے علیہ السلام اپنے نزول کے وقت وصال اور اسکے لشکر کو قتل کرینگے جیسا کہ اہل  
انسانوت میں کئی باب دوسرے خط کے دوسرے باب میں اور شہادت کے نوں باب میں اسکی تصریح موجود ہے تو جب بھی  
جہاد کے لئے یہی کافی دوائی ویل ہے۔

جب ہم خدا کی عادت کچا جب نظر کرتے ہیں جو کہ فاعل مختار ہے اور جبکہ افعال ظلم کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے بلکہ اُس کے  
سارے اعمال سراسر عدل و حکمت ہی پر مبنی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے پاک کی یہ عادت ہے کہ وہ کھڑے بغض رکھتا ہے  
اور آخرت میں یقیناً اُس کی سزا دیگا اور اسی طرح وہ گناہ کو بھی بغض رکھتا ہے اور کبھی کبھی کفار اور گنہگاروں کو دنیا میں بھی  
سزا دیتا ہے چنانچہ کبھی کفار کو علی العموم عرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ لوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ پس اُن میں  
سے سوائے کشتی والوں کے اور کوئی نہ بچا اور کبھی خاص طور پر کسی کو عرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ فرعون اور اُس کے  
لشکر کو اس نے عرق کر دیا اور کبھی دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ اُس نے جس رات بنو اسرائیل مصر سے نکلے تھے  
اہل مصر میں سے تمام انسان اور چہایوں کی سب سے بڑی اولاد کو ہلاک کر دیا جیسا کہ سفر خروج میں ہے اور کبھی گنہگاروں کو  
برسا کر اور شہر ہوں کو لٹ کر سزا دیتا ہے جیسا کہ لوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا کیونکہ اُس نے سادوم اور عامورہ اور اُس کے گرد  
لواح کے بسنے والوں کو اسی طرح ہلاک کیا تھا اور کبھی پتھریاں پتھر سے سزا دیتا ہے جیسا کہ اسدودیوں کو اُس نے ہوا سیر سے ہلاک  
کیا جیسا کہ پہلے سفر سموئیل میں مذکور ہے۔ اور کبھی فرشتہ کو بھیج کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اشوریوں کے لشکر کے ساتھ ہوا  
کیونکہ ایک رات میں فرشتہ نے اُن میں سے ایک لاکھ پچاسی ہزار کو قتل کر ڈالا جیسا کہ سفر ملوک ثانی میں مذکور ہے اور  
ایسے ہی گناہگاروں کو بھی کبھی دہساکر اور کبھی آگ سے جلا کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اس نے قورح۔ وائان۔ اور ابیریم وغیرہ کو  
ہلاک کر ڈالا جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔ پس نین ہیٹ گئی اور قورح۔ وائان۔ اور ابیریم اور ان کی عورتوں اور  
بچوں کو اور اُس کے مال و متاع کو لٹل گئی۔ پہر ایک آگ نکلی اور وہ ڈہائی سومروں کو کھا گئی جیسا کہ سفر عدد میں مذکور ہے۔ اور کبھی  
دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ قورح کی ہلاکت کے دوسرے دن جب بنو اسرائیل نے مخالفت کی تو اس نے چودہ ہزار  
سات سو کو ہلاک کر ڈالا۔ اور اگر بارون علیہ السلام مردوں اور زندوں کے درمیان نہ کھڑے ہو جاتے اور قوم کے لیے تفتیش

نہ کرتے تو اس دن پروردگار کے غضب سے سب ہلاک ہو جاتے جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ اس نے  
 پچاس ہزار ستر آدمیوں کو اہل بیت شمس میں سے اس بنا پر ہلاک کر ڈالا کہ انہوں نے خدا کے تابوت کو دیکھا تھا جیسا کہ پہلے  
 سفر سمویل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور کہیں مودی سانپوں کو بھیج کر سزا دیتا ہے جیسا کہ بنو اسرائیل نے جب دوسری مرتبہ تھے  
 علیہ السلام کی مخالفت کی تھی تو اس نے انہیں مودی سانپوں کو بھیجا تھا اور انکو کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے چنانچہ ان میں سے بہت سے  
 مر گئے جیسا کہ سفر عد سے معلوم ہوتا ہے پس اس فرقہ نے بعد اسکے کہ جہاد کے بارہ میں شریع سابقہ کے احکام اور کفار  
 کے بارہ میں انبیاء کے اعمال اور کافروں اور گنہگاروں کے ساتھ خدا کی عادت وغیرہ میں غور کر کے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ  
 جب یہ بات ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کو ہمراہ لے کر خدا کے پاس سے رسول بن کر گئے ہیں اور یہ بات قطعی دلائل  
 سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے تو ان کی شریعت میں جہاد کی مشروعیت اور اپنے مخالفوں کو قتل کرنے کے مال متاع  
 کو لوٹ لینے اور انکو غلام بنانے کے بارہ میں اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے سکتی خصوصاً جس حال میں کہ ان کی شریعت کے  
 جہاد میں بہ نسبت جہاد شریع سابقہ کے ہم سہولت اور تخفیف بھی پائے ہوں پس آپ کی شریعت شریع سابقہ کے مخالف  
 نہیں ہے اور نہ ہی ہے کہ خدا کے نبیوں کی شریعت کے ساتھ جو لوگ کفر یا گناہ کر کے مخالفت سے پیش آتے ہیں۔  
 انکے ساتھ جو خدا کی عادت جاری ہے اس کے خلاف اور مضاو آپ کی شریعت میں کوئی حکم ہو پس ہر شخص جو وحی کی تصدیق  
 کرتا ہو اور خدا کے پاس سے انبیاء پر شریع کے نازل ہونے کا یقین رکھتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ مشروعیت جہاد کے  
 بارہ میں خاص کر محمدی شریعت ہی پر شبہ اور طعن کو اپنے دل میں جگہ نہ دے رہا وہ شخص جو خدا کے عالم کا وجود ہی نہ مانتا ہو  
 اور نہ شریع کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اس سے یوں گفتگو کی جائیگی کہ پہلے خدا کے عالم یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال  
 کیا جائے گا خدا کی وحی ثابت کرنا پڑیگی (جیسا کہ مادی فرقہ کے مناظرہ میں یہ ہو چکا ہے) پھر بعد اسکے کہ اس پر حجت قائم کر دی  
 جائیگی اور وہ شریع کی تصدیق کا التزام کر لے گا تو اسکی بھی وہی حالت ہو جائیگی جو دوسرے اہل ملت کی ہے جو اس ملت  
 کی تصدیق کرتے ہیں پس اب ہم اس شخص کے مقابلہ میں ثابت کر دیں گے کہ جو کچھ خدا نے شریع میں مشروع اور مقرر  
 کیا ہے وہ ضرور حق ہے اور اسوقت اسے معلوم ہو جائیگا کہ جہاد کے بارہ میں محمدی شریعت شریع سابقہ کے مخالف نہیں  
 ہے بلکہ ہمیں بہت سی تحقیقات اور ہولتیں موجود ہیں جو شریع سابقہ میں نہ تھیں جیسا کہ اس کا بیان پیشتر گذر چکا ہے  
 پھر خدا اسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین شایع ہو گیا اور انہیں جہاد مشروع ہو چکا تو ایک اور فرقہ کو یہ ہم سوا کہ یہ دین محض تعالٰی  
 کے زور سے قائم ہوا ہے اور اسی سے پہلا ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے جی میں شک پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو یہ کہنے  
 کا موقع ملتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے پیرو ہیں وہ لوگ قتل سے دم کا کر دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کئے  
 گئے ہیں لیکن باوجود اس خیال کے اس فرقہ نے انصاف کو نہیں چھوڑا اور اسے ضروری سمجھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 دین کی ابتدائی کیفیت کا پورا پورا حال دریافت کیا تو انکے نزدیک غایت درجہ کی تعینش اور تدقیق اور اس دین کی اجمالی حالت  
 کی تاریخ کے دیکھنے سے یہ بات تحقیق ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل جب عیسائیوں کے لئے رسالت کرنے کے لئے ہوئے  
 تھے تو اسوقت تنہا اور بے یار و مدد تھے نہ آپ کو کسی قسم کی حکومت حاصل تھی اور نہ آپ کا کنبرہ ہی ایسا ہی قدرت تھا

منقول از کتاب  
 مختصر جامع فی  
 احکام و روایات  
 شریعت جہاد  
 ج ۱ ص ۱۱۰

جس کی حمایت کا آپ بہرہ ور کرتے بلکہ جمہور کے مابین جب آپ دعویٰ رسالت کر کے کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے کنبہ اولیاء کو باقی مخالفین پر غلبہ حاصل ہو جانا اور ان سب کے مقابلہ کی تاب لاسنا تو حصار باغوا نہیں لوگوں نے آپ کے دعویٰ کی سب سے پہلے کذب کی اور آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کے کنبہ کے شریر لوگ آپ کی ایذا رسانی اور آپ کو سبک دینے پر تیار اور آمادہ ہو گئے لیکن تاہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ پر برابر جیسے ہے اور ایذا رسانی کی ایذا دی پر صبر کیا کے خلق خدا کو حق کی جانب بلائے اور ان کے لئے دلائل قاطعہ کرنے میں مشغول رہے اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کرتے رہے اور جس طریق پر وہ لوگ تھے انکی نمایاں دکھلاتے رہے یہاں تک کہ خدا کو جسکی ہدایت منظور تھی اس کے نزدیک حق بھی ہو گیا پھر حصول سلیمہ آپ کے دین کو قبول کرنے اور آپ کی شریعت کو مستحسن خیال کرنے لگیں اور جماعتیں کی جماعتیں آپ کی پیروی کو اختیار کرنے لگیں اور اس وقت آپ کو کسی ایک قطرہ خون کے گرانے کا بھی حکم نہیں پایا گیا تھا اور آپ اپنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے جس میں خدا کا یہ قول موجود تھا (لا اکرہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے تمیز ہو چکی ہے۔ اور یہ قول جس میں یہ وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے (یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضربکم من ضل ما ابہتدیتم) یعنی لے ایمان والو تم اپنے نفسوں کی خبر لو جب تم ہدایت قبول کر چکے تو جو گمراہی میں ہو گیا وہ (اور اسکا گمراہی میں رہنا) تمہارا سب سے بڑا ضرر رساں نہیں ہو سکتا اور خدا کا یہ قول (و من کفر فلیہ کفرہ) یعنی جس نے کفر کیا اسکا کفر اسی پر پڑ گیا اور اس کے مثل اور اتنی بھی موجود نہیں۔ اور جس زمانہ میں آپ نے اس طریقہ کا اقرار کر رکھا تھا اور بہادری شروع بھی نہیں ہوا تھا تب ہی ایک جہم غفر آپ کا پیر و نگیا تھا جیسا کہ آپ کے حالات کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوذر اور ان کے ہمراہی آپ اور ان کی والدہ (رضی اللہ عنہم) یہ سب اس زمانہ کے شروع ہی میں اسلام لے گئے تھے اور جب اپنے قبیلہ میں لوٹ کر گئے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کی وجہ سے غفارا کا او صاحب قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی بعثت کے ساتویں برس قبل اسکے کہ آپ مدینہ کی جانب ہجرت کرتے اور بہادری شروع ہوتا آپ کے متبعین میں سے تراسی مروج اٹھارہ عورتوں کے کہ سب سے پیش کیجا بن مشرکوں کے ستانے کے باعث سے ہجرت کر گئے تھے اور کچھ مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے تھے اور کوئی بیس آدمی بھران کے نصرانیوں میں سے مسلمان ہو چکے تھے اور ایسا ہی غفارا وادی بعثت کے دسویں برس کے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور طفیل بن عمرو دوسری بھی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ بہت بڑے شریف آدمی تھے ان کی قوم ان کی اطاعت کرتی تھی اور بعد اسکے کہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور انکی دعوت اسلام کے باعث سے ان کے والد اور والدہ دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ کی بدولت سے ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ اسلام لے آیا اور اس قبیلہ کے مردوں اور عورتوں میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو یا صرف ایک عمرو بن ثابت رہ گئے تھے بعد کو اسلام لائے۔ اور ان لوگوں کے اسلام لانے کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو دعوت اسلام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انصار کے مکانوں میں سے کوئی مکان ایسا نہ رہتا جس میں متعدد مسلمان مرد اور عورتیں نہ موجود ہوں یا مدینہ کے دیہاتوں میں سے کچھ کچھ



کے رہنے والے آئندہ اس وقت اسلام لانے سے باقی رہ گئے تھے۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو  
 بریدہ اہلی نے اپنی قوم کے سرداروں سمیت مدینہ کے راستہ میں آپ کی اطاعت قبول کی اور اسلام لے آئے حبش کا  
 بادشاہ سحاشی بھی ہجرت کے قبل ہی مسلمان ہو چکا تھا اب وہ ہندو مت پر فہم۔ اور چار اور آدمی ہجرت کے پہلے ہی شام سے قاصد  
 بنکر آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اسی طرح اور بہتر اسلام لائے چکے تھے۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اور علی۔ (رضی اللہ عنہم) اور  
 ان کی طرح اور لوگوں کا جو آپ کے مشاہیر متبعین میں سے ہیں ہجرت کے قبل ہی اسلام لے آئے ایک مشہور بات ہے کہ جب  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی صحیح صحیح تاریخیں تھاہوں کے دیکھنے سے سارے مذکورہ ہو معلوم ہوتے ہیں جبکہ  
 جی ہر جان میں دیکھ لے پس منصفانہ غور و تامل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبل اسکے کہ آپ  
 مدینہ طیبہ ہجرت کر کے جائیں اور آپ کی شریعت میں جہاد مشروع ہو کہ سے لے کر مدینہ تک پہل چکا تھا عقول سلیمہ اسکو  
 قبول کر چکی تھیں صحیح طبیعتیں اس کو اچھا سمجھتی تھیں حالانکہ اس وقت تک کسی قسم کے خوف اور ہراس کا نام و نشان تک نہ تھا  
 تو پھر آپ ہی دیکھ لیجئے کہ اسلام پر یہ تہمت کیونکر لگ سکتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تلوار سے قائم ہوا ہے اور  
 آپ کی شریعت زہر و سستی پہیلی لگی ہے اتنے بڑے بہتان کا وہ شخص تو ہرگز قابل نہیں ہو سکتا جس کی طبیعت میں ذرا بھی انصاف  
 پایا جاتا ہو اور جو شخص اس بات کی طرف نظر کرے گا کہ آپ کے باقی زمانہ میں اور ہر اس کے بعد بھی آپ کے دین میں ہر کسی خوف کے  
 لوگوں کی فوجیں کی فوجیں برابر دھل جاتی ہیں اور آج تک داخل ہوئی پہلی جاتی ہیں بلکہ ماوجودیکہ لوگوں کو یہ بھی خوف ہوا کہ دین کے  
 دشمن اسلام لانے کے بعد ستائیں گے تاہم وہ اسلام لانے سے باز نہیں رہے تو اب تو اس امر کا خیال کرنے سے  
 یہ تہمت سرے سے مٹ جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ طبیعت میں انصاف ہو اور عقل سے آزادی کے ساتھ کام لیا گیا  
 ہو۔ ہاں جب پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کثیر اور وافر ہو گئی اور یہ بات ظاہر ہوئی کہ نصیحت اور دلیل کی قوت ان  
 مخالفوں میں جو باقی رہ گئے ہیں کارگر نہیں ہو سکتی اور مخالفوں کے ساتھ نرمی اور بردباری کا معاملہ ہمیشہ کرتے رہنا انکی  
 کشمکش کو بڑھاتا رہیگا اور دین میں اس کے پیروی کرنے والوں کو مشوش نہ لائے رکھیں گے۔ اور انکو جرات نہ لایا گیا کہ مسلمانوں کو  
 خوب ستایا کریں تو اس وقت اس مصلحت سے آپ کے دین میں جہاد مشروع ہوا اور انہیں ایسے عدل کے موافق حدود  
 مقرر کر دئے گئے جسکی وجہ سے ایذا رساؤں کی تکلیف دہی سے نجات مل سکے اور سنگدلی کی حد تک فوج نہ پہنچنے  
 پائے چنانچہ یہی دیکھئے جو لوگ نے بن محمدی کی پیروی نہ کریں اسلام لائے ہی پر اکستا کرتے رہے کہ وہ سلطان اسلام کی اطاعت  
 اختیار کر لیں اور اپنے مال میں سے کچھ دیا کریں تاکہ اہل دین کو دولت اسلام قائم رکھنے میں مدد پہنچتی رہا کرے اور انکی نیازی  
 ضرورتیں دفع ہوتی رہیں اور اہل اسلام جو ان لوگوں کی جنموں نے کچھ دینا قبول کر کے سلطان اسلام کی اطاعت قبول کر لی ہے محتاج  
 کریں تو وہ مال اسکے مقابلہ میں بھی ہو جائے رہا ان کا آخرت کا معاملہ تو اسلام سے پروردگار عالم کے سپرد کرتا ہے یا کبھی اسلام  
 انہر جو شریعت محمدی کا اتباع نہیں کرتے غلامی کا حکم عائد کرتا ہے تاکہ اسی طرح انکی ایذا رسانی کی غلطی مٹے اور اہل اسلام کے  
 کچھ دنیاوی کام نکل جائیں۔

اور بعض شریع سابقہ کے ماننے والے دین محمدی میں غلام کے جائز اور مشروع ہونے سے یہ دیکھ کر نفرت کرنے لگے کہ

بعض لوگوں کی طبیعت  
 کو جہاد اور اسلام  
 کی شریعت میں  
 خلافی کی اجازت  
 دینے سے پہلے  
 کچھ دینے  
 کا باعث بنتی ہے  
 اور غلام کے معاملہ  
 پر حق ہے

انکی وجہ سے غلام پر بڑی روک ٹوک لگ جاتی ہے خصوصاً اسلئے کہ انہوں نے بعض ممالک میں غلاموں کو دیکھا کہ طرح طرح کے ظلم جھیلتے ہیں اور جیسا کہ یہ رسم کچھ زمانہ سے یورپ میں جاری تھی جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور بعض ممالک اس دنیا میں کتبک جاری ہے چنانچہ ان ممالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے ان کی امانت کیجاتی ہے ننگے جھو کے رکھے جاتے ہیں چوبیوں کی طرح قید رہتے ہیں انہیں ایسے ایسے مشقت کے کام لئے جاتے ہیں جبکہ وہ طاقت نہیں رکھتے گویا کہ نوع انسانی میں ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ خاصہ کہ وہ سماہ رنگ کے بھی ہوں۔ اور یہ کہ ان کا آزاد کرنا دین کے کار ثواب میں شمار نہیں کیا جاتا اور سوائے شاد و نا دور حالت کے ان کو کوئی آزاد نہیں کرتا اور وہاں ان کی حالت اتنی درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ دین محمدی بھی شاید غلامی کو ماحودان سب خرابیوں کے جائز رکھتا ہے اور غلام کے ساتھ ایسے ہی برے طور سے پیش آنے کی اجازت دیتا ہے اور شرائع سابقہ میں غلامی کے مشروع ہونے سے انکو کچھ سہو بھی ہو گیا۔ لیکن باوجود اس خیال کے انہوں نے اپنا رخ بدلا اور دین محمدی میں غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت میں نہایت تدقیق کے ساتھ غور کرنے لگے اور ان باتوں کو انہوں نے نہایت تامل کی نظر سے دیکھا جن پر کہ غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں کہ اہل دین کو ان کی دنیاوی ضرورتوں کے برآئے میں کچھ مدد ملے۔ اہل دین پر غلامی کے عائد کرنے سے ان کی ایذا رسانی سے نجات حاصل ہو۔ اپنے مخالفوں کی خدمت کرنے سے ان کی شوکت ٹوٹے۔ انکی پناش دفع ہو اور ساتھ ہی اسکے مسلمانوں کو بہت کچھ صحتیں بھی کی گئی ہیں جسکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ اور غلام اپنی زندگی بسر کرنے میں اپنے مولے کے مساوی رہ سکے اور اس طرح پر اگر وہ وحشی بھی ہو گا تو ہمیں تہذیب اور تمدن آ جائیگا اور شریعت محمدیہ ان سختیوں اور بد سلوکیوں میں سے جھکو بعض بعض قومیں اپنے غلاموں کے ساتھ برتا کر رہی ہیں کچھ بھی نہیں رکھتی نہایت سختی سے ان کی ممانعت کرتی ہے اور اخروی سزا سے ڈراتی ہے اور باوجود اسکے ثواب جہنم کا وعدہ کر کے غلاموں کی آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے چنانچہ انہوں نے بہت سے ایسے وسائل مشروع کئے جہنگا مقصدا یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں۔ ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے اور انہیں غلام اور اسکے مولے کے مابین اگرچہ آزادی کے بعد ہی کیوں نہ ہو ایسا علاقہ قائم کر دیا ہے جو علاقہ نسب کے مانند ہے۔ ہمیں سفید و سیاہ کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شریعت کے ماننے والوں نے یہ بات دیکھ کر کہ شریعت غلام کے ساتھ ساکھ اور احسان کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور سلوک کا برتاؤ کیا جائے اور یہ کہ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلاموں میں داخل نہ ہوتے تو اس کا لانا ناممکن نہ ہوتا۔ پھر انہوں نے شرائع سابقہ کی تفصیل کی دیکھ کر یہاں کی تو انہوں نے ان کتابوں میں جو شرائع سابقہ کی جانب مشورہ کیجاتی ہیں وہاں سے انکی تصریح پائی کہ غلامی ان میں بھی مشروع تھی پس دین محمدی میں غلامی کی مشروعیت پر جو ان کا اعتراض تھا اس وقت ہم انہوں نے اسکو واپس لیا اور کہنے لگے کہ جب اس دین کے ماننے والے اپنے نزدیک قطعی دلائل کیوجہ سے اس امر کا یقین کر گئے ہیں کہ ان کا دین خدا کی جانب سے مشروع ہے اور ان کے دین نے اپنے مخالفوں کا غلام بنانا ان کے واسطے اسلئے نیک کر دیا ہے کہ وہ ان کج خدمت سے نفع اٹھائیں مخالفوں کی



یہ ہے (اور تم میں سے کوئی) (اپنے غلام کو) یہ نہ کہے کہ میرا بندہ بلکہ یہ کہا کرے کہ میرا چھوکر۔ میری چھوکر سی میرا غلام اور وہی ہے  
 شخصت ہوتے وقت جو رسول اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام ہے وہ آپ کا یہ قول ہے (الصلوۃ واما لکم یمانی نماز اور اپنے مالک  
 (غلام و لونڈی) کا بڑا خیال رکھنا) پس اہل انصاف غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز کی وصیت کی ہے  
 جو کہ دین کا ستون ہے اور جس کی آپ کی آنکھوں کو دنیا میں ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (و جعلت قرة  
 عینی فی الصلوۃ یعنی نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے) اس کے ساتھ ہی ساتھ اس وصیت کو بھی ذکر کیا ہے  
 جو آپ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو مالیک (غلام اور لونڈیوں) کے بارہ میں فرمائی ہے۔

اور ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ آپ نے اپنے اصحاب سے انتقال کے وقت جو آخری کلام کیا ہے وہ یہی دونوں باتوں (نماز اور مالک  
 مالیک) کی وصیت ہے پس یہ امر غلاموں کے بارہ میں پوری پوری وصیت کر جانے پر دلالت کرتے ہیں بالکل کافی و کافی ہے  
 اب سبارہ میں کسی اور چیز کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور مالیک یعنی غلام و لونڈیوں کو تکلیف دینے سے ممانعت تو شرعی  
 نصوص میں ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ وار و ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا غلام آزاد کر دیا تھا جسے  
 اسے اپنی لونڈی کے ساتھ پا کر اس کے ناک۔ کان۔ کاٹ ٹلے تھے اور اس کے دلاؤ سرکاری کر دیا اور مسلمانوں کو کسی امانت کی  
 وصیت کر دی اور اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس غلام کا نفقہ مقرر کر دیا اور آپ کے خلیفہ (عمر بن خطاب  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک شخص کی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا جس نے اسے گرم توہ پر بٹھایا تھا جس کی وجہ سے اس کے سر پر  
 جلگے تھے اور آپ نے اس شخص کو خوب پٹوایا اور ایسے بہت سے واقعات ہیں جن میں اپنے غلاموں پر سختی کرنے والوں کو  
 سخت سزا دی گئی ہے۔ اور غلاموں کی ایذا رسانی کے بارہ میں قیامت کے دن کی وعیدیں تو مشہور ہی ہیں۔

باقی رہی مالیک (یعنی غلاموں اور لونڈیوں) کے آزاد کرنے کی ترغیب تو اس بارہ میں تو شرعی نصوص اس کثرت سے ہیں جن کا  
 کچھ شمار ہی نہیں اور یہاں ہم سیدہ ربیعہ کی پر اقصر کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آئے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ مالیک کے آزاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے اور شرعی نصوص میں وار و ہوا ہے کہ جو شخص  
 ایک جان کو بھی آزاد کر لگا خدا اس کے ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرے والے کے ہر عضو کو لگ سے رہائی دے گا  
 یہاں تک کہ اس کو شکر مرد یہ پسند کر لے لگا کہ وہ کسی مرد کو آزاد کرے تاکہ اس کے پورے پورے اعضا رہائی پائیں اور عورت یہ چاہے  
 کہ وہ کسی عورت کو آزاد کرے تاکہ اس کے پورے پورے اعضا رہائی پائیں (ایسا ہی عضو و جوارہ بنیفہ میں بروایت حماد بن کوسبہ  
 اور حماد بن اسلم سے روایت کی ہے اور ایسی حدیث کا حکم مرفوع حدیث کا سا حکم ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ حدیث  
 عن شریعت کا کافی ہے کہ کیا آزاد کرے غلام یا لونڈی جب مر جائے تو اس کے قریب مندوں میں اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس وقت اس کی میراث ہی آزاد کرے و اس کو موتی

اور ایک روایت ہے ۱۲ مترجم سے مرفوع وہ حدیث کہلاتی ہے جس کا سلسلہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصحیح ہو چکا ہو گیا ہے اور حدیث کا سلسلہ روایت  
 صحابی تک پہنچ کر سکوت کیا گیا ہو اس کو حوقوف کہتے ہیں۔ اور یہ قول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر صحابی کسی ایسی بات کی خبر دے جو علامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 سنے ہوئے فہم اس سے نہیں معلوم ہو سکتی تو گو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح کی ہو تاہم وہ حدیث اس حدیث کے مثل نہیں کہتی۔ یعنی نہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح بھی کر دی گئی ہو یعنی حدیث مرفوع کے مثل ۱۲ مترجم

اس طرح مروی ہے جو شخص کسی رقبہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے خدا تعالیٰ اس کے ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے اجساد میں سے ہر عضو کو لگ سے رہائی دیدیتا ہے یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کے مقابلہ میں اس کی شرمگاہ کو۔ اور اللہ تعالیٰ کے قتل (فکے قبتہ) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے (آپ نے فرمایا جان کا آزاد کرنا اور گردن کا چھوڑنا) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ دونوں امر ایک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جان کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو بلا کشت و غمبے اس کو آزاد کرے اور گردن کا چھوڑنا یہ ہے کہ تو اس کی قیمت میں مدد کرے (ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے) یعنی اگر آزادانہ اپنے غلام سے کچھ روپیہ لے کر آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہو تو کوئی شخص غلام کو روپیہ دیکر اس کے آزاد کرانے میں معاون بن جائے اور اس بارہ میں بہت سی تفصیلات بھی پڑی ہیں۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے نہایت سے ایسے وسائل اور ذرائع مقرر کئے ہیں جن کا مقتضایہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں اور ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے سو وہ یہ ہیں کہ اس نے آزاد کرنا بہت سی جاتیوں کا شروع میں کفارہ قرار دیا ہے جیسے کہ کید کا دھوکے میں قتل کر ڈالنا۔ بصران کا روزہ پلائے نہ ڈالنا۔ قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا۔ اور شریعت نے بعض ممنوع چیزوں سے رہائی پانے کا ذریعہ بھی آزاد کرنے کو قرار دیا ہے جیسے کفارہ طہار کا اسلے کہ جو اپنی عورت سے نکلا کر کرنا ہے اس کے لئے جب تک کہ وہ کفارہ نہ ادا کر دے اپنی عورت کے پاس جانا یا اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ لینا ہرگز جائز نہیں اور کفارہ میں جس چیز کا اول مطالبہ کیا جاتا ہے وہ یہی آزاد کرنا ہے بہر حال جو بدیکہ مطلقاً آزاد کرنا شریعت میں حرام ہے اور اگر پہلا کفارہ کا بھی وعدہ ہے لیکن تاہم بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس قدر محنت نہیں کر سکتے کہ غلام آزاد کر کے اپنے ماتھے سے اس قدر مال جانے دے سکیں تو شریعت نے ان کا لحاظ کر کے مکاتبت کو مشروع قرار دیا ہے اور مکاتبت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کے ساتھ اس بات پر متفق ہو جائے کہ اگر غلام اتنا مال ادا کر دیگا تو وہ آزاد ہو جائیگا پس اس وقت آقا کو مال حاصل کرنے کی سہی کرنے کے لئے اپنے غلام کو آزادی دینی پڑیگی۔ اور جب وہ غلام اس قدر مال جتنے پر شرط ٹھہری تھی ادا کر دیگا تو آزاد ہو جائیگا اور شریعت نے آزادی کے لئے ایک اور عقد بھی مشروع کیا ہے جسے عقیق علی مال کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے کہے کہ ہزار روپے پر مثلاً تو آزاد ہے پس اگر غلام اسے قبول کر لیا تو فوراً آزاد ہو جائیگا۔ اور اس کے ذمہ اٹھنے روپوں کا ادا کرنا ہوا ہوگا جتنے پر شرط ٹھہری ہے اور نیز شریعت نے اس شخص کے حال کا لحاظ کر کے جسے غلام سے خدمت لینے کی مدت المعصرات سمیٹی ہے اس کے بعد بنانے کو مشروع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اپنے بعد آزادی دیدے یعنی یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے پس ایسی حالت میں غلام کا بیچنا۔ ہرے کرنا کسی کو خیرات میں اس کا دیدینا۔ رکن رکینا ممنوع ہو جاتا ہے اور وہ

عہ یعنی کسی گردن کا چھوڑنا ۱۲ مترجم  
عہ طہار شریعت میں اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کو اپنی ماں بہن وغیرہ (جن کے ساتھ سے نکاح کرنا حرام ہے) کے کسی ایسے عضو سے جس کی طرف سے دیکھنا جائز نہیں مثلاً پیٹ یا شرمگاہ وغیرہ تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرے مثلاً یوں کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پشت یا شرمگاہ کے مانند حرام ہے ۱۲ مترجم

ف  
مذہب اربعہ  
مذہب اربعہ کی  
آزادی کے لئے  
مشروع کئے  
مذہب ۱۲

اپنے آقا کے مرنے کے بعد فوراً آزاد ہو جاتا ہے اور شریعت نے وصیت بالعتق بھی مشروع کی ہے اور یہ بھی ملاحظہ کیا ہے کہ غلام  
 کے بعض بعض مالکوں کو آزادی کے مذکورہ اسباب میں سے کسی کا بھی اتفاق نہیں پڑتا اور نہ نہیں آزاد کر کے ثواب حاصل کرنے  
 کی ایسی رغبت ہی ہوتی ہے لیکن ایسا اوقات وہ کسی نفع کے حاصل کرنے کی رغبت یا کسی حضرت رساں شے سے خوف کے  
 وقت خدا سے یہ امید کر کے نیک کام کر گزرتے ہیں کہ ان کے سبب ان کا مقصد حاصل ہو جائیگا اسلئے اس نے آزاد کرنے کی ذریعہ  
 کو مشروع کیا ہے کیونکہ امید ہے کہ ان دونوں سببوں میں سے کسی کے حاصل ہونے کے وقت وہ مذکورہ شخص یا ایسے لوگ  
 جس کا اپنے آپ کو کسی کام کے کرنے یا اس سے باز رہنے کو لازم کرنا چاہتے ہیں تو ایسا اوقات اپنے اور ایسی شرط لگا دیتے ہیں  
 جس کا کرنا ان پر نہایت دشوار ہوتا ہے تاکہ جس امر کا انہوں نے التزام کیا ہے اسے پورا کر سکیں  
 اس لئے اس نے آزاد کرنے کے حلف کو مشروع کیا ہے کیونکہ شاید جس چیز کا انہوں نے التزام  
 کیا تھا اس کے خلاف کر گزریں اور اسی بہانہ سے ان کے غلام کو آزادی بخائے پس جب کوئی تامل کرنے والا امور مذکورہ میں غور کرے  
 تو اس سے معلوم ہو جائیگا کہ ان سے مقصود یہی ہے کہ اتنے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے غلام کو ایسے طریق پر آزادی بخا  
 جو شریعت میں پسندیدہ ہو۔ اور یہ خدا کا انعام ہے کہ اسے غلاموں کی آزادی پہیلانے اور ان کی غلامی کی مدت کم کرنے کی مرضی  
 سے اس نے ایک فیصلے مقرر کر دیے پھر چونکہ شریعت نے موسیٰ کو لونڈی کے نفس کا مالک بنایا ہے اسلئے اس کی شرمگاہ کا بھی  
 اس کو مالک قرار دیا ہے اور اس کے لئے یہ بات مباح کر دی ہے کہ وہ لونڈی کو ستر پہ بنا لے بیٹھے اس سے صحبت کیا کرے  
 کیونکہ شریعت کو یہ منظور ہے کہ اس کی نسل معطل نہ رہے اور اپنے مولے کی حمایت میں رہنا اس کی اولاد کو اختلاف نسب سے  
 محفوظ رکھے پس اس وقت وہ اس کی زوجہ ہی کی طرح ہوگی اس کی اولاد کا نسب محفوظ رہیگا بخلاف زنا کے کیونکہ انہیں یہ بات  
 نہیں پہنچتا ان رعایتوں کے جو اس لونڈی کے ساتھ اس بات کے مقابلہ میں کہ مولے کو اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز  
 ہے کی گئی ہیں اور وہ رعایت بخلاف مسائل آزادی بھی ہے اور وہ یہ امر ہے کہ شریعت نے ایسی لونڈی کے لئے جو اپنے مولے  
 سے بچہ جنمی ہو چاہے وہ بچہ جس کے اعضاء ظاہر ہو گئے ہوں کم دنوں کا ہی کیوں نہ ساقط ہو گیا ہو یہ حکم کیا ہے کہ وہ سنبولہ  
 اور ام ولد ہو جاتی ہے یعنی اس وقت مولے پر اس کا بچپا۔ جب کہ زمانہ برتن رکھنا۔ اور اسی قسم کے اور تصرفات سب ممنوع ہو جاتے  
 ہیں اور اس کے مرنے کے بعد وہ بالکل آزاد ہوتی ہے پس اس حکم میں غور کرنا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ شریعت کو لونڈیوں کے  
 ساتھ کیا کچھ رعایت منظور ہے اور ان کے حالات پر کہاں تک نظر ہے۔ اور آزادی کے بکثرت وسائل ہیں جس میں کہ صلہ  
 رحم بھی ہوتا ہے اور قرابت مندرجہ میں سے باہم وحشت بھی دفع ہوتی ہے شریعت نے یہ بات مشروع کی ہے کہ جو  
 شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک اس شخص پر آزاد ہے اور غلاموں کے ساتھ رحمت اور شفقت کی  
 رعایت میں سے یہ امر ہے کہ شریعت ماں اور اس کے چھوٹے بچے کے درمیان یا اسے اور اس کے باپ کے درمیان  
 یا ایسے دو شخصوں کے درمیان محرمیت کا علاقہ پایا جاتا ہو اور ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا کم سن ہو یا اسی طرح کے  
 من ذی رحم محرم سے ایسا مزملو ہے جس کے ساتھ رحم بھی پرورش کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اس سے اس کے عورت ہونے کی قدر پر نکاح نہ ہو سکتا جیسے باپ  
 یا بیٹی کا مالک ہو جائے تو یہ بٹیا یا بیٹی آزاد ہو جائے گی ۱۲ ترجمہ



دو چھوٹوں کے درمیان ان میں سے کسی ایک کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ وغیرہ کر کے ہڈائی ڈال دینا اور ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر دینا مکروہ و ناگوار سمجھتی ہے غلام یہ کہ اس عادل شریعت نے آزاد کرنے پر رغبت دلانے والی غلامی کی مدت کم کرنے والی اور غلاموں کے لئے رحمت و شفقت کی ضروری کرنے والی اشیاء میں سے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی جس کی ترغیب نہ دلائی ہو اور اس کے لئے متعدد ابواب نہ کھول دیے ہوں۔ آپس جو انتظام اس نے غلامی کے بارہ میں کیا ہے انہیں سچے طور پر غور کرنے سے ہم بھی پاتے ہیں کہ اس نے غلامی کو صرف بقدر ضرورت مشروط کیا ہے۔ اور اس نے غلام کو بھی اس کے انداز پر رکھا ہے اور اس میں ایسے اسلوب کا لحاظ کیا ہے جس سے مخالفین کی شکوت ٹوٹ جائے اور ان کی پریشانی سے نجات ملے اور بیروان شریعت کا کام چلے آگے نفع حاصل ہو اور غلام کی راحت بھی محفوظ رہے اور اس سے تمام ضرر رساں شہادہ دفع ہوں اسے دشواریوں سے بہ عجلت نجات حاصل ہو اور حق الامکان اس سے جمع ہو رہے۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے غلام کے لئے اس کے اور اس کے مولے کے مابین ایک قسم کا رشتہ و قرابت قائم کی ہے پس ان اس کا یہ ہے کہ اس نے غلام کے آزاد ہونے کے بعد ان دونوں کے مابین ولاہ کا حکم کیا ہے۔ اور اس ولاہ کے احکام میں سے یہ امر ہے کہ جب وہ آزاد کردہ غلام کسی جنایت کا خطا مرتکب ہو جس سے دیت (خونہنہ) لازم ملے تو وہ دیت اس کے لئے اور عصبیات مولے سے حصہ رسد ہی پہنچاتی ہے تو گویا یہ غلام اپنے مولے کا بیٹا یا بھائی ٹھہرا اور یہ امر آزاد کردہ غلام کی رعایت نظر رکھے جانے کے ثبوت میں بالکل کافی و دافی ہے کیا ان سارے امور نہ کورہ کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان غلام کو خصوصاً ان میں سے حبشیوں کو انسان نہیں شمار کرتے بلکہ آدمیت کے درجہ سے گھٹا ہوا شمار کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ان کی شریعت انکو آدم اور جواری کی اولاد سے شمار کرتی ہے لیکن ہاں ان کے ساتھ ایسے معاملہ کی بھی اجازت دیتی ہے جس سے انکا شرع ہو اور تمام انکو رحمت و شفقت سے محروم نہیں کرتی۔ ان کی اس روک ٹوک کی مدت کم کرنے میں اندیشہ کو تاہی روا نہیں رکھتی۔

رہا یہ امر کہ بیروان شریعت محمدیہ نے اس پر نظر کر کے کہ ان کی شریعت غلاموں کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش کرنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جس کا نتیجہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آنا ہوتا ہے اور یہ کہ بسا اوقات انکو وہ نعمتیں غلامی کی بدولت حاصل ہو جاتی ہیں جنکا حاصل کر لینا اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو کسی طرح ناممکن نہ تھا پس یہ بات ان امور سے جو مسلمانوں میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں بالکل صحیح و ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ امور یہ ہیں کہ ان کا اپنے بدول اور آزاد کردہ غلاموں پر اوقاف کو وقف کر دینا۔ ان کے لئے میراث کی وصیت کر جانا وغیرہ چاہے بہتیرے غلام ان احسانات اور میراث کی بدولت اپنے مولے کی اولاد سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے ہیں اور بہتیرے مولے اپنے مولے سے ولاہ قرابت کو کہتے ہیں شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص غلام کو آزاد کر دے تو ان دونوں میں ایک قسم کی قرابت قائم ہو جاتی ہے جس کا ثمر یہ ہے کہ اگر غلام مثلاً کسی خطا مار ڈالے تو اس کی دیت غلام کے عزیز و اقارب (عصبہ) کی طرح اس کے مولے اور اقارب مولے کو دینا ہوگی اور اگر غلام مر جائے اور اس کا کوئی عزیز و وارث نہ ہو تو اس کی میراث اس کے مولے کو ملے گی ۱۲ مترجم

غلام کا کسب  
غلامی کے بارے میں  
استغناء نہ جانی  
جو باغلامی  
کسب نہیں ہو  
ان کے غلام  
کے ساتھ

کی لڑکیوں سے شادی کر لی بلکہ بہتیرے موئے ایسے بھی ہیں جو غلام کو آزاد کر کے اپنا بیٹی بنا لیتے ہیں بلکہ انکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں یا اپنی بیٹی انکو بیاہ دیتے ہیں اور بہتیرے ایسے بھی غلام ہیں جو امیر یا سلطان بن گئے ہیں (جیسا کہ شاہانِ مصر جنگی شہرت عالمگیر سے اور کافر خشیدی کی نسبت تمام لوگوں کو یہ بات معلوم ہے) اور بہتیرے آزاد کردہ غلام مراد جاہ اور صاحبِ عالیہ جیسے کہ قصار اور افتاد تک بلکہ مرتبہ اجتہاد تک پہنچ گئے ہیں (اس بارہ میں آپ کو عطار بن ابی رباح کا حال معلوم ہو جائیگا) ان سے جو کہ فقہ کے ایک جلسِ القدر امام بن خلیفہ ان کی زیارت کی تمنا میں رہا کرتا تھا اور دروازہ سے انکو پیش قدمی کر کے لیتا تھا اور اپنے پہلو میں نشست کے لئے جگہ دیتا تھا) اور یہ امر اس بات کے بیان کرنے کے لئے کافی ہے کہ غلاموں کو غلامی کی بدولت کیا کچھ نعمتیں مل جاتی ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو انکو ہرگز نصیب نہ ہوتیں بلکہ وہ اپنے وطنی شہروں میں اپنی اپنی سوئی چھوٹی حالت میں پھرے رہتے اب کیا اسکے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ غلاموں کو آدمیت کے مرتبہ سے گرا ہوا اعتبار کرتی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق نہیں دیتی ایسے بہتان سے خدا کی پناہ۔

اور اگر کہا جائے کہ ہم تو بعض مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ اپنے غلاموں کے ساتھ وہ ایسی ایسی سنگدلی کا معاملہ کیا کرتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں بعض ایسے احمق بھی تو ہیں جو عادل اور مہربان شریعت کے احکام کو چھوڑ کر اپنی اولاد کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جسکو شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی اور نہ شفقت و رحمت اسکی اجازت دیتی ہے لیکن ایسے لوگ بہت نادر اور قلیل الوجود ہیں تو کیا ان سنگدلوں کو دیکھ کر یہ کہا جائیگا کہ سارے مسلمان اپنی اولاد سے ایسی ہی بری طرح سے پیش آتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائیگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کام ہی نہ کریں جس سے بچے پیدا ہوں۔ بلاشبک یہ بہت بڑا نتیجہ نہ دینی دلیل سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر عقلمند جانتا ہے کہ احکام صرف عام اور شائع فعل پر مبنی ہوا کرتے ہیں قلیل اور نادر الوجود امور پر مبنی نہیں ہوتے بلاشبک بعض مہذب و متہن مالک میں جو نوکروں اور غلاموں پر ایسی ایسی سنگدلیاں سنی جاتی ہیں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور یہ انہیں متہن اور مہذب لوگوں میں شیان ہیں جو انسانی ہمدردی اور شفقت پر جوہر ہیں ہونے کے دعوے مارا کرتے ہیں اگر یہی معاملہ مسلمانوں میں اپنے غلاموں کے ساتھ عام طور پر رائج ہوتا اور ان کی شریعت کی انہیں اجازت ہوتی تو البتہ شریعت محمدیہ میں غلامی کے برائے سمجھنے کی ظاہر و چھپ ہو سکتی تھی لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے چنانچہ پوری تلاش و ہتھ پڑاؤ اور اسلامی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو شخص بلا دلیل قائم کرے ہوئے محض متعصب اور خود غرض اشخاص کی اشاعت اور غیر محقق لوگوں کی خبروں پر افتاد کر کے اسکے خلاف کوہ گیتا تو سمجھ جائیگا کہ وہ شخص مسلمانوں پر اور ان کی شریعت پر بدگمانی کر کے غلط اور جھوٹی ثبوت لگا کر بہتان باندھتا ہے۔ خدا ہم کو ایسے افراد بہتان اور جھوٹ سے بچائے۔ ہم نہاہ میں رکھے جس سے انسانی شرافت پر ہٹ لگے۔

رہا یہ امر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پہلے جو شریعتیں تھیں ان میں بھی غلامی مشروع ہے اور جو کتابیں ان شرائع کی جانب منسوب کی جاتی ہیں ان میں اس کی تصریح موجود ہے اسکے بیان کے لئے قرأت کی بکثرت نہیں جو اپنے مخالفوں کے غلام بنانے پر دلالت کرتی ہیں کافی ہیں منجملہ اسکے کتاب استنار میں ہے تو جب تو کسی قریہ کے پاس اس سے مقابلہ کرنے کو جائے پہلے اسکو صلح کی طرف بلا لیں اگر وہ قبول کرے اور تیرے لئے دروازے کھول دے تو جسے فرقہ اس میں ہوں گے وہ

ف  
غلاموں کے ساتھ  
بعض لوگ سنگدلی  
کرتے ہیں  
غلاموں کو چھوڑ کر  
اپنی اولاد کے ساتھ  
ایسا معاملہ کرتے ہیں  
جو شریعت کی اجازت  
نہیں دیتی  
غلاموں پر ایسی  
سنگدلیاں سنی جاتی  
ہیں جس سے بدن کے  
رونگٹے کھڑے ہو  
جائیں  
غلاموں کے ساتھ  
عام طور پر رائج  
ہوتا ہے  
غلاموں کی شریعت  
کی انہیں اجازت  
ہوتی تو البتہ  
شریعت محمدیہ  
میں غلامی کے  
برائے سمجھنے  
کی ظاہر و چھپ  
ہو سکتی تھی  
لیکن یہ بات  
ہرگز نہیں ہے  
چنانچہ پوری  
تلاش و ہتھ  
پڑاؤ اور اسلامی  
تاریخوں کے  
دیکھنے سے  
معلوم ہو سکتا  
ہے اور جو شخص  
بلا دلیل قائم  
کرے ہوئے  
محض متعصب  
اور خود غرض  
اشخاص کی  
اشاعت اور  
غیر محقق  
لوگوں کی  
خبروں پر  
افتاد کر کے  
اسکے خلاف  
کوہ گیتا تو  
سمجھ جائیگا  
کہ وہ شخص  
مسلمانوں  
پر اور ان کی  
شریعت پر  
بدگمانی کر  
کے غلط اور  
جھوٹی ثبوت  
لگا کر بہتان  
باندھتا ہے۔  
خدا ہم کو  
ایسے افراد  
بہتان اور  
جھوٹ سے  
بچائے۔  
ف  
غلاموں کے ساتھ  
بعض لوگ سنگدلی  
کرتے ہیں  
غلاموں کو چھوڑ کر  
اپنی اولاد کے ساتھ  
ایسا معاملہ کرتے ہیں  
جو شریعت کی اجازت  
نہیں دیتی  
غلاموں پر ایسی  
سنگدلیاں سنی جاتی  
ہیں جس سے بدن کے  
رونگٹے کھڑے ہو  
جائیں  
غلاموں کے ساتھ  
عام طور پر رائج  
ہوتا ہے  
غلاموں کی شریعت  
کی انہیں اجازت  
ہوتی تو البتہ  
شریعت محمدیہ  
میں غلامی کے  
برائے سمجھنے  
کی ظاہر و چھپ  
ہو سکتی تھی  
لیکن یہ بات  
ہرگز نہیں ہے  
چنانچہ پوری  
تلاش و ہتھ  
پڑاؤ اور اسلامی  
تاریخوں کے  
دیکھنے سے  
معلوم ہو سکتا  
ہے اور جو شخص  
بلا دلیل قائم  
کرے ہوئے  
محض متعصب  
اور خود غرض  
اشخاص کی  
اشاعت اور  
غیر محقق  
لوگوں کی  
خبروں پر  
افتاد کر کے  
اسکے خلاف  
کوہ گیتا تو  
سمجھ جائیگا  
کہ وہ شخص  
مسلمانوں  
پر اور ان کی  
شریعت پر  
بدگمانی کر  
کے غلط اور  
جھوٹی ثبوت  
لگا کر بہتان  
باندھتا ہے۔  
خدا ہم کو  
ایسے افراد  
بہتان اور  
جھوٹ سے  
بچائے۔

کر چکے اور تیرے غلام نہیں گئے تھے جزیہ دینگے۔ اور سفرِ مدد سے ماخوذ ہوا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ ہزار آدمیوں کو اہل مدین کے بخار کے لئے بھیجا تھا تو ان پر وہ لوگ غالب آئے تھے اور ان میں سے سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو قتل کر ڈالا تھا اور ان کی عورتوں بچوں اور مویشی سب کے سب کو گرفتار کر لیا تھا۔ دیہاتوں۔ اور شہروں کو آگ سے جلا ڈالا تھا پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم نے عورتوں کو کیوں زندہ رہنے دیا پھر ہر لڑکے (مذکورہ) اور ہر شوہر و یدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکیوں کے باقی رہنے کے حکم کیا پس ان لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور غنیمت میں چہ لاکھ بچہ ہزار بکریاں۔ بہتر ہزار گائیں۔ کبھی ہزار گدھے۔ بتیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں پس یہ آیت اس شریعت میں دشمنوں کے یہاں تاک کہ لڑکیوں اور شوہر و یدہ عورتوں کے قتل سکے جائز ہوئے والانت کرنے کے ساتھ ہی غیر شوہر و یدہ عورتوں کو بڑی نا لگنے پر بھی لڑا کرتی ہوں اور سفرِ مدد میں ہوں اور وار کے لئے داؤد علیہ السلام کو غلام بننے کا خطرہ دیتے تھے اور تیرہ تاؤس کی جانب پولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں تصریح موجود ہے کہ وہ تمام لوگ جو غلام ہیں راہ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہئے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ خدا کے نام اور اس کی تعلیم پر بہتان نہ لاندہ جائے اور جتنے سردار مسلمان ہیں وہ انکو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بہانی نہیں بلکہ چاہئے کہ ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اسلئے کہ جو فائدے میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے ہی لوگ ہیں اسکی تعلیم سے اور اسی کا وعظ کہہ انتہی۔

اس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثابت و برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ غلاموں کو پورے اکرام کے ساتھ اپنے مالکوں کو تکلیف دی گئی ہے اگر انکے مالکوں کو ان کا غلام بنالینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو انکو انکی اطاعت و خدمت کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا اسلئے کہ شرائع سے جو بات معلوم ہوتی ہے اس کے موافق مکلف کو ایسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں کیا جاسکتا جو خدا تعالیٰ کے نزدیک معقوت و منغوض ہو۔ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اپنے اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے چاہے وہ ایماندار بھی نہ ہوں کیونکہ پہلے عموماً کہا گیا پھر ایماندار مالکوں کی اس امر کے ساتھ تخصیص کر دی گئی کہ وہ انکو حقیر نہ سمجھیں اور ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اور اگر غلام بنانا اس شریعت میں جائز و مباح نہ ہوتا تو وہ شریعت مسلمانوں کے غلاموں پر ان کی رعایت اور زیادہ خدمت لازم کر کے لوگوں کو اپنا غلام بنانے رکھنے پر مسلمانوں کو برقرار نہ رکھتی چنانچہ یہ سب امر ظاہر ہیں اور تیس کی جانب پولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے، "اور غلام اپنے مالکوں سے بستی سے پیش آئیں انکو تمام چیزوں میں راضی رکھیں انکے خلاف کوئی بات نہ کہیں انکے ساتھ اچکا پن نہ کریں بلکہ پوری پوری نیکی کے ساتھ امانت سے پیش آتے رہیں تاکہ وہ ہمارے مخلص یعنی اللہ کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں انتہی۔ اور یہ نص افادہ میں پہلی نص کے قریب ہی قریب ہے اور اپنے اس قول "انکو تمام چیزوں میں" کے ظاہری عموم کے موافق پہلی نص پر اس بات کو اور بڑھائی ہے کہ غلاموں کے ذمہ اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ ایسے امر میں بھی کہ وہ خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ مثلاً جب مالک اپنے غلام کو زنا کا حکم کرے لیکن شریعت محمدیہ میں اپنے مالک کی ایسے امر میں اطاعت کرنا غلام پر واجب نہیں ہے کیونکہ ہمیں یہ قاعدہ ہے کہ خالق کی نافرمانی کے ساتھ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ پس غلام پر واجب ہے کہ

خدا کی نافرمانی کے علاوہ اور امور میں اپنے مولے کی اطاعت کیا کرے مگر ہاں جب آپس پر زبردستی کی جائے اور اسے قتل وغیرہ کی دیکھی دیکھ لے تو اس وقت اس بارہ میں اس کا حکم غیر ملوک شخاص کا سا ہے یعنی اگر آپر ایسی زبردستی کی جائے تو بعض گناہ زبردستی کی وجہ سے اس کے لئے متبع ہو جاتے ہیں اور بعض متبع نہیں ہوتے جیسا کہ اس شریعت میں اس کی تفصیل کی گئی ہے اس موقع پر جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ نص بالا میں اس قول "تمام چیزوں میں" سے جو ظاہری عموم سمجھا جاتا تھا اس کے موافق بیان کیا گیا لیکن ہاں اگر یوں کہا جائے کہ پولس کے خط میں جو نص موجود ہے اس کے قول "تمام چیزوں میں" سے جو عموم سمجھا جاتا ہے دوسری نصوص سے اس کی تخصیص کر لی گئی ہے اور وہ نصوص شریعت عیسوی کی جانب مائل ہیں منسوب کی جاتی ہیں ان میں اس موقع کے علاوہ اور مواقع مذکور ہیں اور پولس کے پہلے خط کے دوسرے باب میں مذکور ہے اے خادمو پوری محبت کے ساتھ اپنے مالکوں کے لئے پست ہو جاؤ نہ فقط نیک اور نرمی کرنے والوں ہی کے لئے بلکہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی انتہی۔ اور اس نص نے اگرچہ لفظ کے اعتبار سے غلاموں کو ذکر نہیں کیا بلکہ غلاموں کو ذکر کیا ہے لیکن اس کا قول "مالکوں کے لئے" یہ قرینہ اس امر کو معین کرتا ہے کہ غلاموں سے غلام ہی مراد ہیں اور اس نص میں اطاعت واجب کی گئی ہے یہاں تک کہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے ہی اور اگر خدا اس قرینہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو ہمیں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے پہلے ہی کی دونوں نص بالکل کافی ہیں۔ پس جب اس قوم کے لئے جو شریعت محمدیہ پر غلامی کے بارہ میں اعتراض کرتی تھی امور مذکورۃ الصدر ظاہر ہوئے اور انکو اس شریعت میں غلامی کے مشروع ہونے کی حکمت۔ اس کے حدود اور شریعت کی وہ عنایتیں اور رعایتیں جو اسے غلاموں کے ساتھ مد نظر رکھی ہیں معلوم ہوئیں جنکی وجہ سے غلاموں کی راحت محفوظ رہتی ہے بلکہ کبھی کبھی انکو بہتیری نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور چونکہ انکی غلامی کی بد کی کمی کا باعث ہو جاتی ہیں اور انہوں نے موسوی و عیسوی شریعت کی ان نصوص میں بھی غور کیا جو غلامی کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتلائی ہیں کہ غلامی ان دونوں شریعتوں میں موجود تھی تو اس وقت وہ کہنے لگے کہ شریعت محمدیہ پر اس بارہ میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ عدل کے موافق حکم ہے آپس میں ضرورتوں میں سے اپنے فوج کا ضرر اختیار کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ عقل کے موافق ہے اور انہیں شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کی حتی الامکان رعایت مد نظر رکھی گئی ہے اور انہیں ضرورت کو اسی کے انداز پر رکھا ہے پس اس بیان کے بعد ہر منصف اور وحی و شریعہ کے تصدیق کرنے والے کے لئے کوئی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

رہا دشمنوں کا مال چھین لینا اور ان پر خراج (ٹیکس) مقرر کرنا سو ہمیں یہی اعتراض وجاہ کے اعتبار سے ویسی ہی گفتگو ہو سکتی ہے جو غلامی کے بارہ میں کی گئی اس لئے اب تطویل کی حاجت نہیں معلوم ہوتی بلکہ غلامی اور جہاد کے مسئلہ کی بابت جو دلائل اور شرائع متقدمہ کی نصوص مذکور ہوئیں وہی کافی ہیں انہیں سے اس بارہ خاص میں مستقل گفتگو کرنے سے استغناء ہو جاتا ہے چنانچہ ہر امر سچے طور پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہے۔ خدا اس کی توفیق دے۔ کیونکہ وہی توفیق کا مالک ہے۔

پھر بعد اسکے کہ شریعت محمدیہ میں جہاد مشروع ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھ محاربہ اور ایسا سا شروع کیا جو خدا نے اس بارہ میں مشروع کیا تھا تو آپ ان میں سے بعضوں کو انکی ایذارسانی کے موقع کرنے اور اپنے پیرو

شریعت محمدیہ کے ساتھ محاربہ اور ایسا سا شروع کیا جو خدا نے اس بارہ میں مشروع کیا تھا تو آپ ان میں سے بعضوں کو انکی ایذارسانی کے موقع کرنے اور اپنے پیرو

اور دین کی حفاظت و نصرت کی غرض سے قتل کرنے تھے اسلئے کہ یہ تمام آنسو بغیر ان کے قتل کے پورے نہیں ہو سکتے تھے اور بعضوں کو غلام بناتے تھے بعضوں پر خراج (ٹیکس) مقرر کرتے تھے اور ان کے اطاعت کا عہد لیکھا لکھو صاحب ذمہ بناتے تھے اس طرح پر کہ جو حقوق نفع حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو حاصل ہیں انکو بھی دئے جائیں اور جن امور سے مسلمانوں کو ضرر پہنچ سکتا ہے (یعنی خلاف قوانین تعزیرات اسلام کے عمل کرنے کی صورت میں) اور وہ سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ انہیں امور سے وہ بھی مستحق سزا نہیں۔ اور ان کی حمایت و حفاظت اور ان کے حقوق کی مراعات و نگہداشت مسلمانوں پر واجب ہو جاتی تھی۔ جان۔ آبرو اور مال کے اعتبار سے ان کی ایذا رسانی حرام ہوتی تھی اور آپؐ آپرے شرط لگا دیتے تھے کہ شریعت کے چند ایسے احکام کا بھی اہتمام کریں جبکہ باعث سے دوسروں کے حقوق پر ان کی افراط پر دازی اور فحشی سے حفاظت رہے۔ اور انکو ان کے دین پر رہنے دیتے تھے اور اپنے اعتقاد کے موافق انہیں اپنی مذہبی رسمیں ادا کرنے کی عام اجازت ہوتی تھی لیکن ایسے طریق پر جس سے دین محمدی کی شان و شوکت محفوظ رہے اور ان کے پیروی کرنے والوں کے خیالات کو براگندگی نہ لاحق ہونے پائے اور ان کا اخروی اور قیامت کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے تھے اور غلامی یا خراج کو آپس وقت آپؐ پر مقرر کرتے تھے جبکہ آپؐ یہ دیکھتے تھے کہ یہ امر ان لوگوں کی ایذا رسانی کے دفعیہ کے لئے کافی ہے اور یہ کہ جو کچھ خراج آپؐ پر مقرر کیا گیا ہے پیر و ان شریعت کے لئے ہی نفع کا باعث ہو گا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ بخار بہ کر لے نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کنوں پر کے ڈول کی طرح تھا کہ کبھی ان کے ہاتھ اور کبھی ان کے گلے لگنے بھی آپؐ پر غالب آتے تھے اور کبھی وہ لوگ مسلمانوں پر اور یہ بات خدا کی نجلہ عادات کے ہے کہ ان سے اپنے رسولوں کے بارہ میں بڑا کرنا۔ لیکن آخر کار خدا کی جانب سے پوری پوری آپؐ ہی کی مدد ہوتی تھی اور آپؐ ہی فتح پا کر تے تھے (اور انجام نیک تو متقیوں کے لئے ہے ہی) یہاں تک کہ بہت سے شہروں پر آپؐ کا تسلط ہو گیا اور متعدد قبائل آپؐ کی اطاعت میں سرنگوں ہو گئے اور خدا نے اپنے دین کو ماقی دینوں پر غالب کر دیا اور وہ ہر بر غالب رہا اور ہمیشہ رہیگا اور اگر انکو سیغنی غلبہ کسی زمانے میں نہ بھی ہو تبم لیل و نالان اور بچتہ عقلوں کے اسکو سختی شمار کرنے کے اعتبار سے تو اس کا غلبہ کہیں نہیں گیا ہے۔

پھر آپؐ کے دین کے بعض دشمن قلعوں اور دوسروں میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور آپؐ ان کے لئے ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے تھے اور ان کی ہدایت پر حرمیں ہو کر برابر ان سے دلائل کے ساتھ مراسلہ کرتے رہتے تھے اور اپنے اتباع کو انکی وصیت کیا کرتے تھے کہ ایسے طریق پر جو ان کے معاملہ میں مشروع ہے جب کبھی موقع اور وقت لے انکو برابر دعوت اسلام کرتے رہیں اسکو چھوڑیں نہیں۔ اور یہ حکم قیامت تک جاری رہیگا۔

پھر بعض شیعوں نے ظاہر تو یہ کیا کہ وہ آپؐ کے دین کے متبع اور پیر و ان دین اور ان کے نصرت کرنے والوں کی ٹری میں منسلک ہیں اور واقعی بات یہ تھی کہ وہ اپنے دلوں میں تکذیب کو چھپائے رکھتے تھے اور اس پر برا بکھوتہ کرنے والا امر ان کے لئے باتو تھا اور یا ان خدیتوں کی طرح تھی جو خدا نے آپؐ کے اور آپؐ کے اتباع کے ہاتھوں پر فتح کر دی تھیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں باوجودیکہ آپؐ کو ان کی حقیقت حال اور طبعی کی پوری اطلاع تھی تاہم انکو اپنے اتباع کے ذمہ میں شمار کر لیتے تھے اور ان کے مخفی خیالات اور ارادوں کو فاش کر کے انہیں رسوا کرتے تھے اور نہ انکو ضرر پہنچا اور ان کے تھے

جو انکے آپؐ پر اور انکو نصرت کرنے والے انکا حکم اور ان کے متقیوں کا حکم اور ان کی بات

اس خیال سے کہ کہیں دشمن یہ بات نہ شائع کر دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروی کرنے والوں کو اپنی تصدیق کے بارے میں جھوٹا سمجھتے ہیں اور انکے اخلاص میں شک کرتے ہیں اور انکو اپنے اغراض ہر کے لئے مار ڈالا کرتے ہیں اور یہ ایسی بات تھی جس سے لوگوں کو شکر و نعمت پیدا ہوتی اور جو لوگ متوجہ بھی ہوتے انکے ارادے بھی پھر جاتے خصوصاً جبکہ دین اپنے نشوونما کی ابتدائی حالت میں تھا۔ لیکن جب شوکت اسلام کو قوت ہوئی اور انکے بہت سے مدد کرنے والے ہو گئے اور انکا نور چراگیا اور یہ بات عام طور پر ظاہر ہو گئی کہ اپنے صحاب کے ساتھ آپ کا معاملہ محض خیر خواہی اور خاص شفقت پر مبنی ہے اور ان باطل اشاعت کی کوئی گنجائش نہ رہی تو اسوقت آپ کے مولے و مالک (خدا) نے ان منافقوں اور دوزخی لوگوں کی فضیحت، سرزنش، ملامت کی اور اس امر کی آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو اپنے اور انکے مکہ سے ڈرایا کریں پھر اسکے بعد یہ لوگ منقسم ہو کر دو فرقے بن گئے، بعض نے تو جب اہل دین سے مخالفت کی اور اس پاک سادہ دل شخص کی حقیقت پر مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنے باطل اعتقادات اور انکے درجہ کی عادات و رسوم کا شریعت سے مقابلہ کیا تو انکی نیت خالص اور دل صاف ہو گیا اور گو پہلے منافقانہ ایمان ملائے تھے لیکن پھر حقیقی مومن بن گئے اور پھر انکا شمار بھی بہترین اتباع اور پیرے بڑے انصار میں ہونے لگا اور بعض خوف کی حالت میں عداوت کا گھونٹ پی پی کر اپنے نفاق پر چھپی تھے اور ان لوگوں نے اگر اپنی جانوں کو توار کی دھار سے بچا ہی لیا تو کیا ہوا آخرت میں ان کو دردناک عذاب آٹھانا ہی پڑے گا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کی یہ علامت قرار دی ہے جو انکے نفاق کا عنوان اور فروماگی کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ منافق جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ خدا تعالیٰ سے ہم دین، دنیا، آخرت سب کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔

ن  
وہ لوگ جو اسلام کے  
مکمل ہو جائے  
بعد رسول اللہ  
صالح کا دل انکار  
بوجہ جہنم  
والہ اور انکی  
حکمت

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب خدا تعالیٰ اپنے نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور آپ کی استوار سخت سے جھکی اُس نے اپنے رسول پاک کی عجاوب و جی کی تھی اپنے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر پورا کر چکا خدا آپ کو آپ کی شان کے مناسب ہماری جانب سے جو اے خیر وے (تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ نے رفیقِ طے کو اختیار کر لیا۔ خدا نے مجاہد نے اپنے دین کو پورا کر کے ہمارے اوپر بہت ہی بڑا احسان کیا اور ہم کو بہت بڑی بزرگی سے سرفراز کر دیا چنانچہ اپنے انکمال رسول پر اس روز جو ہمارے لئے عید اکبر تھا اپنے اس قول کو نازل فرمایا (اليوم اكملت لكم دينكم و تممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام ديناً) یعنی آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا اور تمہارے لئے اپنے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ کیسی کامل نعمت ہے اور کتنا ذی فضل احسان ہے پس ہم اسکے عطا کرنے والے خدا کے پاک کی حمد اور اسکا شکر کرتے ہیں جیسی حمد و شکر کا وہ سزاوار ہے اور سارے محامد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جسے ہم کو اسکی ہدایت کی اگر اللہ ہر کو ہدایت کرنا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاسکتے تھے۔ اور اس آیت کریمہ کا نازل ہونا بلا شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دیتا تھا جیسا کہ اس بات کو آپ کے صدیق اکبر اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گئے اور رونے لگے کیونکہ فوراً بعیر سے انکے لئے یہ امر ظاہر ہو گیا تھا (اور مومن خدا کے نور سے دیکھا کرتا ہی ہے) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بچا ہانا اور دنیا میں آپ کا وجود شریف تبلیغ دین کی حکمت کے لئے تھا چنانچہ



دین کامل ہو چکا تو بعد اسکے دار فناء سے دار بقا کی جانب کہ وہی دار قرار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے سوا  
اور کیا رہ گیا پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے خوشی خوشی تشریف لے گئے اور حال یہ ہے کہ آپ نے راہ راست نکلا دیا  
جو کچھ خدا کے پاس سے لائے تھے سب اسکے بندوں کو آپ نے پہنچا دیا براہ راست کی بغیر غواہی میں رہے انکو ایسے روشن  
راستہ پر چھوڑ کر گئے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے انکے دلوں میں اپنی ایسی محبت جاگزیں کر گئے ہیں جسکو کبھی کہنگی عارض  
ہی نہ ہو اور ایسی الفت جو کبھی نہ جائے ان لوگوں کی روحیں بھی آپ پر فدا ہیں ہر زبان آپ کی حمد و شکر کی ثنا خواں ہے  
پس خدا تعالیٰ آپ کو تمام امت کی جانب سے جزائے جزا سے اور آپ کو وسیلہ اور درجہ رفیع و عالی دار البقار میں غایت قریب  
اور آپ کے مولے سبحانہ کی جانب سے آپ پر اور آپ کے ذی کرامت کنبہ والوں پر جو کہ ہدایت کے انوار ہیں اور آپ کے  
ذی عظمت صحابہ پر جو کہ تارکی کے چراغ ہیں اشرف صلوات اور ازکی تحیات جب تک رات و دن آتے جاتے ہیں اور  
نہار کا دورہ ہوتا رہے نازل ہوا کریں۔ اللہم آمین

اور چونکہ یہاں پر اگر ہمارا اصل کلام ختم ہوا اور خدائے بقدر امکان دین اسلام کی حقیقت اور عقائد نیچے بیان کرنے میں ہمواری  
عنایت فرمائی اسلئے ہمیں مناسب ہے کہ ہم اپنے آخری کلام میں ایک خاتمہ اور ایک تنبیہ لکھیں خدای تعالیٰ توفیق دے و اللہ اعلم  
خاتمہ تو اس امر کی تحقیق میں ہے کہ دین محمدی اپنے عقائد (کہ جنکو اصول کہتے ہیں) اور احکام سمیت (جنکا کہ نام فروع ہے)  
قرآن شریف اور ان احادیث بنویہ سے ماخوذ ہے جو ہمارے پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان اصول و فروع  
میں سے کوئی شے ان دونوں مآخذوں سے علیحدہ نہیں ہے اور یہ دونوں مآخذ بلا شک دین کے پورے پورے متکفل  
ہیں اور دلیل اس کی وہی آیت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں من محمدی کے کامل ہونے کی تصریح کرتی  
ہے اور عقائد اگرچہ شمار میں آسکتے ہیں کہ الفاظ سے ان کا صراحتاً یا قریب قریب صراحت کیا گیا کہ روایا کی تکمیل فروع اس قدر ہیں  
اگر محتاجاً تو قریب صراحت کے الفاظ کو بنا دیکھو گا اور وہی کلام اس قدر الفاظ کی حاجت پگئی ہیں جلدیں کی جلدیں ہو جائیں گی اور اسکے ثبوت میں کیا کلم  
ہے کہ نئے نئے حوادث زمانہ کے آنے سے فروع ہی نئے نئے ہو جاتے ہیں پس قرآن شریف اور احادیث کریمہ نے  
بقدر کفایت عقائد اور بہتیری فروع کی تصریح کر دی ہے اور کچھ قواعد کلیہ و ضوابط بتلائے ہیں جو فروع و مسائل کے جم  
غفیر کو شتمل ہیں یا ان میں سے بہتیرے امور پر اشارت یا کنایات و دلالت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ دین  
محمدی میں جتنی چیزوں کی حاجت ہے قرآن اور احادیث میں صراحتاً یا کنایاتاً سب کی سب موجود ہیں اور چونکہ ان سب کا  
سمجھ لینا امت میں سے ہر شخص کا کام نہیں اسلئے خدائے تعالیٰ نے ان دونوں عظیم اصولوں سے احکام کے نکال  
لینے اور عام اسکے لئے شائع کروینے کے لئے دو اور طریقے مشروع کئے ہیں چنانچہ ان دونوں طریقوں میں ایک طریقہ  
محمدیہ کا کسی امر پر اجماع و اتفاق کر لینا ہے یعنی ان لوگوں کا اجماع کر لینا جو دین کی کافی معرفت اور شناسائی رکھتے ہیں کیونکہ انکا  
اجماع خطا سے محفوظ اور معصوم قرار دیا گیا ہے اسلئے کہ وہ لوگ سوائے ایسے امر کے جس کو انہوں نے مخصوص قرآن اور  
احادیث سے سمجھ لیا ہوگا اور کسی امر پر ہرگز اجماع نہ کریں گے اگرچہ انہوں نے اپنے مآخذ کی تصریح نہ کی ہو اور دوسرا طریقہ ایسے شخص  
کا اجتہاد ہے جس کو خدا نے دین میں فہمید غایت کی ہو اور قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم کے احکام کی سمجھ عطا فرمائی ہو پس خدا

فائدہ اس بات کے بیان  
میں کہ اسلام کا کلام  
قرآن و حدیث کا جامع  
امت اور امتداد کی  
اور ہمارا اس بات کی  
توضیح ہے

تعلیل نے ایسے شخص کو اجتہاد کی اجازت دی ہے جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا ہو اور یہ منصب ایسے لوگوں کو عطا فرمایا ہے جن کا فضل امت میں ظاہر ہو چکا ہو۔ پس امت نے ان دونوں مآخذوں (قرآن اور احادیث) سے انہیں دونوں طریقوں کے ذریعہ سے احکام استنباط کرنا شروع کئے یہاں تک کہ احکام دین کی تصریح سے انکے لئے احکام اجتہاد یہی کافی ہو گئے اور ان کو اپنی عبادات، معاملات، آداب و حدود میں جتنی چیزیں لازم تھیں سب کو کتاب و سنت پر علماء امت نے ان صفات سے بحث کی ہے جن کا وجود ایسے شخص (مجتہد) میں ضروری ہے اور جن کی وجہ سے وہ اجتہاد اور قرآن و احادیث سے احکام استنباط کرنے کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے پس انہوں نے ان کو ان شرائط میں منحصر پایا جن کا آگے بیان ہوتا ہے۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ یہ شخص قرآن شریف کے علم پر حادی ہو اس طرح پر کہ اسکے لغوی اور شرعی معانی سے واقف ہو۔ لغوی معانی سے تو اس طرح پر کہ (الفاظ) مفردات اور مرکبات کے معانی اور ان کی خصوصیتوں سے واقفیت رکھتا ہو جو ان میں معانی کے سمجھنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہوں۔ اور اسکے لئے کئی علموں کی حاجت ہوگی۔ اول تو علم لغت کی جس سے وہ معانی معلوم ہوں گے جسکے لئے عربی لغت کے (جسمین) کہ قرآن نازل ہوا ہے (الفاظ مفردہ وضع کئے گئے ہیں۔

دوسرے علم صرف کی جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کی بنا اور اسکے معنیوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ تیسرے علم نحو جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کے وہ حالات جو مرکب ہونے کے وقت انکو لاحق ہوا کرتے ہیں اور نیز اس وقت ان کے بنی اور عرب ہونے کی کیفیت اور اسکے ایسے معانی پر دلالت کرنے کا حال جو ترکیب پیدا ہو جایا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے علم معانی جس سے کلام عربی کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جسے وہ کلام مقتضائے حال (یعنی موقع و محل کے مقتضا) کے مطابق ہوتا ہے۔

پانچویں علم بیان جس سے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس امر میں یہ قیمیم ہے کہ ان علوم مذکورہ کو اسے سہل لکھ کر حاصل کیا ہوا یا اپنے سلیقہ سے اُن سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ رہا قرآن کے شرعی معانی کا جاننا سو اس طرح پر ہے کہ ان معانی سے واقفیت رکھتا ہو جو احکام شرعیہ میں ٹوٹا ہوا مثلاً خدا تعالیٰ کے اس قول میں (او جارا احد منکم من الخائط) میں یہ جانتا ہو کہ الخائط سے مراد صدف ہے (یعنی بدن سے کسی نجاست کا لگانا جو ناقض وضو ہے) اور یہ کہ حکم کی علت زندہ انسان کے بدن سے نجاست کا لگانا ہے اور نیز وہ شخص (مجتہد) قرآن شریف کے اقسام جو اصول فقہ میں مذکور ہوتے ہیں جانتا ہو یعنی خاص۔ عام۔ مشترک۔ مجمل۔ مفسر۔ محکم۔ مطلق۔ مقید۔ صریح۔ کنایہ۔ ظاہر۔ نصی۔ شخصی۔ مشکل۔ متشابہ۔ دال۔ بجبارہ۔ دال۔ بشارتہ۔ دال۔ باقتضائہ۔ دال۔ بدلائتہ۔ مفہوم۔ معتبر۔ امر و نہی کا مقتضا اور اسکے علاوہ وہ امور جن کا علم اصول میں ذکر ہوتا ہے کہ جو علوم و بینہ میں سے بہت ہی عظیم علم شمار کیا جاتا ہے اور ان اقسام کا محض جاننا ہی کافی نہیں بلکہ اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں شے خاص ہے اور فلاں عام ہے اور یہ تلخ ہے اور وہ منسوخ ہے۔

عفا لغت میں اس میدان کو کہتے ہیں جو دست ہو اور اس سے پانچاں سے کنایہ کیا جاتا ہے لکن یہ زمین میں قضا کے حاجت کے لئے پیشہ میں انسانی ہستی الارب۔

وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ اخیر (یعنی نسخ و نسخہ) کا جاننا انصوص کے مزل کی تاریخ سے واقفیت رکھنے پر موقوف ہے۔ اس طرح ہر کہ فلاں شخص پہلے نازل ہوئی پھر فلاں اسکے بعد نازل ہوئی اور یہ امور معانی کے جاننے کے مغایر اور انکے علاوہ ہیں۔ لیکن امور مذکورہ کے مواقع کا اس طور پر جان لینا کافی ہے کہ حکم کے طلب کرنے کے وقت انکی طرف رجوع کرنے پر قدرت ہو یہ نہیں کہ نہانی یا دہوں۔ اور اس موقع پر قرآن سے مراد بھی اسقدر ہے جس کو معرفت احکام سے تعلق ہے۔

اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کم سے کم اس قدر احادیث سے واقف ہو جو فقہ کے احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی اس طرح ہر کہ متن احادیث کو جانتا ہو یعنی انکے لغوی اور شرعی معنی سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کے بارہ میں گذرا اور انکے خاص و عام وغیرہ اقسام کو پہچاننا ہو جنکی نظیر قرآن کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔

اور ان احادیث کی سند کا بھی علم رکھنا ہو اور مراد اس سے احادیث کے ہم تک پہنچنے کا طریق ہے خواہ وہ قوتاً ہو یا مشہوریت ہو یا اتحاد ہو اور اس حدیث کے راویوں کے احوال کی معرفت بھی مستدرج ہو جائیگی۔ کہ وہ معضل ہیں یا مجروح ہیں اور یہ بہت ہی وسیع علم ہے اس میں صحیح تلخیص سے مطلع ہونے کی بڑی ضرورت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین کے مابین ایک طویل زائد حامل ہو گیا اسلئے راویوں کے حالات سے بطور خود واقف ہونا تو بہت ہی مشکل ٹھہریگا پس ان اللہ کی تعزیر اور تخریج پر اکتفا کیا جائیگا جو علم حدیث کے امام مانے گئے ہیں اور ان پر اس بارہ میں وثوق کیا گیا ہے۔

اجتہاد کی تیسری شرط وجہ قیاس کو جاننا ہے یعنی اس طریق کو جسکے ذریعے سے مجتہد احکام کو مستنبط کرتا ہے ان شرطوں کے شرائط۔ انکے احکام اقسام اور یہ کہ ان میں سے کونسی قسم مقبول ہے اور کونسی مردودان سب کو جانتا ہو جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ ان مسائل کو جانتا ہو جنہیں ان علماء اسلام کا اجماع ہو گیا ہے۔ جنکا اجماع معتبر ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں انکے اجماع کی مخالفت نہ کرے۔ اور یہ تو سہی جانتے ہیں کہ مجتہد کا ایماندار ہونا۔ عادل ہونا شرائط میں سے ہونا چاہئے اس بارہ میں کلام کے طویل کرنے کی کوئی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ پس جب کسی شخص میں یہ ساری شرطیں کامل طور سے پائی جائیں تو اسے جائز ہے کہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرے اور دوسرے لوگوں کو جو اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کی تقلید اور پیروی کرنا اور اسکے استنباط کئے ہوئے احکام پر

من قوا تر سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے ہر ذمہ میں اس قدر ہوں کہ عقل سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا یا ذاتاً محال سمجھتی ہو علم مشہور سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث حدیث کو نہ پہنچتی ہو لیکن کسی مرتبہ میں راوی تین سے کم نہ ہوں تین یا تین سے زیادہ ہی رہتے ہوں۔

سے اتحاد سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں قوا تر کے شرط نہ پائے جاتے ہوں۔ پھر ہر اتحاد کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم مشہور ہے۔ دوسری حجاز جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے راوی کسی مرتبہ میں دوسرے کم نہ ہوں تین ہوں تیسری قسم عرب ہے جس کا کسی مرتبہ میں ایک راوی رہ گیا ہو ۱۲ منجستہ الفکر۔

عمل کرنا جائز ہے۔

پھر علماء اہل سنت نے اس بات پر اکتفا دیا ہے کہ مسائل اجتہاد میں خدا کے نزدیک حق ایک ہی امر ہے اور بعد اسکے کہ مجتہد نے حق کے ظاہر کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر لی ہے اگر حق تک اس کی رسائی ہو جائے تو اسے وہ اجر ملتے ہیں۔ اور اگر پوری کوشش صرف کرنے کے بعد بھی وہ حق سے چوک جائے تو وہ مخدور ہے اور اسے اپنی کوشش اور محنت کا اجر ملیگا اسلئے کہ اس کے ذمہ صرف اپنی کوشش کو صرف کرنا تھا سو وہ کر چکا اور چونکہ امر حق کی دلیل خفی تھی اسلئے وہاں تک اس کی رسائی نہ ہو سکی ہاں اگر امر صواب تک پہنچا لے والی دلیل ظاہر ہو لیکن مجتہد اپنی کوتاہی اور تقصیر اور اجتہاد میں کوشش و باطن نہ کرنے کی وجہ سے امر صواب تک نہ پہنچ سکا تب البتہ سختی و تعاقب ہے اور بعض سلف سے جو آپس میں ایک دوسرے پر مسائل اجتہاد میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بات پر مبنی ہے کہ طعن کرنے والے کے گمان میں طریق صواب ظاہر تھا اور یہ سب کچھ مسائل فرعیہ کے باب میں ہے اسلئے کہ ان میں غلبہ ظن کافی ہوتا ہے اور عمل کرنے کے لئے اسی کا حاصل ہو جانا مقصود ہے رہا حصول وفاق یا اجتہاد کرنا تو ہمیں خطا کرنے والا یا تو سزا دیا جائیگا یا وہ گمراہ سمجھا جائیگا یا وہ کافر قرار دیا جائیگا کیونکہ عقائد کے باتیں مطلوب ہوتا ہے کہ قطعی دلیلوں سے یقینی علم حاصل ہو جائے نہ کہ صرف ظنی۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو استدلال پر قادر ہو اگرچہ وہ دلیل جمالی ہی سے کیوں نہ استدلال کر سکتا ہو جب کسی عقیدہ میں کسی دوسرے کی تقلید کر لیگا تو استدلال کے ترک کرنے کی وجہ سے ضرور گنہگار ہوگا اگرچہ یہ دوسرا شخص جس کی اس نے عقیدہ میں تقلید کی ہے امام ابو حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی اگر کسی شخص کے پاس کسی عقیدہ کی قطعی دلیل موافق قواعد شرعیہ کے موجود ہے چاہے وہ اجمالی ہی دلیل کیوں نہ ہو تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ محض دوسروں کی تقلید میں اس عقیدہ کے خلاف کہنے لگے اور اپنی قطعی دلیل کے مقتضی کو چھوڑ دے پس اس موقع سے آپ کو ان لوگوں سے نہایت تعجب معلوم ہو گا جو بلا کسی یقینی دلیل کے بہت سی باتیں محض اس وجہ سے یقین کر لیتے ہیں کہ علم افلاک کے فلاں جہانے والے علم یا بوجی کے فلاں جہانے والے نے یوں کہا ہے یا وجودیکہ یہ باتیں عقیدہ اسلامیہ یا سوانہ نص شرعی کے ظاہر کی مصادم و مخالف ہوتی ہیں ایسے رسوا کرنے والے جہل سے خدا کی پناہ۔ ہاں جب اس مخالف کا قول ہمارے نزدیک قطعی دلیل سے ثابت ہو جائے تو اس وقت بیشک ہمارے ذمہ تاویل کر کے دونوں میں تطبیق یا ضروری ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ (یہ جو کچھ گفتگو اجتہاد پر کی گئی یہ سب کی سب اجتہاد مطلق کے بارے میں ہے اور یہ مضمون تنقیح اور اس کے حواشی سے ناخوہ ہے اور اسکے ساتھ بغرض توضیح کچھ میں نے ٹہرا دیا ہے۔ رہا اجتہاد عقیدہ یعنی کس خاص مسئلہ میں اجتہاد کرنا سو ہمیں یہ گفتگو نہیں ہے۔)

اور اسی مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف مذاہب کی کیا وجہ ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اتباع کرتے ہیں کچھ لوگ امام مالک بن انس کا کچھ لوگ محمد بن ادریس شافعی کا کچھ لوگ امام احمد بن حنبلہ کے شاگرد ہیں ان سب کا دین ایک ہی ہے یعنی اسلام اور مذاہب مختلف ہیں۔ اور کبھی لفظ مذہب دین کے معنوں میں

دین اسلام  
حق کے اعتبار  
سے مختلف ہیں  
کرنا اور صلے  
چاہئے کہ ان  
مذہب کا دین  
نہ اس کے پیروں  
مسلمانان عالم کو  
مذہب اسلام کو  
حق ہے چنانچہ

جنبل کا (رضی اللہ عنہم طرہ نام) اور وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایسے درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ وہ مطلق اجتہاد کر سکے اور شریعت محمدیہ کی نصوص قرآنیہ اور احادیث بنویہ سے جہاں تک کہ اس کا اجتہاد پہنچے اور جہاں تک کہ اس کے کمال علمی اور اجتہاد سے اس کو رسائی حاصل ہو سکے موافق احکام استنباط کیا کرے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہر ایک طریقہ پر چلتا تھا اور امر صواب کے دریافت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیتا تھا۔

پس ان ائمہ کے اتباع کرنے والے ان مسائل پر عمل کر کے ان کی تقلید کرتے ہیں جو ان ائمہ نے استنباط کئے اور شریعت سے سمجھے ہیں۔ اور وہ اس تقلید میں خدا کے نزدیک ضرورت خات پانے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجتہدین کو اجتہاد کرنے کی اور مقلدین کو تقلید کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے (فاسئلواہل الذکر ان کنتم لا تعلمون) اور مجتہدین ہی ایسے لوگ ہیں جنکی بات بچتہ ہوتی ہے اور دین میں معرفت رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی مقلد سے اس شخص کے بارہ میں دریافت کیا جائیگا جو اس کے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ خدا کے نزدیک اس کو نجات ملیگی کیونکہ اس نے ایسے مجتہد کی تقلید کی ہے جس میں اجتہاد کی پوری پوری شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اور اجتہاد اسلام میں ان چار مجتہدوں کے علاوہ جنکا ابھی ذکر ہوا صحابہ تابعین اور اسکے بعد کے لوگوں میں سے بہت سے مجتہد تھے (یعنی اللہ عنہم اجمعین) لیکن ان کے اس قدر پیروی کرنے والے نہ ہوئے جو ان کے اقوال کو بطریق تواتر یا اور کسی صحیح طریق پر جس پر وثوق کیا جاسکے نقل کرتے اس لئے ان کے مذاہب صفحہ عالم سے منکئے باقی رہے یہ چاروں مجتہد سو بتوفیق خداوندی اسکے پیروی کرنے والے علمائے اعلام ہوئے جنہوں نے ان کے اقوال کو اس زمانہ تک بطریق تواتر یا ایسے طریق پر جس پر وثوق ہو سکے نقل کیا ان کو یاد رکھا اور کتابوں میں ان کو مدون کر دیا کہ وہ کچھ بٹیکے بعد دیگرے۔ بعض بعض سے بالمشافہ اور بذریعہ رس و تدوین کے ان کے مسائل کو جا مل کیا۔ بیوجہ سے ان کے مذاہب باقی رہے اور آج تک ان کے پیروی کرنے والے پائے جاتے ہیں اور ان مقلدین میں سے ہر فرقہ دو سے فرقہ کو طعن نہیں کرتا اور نہ ان کو گمراہ و فاسق کہتا ہے۔ اور ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اماموں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور کسی کی تقلید کرنے کے بعد بھی اسے جائز ہے کہ ایک امام کی تقلید چھوڑ کر انہیں میں سے کسی دوسرے امام کی تقلید کرنے لگے اور یہ امر اسکے دین میں معیوب نہ شمار کیا جائیگا جبکہ یہ انتقال اور ایک امام کو چھوڑ کر دوسرے کی تقلید کرنے لگنا کسی صحیح شرعی غرض سے ہو مسلمانوں کے احوال پر جو کہ ان اماموں کے پیرو ہیں اطلاع رکھنے والا جن امور کا مشاہدہ کرتا ہے اسے یہ باتیں بالکل ظاہر ہو جاتی ہیں جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کا آدمی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی عورت لے آتا ہے یا اسکے بالعکس ہوتا ہے ان سب کی سجدیں بھی ایک ہوتی ہیں ان کا غلیظہ بھی ایک ہے ایک دوسرے کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان میں باہم کوئی ایسی شے نہیں معلوم ہوتی جس سے ذرا بھی عدوت یا طعن سمجھا جاتا ہو۔ اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ حنفی شافعی بجا تا ہے اور کبھی بالعکس بھی ہوتا ہے نہایت سخاوت یہ ہے کہ ہر متبع اپنے امام کے مذہب کی رعایت

خدا تعالیٰ نے لوگوں سے اور انہیں بھی خوش کر دے ۱۲

مسئلہ اگر تم کو معلوم نہ ہو تو ایسے لوگوں سے پوچھ لو جنکی بات بچتہ ہوتی ہے ۱۲

کرتا ہے جس کی پیروی اس نے اختیار کی اور اسی پر عمل کرتا ہے اور دوسروں پر جو ان مذہب میں سے اپنے نام کے مذہب پر عمل  
 کرتے ہیں انکار نہیں کرتا پس چاروں مذہب کے اعتبار سے جو مسلمانوں میں شائع ہیں ان کی مذکورہ حالت کو اس پر ایسا ہی ہے  
 کہ ان کے اصول شریعت پر پورے طور سے منطبق ہو جاتی ہے جو احکامات کو نہ جانتا ہو وہ اب اسے خوب طرح جانے۔  
 پہر جب شرائط سابق الذکر میں غور کیا جاتا ہے جن کا موجود ہونا کسی شخص کے مجتہد بننے اور تہجد و پیر پر منحصر جانے کے لئے ضروری  
 ہے تاکہ وہ شرعی احکام کے استنباط کرنے کے لائق سمجھا جاسکے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گواہان سب شرائط کا لوگوں میں  
 مجتمع ہو کر پایا جاتا ہے آج تک عقلا ممکن رہا اور آئندہ زمانہ میں بھی رہیگا لیکن بعض علماء اعلام احکامات کے قائل ہونے میں جیسا کہ علماء  
 حنفیہ سے منقول ہے کہ چار سو پچاس (۴۵۰) صاحب الصلوٰۃ والجمعة) سے اجتہاد کا (یعنی اجتہاد مطلق کا) دروازہ بند ہو گیا۔  
 اور کبیا اوقات بعض لوگوں کے خیال میں یہ آتا ہے کہ ان علماء کا یہ حکم نگاہ درست نہیں ہے کیونکہ ان کا کہا جاسکتا ہے کہ جب تک  
 یہ بات ہے کہ اجتہاد کی شرائط مذکورہ کا مجتمع ہو کر کسی شخص میں پایا جاتا ہے آج تک عقلا ممکن رہا اور آئندہ بھی رہیگا تو اس امر سے کونسا  
 مانع ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے بعد بھی کوئی مجتہد جامع شرائط مذکورہ پایا جائے حتیٰ کہ زمانہ موجود میں بھی۔ لیکن اگر تدقیق نظر  
 سے دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان علماء کا یہ کہنا بالکل صواب کے موافق نہیں مکت اور مقتضائے مصلحت دینی ہے  
 اور یہ قول ان علماء کی باریک بینی۔ وقت نظری اور زمانہ اور انقلابات زمانہ کے احوال کی معرفت اور اس امت محمدیہ کی شان میں  
 جو خداوندی اسرار میں ان کی واقفیت رہتی اور اسی سے ناشی ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ یہ علماء جو چوتھی صدی ہجری سے  
 باب اجتہاد کے مسدود ہونے کے قائل ہیں انہوں نے قرون ثلثہ (یعنی تینوں زمانوں کے لوگوں کے حالات) میں غور  
 کیا اور وہ زمانہ صحابہ۔ زمانہ تابعین۔ زمانہ متبعین کے لوگ ہیں پس انہوں نے دیکھا کہ ازمنہ ثلثہ کے لوگ بتوفیق خداوندی  
 علوم شریعت کی تحصیل پر پورے طور سے تہک پڑے تھے اور مواد اجتہاد کے حامل کرنے پر بڑے حریص تھے قرآن کو کم  
 اور جو تفسیریں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان سے اور احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور فتاویٰ صحابہ وغیرہ سے  
 انہوں نے بخوبی واقفیت ہم پہونچائی تھی اور ان کے احکام کے مستنبط کرنے میں وہ جان توڑ کوشش کرتے تھے۔ علاوہ برائی  
 قبیل کے اور دوسروں میں بھی انہوں نے اپنی کوشش کو صرف مجتہد جکی وجہ سے اس زمانہ کے علماء اس لائق ہو گئے کہ  
 ان میں سے بہتر سے مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جائیں خصوصاً جبکہ ان کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ہی قریب  
 ایک کچھ دنوں کے یا ایک کچھ دنوں کے قریب تھا اور یہ خدا تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت کا ظہور ہوا کہ اس نے اس زمانہ کے  
 لوگوں کو اس قابل بنادیا کہ وہ دین کے بارے میں جتنی چیزیں کی حاجت ہو سکتی تھیں سب کی سب ان ہی زمانہ میں مکمل اور تمام ہو گئیں  
 چنانچہ قرآن شریف جمع کر لیا گیا اسے بہتر سے لوگوں نے یاد کر لیا کسی قسم کی تبدیل و تغیر کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی تمام احکام  
 سے حفاظت کا پورا پورا سامان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بڑی احتیاط سے جمع کی گئیں اور کتابوں میں  
 مدون کر دی گئیں ان کی تحصیل میں دور دراز ممالک کے سفر اختیار کئے گئے علماء امت میں سے جنہیں اجتہاد کی قابلیت  
 تھی وہ ان دونوں عظیم حصوں (قرآن وحدیث) سے احکام استنباط کرنے پر ہمہ تن تہک پڑے یہاں تک کہ اس میں انہوں نے  
 نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی اور دینی احکام کے اعتبار سے امت کی ضروریات میں سے سوائے ایک آدھ نادار امر کے

یہ بات ہے کہ اجتہاد کی شرائط مذکورہ کا مجتمع ہو کر کسی شخص میں پایا جاتا ہے آج تک عقلا ممکن رہا اور آئندہ بھی رہیگا تو اس امر سے کونسا مانع ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے بعد بھی کوئی مجتہد جامع شرائط مذکورہ پایا جائے حتیٰ کہ زمانہ موجود میں بھی۔ لیکن اگر تدقیق نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان علماء کا یہ کہنا بالکل صواب کے موافق نہیں مکت اور مقتضائے مصلحت دینی ہے اور یہ قول ان علماء کی باریک بینی۔ وقت نظری اور زمانہ اور انقلابات زمانہ کے احوال کی معرفت اور اس امت محمدیہ کی شان میں جو خداوندی اسرار میں ان کی واقفیت رہتی اور اسی سے ناشی ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ یہ علماء جو چوتھی صدی ہجری سے باب اجتہاد کے مسدود ہونے کے قائل ہیں انہوں نے قرون ثلثہ (یعنی تینوں زمانوں کے لوگوں کے حالات) میں غور کیا اور وہ زمانہ صحابہ۔ زمانہ تابعین۔ زمانہ متبعین کے لوگ ہیں پس انہوں نے دیکھا کہ ازمنہ ثلثہ کے لوگ بتوفیق خداوندی علوم شریعت کی تحصیل پر پورے طور سے تہک پڑے تھے اور مواد اجتہاد کے حامل کرنے پر بڑے حریص تھے قرآن کو کم اور جو تفسیریں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان سے اور احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور فتاویٰ صحابہ وغیرہ سے انہوں نے بخوبی واقفیت ہم پہونچائی تھی اور ان کے احکام کے مستنبط کرنے میں وہ جان توڑ کوشش کرتے تھے۔ علاوہ برائی قبیل کے اور دوسروں میں بھی انہوں نے اپنی کوشش کو صرف مجتہد جکی وجہ سے اس زمانہ کے علماء اس لائق ہو گئے کہ ان میں سے بہتر سے مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جائیں خصوصاً جبکہ ان کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ہی قریب ایک کچھ دنوں کے یا ایک کچھ دنوں کے قریب تھا اور یہ خدا تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت کا ظہور ہوا کہ اس نے اس زمانہ کے لوگوں کو اس قابل بنادیا کہ وہ دین کے بارے میں جتنی چیزیں کی حاجت ہو سکتی تھیں سب کی سب ان ہی زمانہ میں مکمل اور تمام ہو گئیں چنانچہ قرآن شریف جمع کر لیا گیا اسے بہتر سے لوگوں نے یاد کر لیا کسی قسم کی تبدیل و تغیر کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی تمام احکام سے حفاظت کا پورا پورا سامان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بڑی احتیاط سے جمع کی گئیں اور کتابوں میں مدون کر دی گئیں ان کی تحصیل میں دور دراز ممالک کے سفر اختیار کئے گئے علماء امت میں سے جنہیں اجتہاد کی قابلیت تھی وہ ان دونوں عظیم حصوں (قرآن وحدیث) سے احکام استنباط کرنے پر ہمہ تن تہک پڑے یہاں تک کہ اس میں انہوں نے نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی اور دینی احکام کے اعتبار سے امت کی ضروریات میں سے سوائے ایک آدھ نادار امر کے



جسکے وقوع کا اتفاق قوموں کی قوموں میں کہیں اتفاقی طور پر ہو سکتا ہے کوئی شے باقی نہیں ہی اور نہایت بہتر اور استوار طریق پر دین کا کام پورا ہو گیا اور یہ ساری کارروائی قرآنِ مجید میں ہوئی۔ پس اسکے بعد کے لوگوں کے لئے صرف یہ کام رہ گیا کہ وہ انہیں احکام کو دہن کریں۔ انکو شایع کریں۔ اور امت کو وہی احکام پہنچا دیں۔

پھر اس زمانہ کے بعد سے جو کچھ علوم و دینیہ کی تحصیل کا ذوق و شوق اس سے پہلے عام طور پر پایا جاتا تھا انہیں کسی شروع ہوئی۔ اور اس بارہ میں لوگوں کی ہمتوں میں فتور آنا شروع ہوا اور دن بدن اس فتور میں زیادتی ہی ہوتی گئی یہاں تک کہ پہلے زمانوں میں یہ فتور اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اور یہ السیاسہ ہے کہ جو اسلامی تاریخ سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت رکھتا ہو گا وہ اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا چنانچہ آنجکل کے بڑے سے بڑے علماء کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان علوم مذکورہ میں سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں انکو بعض میں کمال حاصل ہوتا ہے تو اور دوسرے علوم میں وہ قاصر رہتے ہیں اور اگر انہیں تو پہر بتلا گیا کہ وہ علماء دین سے کون شخص ہے جسے ہم ان آیات میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کر سکتے ہوں یعنی وہ قرآن کے معانی بخوبی اور شرح کی معرفت ہی رکھتا ہو علوم عربیہ نحو صرف۔ معانی بیان وغیرہ کا بھی ماہر ہو قرآن کے اقسام مذکورہ خاص عام وغیرہ سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ قرآن میں کونسا قول کونسی قسم میں داخل ہے اور باہم ایک دوسرے میں کیا فرق ہے اور انہیں کون نام کون منسوخ ہے اور جوہ قیاس ہی اسے معلوم ہوں اور جن مسائل پر کہ امت کا اجماع ہو چکا ہے انکی بھی اسے خبر ہو اور احادیث نبویہ کے متعلق متن اور سند کے اعتبار سے جو علوم ضروری ہیں انکو بھی جانتا ہو جیسا کہ مجتہد کی شرطوں کے بیان میں اسکا ذکر ہو چکا ہے اور اگر کوئی شخص ان تمام شرطوں پر حاوی ہونے کا دعویٰ کرے تو اسے دلیل سے ثابت کرنا چاہئے۔

کذبہ شواہد الامتحان

کل متن عربی، مالیس فیہ \*

اور میرا خیال ہے کہ جو شخص اس امر سے واقف ہو گا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے۔ ابو یوسف۔ محمد۔ زفر جن۔ (مذہبی) حنہم کے ایسے لوگوں نے جب اجتہاد مطلق کا دعوے نہیں کیا تو وہ شخص ضرور اس مرتبہ کے دعوے کرنے سے شرم کا خصوصاً جبکہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قرآن و حدیث کی تفاسیر کی کتابیں اور انکی شرح اور کتب اسباب نزول اور نسخ و منسوخ اور ایسے ہی اور علوم کی کتابیں جو مرتبہ اجتہاد کے لئے کن اعظم ہیں بکثرت ملتی ہیں پس اس سے کونسا امر مانع ہے کہ اس زمانہ میں بھی ان علوم سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں کوئی ماہر ہو جائے اور انہیں کتب مذکورہ پر اعتماد کرے اور یہی علوم جو مرتبہ اجتہاد کے کن اعظم ہیں انکے لئے یہ کتابیں پوری کھیل ہیں اور اس بنا پر تو ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام کی بہ نسبت جبکہ یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھیں اس زمانہ میں اجتہاد بہت آسان ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ سب کچھ پایا جاتا ہے لیکن درفینہ نہ در سیمہ۔ اور مجتہد کے لئے اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ ان علوم پر اتنا حاوی ہو کہ سب کچھ اسکے سینہ ہی میں موجود ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے ہر شے کے معنی اور اصل میں سے اتنا ماہر ہو کہ کسی علم کا مرجع اور اسکی اصل اسکے نزدیک مخفی نہ رہے یہاں تک کہ حاجت کے وقت بلا تکلف اس کی جانب مراجعت کر سکے اور اگر انصاف سے

ملاحظہ فرمادے ہر شخص جو اپنی نسبت کسی ایسے حرف کا دعوے کرے جو انہیں نہ تو شواہد امتحان اسکی ملکہ یہ کہیں گے ۱۲ ترجمہ

دیکھا جائے تو اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا بھی نہیں پایا جاتا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ پہلا بتلائیے وہ کون  
شخص ہے جو اس زمانہ میں ان ساری شرطوں کو پورے طور سے حاصل کر کے ہر حکم کے استنباط کرنے کے لئے مستعد ہو  
اور ان کتابوں میں سے ہر حکم کے مرجع کی جانب مراجعت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس طرح ہر کہ اسکے ذہن سے اسے ہر مانع و  
آیت اور ہر مانع و منسوخ حدیث کی جو کسی آیت یا حدیث سے منسوخ ہوئی ہو معرفت تک رسائی حاصل ہو اور قیادت شہادت  
اور آحاد وغیرہ مراتب حدیث سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور تمام اجماعی مسائل کو بھی جانتا ہو اور اسکے علاوہ ان امور سے  
واقف ہو جو پہلے گذر چکے خلاصہ یہ کہ جو لوگ چوتھی صدی ہجری سے اب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کے قائل ہیں  
قول کی صحت پر براہین قائم کرنا تو طوالت طلب ہے اسکے لئے اس باب میں ایک خاص تالیف کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن میں اس موقع پر علامہ ابن الحاج کا کلام جو میں نے مدخل میں لکھا ہے نقل کروں گا جس سے اس مقام کی توضیح ہو جائیگی اور ہر منصف شخص کو جو جو غلو سے بری ہو سکے حاصل ہوگی میں نے ان کی طویل تقریر کو دفع تشویش کی غرض سے کچھ مختصر کر لیا ہے علامہ موصوف (رحمۃ اللہ تعالیٰ وارضاه) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (خیر القرون قرنی غم الذین ینومون ثم الذین یلوونہم الحدیث) پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام تینوں مذکورہ زمانے کے لوگوں کے بارے میں ہے یعنی ان کے غالب حالات کے لحاظ سے کہا گیا ہے درہم ان میں ایسے فرقہ کے لوگ بھی تھے جنکی پیروی نہیں کی جاسکتی اور آپ نے صرف اہل علم مراد لئے ہیں (پھر علامہ موصوف نے کہا ہے) اور شائع علیہ السلام کی حکمت کو دیکھو کہ ادروں کو نہیں صرف انہیں تین زمانوں کے لوگوں کو کیسے اپنے قول میں فضیلت کے ساتھ خاص کیا ہے اگرچہ اور زمانہ کے لوگوں میں سے بھی بہتروں میں خیر و برکت پائی جائے وجہ یہ ہے کہ ان زمانوں کے لوگوں میں ایسی فضیلت موجود ہے کہ انہیں اور زمانہ کے لوگ انکی برابر ہی نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ خدائے انکوار کلمۃ اللہ اور اپنے دین کی اقامت کے ساتھ خاص کیا ہے پس اول قرن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے علم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اسکے علاوہ ہی خدائے انہیں ایسی خصوصیت بخشی ہے اور ایسی فضیلت عنایت کی ہے کہ کوئی شخص

انہی (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو جو بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو یہ خصوصیت بخشی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے تھے آپ کے حالات اور آپ کے اوپر قرآن شریف کے تازہ بتاؤہ نازل ہونے کا شاہد ہوتے تھے اور یہ کہ قرآن کی آیتیں جو تھڑی تھڑی نازل ہوا کرتی تھیں انکو براہِ یاد کرتے جاتے تھے اس طور پر خدا نے انکو قابلِ کردار بنا کر انہوں نے قرآن کو پورا پورا یاد کر لیا۔ ایک حرف بھی اس سے ضائع نہیں ہوئے یا آپس انہوں نے قرآن کو یکجا کر دیا اور اپنے بعد والوں کے لئے آسانی کر گئے اور یہ کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور جیسا کہ چاہئے تھا انہوں نے انکو خطا غلطی، سہوا و غفلت وغیرہ سے بچائے رکھا اور احادیث کی حفاظت میں یہاں تک کوشش کی کہ امام مالک رحمہ اللہ کو جب کسی حدیث میں شک ہو جاتا تھا تو وہ انکو قطعاً ترک کر دیتے تھے اور ہر کہی بیان کیجئے تھے حالانکہ وہ قرن اول سے نہیں ہیں یعنی صحابی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں پھر جب انکی یہ حالت تھی تو قرن اول کے لوگوں (صحابہ)

وہ تمام نائنوں کو کوکوں پر سرجانہ کے لوگ بہتوں میں بہرہ لے کر بغیر کسی شک و شبہ کے ۱۲ شرح عن صحابی اُن مسلمانوں کا لقب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے والے ہیں اور ان کے پیچھے والے مسلمان تابعی کہلاتے ہیں اور انہی کے پیچھے والے مسلمان تابعی تیسواں طبقہ ہیں ۱۲ شرح

ت  
 علامہ ابوالکلام آزاد  
 کو بی بی صاحبہ کو  
 سید ابوالکلام  
 سید ابوالکلام  
 میں نقل کیا گیا ہے  
 خط المصطفیٰ  
 قریب سے نقل کیا  
 و فضیلت ثابت ہے

کی نسبت آپ کی خیال کرینگے حالانکہ دین میں سب سے بہتر وہی لوگ پائے جاتے ہیں اور ضبط و حفظ کے لحاظ سے تو ان کی  
تشریف آوری کا احاطہ ہی ممکن نہیں اسکو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا خدا اپنے نبی کی امت کی جانب سے انکو جزائے خیر دے۔ ہمیں کوئی  
شک نہیں کہ انہوں نے خلوص کے ساتھ دعوت اسلام کی اور دین میں جو نقص نکالے گئے انکو دلیل سے دفع کیا اور اسوجہ  
رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی پیروی کرنا چاہے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی اختیار  
کرنا چاہئے کیونکہ اس امت کے لوگوں میں ان کا دل سب سے زیادہ پاک تھا ان کا علم سب سے زیادہ عین تھا ان میں تکلف سب  
سے کم تھا انکی خصلتیں نہایت استوار تھیں انکا حال سب سے بہتر تھا خدا نے انکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت  
اور اپنے دین کی اقامت کے لئے انتخاب کیا ہے انکے فضل کو پہچانو اور انکے قدم بقدم چلو کیونکہ وہ راست پرستے انتہی۔  
پس جب یہ پاک نفس لوگ اپنی راہ چلے گئے تو انکے جانشین تابعین (رضی اللہ عنہم) ہوئے اور جو حدیثیں متفرق تھیں  
انکو انہوں نے جمع کیا اور بعض بعض نے ایک ایک حدیث اور ایک ایک مسئلہ کی طلب و تحقیق میں مہینہ دو مہینہ کی راہ  
سے کی اور امر شریعت کو نہایت کامل طور پر منضبط کر دیا احکام اور تفاسیر کو حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہ عنہما کے ایسے صحابہ سے حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کہ میں تم لوگوں میں ہوں  
مجھ سے پوچھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ ترجمان قرآن ہیں  
پس جو شخص ایسے ایسے لوگوں سے ملا جو سمجھ لےجئے کہ اسکا علم و عمل کیسا کچھ ہوگا اس کی حالت کیسی ہوگی پس اس دین کی  
اقامت اور نیراس اعتبار سے قرن ثانی والوں کو بھی فضیلت کا طائر حصہ ملا کہ انہوں نے صاحب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پیچھے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ اسی لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر تھے پہلے انکے جانشین انکے اتباع  
کرنے والے ہوئے اور وہ لوگ تبع تابعین (رضی اللہ عنہم) کہلاتے ہیں ان میں بڑے بڑے فقہار پیدا ہوئے جنکی کو لوگ  
تقلید کیا کرتے تھے اور افتات میں انہیں کیجاں رجوع کرتے تھے اور وہ تمام مشکلوں کو حل کر دیتے تھے پس انہوں نے قرآن  
کو محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طرح کی سہولت ہوئی اور حدیثیں ہی انکو منضبط اور محفوظ لیں۔ بہتر انہوں نے جو حدیثیں متفرق تھیں انکو  
جمع کیا اور شریعہ کے موافق قرآن اور احادیث میں حکام کی جستجو اور دیکھ بہاں کرنے لگے قرآن و احادیث کے فوائد انہوں نے استخراج  
کئے اور ان سے قواعد و احکام کو مستنبط کیا انکو عقلی و نقلی اور پر بیان کیا انہیں کتابوں میں مدون کر کے لوگوں کے لئے سہولت  
کردی۔ فروع کو مہول سے استخراج کر کے اور فروع کو انکی اصل کی طرف راجع کر کے تمام مشکلات کو بیان کر دیا اور اصل کو فروع  
میں ضم کر رکھا۔ پس نبی حالت نہایت منظم اور باقاعدہ ہو گئی اور انکے سبب سے امت محمدیہ کے لئے دین میں خیر عظیم نے  
قرار پرا۔ پس ان لوگوں کو بھی اقامت دین کی حیثیت سے یہ خصوصیت حاصل ہو گئی کہ وہ صاحب شریعت (محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم) کے پیچھے والوں کے دیکھنے والوں سے ملاتی ہوئے اور باوجود اسکے ان لوگوں نے یہ بھی کیا کہ اپنے بعد والوں  
کے لئے دین میں کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی جس میں کسی کی اصلاح کی حاجت ہو یا وہ اسکی تکمیل میں مشغول ہو پس جتنے لوگ  
انکے بعد آئے گئے وہ باعتبار غالب انہیں کے مقلد و تابع رہے اگر ان کے بعد والے لوگوں کے لئے کوئی فقہی امر یا کوئی  
فائدہ انکے خلاف ظاہر ہوا ہو تو وہ سب کا سب قابل رد ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ جو احکام پہلے مقرر ہو چکے

ہیں ان میں سے کسی میں کمی بیشی کریں تو وہ بالاجمل قابل رد ہے باقی رہے وہ فوائد جو ان کے بعد والوں نے استخراج کئے ہیں اور وہ احکام کے متعلق نہیں ہیں تو وہ سب مقبول ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے بارہ میں فرمایا ہے (اُسکے عجائب ختم نہ ہوں گے اور وہ بکثرت ہیر ہیر کر کے برہی پرانا نہ ہوگا) یعنی بار بار پڑھنے سے اس کا لطف جائیگا نہیں بلکہ ہر بار نیا لطف آئیگا پس قرآن اور حدیث کے عجائب قیامت تک ختم نہ ہوں گے ہر زمانہ کے لوگ ضرور اس سے ان فوائد کثیرہ کو حاصل کرتے رہیں گے جو خداوند تعالیٰ نے ان میں مخصوص کر رکھے ہیں اور چاہئے کہ انکو مشغل کیا ہے ہمارے ہمارے ہمت کی برکت قیامت تک مستمر رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (میری امت بارش کے مثل ہے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ ہمیں سے کون زیادہ نافع ہے پہلی یا چھٹی) یعنی خبر و برکت دو ٹولے اللہ اور احکام کے بیان کرنے کے اعتبار سے نہ یہ کہ وہ احکام میں سے کوئی نیا حکم نکالیں گے ہاں اگر کوئی نادر الوقوع واقعہ ہو جو ان بہتدین پیشین کے زمانہ میں قیل و فعل بیان کسی اعتبار سے کبھی پیش ہی نہیں آیا پس اس وقت یہ واجب ہوگا کہ ان کے صحیحی بیان کردہ قواعد کے موافق جو ان سے ثابت ہیں اور جنہیں کہ انہوں نے احکام میں برتا ہے اُس واقعہ کے حکم میں غور کیا جائیگا۔ پس اگر یہ حکم ان کے مقرر کردہ اصول کے موافق ہوگا تو البتہ مقبول شمار کیا جائیگا ہر جب وہ یہی پاک نفسی کے ساتھ اپنے راستہ چلے گئے اور ان کے بعد والے گئے تو انہیں میں میں کوئی ایسا کام نہ ملا جسکی درستی میں وہ مشغول ہوتے اور انکو ان کے ساتھ اختصاص ہوتا بلکہ انہوں نے دین کے کام کو نہایت ہی کامل حالت پر پایا پس سوائے اسکے اور کوئی امر باقی نہ رہا کہ جو کچھ پہلے لوگ مدون مستنبط اور استخراج کئے تھے اور جو کچھ وہ فوائد بتلا گئے تھے انکی حفاظت کی جائے پس اس وجہ سے دین کی اقامت انہیں قرون ثلاثہ کے ساتھ مختص کی گئی جنکا کہ حدیث میں ذکر ہے سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی چنانچہ اس واسطے قرون ثلاثہ کے لوگ اپنے بعد والوں سے بہتر نہیں رہے اور ان کے بعد والوں کو دینی بہلائی اور بہتری اس وقت تک کبھی نہیں حاصل ہو سکتی جب تک کہ وہ انہیں قرون ثلاثہ کا اتباع نہ کریں جنکے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتری کی شہادت دی ہے اسی باعث سے ان کے بعد والے ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے اور نہ انکی نیکیاں اس پایہ کی ہو سکتی ہیں۔ پس آپ کے قول (خیر القرون) قرنی ثم الذین یلوہم ثم الذین یلوہم کا مطلب ظاہر ہو گیا۔ علامہ ابن حاج کا کلام جو انہوں نے اپنی کتاب اندک میں لکھا تھا یہاں تک ختم ہو گیا

اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس جلیل القدر عالم کے کلام میں غور کرے گا اور نظر انصاف سے دیکھے گا اسکے نزدیک اس قول کی صحت جو علامہ خفیفہ سے منقول ہے کہ اجمہاد کا دروازہ چوتھی صدی ہجری سے بند ہو گیا ہے ظاہر ہو جائیگی اور اسکے راز اور خداوندی حکمت کو وہ سمجھ جائیگا۔ خدا کا اس بات پر ہزار ہزار شکر ہے کہ ان علماء اعلام نے اس قول کی تصریح کر دی جسکے نہایت کافی و دافی بیان سے تائید ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین آل عثمان کو خدا نے اپنی پسندیدہ شے کی توفیق دی کہ انہوں نے اپنی سلمان رعایا میں اس قول کو نافذ کروایا اور اس زمانہ میں جس میں کہ درجہ و درجہ نگاری کی کمی اور

ع (لا تقصی علی الخلق علی کثرة التوہ) عہ امتی مثل المظلل لایدری ایہ النفع اولہ او آخرہ حدیث کے الفاظ یہی یا اس کے قریب

باطل و عیوں کی کثرت ہے آپ بہتیرے بیباک لوگوں کو دیکھتے جو اجتہاد کے بعض مواد کے حاصل ہو جانے سے اپنے دل میں  
مغرور ہو رہے ہیں حالانکہ وہ بہت ہی کم اور اس درجہ پر پہنچنے کے لئے بالکل ناکافی ہے کہ وہ لوگ اس جلیل الشان منصب  
کے مدعی بنے ہوئے اور بعض سید سے سادے لگے پر وہی بجاتے اور وہ دین میں احکام کے نام سے بہت کچھ ایجادیں  
کرتے اور یہ سب بجز بدعتوں اور گمراہیوں کے اور کچھ نہ ہوتا اور جس طرف پر کہ سلف صالحین تھے جنہوں نے کہ امر دین کا  
ہدایت کامل طور پر سنبھالا اور احاطہ کر لیا تھا یہ سب امور ان کے مخالف ہوتے اور آپ دیکھتے کہ تھوڑے تھوڑے زمانہ میں دین  
کا حال متغیر ہو کر بنا اور ہمیشہ رو بدل لگا رہتا جیسا کہ سیاسیات اور ملکی قوانین میں زمانہ کے اقتضا کے موافق رو بدل  
ہوا کرتا ہے (حالانکہ خدا تعالیٰ نے اسلامی دین کو ایسا بنایا ہے جس کے احکام قیامت تک ثابت رہنے والے ہیں)  
پس نتیجہ آسکا یہ ہوتا کہ ایسی حالت تک نہ پہنچ پونجی کہ امت اسلامیہ اس طریقہ سے چمکے کہ پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے گمراہ ہو جائے۔ لغو ذبا لہ من ذالک۔

پس خدا تعالیٰ علماء اعلام کو اسکی جڑ سے خیز دے کہ انہوں نے اس امر کو دلچ طور پر بیان کر دیا اور خدا تعالیٰ سبحانہ و  
علیہ عثمانیہ کو دائم و قائم رکھے جسے اس دین کو اس کے گمراہ کرنے والے دشمنوں سے حفاظت کرنے کی خدا کی جانب  
سے توفیق عنایت ہوئی آمین اللہم آمین۔

یہ تو ہو چکا اب اور سنئے کہ میں نے بعض لوگوں کو جو نظر کے قاصر اور کم فہم ہیں اور اپنے آپ کو علماء محققین کے زمرہ میں  
شمار کرنے پر (بقول شخصہ) ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں) فخر کیا کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارے لئے  
بہتر یہ ہے کہ ہم اسی شے کو لیں جسکی قرآن شریف میں تصریح موجود ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جو کلام احادیث  
نبویہ میں واقع ہوئی ہیں وہ انکو نہیں لیتے اور نہیں لیتے اور یہ رائے محض فاسد اور اس امت کے علماء اعلام کی نظر میں بالکل  
باطل ہے کیونکہ فص قرآنی اور آں احادیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جس طرح کہ ہم کو یعنی بہت  
محمد یہ کہے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس کے ساتھ تسک کریں ہی طرح یہ بھی حکم ہے کہ رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث ثابت ہیں ان میں جو امور وارد ہوئے ہوں انکو بھی اپنا تسک ٹھیرائیں اور اس بات  
پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے اور سنت مطہرہ کے تسک کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی پیروی  
کرنے پر دلالت کر نیوالی بکثرت آیات قرآنی موجود ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے (اور میری  
رحمت ہر شے کو گہیر سے ہوئے ہے سو اب میں انکو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو توفیق کرتے ہیں اور کوہ و پتہ  
ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نبی امی کا اجماع کرتے ہیں جسے وہ تورات اور انجیل میں

مذکور و حق و سحت کل شے خدا کہتا ہے للذین یتقون و لکون الزکوۃ والذین ہم بائنا یؤمنون الذین یشعون الرسول النبی الامی الذی یحکونہ مکتوباً  
عندہم فی التورۃ والانجیل یا مریم بالہدوف وینہا ہم عن المنکر و یحیل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخائث و یضیع عنہم اصرہم والانحلال النبی  
کانت علیہم فالذین انشوا بہ و عززہ و نصرہ و استحوذوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون۔ ۱۳

ف بعض اور فقہ کا  
بعض علماء اور میں کہتا  
ہوں کہ قرآن و احادیث  
میں جو کچھ وارد ہوا ہے  
اس کے ساتھ تسک کریں  
ہی طرح یہ بھی حکم ہے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے جو احادیث  
ثابت ہیں ان میں جو امور  
وارد ہوئے ہوں انکو بھی  
اپنا تسک ٹھیرائیں اور  
اس بات پر اجماع بھی  
منعقد ہو چکا ہے اور سنت  
مطہرہ کے تسک کرنے اور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے اقوال و افعال کی  
پیروی کرنے پر دلالت  
کر نیوالی بکثرت آیات  
قرآنی موجود ہیں چنانچہ  
خدا تعالیٰ نے قرآن  
شریف میں ارشاد فرمایا  
ہے (اور میری رحمت ہر  
شے کو گہیر سے ہوئے ہے  
سو اب میں انکو ان لوگوں  
کے لئے لکھوں گا جو  
توفیق کرتے ہیں اور کوہ  
و پتہ ہیں اور ان لوگوں  
کے لئے جو ہماری آیتوں  
پر ایمان لاتے ہیں۔ نبی  
امی کا اجماع کرتے ہیں  
جسے وہ تورات اور انجیل  
میں مذکور و حق و سحت  
کل شے خدا کہتا ہے  
للذین یتقون و لکون  
الزکوۃ والذین ہم بائنا  
یؤمنون الذین یشعون  
الرسول النبی الامی الذی  
یحکونہ مکتوباً عندہم  
فی التورۃ والانجیل یا  
مریم بالہدوف وینہا ہم  
عن المنکر و یحیل لہم  
الطیبات و یحرم علیہم  
الخائث و یضیع عنہم  
اصرہم والانحلال النبی  
کانت علیہم فالذین  
انشوا بہ و عززہ و نصرہ  
و استحوذوا النور الذی  
انزل معہ اولئک ہم  
المفلحون۔ ۱۳

اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم کرتا اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور انکے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور اپنا پاک اشتہار کو حرام کرتا ہے اور انکا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو انکے اوپر تھیں انکے لئے اتارتا ہے پس جو لوگ اسپر ایسا نہ لائے اور (جنہوں) نے کہ اس کا ساتھ دیا اور انکی مدد کی اور انکی پیروی اختیار کی جو انکے ساتھ اتار اٹھا کر (سو) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ) آپ اگر انکے علاوہ اور تیس قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اتباع کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی مدیجی ہوں تو یہ کیا کم ہیں یہی کافی وافی ہیں اچھا اور سب جاننے دیجئے یہ تو بتائے کہ کیا ہم قرآن شریف کو سوائے احادیث کی مدد کے اور کسی طرح پر بھی کمال طور سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور نیز آیات کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں جو آپ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ ہمارے ذمہ جو احادیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں انکا لینا ہی ضروری ہے اور صرف قرآن پر اقتصار کرنا اس بات کو مستلزم ہو گا کہ ہم اپنے دینی احکام میں قاصر ہو جائیں کیونکہ تمام احکام کو فقط قرآن شریف سے سمجھ لینے تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی چنانچہ جو احادیث اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان میں سے بعض یہاں مذکور ہوئی ہیں۔ ابو داؤد میں عرابض بن ساریہ کی روایت سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی پھر آپ نے ہماری جانب رخ کیا اور ہر کو نہایت بلخ نصیحت فرمائی کہ انہیں آنکھیں پھڑپھڑیں اور ہم لوگوں کے دل ڈر گئے پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کوئی شخصت کرنے والا نصیحت کرتا ہے۔ پس آپ ہمیں کیا نصیحت کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا ڈرنے اور اپنے حاکم کے احکام بسر و چشم ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ عنقریب ایک بڑا اختلاف دیکھے گا پس تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو چھین کہ حملہ نہ راہ راست دکھائی ہے اپنے اوپر لازم کر لو اسکیے ساتھ متسک کرتے رہو اور اسکو (نہایت مضبوطی سے) اپنی دائروں سے پکڑ لو اور نئے نئے امور سے بچتے رہو کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی فحش میں ہے۔ اور ابو داؤد اور ترمذی میں بروایت مقلاد بنی المد عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عہدہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف جی رکننا کرتا ہے جو اس پر ہوا کرتی ہے ۱۲ عہدہ فی ابی داؤد عن العرابض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان قال صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم قبل علینا بوجہ فوجدنا موعظةً لیغةً کرخت فیہا العیون ووجلت منہا القلوب فقال علی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان ہذا الموعظة مودع فما نقول فیہا قال اوصیکم بتقوی اللہ واطاعة وان کان جسدکم شیئاً فانه من بعث منکم فیسیر فی اختلافاً فمخیرکم بسنتی وسنة اخلفاء الراشدین المہدیین متسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواخذ ولایا کم ومحدثات الامور فان کل محدثہ بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة الا انی اقول من فی ابی داؤد والترمذی عن المقداد بنی المد عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا والی اذیت الکتاب وشدہ حد الا یوشک علی شعبان علی اذیت قبول علیہم بہذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکما حرم اللہ الحدیث ۱۲



لے فرمایا سنے ہو مجھے (جدا کی جانب) سے کتاب (قرآن شریف) دی گئی ہے اور اُسکے ساتھ اُسکی مثل (اور کچھ بھی ہے) سنے ہو عقرب کوئی شکم شیر شخص (مغرور اور غافل سے) گھایا ہے جو اپنی خواہش نفسانی میں ہنہک ہو پس شکم سیری کے ساتھ اُسکا مقید کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس قول مردود کا یہی باعث ہے اور انہیں یہ تینہ ہے کہ شکم سیر ہو کر کہا نا حاققت اور غفلت کا سبب ہے اور اسیدو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر نہیں کہا یا شفا میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُنکے والد (ابو بکر جنی اللہ عنہ) کی روایت سے مروی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک کبھی پرنہ ہوا) اپنی سند پر ٹھیک کہے گا کہ اس قرآن کو لو پس جو کچھ انہیں ہتھیں حلال ملے اُسکو حلال جانو اور جو کچھ انہیں تم حرام پاؤ گے حرام سمجھو اور بلا شک اللہ کے رسول کا حرام کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کا حرام کرنا صحیث اور ابو داؤد میں بروایت عواض بن ساریہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے پھر فرمانے لگے کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی سند پر ٹھیک لگا کر یہ سمجھتا ہے - یہ گمان کرتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے سو اُسکے اللہ نے کچھ حرام نہیں کیا پس لو کہ بیشک میں نے (اچھی باتوں کا) حکم کیا اور نصیحت کی اور بہت سی شملہ پر آگاہ کر دیا کہ وہ قرآن کے مثل بلکہ اُس سے ہی ذائد ہیں اور بلا شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ حلال نہیں کیا کہ بلا اذن اہل کتاب کے گھر میں داخل ہو جاؤ اور نہ یہ کہ انکی عورتوں کو مارو اور نہ یہ کہ تم انکی پہل کیا جاؤ جبکہ وہ تمکو جو گئے ذمہ دا جب سے دیتے ہیں اور اُسکے علاوہ اور بہت سی حدیثیں مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر ہم ان سب کو نقل کریں تو بہت طوالت ہو جائے اور جس قدر ہم نے نقل کر دی ہیں (منصف کے لئے) اتنی ہی کافی ہیں۔

اور اگر ان قاصرین کو اس باطل حکم کے لگانے اور اس فاسد رائے کے دینے میں کہ امت محمدیہ کو جو کچھ قرآن سے سمجھا جائے صرف اسی پر اقتصار کرنا لازم ہے اور جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوا ہے ترک کر دینا ضروری ہے۔ یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ منسوب کی گئی ہیں ان میں بعض ضعیف حدیثیں بھی باقی جاتی ہیں جنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئے ہیں اس مرتبہ کا ثبوت نہیں ہے جو ان احکام کے لئے معتبر ہو اسی طرح ان میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اسب کی نسبت بھی نہیں ہے اور اس امر سے ان لوگوں کے گمان کے موافق مطلقاً احادیث سے اعتماد اٹھ جاتا ہو تو قرآن کے جواب میں ہم اُن سے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ شبہ بالکل ساقط الاعتبار ہے اسلئے کہ یہ بات نفی نہیں کہ دین محمدی کسکے حقیق اور مقبول علما و اعلام نے چہر کر احادیث کی روایت اور اُنکے راویوں کی سوانح عمریاں اور حالات و تہذیب و تمدن کے بارہ ہر دو سا کیا جاسکتا ہے اور جو حدیثیں ان احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی جسکی انتہت یہ بیان کر دیا ہو کہ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو نیکا کس مرتبہ کا ثبوت ہو جو سے ایسی طرح جملہ احادیث کی صفات و اقسام اور اُنکے راویوں کے احوال پر اتم اور کامل طور پر

عن فی الشفا عن عائشہ (رضی اللہ عنہا) وعن ابیہا (رضی اللہ عنہ) لم یصلی بوقت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قط ۱۲

عن فی ابی داؤد عن العواض بن ساریہ رضی اللہ عنہ تمام فیما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یحییٰ بن احمک منکما علی ما رکتہ لیظن ان اللہ تعالیٰ

لم یکر من شملہ الا فی ہذا القرآن الا فی قدر من وعظمت و بہت عن شملہ انہما مثل القرآن او اکثرہ فان اللہ تعالیٰ لم یصل لکم ان تملوا بہت اہل الکتاب

الاباؤن ولا یمنون بل یمنون بالاکل شمار ہوا اور اعلو کم الذی علیہم ۱۲

او انہوں نے احاطہ کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لئے علیحدہ اونہوں نے ایک خاص فن مقرر کیا  
 ہے جس کا نام فن مصطلح الحدیث ہے اور اس میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف کئے ہیں متحد  
 قضاہ نظم کئے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے احادیث کے راویوں کی سوایح عمریوں کے بارہ میں  
 کیا ہے چنانچہ اس کے لئے بھی ایک جدا فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن نقدیل و تخریج ہے  
 بعد اس کے انہوں نے ہر حدیث کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا ہے۔ جس کا کتب احادیث میں برابر ذکر  
 کیا جاتا ہے اور نیز اس امر پر کہ احکام کے بارہ میں اُس کا کیا حکم ہے یعنی اُس پر اعتماد کیا  
 جاسکتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ انہوں نے اس کا بیان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں احادیث متواتر اور مشہور  
 ہیں جن پر کہ اعتقادات اسلامیہ اور احکام شرعیہ کے بارہ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور فلاں فلاں  
 احادیث صحیح و حسن حدیثیں ہیں جن پر کہ صرف احکام کے بارہ میں اعتماد ہو سکتا ہے اور یہ کہ فلاں فلاں ضعیف  
 حدیثیں ہیں جن پر کہ امور مذکورہ میں سے کسی کے بارہ میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا لیکن ہاں فضائل اعمال  
 میں اُنکو لے سکتے ہیں یعنی اگر اُن میں کسی عمل کا بیان ہے اور شریعت کے خلاف نہیں کوئی امر نہیں پایا  
 جاتا تو اُس پر عمل کے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اُسکا عمل کر لینا جائز ہے۔ یہی طرح موضوع احادیث کی ہی انہوں نے تخریج  
 کر دی ہے جس پر کسی چیز میں ہی اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اُنکو پڑھنے والے پر یہ بیان کر دیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 کا نام لیکر آپ کی جانب سے جوٹ کہہ دی گئی ہے اُسکو ہرگز نہ لینا چاہئے اور جو کتابیں ان بیانات کی تکمیل و استیفاء اور حدیث  
 کے مرتبہ کے تمیز کرنے کے بارہ میں تالیف کی گئی ہیں وہ علماء امت میں پہلی ہوئی ہیں یہاں تک کہ اُن پر ان حقائق  
 میں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں۔ پس بعد ان سب باتوں کے کیا نقصان ہو سکتا ہے اگر احادیث بنو یہ پر ہی اعتماد کیا  
 جائے جیسے کہ قرآن پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا ثبوت اعتبار سے جو مرتبہ ہو اُسکو اسی پر رکھا جائے  
 علاوہ بریں یہ خیال فرمائے کہ لوگوں کی خبروں اور باتوں میں جھوٹی اور سچی پہیچ کی خبریں ہوتی ہیں تو کیا ہم کہہ سکتے  
 ہیں کہ لوگوں میں چونکہ جھوٹی خبریں بھی موجود ہیں اسلئے ہمیں چاہئے کہ کسی خبر کی ہی تصدیق نہ کریں وادہ ہرگز نہیں ہرگز  
 نہیں ایسی بات کا سوائے نادان کے اور کوئی قائل نہیں ہو سکتا بلکہ امر صوابیہ کہ ہم اس کے جواب میں کہیں کہ ہمیں چاہئے  
 کہ ہم جھوٹی خبروں سے بحث کریں تاہم انہیں پہچان کر رو کریں اور ان پر اعتماد نہ کریں اور اسی طرح سچی خبروں سے بھی بحث  
 کریں یہاں تک کہ ہم انکی شناخت کر کے انہیں لے لیں اور ان پر اعتماد کریں چنانچہ اسی طرح علماء امت نے ہی ان احادیث  
 کے ساتھ ہی معاملہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں اُن سے بحث و تدقیق کی یہاں تک کہ انہیں  
 اُن احادیث پر واقعیت حاصل ہو گئی جنکی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل صحیح ہے پس انہوں نے اُنکے  
 ثابت ہونے سے لوگوں کو ہی آگاہ کر دیا اور خود بھی ان پر اعتماد کر لیا اور اسی طرح جو احادیث اس کے خلاف تھیں اُن سے ہی دفع  
 ہو گئے اور اُن سے ہی انہوں نے لوگوں کو آگاہ کر دیا اور جس مرتبہ کی وہ تھیں اُنکو اسی مرتبہ پر رکھا یعنی اُن میں سے بعض کی  
 نسبت تو یہ حکم لگایا کہ ان پر احکام کے بارہ میں ہرگز اعتماد نہ کیا جائے (جیسا کہ حدیث ضعیف کا حکم ہے) اور بعض کی نسبت

مطلقاً ترک کر دینے کا حکم کیا (جیسا کہ حدیث موضوع کا حکم ہے) اور اگر یہ قاصرین کہیں کہ ہمیں اس طرح احادیث کے مراتب پر کہاں واقفیت ہو سکتی ہے اور ہم کیونکر چچان سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسی اعتماد کے قابل ہیں اور کون ناقابل۔ تو ہم اُن سے کہیں گے کہ اس وقت دینی حیثیت سے آپ کا عام لوگوں میں شمار ہو گا کیونکہ جو دین کے علماء ہیں وہ اسکو بخوبی جانتے ہیں اور پھر انہیں سے کوئی شبہ بھی مخفی نہیں ہے اسلئے آپ لوگوں کو لازم ہے کہ ایسی ہرگز جرأت نہ کریں اور اپنے دینی امور میں ایسے علماء کی طرف رجوع کریں جو اہل ذکر و معرفت ہیں اور ان امور سے ایسے ہی واقف ہیں جیسا کہ اگلی واقفیت کا حق ہے اور اگر ان قاصرین کا یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔ ان میں ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جن کا ظاہر قانون عقلی اور ان امور کے خلاف ہے جنہر کہ عقلی قطعی دلیل قائم ہے اور جن کا پتہ زمانہ حال کے قانون کی تحقیقات و اکتشافات سے لگتا ہے اور اس سے انکے گمان کے موافق خلاصی کی صرف یہ صورت ہے کہ قرآن پر انحصار کیا جائے اور تمام احادیث بنویہ کو چھوڑ دیا جائے۔ آپس میں کہتا ہوں کہ انکا یہ شبہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بڑا اور بالکل ہی بھروسہ اور ان کا اس شبہ سے دستک کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین محمدی کی حقیقت کے سمجھنے سے بالکل ایسی قاصر ہیں اور یہ اسلئے کہ شریعت محمدیہ کا قاعدہ ہے جیسا کہ علماء اعلام سے نقل کر کے ہم پیشہ تہیان کر چکے ہیں کہ مسلم کو پر واجب ہے کہ قرآن اور حدیثوں کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ظاہری ہی معنی میں جہت تک کہ کوئی عقلی قطعی دلیل انکے ظاہر کے خلاف نہ ہو اور اگر عقلی قطعی دلیل ایسی قائم ہو جائے جو ظاہر اہمیت یا حدیث کے منافی معلوم ہو تو ہمیں اس ظاہر اہمیت یا حدیث کی تاویل کرنا چاہئے اور اسکو کسی ایسے معنی کی طرف راجع کرنا چاہئے جس کا اس عبارت سے احتمال ہو سکتا ہو چاہے وہ معنی بعید ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس نص مشہور اور اس قطعی دلیل میں تطبیق ہو جائے اور جو شخص قرآن شریف اور تمام احادیث بنویہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تلاش کر لگا تو اسے ان میں کوئی ایسی شے نہ ملیگی جس کا ظاہر قطعی عقلی دلیل کے مخالف ہو اور اس کے مناسب تاویل ممکن نہ ہو اور اس میں اور اس دلیل میں تطبیق نہ دی جاسکے۔ باقی ہیں وہ نصوص جن میں تاویل کی گنجائش نہیں اور انکے معانی متعین ہیں تو ان میں سے کوئی شے بھی قطعی عقلی دلیل کے مخالف نہیں پائی جاتی اور نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی قطعی عقلی دلیل انکے مخالف قائم کیجا اور جس کا گمان اس کے خلاف ہو اسے بیان کرنا چاہئے خلاصہ یہ کہ ان قاصرین کے لئے امر صواب تو یہ تھا کہ اس شبہ کی وجہ سے احادیث بنویہ کو ترک کرنے کے عوض علماء امت سے ہر حدیث کی تطبیق پوچھتے جس کا ظاہر انہیں کسی عقلی قطعی دلیل کے خلاف معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کی نہایت استوار طریقہ پر تطبیق بیان کر دیتے اور اسوقت اپنی یہ بات ظاہر ہوجاتی کہ دین اسلامی کی نصوص میں سے حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے کوئی شے بھی عقل کے مخالف نہیں اور بعض نصوص میں جو بظاہر مخالفت کا خیال گذرتا ہے اسکی وجہ یا تو فہم کا تصور ہے یا علم کی کمی ہے یا کسی محنت آگاہی کی وجہ سے وہ نص ہی درجہ سطح تشابہات) ایسے طرز پر داند کی گئی ہے جس سے بظاہر مخالفت معلوم ہوتی ہے اب وہ حکمت یا قویہ کہنے کے شرعی نصوص سے جس طرح کہ اس قسم کی آیات میں وہ لوگ بھی تطبیق کی کوشش کرتے ہیں سواں امر میں قرآن وحدیث دونوں مشترک و مساوی ہیں ایک کو قبول کر کے دوسرے کو ترک کر دینا محض زبردستی ہے۔ ۱۲۔ مترجم

کے سمجھنے میں علماء کی آزمائش اور امتحان کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ حق کی تلاش اور امر صواب تک رسائی کے لئے وہ کہاں تک کوشش و اجتہاد کرتے ہیں اور یا اسکے سوا کوئی اور حکمت ہو۔

اور میں ایک ایسی کتاب کی تالیف شروع کرنے والا ہوں جس میں میرا ارادہ ہے کہ تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا جذباتی و عقلی اور اکتشافات و تحقیقات جدیدہ یقینہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے بتوفیق خداوندی ذکر کروں اور قاعدہ متقدمہ کی بنا پر قانون عقلی کے موافق ان میں سے ہر ایک کی مناسب تاویل کر کے تطبیق دوں خدا تعالیٰ و سبحانہ سے میری یہ دعا ہے کہ مجھ پر اپنا احسان کرے اور اسکے تمام کریمکی توفیق دیکر اپنے دین کی مجھے یہ خدمت لے سکے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی شے کی جس میں حق پایا جانا ہو ہدایت کرے اور ہمارے دلوں کو ایمان پر اور زبانوں کو صدق پر قائم و دائم رکھے اور جس امر میں اسکی رضامندی اور اس کے برگزیدہ رسول کی خوشی ہو اسکی ہمیں توفیق دے اور بطفیل ہمارے سردار سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارا خاتمہ بالآخر کرے اور سبکو سعادت و ابدی عنایت کیلئے۔ اللہم آمین۔

باقی رہی تہنیت اس کا بیان یہ ہے کہ میں اس رسالہ کے ناظرین سے امید کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بادی النظر میں ان کی سمجھ میں یہ آوے کہ میں نے خطا کی ہے اور چوک گیا ہوں تو جس مقام کی میں تقریر کر رہا ہوں اسکے پورے طور پر سمجھنے سے پہلے میرے غلطی ٹھہرانے میں جلدی نہ کریں بلکہ سیاق و سباق یعنی اسکے قبل و بعد کو خوب دیکھ رہا ہوں اور یہ ہی تدبیر رکھیں کہ میں نے اس رسالہ کو کس غرض سے تالیف کیا ہے اور میں کیا و عتک اختیار کیا ہے اور کس کیفیت پر اسکی ترتیب دی ہے یہ جو حق بات آنگے نزدیک ظاہر ہو اس کا حکم لگائیں کیونکہ جب تک میرا ان آدمیوں میں شمار ہے جو خطائے معصوم و محفوظ نہیں اسوقت تک میں پہلا اپنے لئے خطائے معصوم و محفوظ رہنے کا کیونکر دعوے کر سکتا ہوں حالانکہ خدا تعالیٰ نے ہجر اپنے اور اپنے پیغمبر کے کلام کے کسی شخص کے لئے خطا و لغزش سے محفوظ و معصوم رہنا تجویز نہیں فرمایا غایت سے غایت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بعد اپنی کوشش اور طاقت کے امر صواب کی جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا پس اب جو کچھ ہمیں حق ہو تو اسکی جانب بتوفیق خداوندی اور بہ برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جکی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے خدام میں ایک میں بھی ہوں میری رہنمائی ہوئی ہے اور جو کچھ ہمیں بہول چوک ہوئی تو وہ میری خیم کی کوتاہی میری کم علمی اور میرے فکر ضعیف کے باعث ہے اور میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری لغزشوں پر مواخذہ نہ کرے گا اور جبکہ قصہ میرے کلام کی جانچ پڑتال کرنے اور میری غلطیاں نکالنے کا ہوتا ہے اختیار ہے لیکن اسے اتنا لازم ہے کہ نیت کو خالص کر کے اس پر پیش قدمی کرے کیونکہ میرا تالیف کرنا محض اسلامی بن کینیت بجا لانا ہے اسلئے اگر جانچ پڑتال کرنے اور غلطیاں نکالنے والا اسی بن کا پیر و ہے تو اسے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ خدا و رسول کی خوشنودی اور رضا کس شے میں ہے اور پھر اس کے بعد جو کچھ اسے کرنا ہو کرے۔

پھر میں اس رسالہ میں اگرچہ بعض فلسفی مباحث میں گہس پڑا ہوں لیکن اس سے میرا یہ قصد ہرگز نہیں ہے کہ دین کو

اس بات پر غور کریں  
رسالہ کو اگر کوئی امر  
بادی النظر میں غلط  
ہو یا جو اسکی غلط فہمی  
دار میں غلط فہمی  
اور نیز اس امر کو کہیں  
کہ یہ رسالہ کس کو لکھا  
اور یہی اسکی غلط فہمی  
حقانیت کی ضرورت لانا

فلسفیت کو دخل دوں بلکہ میں نے یہ طرز اسلئے اختیار کیا ہے کہ فلاسفوں کی عقل کو تکلیف دینا اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اسلامی دین نے اپنے متبعین کو محض ایسے ہی عقاید عہد کے یقین کرنے کی تکلیف دی ہے جو قانون عقلی صحیح پر بالکل منطبق ہیں اور صرف ایسے ہی احکام کی بجا آوری کا مکلف بنایا ہے جن کا فرقہ سراسر زہن و دنیا کی بہتری ہی بہتری ہے۔

علماء کلام ہی کو دیکھئے کہ اسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے فلاسفہ کے ساتھ مباحث فلسفہ کی تشبیح کرنے کے کیسے کچھ درپے ہوئے ہیں آپس میں کوئی ایسی نئی راہ نہیں بتا رہے ہیں جس پر کہ اسلامی اہل حق علماء چلے ہوں اور جو شخص سب سے واقف ہو گا کہ فنون فلسفہ جدیدہ کی کتابیں اور خود یہ علوم اس زمانہ کے لوگوں میں کس قدر شایع ہو رہے ہیں خصوصاً ان لوگوں میں جو دین اسلامی کی حقیقت پر گامی حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ جدید فلسفہ کے شواہد اور آلودگیوں سے جیسے کہ نئی نئی تحقیقاتیں موجود ہیں اسلامی عقائد کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اس طریق کے اختیار کرنے اور اس پر چلنے کو ضرور محسن سمجھیں گے اور یہ وہ فلسفہ اور تحقیقات جدیدہ ہیں جن کا پتہ ان علماء متقدمین کے زمانہ میں مل گیا تھا جنہوں نے کہ فلسفہ قدیم کے شواہد اور آلودگیوں سے اسلامی عقائد کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں رکھی۔

پھر میں بعض بعض مباحث میں اپنے مقابل کے ساتھ رخائے غمان سے پیش آیا ہوں اور اسے میں نے یہ اختیار دیا ہے کہ جہور نہ ہی اس امت کے بعض علماء کے اقوال ہی پر وہ اعتماد کر لے اور اس سے میری صرف غرض ہے کہ میرے مقابل کو آسانی ہو اور وہ بسہولت دین میں داخل ہو سکے کیونکہ اسکا دین میں داخل ہونا گو وہ علماء اسلام میں سے بعض ہی کے قول پر کیوں نہ ہو اسکے لئے اہل اسلام کے ذمہ میں شمار کئے جانے کے لئے کافی ہو گا اور ایمان سے وہ محروم نہ رہے گا۔ پس یہ امر اس کے لئے اس مہلک مخالفت سے جس پر کہ وہ پہلے تحقیقات کا باعث ہو جائے گا۔ امام غزالی ہی کو دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب تنہات الفلاسفہ میں مخالفین کے لئے بعض معتزلیوں ہی کے قول پر کیوں نہ ہو التزام حجت کو کافی سمجھا ہے اور یہی پرکشتا کیا ہے کیونکہ معتزلہ (کیسے ہی کیوں نہ ہوں) مسلمانوں کی شمار سے تو خارج نہیں ہیں۔ انکا کلام قانون اسلام پر موقوف ہے جیسا کہ موافق میں ہے اور قول متحد کی بنا پر ان کا کمال کارہی سمجھا جاتا ہے۔

اور سب کو جانے دیجئے یہ دیکھئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے اس قول کے ساتھ خطاب کریں (وَأَنذَاکُمْ بِذُنُوبِکُمْ) حالانکہ جس طریق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ذرا ہی شک نہ تھا۔ اور یہ تو صرف مباحث اور دلیل کی سماعت کے بعد اپنے مقابل کو مال کرنے کا ایک شیطانی طرز ہے اس سے یہ ہوتا ہے کہ دلیل اسکے سامنے بسہولت بہانہ کر دی جاتی ہے پھر وہ اسے سمجھ لیتا ہے اور اس طرح وہ دلیل حق پر اسکو تکلیف دینے کا باعث ہو جاتی ہے اور مقصود حاصل

ہو جاتا ہے۔ رہا اسلامی ین میں یہ الاعتقاد جسکو سچے دل میں لیکر غلط کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جس کی نسبت میری دلعسے کہ خدا اسی پر میرا انجام بخیر کرے وہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کا جس طرح کہ سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین اعتقاد کرتے تھے اسی کے موافق اعتقاد ہوا دم کے ساتھ میں ہی معتقد ہوں جو طریقہ کہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اور نصوص شرعیہ کے اعتقاد میں تقویٰ کی بابت بھی انہیں کے مذہب پر ہوں چنانچہ میرا اعتقاد ہے کہ نصوص شرعیہ میں سے ہر نص حق ہے عقل صحیح کے مخالف نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی اس سے محال لازم آ سکتا ہے اور جو کچھ خدا نے اس سے ارادہ کیا اسی پر ایمان لاتا ہوں اور مشابہات کے معانی میں سے کسی خاص معنی کی تہمین کا علم خدا کے حوالہ کرتا ہوں لیکن جو وقت میری گفتگو اور میرا مقابلہ ایسے شخصوں سے ہو جو ان نصوص شرعیہ میں سے کسی پر معترض ہوں یا ان سے ایسے معانی کا اعتقاد کرتے ہوں جو اصول ین کے خلاف ہیں اس وقت میں خلفا رضی اللہ عنہم کا طریقہ اختیار کرتا ہوں اور ان نصوص کی جن کا ظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہو ایسی تاویل کر دیتا ہوں جس سے ان میں اور عقل میں موافقت ہو جائے جیسا کہ اس قاعدہ کا بیان پیشتر ہو چکا ہے اور یہ بات صرف اسلئے کیجاتی ہے تاکہ مخالف کی تسکین ہو جائے اور اسکو یہ الزام دینا جائے کہ نص کو اس تاویل سے سمجھ لینا ممکن ہے اور ہلاک کرنے والی مخالفت کو وہ اس طرح پر ترک کر سکتا ہے اور حقیقی اعتقاد ایسی نصوص میں ہی ہے کہ اس نص کے ضرور کوئی صحیح معنی عقل صحیح کے موافق ہیں اور اس معنی کو یقینی طور پر معین کر کے ہم نہیں بتا سکتے بلکہ اس کی تہمین کا علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے یہی میرا مذہب ہے جسکا میں التزام کرتا ہوں۔ اور یہی میرا مکتبہ ہے۔ پس ہر مقام پر میرے کلام کو اسی پر محمول کرنا چاہئے۔ اور خدا تو بنیق دینے والا ہے۔ پھر میں نے اس رسالہ کے تحریر کرنے میں جتنے الامکان ایسے طریقہ کا التزام کیا ہے جو عام لوگوں کی فہموں کے مناسب ہو اور جسکو وہ بھی سمجھ لیں جتنے کہ بعض محض مواقع پر جب مباح دور ہو گیا ہے یا کسی قسم کا آئین خوار کیا تو میں نے عبارت کی عبارت کو بغرض آسانی نہ کر دیا ہے اور بعض عام لوگوں کے الفاظ ہی میں نے استعمال کئے ہیں اور علاوہ بریں بعض اور امور ایسے ہیں جنسے کہ ان علماء کی بالفیات جو نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے تالیف کرتے ہیں خالی ملیں گی۔ اور یہ سب کچھ میں نے صرف اسلئے اختیار کیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور مقام کی توضیح ہو جائے شاید خدا تعالیٰ میرے دینی اور سہشت میں شریک بہائیوں کو اس رسالہ سے نفع بخشے میں انکسار و صنف اور عجز کے ساتھ خدا کے سامنے زاری کرتا ہوں اور صاحب شریعت مطہرہ و ملت منورہ مولانا و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کرتا ہوں کہ خدا میرے عمل کو قبول فرماوے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع دے اور میری نیت کو لوجہ اللہ خالص کر دے اور ہمارے مولائے امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین سلطان بن السلطان سلطان عبد الحمید خاں بن سلطان عبد الحمید خاں کی دولت کی تائید اور نصرت عمل تقویٰ میں سے مزید ہے کہ اگر کسی شخص کی مراد نہ معلوم ہے جیسے کہ حرف شفعات یا کیسی اصل مراد نہ معلوم ہو لیکن اسکی کوئی خاص کیفیت جس سے شریعت کی جانب سے بیان نہ کی گئی ہو جیسے قیامت میں خدا کی رویت پر دلالت کرنا یا نصوص تو ایسی صورت میں اپنی طرف سے کچھ تہمین نہ کرنا اور تہمین خدا کے حوالہ کر کے اسکا اجمالی اعتقاد کر لینا حتمی کہ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔



کرے اور انہیں (نافع خلائق) امور کی توفیق دے اور عین عنایت اور اپنی محافطت کے عرصے انکی حفاظت کرے خدا ہی سے حیر وجود کا فیضان ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

## ترجمہ خاتمہ کتاب مصنف علام

خدا تعالیٰ نے مجھے یوم مبارک جمعہ کی صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے اس رسالہ کے تمام کرنے کی توفیق دی اور تیرم سید ایک ہزار تین سو چھ ہجری کے ماہ شوال کی پہلی تاریخ یعنی عید الفطر کا مبارک دن تھا جسے خدا نے فریضہ عید کے ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بندوں کے لئے باعث راحت و فرحت گردانا ہے اور جسے کہ سال حج کے مبارک عبادت کے ہدینوں کی آمد پر سبب ہجرت و مسرت قرار دیا ہے اس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جسکے فضل و احسان کی بدولت نیک کام انجام کو پہنچتے ہیں اور اس کے تمام انبیاء و مرسلین خصوصاً افضل رسل محمد مصطفیٰ بنی امی پر جن کی ہر ولایت ہمیں راہ ہدایت دیکھنا نصیب ہوئی اور ان سب کے آل و صحابہ پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام نازل ہوں۔ خرو وانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

شکر صد شکر بڑھانے لگی محنت میری  
مٹے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

## خاتمہ از مترجم

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ یوم شنبہ وقت ظہر مدرسہ جامع العلوم کا بیورو میں احقر خدام علماء کرام و فضلاء عظام عاجز  
اجتہاد علی معنی عند مدرس سوم عربی مدرسہ مذکور کے ہاتھوں یہ ترجمہ تائید خداوندی اور توجہ مولیٰ و مولائی و استاذی مستندی  
و سندی جناب حافظ قاری شاہ مولوی محمد شرف علیہ صاحب نطلہ العالی ختم ہوا خدا اسکو قبول فرماوے اور اپنے بندوں  
کو اس سے نفع بخشے اور عاجز مترجم کو ریا و سمیہ سے محفوظ اور اسکی نیت کو شوائب نفسانی سے خالص رکھے۔ آمین

تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد انعام اللہ خان صاحب

مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کا بیورو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا گرچہ صد عقدہ داند کشود خدا و نبی را نیارد ستود  
ہماں بہ کہ از دل بجای آورم خدا را اسجد و نبی را درود

آلہ مخفی نہ رہے کہ اس برہمچند ترجمہ (سائنس اور اسلام) کی فضل اور فیض جامع علوم عقلی و نقلی و متمدنی و غلبہ مولوی سید  
 اسحاق علی صاحب ترجمہ ارشاد فیض مینا دار حضرت اقدس قلمدار کعبہ مجمع اسرار الہی منہج فیوض ناشامی معدن معارف خفی و جلی  
 استاذی و مرشدی و مولائی جناب حافظ قاری حاجی مولانا شاہ محمد اہل سنت علی صاحب تہا فوی عم فیض کی بابرکت دعا اور  
 توجہ سے مدرسہ جامع العلوم کا پھر حفظ اللہ تعالیٰ عن الفتن والشور کے درجہ فاضل میں جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ کی  
 چودہویں تاریخ کو دو شنبہ کے دن فجر کی نماز کے بعد فورہ بمقدار ناچیز و خاکسار محمد انعام اللہ علیہ عنہ کے ہاتھوں اختتام کو پہنچایا  
 نقل اور تہذیب کی حالت میں جو اس نفیس ترجمہ کو اول سے آخر تک پیچھے کا اتفاق ہوا تو معالیٰ لطیفہ اور مضامین عجیبہ کا ایک نکل  
 اور بے نظیر گنج پایا حق تو یہ ہے کہ جس طرح مصنف کتاب نے اس تصنیف سے اپنے بچپن میں گویا فرق عادت کر رکھا ہے  
 اسی طرح ترجمہ کا حال نے ہی با محاورہ ترجمہ اور فہم مضامین مطالب کی داد و دیہانہ رتبہ پڑھایا ہے مصنف کے بچہ اجمالی اور نفیس مضامین  
 عربی کی عبارتوں کی پڑھیں پشیدہ اور ستونہ پڑھیں وہ دار و دو گمانے والو ہیں اس اردو کے زبان با محاورہ ترجمہ سے سب سب ظاہر و باہر ہو گئے  
 مگر وہ تائب ستوری ندارد چودہ ہندی سہ روزانہ برآورد

انصاف پسند ناظرین جسوقت اسکو ملاحظہ فرمائیں گے اور تحقیق و تدقیق سے ہر ایک بحث کو پراورالامال باریں گے تو قوی  
 امید ہے کہ انکے دل کسی وقت اسکی مفارقت کو گوارا نہ کریں گے

ہیں دعوتی کہ کہ دم شاید ہے ہست

اب اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ صاحب طبع کو بہت جلد صحت کے ساتھ اس ترجمہ کو طبع کرنے کی توفیق دیکر فیاض انعام  
 کا مقبول بنائے اور مصنف اور ترجمہ اور حضرت اقدس مولانا مرشدنا شاہ محمد شرف علیہ صاحب کو جو اصل میں اس ترجمہ کے باعث  
 ہوئے ہیں اور نیز اس ناچیز اور خاکسار نافل (محمد انعام اللہ) اور آن مخدم و مکرم کو جو اسکو چھپوائیں گے جو انکے خیر عطا دار  
 ایمان کے ساتھ اس دار فناء سے دار بقا میں لیجائے اور بہت بڑے بڑے مراتب سے سرفراز کرے

چھپائے سفید و چھپت سیاہ نگرید محروم نہیں بارگاہ

امین ثم آمین کا تب الحروف خاکسار محمد انعام اللہ غفر اللہ له ولوالدیہ وجميع اہلبہ و اسانذہ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و  
 آلہ و صحابہ آمین اے یوم الدین فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آختر حمیدیہ میں مولف رسالہ حمیدیہ کا نقد و ادواج عورتوں کے ہمد اور طلاق کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ لگا تھا تنقید فائدہ  
 کے لئے اسکا ترجمہ ہی انکے ساتھ کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و الصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ و علیٰ آلہ و صحابہ حمین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے خدا کی رحمت کا محتاج حسین البحر طریسی

ناظرین کچھ دست میں عرض کرتا ہے کہ اسلام کے ہم مسائل میں سے تعدد ازواج عورتوں کے ہر وہ اور طلاق کا مسئلہ ہے اور چونکہ اس اثنا میں کئی مسلم کی کتاب ان مسائل پر نکتہ چینی کے بارہ میں میری نظر سے گذری ہے اور اس شخص نے اس میں پہلے کے دونوں مسئلوں سے تعرض کیا ہے چنانچہ خاصکر پہلے کی نسبت اس نے یہ کہا ہے کہ تمام ممالک میں مرد و شماری کے اعتبار سے مردوں کی تعداد عورتوں سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ غنا یا تیزی اور بخت آہی نے جو یہ رعایت مد نظر رکھی ہے اس کی وجہ ہو کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ ان کے موت کے اسباب وادانگہ زائد ہیں جیسے کہ سفر کی مشقتیں اٹھانا بحری خطروں کو چھیلنا لڑائیوں کی مصیبتیں برداشت کرنا وغیرہ وغیرہ اور (مرد و عورت کی) اس نسبت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندی حکمت نے مرد کے لئے ایک زوجہ سے زیادہ جائز نہیں رکھی ہیں اس لئے زوجات کا تعدد امر طبعی کے خلاف ہے اور ہمیں کی ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر جیسا کہ یہ ہماری پاک شریعت کا حکم ہے اور اس بات پر کہ یہ حکم نظام طبعی کے خلاف ہے اس مؤلف نے جھونک (تقریباً) کی ہے اور اس کتاب میں اس مؤلف نے خاصکر دوسرے مسئلہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ حق اور انصاف کی بات نہیں ہے کہ عورت کی حقارت کی جائے یا اس پر ظلم روا رکھا جائے یا اس کو لکھ لیا جائے یا نہ جائے یا اس کے ساتھ بدگمانی نہ کر کے اس کو گہر میں بند کر دیا جائے جیسے کہ قیدی بند کئے جاتے ہیں باوجودیکہ مردوں کا گناہ میں پھنس جانا بہت قریب ہے اور یہ سب مسئلہ کی باتیں ہیں اور ہمیں عورتوں کے ہر وہ اور ان کے گہروں کے اندر پہنچنے کے بارہ میں ہماری حادول شریعت کے حکم پر جھونک (تقریباً) کی ہے اس لئے کہ جہنم جا کر اس معاملہ میں جو حق بات ہو اس کو عقلی قانون کے موافق ہم بیان کر دیں کیونکہ مؤلف مذکور کو شرعی احکام تکسین نہیں لاسکتے اس لئے کہ وہ شریعت کے لئے والوں میں سے نہیں ہے سوچنے بیان کا ایسا طرز اختیار کیا ہے جس سے عاقل کو تکسین ہو سکے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مؤلف مذکور نے ایک چیز تو یاد رکھی اور بہت سی چیزوں سے قطع نظر کر لی ان کا خیال نبھا اور بیان اس کا ہے کہ اگر ہم تسلیم ہی کر لیں کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد قریب قریب ہے اس کے بعد بھی یہ امر محض نہیں کہ خداوندی حکمت کا مقتضایہ ہے کہ مرد و عورت کے مابین نوع انسانی کا توالد و تناسل ہوتا رہے اس کے افراد بڑھتے رہیں اور اس طرح ہر نوع جب تک خدا کو منظور ہو باقی رہے اور اگر اب نہیں ہے تو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور ہمارے ذمہ واجب ہوگا کہ مختلف ذریعوں سے توالد و تناسل کی تقلیل اور انسان کے نیست و نابود کرنے میں کوشش کریں حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اب یہ دیکھئے کہ توالد و تناسل مرد کے حاملہ کو لے اور عورت کے تخم سے انجام پاتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرد میں حاملہ کرنے کی ہمیشہ صلاحیت باقی رہتی ہے اگرچہ سو برس کا کیوں نہ ہو جائے اور اس عمر کو پہنچ جانا ممکن بلکہ موجود ہے کوئی نامور بات نہیں یہاں تک کہ بعض حکما اس کے قائل ہیں کہ اگر ان کو موت جلدی نہ آگیرے تو اس کی خلقت اور قدرتی ساخت کا مقتضایہ ہے کہ سو برس تک زندہ رہے (بلکہ مشہور قویہ ہے کہ انسان کی عمر طبعی ایک سو بیس برس کی ہے) رہی عورت جس پر نکتہ جنین کے بار اٹھانے وضع حمل کی مصیبت برداشت کر لے اور دودھ پلانے سے انکی ثوت ضایع ہو جاتی ہے اور ان سب باتوں کی استیوقت وہ تحمل ہو سکتی ہے جبکہ اس کا جسم اس قدر قوت کو پہنچ جاتا

لہذا خداوندی حکمت اس بات کو مقتضی ہوئی کہ عورت میں بچہ جننے کی استعداد سن اعتدال سن بلوغ سے لے کر پچاس برس  
 کے سن تک ہے (جیسا کہ بعض کا قول ہے اور اردوں کی رائے ہے کہ پچاس برس کی عمر تک انہیں بچہ جننے کی قابلیت  
 رہ سکتی ہے) اور یہاں سے چونکہ انکی طبعی قوت داخل ہونا شروع ہوتی ہے اسلئے باری تعالیٰ اعلیٰ کو اس سے روک دیتا  
 اور اس کا خون حیض منقطع کر دیتا ہے جو کہ جنین کی غذا ہے اور مقتضائے لطف و احسان رحم سے جس سے بچہ بنتا ہے  
 اسکو محروم کر دیتا ہے پس عورت میں بچہ جننے کی قابلیت کل پینتیس برس رہتی ہے اسلئے کہ اکثر وہ پندرہ برس میں پہنچ  
 ہوتی ہے اور جب یہ بات ٹھہر چکی تو اب ہم سمجھتے ہیں کہ عورت اپنے بچہ جننے کی قابلیت کی مدت میں جب بالغ مرد کے  
 پاس رہیگی خواہ اسکی عمر کا کوئی زمانہ کیوں نہ ہو تو مرد میں حاملہ کرنے کی برابر استعداد باقیگی اور وہ اس امر سے قاصر نہ رہیگی  
 ہاں اگر کوئی غیر طبعی و عارضی سبب ہو جائے تو مدت ہی دوسری ہے رہا مرد اسکی یہ حالت ہے کہ جب وہ عورت کے  
 پاس دونوں کے بالغ ہو جانے کے بعد رخصت اور ایک ہی عورت کا ہو رہے تو بسا اوقات اسے اپنی عمر کی کچھ مدت  
 نسل سے معطل رہنا پڑے گا اپنی قحط پر ہی کا کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکیگا بیان اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں کا ایک دوسرے  
 کے پاس رہنا دونوں کے ابتداء بلوغ سے فرض کیا جائے تو عورت کے سن ایساں تک دونوں سے زائد و تناسل  
 ہونا ممکن ہے اور اس کے سن ایساں کو پہونچنے کی مدت پچاس برس ہیں پس اگر دونوں ساٹھ برس تک زندہ رہیں گے تو  
 مرد پر عورت دس برس معطل رہیگی یعنی عورت کی وجہ سے مرد کو دس برس تک نسل سے معطل رہنا پڑیگا اور اگر دونوں ستر  
 برس جنیں گے تو مرد پر بیس برس معطل رہیگی اسی طرح یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ اگر دونوں برس زندہ رہیں گے تو مرد  
 پر اسے پچاس برس تک معطل رہنا پڑے گا۔ اور اب اسی اسوقت بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ مرد و عورت دونوں ہم سن  
 ہوں اور عورت سن ایساں کو پہونچ گئی ہو اور اسوقت کسی وجہ سے دونوں میں مقارنت ہوئی ہو۔ اور جب یہ صورت  
 لیجائے کہ سن کے اعتبار سے دونوں میں مخالفت ہو تو مرد کو عورت سے بڑا فرض کرنے کی بنا پر غالب یہ ہے کہ  
 عورت اسوقت بھی مرد پر معطل ہی رہے گی جسے کہ اگر یہ بھی فرض کیا جائے کہ جسوقت عورت اور مرد میں مقارنت ہوئی  
 ہے اسوقت مرد پچاس برس کا اور عورت پندرہ برس کی تھی اور پہر دونوں کی عمر سو برس کی ہوئی تھی تب بھی عورت مرد پر  
 پندرہ برس تک معطل رہیگی۔ لیکن اگر عورت عمر میں مرد سے بڑی فرض کیا جائے تو اب مرد کا بہت بڑا نقصان ہو گا  
 اور اسوقت معطل رہنے کا زمانہ مرد و عورت کے سن کے فرض کرنے کے اعتبار سے متفاوت نکلے گا اور زیادہ سے  
 زیادہ جو یہاں تصور ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اسوقت مرد و عورت میں مقارنت ہوئی ہو جبکہ مرد  
 پندرہ برس کا اور عورت کا سن ایساں سے کچھ پہلے ہو پس اگر یہ عورت اس مرد سے ایک بچہ جنکرائے ہو جائیگی تو مرد  
 کی سو برس کی عمر فرض کرنے کی بنا پر عورت پچاس برس تک اس پر معطل رہیگی پس اگر مرد کے لئے ایک سے زیادہ  
 عورتوں کے ساتھ مقارنت کے مباح کرنے کے سوائے اس تفاوت کے اور کوئی سبب مقتضی نہ ہی ہوتا تھا یہی  
 یہ بالکل کافی تھا اسلئے کہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مرد اپنی تولید کی قابلیت کے زمانہ میں عورت پر ایک دن بھی معطل  
 نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ برسوں تک اس پر معطل رہتی ہے پس مرد کے لئے ایک سے زیادہ مقارنت مباح کر دینے

اسے جو معطل رہنے کا احتمال تھا اس کا تدارک کرنا ممکن ہو گا۔

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بظن اسکے کہ خدا نے بخلاف عورت کے مرد ہی کو کمانے کی قوت اور اس کے شہداء کے تحمل کی طاقت و غایت کی ہے لہذا مرد ہی اہل و عیال کا خبر گیراں قرار دیا گیا ہے اور عورت کے نان و نفقہ کا سامان بھی اسی کے ذمہ ہے اور اس کے مقابل میں عورت کے متعلق یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ خانہ داری کا انتظام اور ولادت پرورش کرے اور یہ بات انسان کے لئے ایک طبعی امر کی طرح ہو رہی ہے اور بعض جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ نظام خداوندی اور اس طریق کے خلاف چلتے ہیں جس کے ساتھ عام طور پر طبیعتیں مائل ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ محتاج اور ایسے لوگ جو زوجہ کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے سے قاصر ہیں بہ نسبت مالداروں کے جو اس کی قدرت رکھتے ہیں اکثر مالک میں بکثرت ہیں اگرچہ بعض بعض مالک میں سب قریب قریب درجہ کے مالدار بھی موجود ہیں۔

پس جو مالک پہلی قسم کے ہیں انہیں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے بہتیرے محتاج آدمی عورت کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے کے خوف سے شادی نہیں کرتے بلکہ عادل شریعت جب وہ اپنی نسبت یہ جانتے ہوں کہ نان و نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے وہ عورت کی حق تلفی کرینگے تو انکو شادی کرنے سے روکتی اور منع کرتی ہے اور بعض امراء کے نزدیک تو جبکہ خداوند عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اس ظلم کے دفع کرنے کے لئے جسکو عقلیں ناگوار سمجھتی ہیں حاکم کو یہاں تک حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور ان آیات میں ہم ایسے عاجز مردوں کی زیادہ تعداد دیکھتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ فوجی آدمیوں کو بھی ہم ملا لیں تو مجرم مردوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ فوج میں نوکری کرنے والے اس خوف سے شادی کرنے سے باز رہا کرتے ہیں کہ فوجی کام کی انجام دہی کے زمانہ میں انہیں اپنی زوجہ کو بلا کسی خبر گیراں کے چھوڑنا پڑیگا پس جب مرد کے لئے ایک عورت سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا جائز نہ رکھا جائیگا تو وہ عورتیں جو ان مجرم مردوں کے مقابلہ میں بچیں گی تو والد و تناسل سے معطل رہیں گی اور جو خداوندی محنت نوع انسانی کی زیادتی اور اس کے ازدیاد کے باقی رکھنے کے بارہ میں تھی وہ باطل ہو جائیگی۔ لیکن جب مرد کے لئے یہ بات مباح کر دی جائے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکے تو جو لوگ نان و نفقہ پر قدرت رکھتے ہوں گے تو وہ عورتوں کی اس تعداد میں سے جو نسل سے معطل ہونے کو تھیں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکیں گے اور عورت ان بچاریوں میں جو والد و تناسل کی استعداد باقی رہتی تھی وہ ضائع نہ جائیگی اور نظام خداوندی منتل ہونے سے محفوظ رہیگا اور بغیر اسکے ان مصیبت زدہ عورتوں کی اسی طرح عمر گذر جائیگی اور نوع انسانی کو اسے شرمہ حاصل نہ ہو سکیگا جو کہ یادگار رہ سکے۔

دوسری قسم کے مالک یعنی جہاں کے رہنے والے قریب قریب برابر درجہ کے مالدار ہیں ممکن ہے کہ وہاں ہر مرد ایک ہی عورت سے شادی کرے اور وہاں کی عورتوں میں سے کوئی معطل نہ رہنے پائے اور ایسے مقامات میں مرد خود ہی ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکے گا اس لئے کہ جب وہ شادی کرنا چاہیگا تو اسے فاضل عورت ملے ہی گی نہیں کیونکہ حساب کی رو سے تعداد ختم ہو چکی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس تفصیل کا تو یہ مقتضایہ ہے کہ صرف پہلی قسم کے

ممالک کے حصے والوں کے لئے ایک سے زیادہ عورتیں مباح کر دی جائیں نہ کہ دوسری قسم کے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ممالک محتاجی اور بالداروں کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتے بلکہ زمانہ کے دوران میں ہر ملک پر دونوں قسم کے حال آتے جاتے رہتے ہیں اور اسکا مضبوط کرنا اور اسکے لئے زمانہ کی کوئی حد مقرر کر دینا ممکن نہیں اور بالفرض اگر اسکا انضباط ممکن ہو اور اسکی کوئی حد مقرر بھی کی جاسکے تو جب اس سے معترض کے کہنے کے موافق حکم دیا جائیگا تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ہمیشہ اختلاف رہے اور زمانہ کی ہر مدت میں حکم اپنی حد سے بدلتا رہے اور بسا اوقات یہاں تک فوج پہنچ جائیگی کہ ایک سال تو مرد کے لئے بہتیری عورتوں سے شادی کرنا جائز کر دیا جائے اور اس کے بعد والے سال میں اس سے روکنا پڑے یا اسکے بالعکس معاملہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ ملک ایک ہی سال میں بالدار ہو جائے اور پھر محتاج بھی بن جائے یا اسکا آٹا معاملہ ہو اور خداوندی احکام اس مرتبہ کے نہیں ہو سکتے کہ آٹے دن بدلائیں اور ان میں تبدیل و تغیر کے ایسے ابواب نہیں کھل سکتے جس سے خود غرض اور شہوت راں انسان ان احکام کو کہیں بگاڑیں پس تقریر سابق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مولف مذکور کے قول کے خلاف متعدد زوجات کا جائز ہونا ہی امر طبعی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔ رہا الزواج کا جاری ہونا اس سے مولف مذکور نے کچھ نفی نہیں کیا ہے لیکن اب ہم اس تقریب میں اسکی حکمت بھی ذکر کئے دیتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ اس حکم میں ایک شرعی حکمت بھی ہے مگر اس کے ذکر کا یہ موقع نہیں کیونکہ مولف مذکور جاری شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ شرعی حکمتوں سے اس کے خیالات کو تسکین حاصل ہو سکے ہاں اسکی عقل حکمت ایسی ہے جو اسکے امور بالوفہ کے طرز پر ہے اور اس سے بعض مذکور کی تسکین ہو سکتی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں کہ نان و نفقہ سے عاجز آدمی شادی کرنے سے باز رہا کرتا ہے اور جو اسپر قادر ہو تا ہے وہ اسپر پیشقدمی کرتا ہے۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں کہ تلاش و دستبرد سے کسب حاش کے جاری قسم کے مادی فیضے نکلتے ہیں۔ حکومت تجارت، صناعت، زراعت۔ پس گویا باری تعالیٰ نے ہر سبب کے مقابلہ میں ایک ایک زوجہ جائز رکھی پس جب کسی مرد کو سارے اسباب میسر آجائیں گے تو وہ چار عورتوں کو کر سکیگا اور جب ان ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اس سے مفقود ہو جائے تو وہ تین ہی عورتوں پر اقتصار کر لیا جائے لے ذرا القیاس یہاں تک کہ جب کسی سے سارے ذرائع مفقود ہو جائیں تو وہ شادی نہ کرے اور یہ امر بالداروں کے حوالہ کرے اور جب کسی کو ایک ہی ذریعہ سے اس قدر فراغت نصیب ہو جائے کہ اس سے دوسرے ذریعہ کے قایم مقام ہو سکے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بقدر اپنی وسعت کے شادیاں کر سکیگا۔ اب اگر آپ تحریر کردہ مسئلہ اور اس تقریر کو سمجھ گئے ہوں گے تو آپ پر اسکا ارہی کھل جائیگا کہ مرد کو نو بیویوں میں سے چار سے زیادہ عورتوں کو سربہ بنانا (یعنی انکو جمع کے لئے متعین کر لینا) کیوں جائز کیا گیا مسئلہ کہ ایسی عورتیں جس ملک میں کہ لائی جاتی ہیں وہاں ان کے مقابلہ میں مردوں کی تعداد نہیں پائی جاتی۔ پس جس حالت میں کہ نادار لوگ ان کے مالک بننے کی قدرت نہیں رکھتے اور بالداروں کے لئے بھی ان میں سے کئی عورتیں جائز نہ ہوتیں تو وہ نسل سے محض سب جائیں پس بالداروں کے لئے نو بیویوں میں سے کئی عورتیں جائز کر دینا عین حکمت ہے اور اسقدر بیان چنے چھنے والے آدمی کے لئے بالکل کافی معلوم ہوتا ہے۔



کہ ان دونوں میں تو لیدہ نسل کی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن ان دونوں کے آگے تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت ہو جائیگی تو ان میں سے ہر ایک کو ممکن ہو گا کہ کسی دوسرے سے مفارقت کر کے نسل حاصل کر سکے اور اپنی تولید کی استعداد کے شرہ سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پر ہم اس امر کی طرف رجوع ہوتے ہیں جبکہ بحث ہم پہلے کر رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اسے (مقدور ازواج کی طاہرہ) ممکن ہو گا کہ اس بات کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حمل کا مانع کسی وجہ سے ہے کسی دوسری عورت سے مفارقت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کی جانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہے تو اسے ہر دستور عقد میں باقی رہنے دے اور اس فضل و احسان کو جو اس کے اور زوجہ کے مابین گنہ ہو لے اس لئے کہ اس کے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مفارقت کر کے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس میں سبب مانع حمل موجود ہے اب اس کے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اس لئے اگر خاوند چاہے تو اسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حمل کا مانع خود اسی خاوند ہی کی جانب سے ہے تو اسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اسے اس وقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ عورت دوسرے سے مفارقت کر سکے کیونکہ اس عورت میں استعداد تولید کا پایا جاتا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ ہمیں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں یہی تولید موجود نہ ہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر اگر کسی طلاق کے جائز کئے جانے کا ایک اور راز اہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اس کے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مہینہ میں مرض کا لاحق ہونا۔ بد صورت ہو جانا۔ آگے تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارہ میں اس طرح اس سے غایت کرنا کہ اس کو خاوند ظاہر کر سکتا ہو اور حاکم کے رویہ پر ثابت کرنا اسے ممکن نہ ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چھکتے رہیں گے اور ان دونوں کی آنکھوں میں فساد اور مے چائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تلخی اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانیکا مقصد کرینگے اور چھائی کے اثرات سے بھٹ بھٹ بننے سے محفوظ اور پاک و صاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں ہونی چاہئے اور عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہوا کرتی ہے اور عورت کے خیالات و اس بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر علی العہم مسلم ہے اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ عورت کے نمان و نفعہ کی مرد کی تکلیف دی گئی ہے پس جب عورت سے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک بیچ بھی امر ہو گا کہ جہاں تک ہو سکے اس کو برداشت کر لے اس نظر سے کہ اسکی عقل ثابت اور قوی ہے اور نیز اسے یہ خوف بھی لگا ہو گا کہ جو کچھ اس نے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد نہ ہو جائے پس اسوجہ سے اسے طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کرنے سے

سے المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوفِ ہلاک فقہ) خالی ہے  
 بہایت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا مال طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کر لینے  
 پر آمادہ ہو جائیگی اور اسکو چھوڑ دوسکے کو ہاڈ ہوٹہ ہوگی۔ پس اس واسطے خداوندی حکمت کا یہ مقصد تھا کہ طلاق مڑ  
 ہی کے ہاتھ میں رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے کہ اس سچہ دار سوائے اس حالت کے کہ وہ بالکل  
 مضطر ہو جائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کریگا۔ رہا بعض سو قوفہ نکاحی بات میں طلاق دینے پر پیشقدمی  
 کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقل کے خلاف ہے اور خدا اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ اللہ اعلام نے اسکی تصریح کی  
 ہے مصنف کے لئے اسقدر بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متقدم (سویا رڈا فرقوں) کے کچھ حالات  
 جس سے کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کر کے اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقے جو کشمیر ہماری  
 شریعت سے مبالغہ کی ہیں انکو مستحق شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں میں سے بعضوں نے دو شادیاں جائز  
 کر دی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اسکی اولاد کی بڑی بد نصیبی ہے کیونکہ نہ اسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور  
 اسکی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مؤلف عورتوں کے لئے یہاں کیا کجیگا  
 اور بعض مالک میں طلاق بھی جائز کر دی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شائع و نال ہو چکی ہے۔ جملہ توصیفی  
 ثنا کا خدا ہی مستحق ہے جس نے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اس کے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اس کے نظام  
 معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مؤلف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ انہی  
 کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نہ کیا کریں جنکو ان کے پیروں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ  
 اس کے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور فخر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی  
 حکمت اور نظامات عقلیہ پر مبنی ہیں ان کی ضعیف رائیں ان میں خلل نہیں ڈال سکتیں اور اس کے اس کثرت سے حامی  
 کار لوگ موجود ہیں جو اس پر سے اعتراضات دفع کر سکتے ہیں۔ اور خیالات تک دفع کرتے رہیں گے۔ ابھی اللہ رب العزت  
 مقررہ ۱۴ رجب ۱۲۸۶ ہجری کو نگاہ پر ترجمہ صاحب سے ختم ہوا۔ فقہ خاک را محمد انعام اللہ صلی علیہ

تقریظ حضرت اقدس مولانا مفتی علی صاحب صاحب

بملا و حامداً

اللہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست آمد آخر ز پس پر وہ فقہ پر پر  
 دست کیوں دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب جمع کیجائے جس سے ان خیالات کی اصلاح ہو جو بوجہ نادانیت  
 علوم دینیہ کے بعض انوجوانوں کو تعلیم فلسفہ جدیدہ سے اسلامی فروع و اصول میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اسی بنا

میں اتفاقاً ایک کتاب حمید بن نامہ سے گزری جو اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی دوائی ثابت ہوئی چونکہ وہ عربی زبان میں تھی اسلئے اپنے ہموطن بہائیوں کے لئے اردو میں اس کا ترجمہ ہونا مناسب معلوم ہوا چنانچہ بفضل خداوندی عنایت غریبی جیسی مولوی سید اسحاق علی کاپوری سلمہ اللہ تعالیٰ بالفیض الخفی و البکلی کے ہاتھوں یہ کام بغیر غریبی اتمام کو پہنچا اور اول سے آخر تک میری نظر سے گزرا اصل ترجمہ کی خوبی کا بیان کرنا شاید بالغ شاعرانہ پر محمول ہوا اسلئے اہل انصاف فہم کے ملاحظہ اور اصل ترجمہ کی تطبیق پر ہر کو کو حوالہ کیا جائے اسلئے کہ اس کو نہایت ادا دل چاہتا ہے کہ مصنف ترجمہ اپنے محسن و منیر گے یا خرق عادت کہلایا چہ نیم لے احسن جمیع المسلمین خیر الخیر اور جعل عقباً ہا خیراً من الابرار اب خدا تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ ترجمہ چھپ جائے اور ہر طالب علم عربی و انگریزی مدارس کا اس سے منتفع ہو اور ان سب کے لئے یہ سرمایہ ہدایت و ارشاد ہو سکے یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ خلتہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کاتب المحدث ناچیز اشرف علی تہا نوری غفرلہ ولوالدہ یہ ۲۸۔ ۱۵۔ ۱۳۵۰ ہجری

تمام شد

# عظمت نامہ سائنس اسلام

## فہرست کتاب

صفحہ	کالم	سطر	خط	صحیح
۱	اول	۲	پہلا فرقہ لوگوں کا شاہی خط پہا نگر اس کی سفارت خانہ پہلا فرقہ اور اس کا شاہی خط پہا نگر سفارت خانہ	
"	"	۳	دوسرا فرقہ شاہی الخ	دوسرا فرقہ اور اس کا شاہی الخ
"	"	۴	تیسرا فرقہ لوگوں کا الخ	تیسرا فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۵	چوتھا فرقہ الخ	چوتھا فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۶	پانچواں فرقہ الخ	پانچواں فرقہ اور اس کا الخ
"	"	۷	چھٹا فرقہ اس کے الخ	چھٹا فرقہ اور اس کا سفیر کے بتلائے ہوئے
"	"	۸	آٹھواں فرقہ گذشتہ	آٹھواں فرقہ اور اس کا گذشتہ
"	"	۹	نصفین کرنے کی	نصفین کرنے کو
"	"	۱۰	دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال الخ	دلیل قرار دیکر استدلال الخ
"	"	۱۱	کالم	اس کا نام
"	"	۱۲	ایک فرقہ	دسواں فرقہ
"	"	۱۳	ایک متعصب	ایک احوال متعصب
۱	کالم دوم	۱۴	جائز	جائز
۲	کالم اول	۱۵	ایک نیا	نیا
"	"	۱۶	ایک	"
صفحہ	کالم	سطر	خط	صحیح
۲	۲	۱۶	زکوٰۃ ادا کرنے	زکوٰۃ نہ ادا کرنے
۳	۱	۱۷	کھولنے ایام	کھولنے ایام
"	۲	۱۸	سیاست بدن	سیاست بدن
"	"	۱۹	یہ امر	یہ امر
"	"	۲۰	تعدد	تعدد
"	"	۲۱	تعدد	تعدد
"	"	۲۲	تعدد	تعدد
"	"	۲۳	تعدد	تعدد
"	"	۲۴	تعدد	تعدد
"	"	۲۵	تعدد	تعدد
"	"	۲۶	تعدد	تعدد
"	"	۲۷	تعدد	تعدد
"	"	۲۸	تعدد	تعدد
"	"	۲۹	تعدد	تعدد
"	"	۳۰	تعدد	تعدد
"	"	۳۱	تعدد	تعدد
"	"	۳۲	تعدد	تعدد
"	"	۳۳	تعدد	تعدد
"	"	۳۴	تعدد	تعدد
"	"	۳۵	تعدد	تعدد
"	"	۳۶	تعدد	تعدد
"	"	۳۷	تعدد	تعدد
"	"	۳۸	تعدد	تعدد
"	"	۳۹	تعدد	تعدد
"	"	۴۰	تعدد	تعدد
"	"	۴۱	تعدد	تعدد
"	"	۴۲	تعدد	تعدد
"	"	۴۳	تعدد	تعدد
"	"	۴۴	تعدد	تعدد
"	"	۴۵	تعدد	تعدد
"	"	۴۶	تعدد	تعدد
"	"	۴۷	تعدد	تعدد
"	"	۴۸	تعدد	تعدد
"	"	۴۹	تعدد	تعدد
"	"	۵۰	تعدد	تعدد

# غلام احمد رحیل کتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		غیبت	غیبت			الجزیر	الجزیر
	۲۵	۱۷			۱۷		
		مقرر ہونا	مقرر ہونا		۷		
	۱۱						
		حق سبحانہ	حق سبحانہ		۱۲		۹
	۲۵						
		اسن دمان بھی	اسن دمان بھی		۵		۱۰
	۲۷						
		فرض	فرض		۲۲		۱۷
	۱۱						
		اور اپنا	اور اپنا		۱۸		۱۴
	۱۳						
		حایت	حایت		۲۰		۲۰
	۳						
		بکھ	بکھ		۲۲		۲۲
	۳						
		اجازت	اجازت		۶		۲۹
	۲۴						
		ایک عورت	ایک عورت		۱۰		۲۹
	۷						
		حکمت نظری	حکمت نظری		۱۲		۳۰
	۲۷						
		معلوم ہوتا	معلوم ہوتا		۲۷		۳۱
	۲						
		ایسا ہی سبب	ایسا ہی سبب		۱		۳۱
	۱۹						
		اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے		۱۳		۳۵
		اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے				
		منوے تو یہ تمام مخالف	منوے تو یہ تمام مخالف		۲		۳۷
		جو ترے شخص کے آپ کی	جو ترے شخص کے آپ کی		۱۰		۱۱
	۱۵۱۵						
		صدقہ و اتفاق کر کے	صدقہ و اتفاق کر کے		۲۵		۱۱
		ان تمام..... جمع ہو گئے	ان تمام..... جمع ہو گئے				
		سان لٹ	سان لٹ		۲۷		۱۱
	۲۱						
		انفکاک	انفکاک		۳		۲۷
	۲۱						
		یہ ٹوٹا ہوا	یہ ٹوٹا ہوا		۲۵		۱۱
	۱۹						
		تعلیم	تعلیم		۱۵		۲۰
	۱۷						
		اکیسین	اکیسین		۲۷		۱۱
	۱۷						

صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	سطر	خط	صحیح
۱۰۰	۳	جس کی وجہ	جس کی وجہ سے	۱۵۵	۵	منزل	منزلہ
۱۰۷	۹	عقل بھی	عقل ہی	۱۵۶	۹	منزل آنکھ	منزل آنکھ
۱۱۳	۲۱	دونوں خدام کرب	دونوں ایک دوسرے کی تھک	۱۵۶	۱۱	چھینک	چھینک
۱۱۶	۷	بیادداشت	بیادداشت	۱۵۸	۲۱	منافقہ	منافقہ
۱۱۷	۱۳	ثبات	ثبات	۱۵۸	۲۴	منزل	منزلہ
۱۱۸	۱۹	جسم	جسم	۱۵۸	۳	اور ان کے منافع	اور ان کے منافع
۱۱۹	۳	جسم	جسم	۱۵۸	۴	غور و فکر	غور و فکر
۱۲۰	۱۹	اسی	اسی	۱۵۸	۱۹	مگر	مگر
۱۲۰	۱۲	اور ان اسباب	اور ان اسباب	۱۵۸	۲۷	نکلتا ہے جس کا پلہ کہہ سکتا ہے	نکلتا ہے جس کا پلہ کہہ سکتا ہے
۱۲۱	۳	ان کا یہ قول	ان کا یہ قول	۱۵۸	۲۳	اس سے قبل ہی	اس سے قبل ہی
۱۲۲	۲۲	قادر	خ	۱۵۸	۲۷	نہ پایا کہ اس سے قبل ہی	نہ پایا کہ اس سے قبل ہی
۱۲۵	۲۶	وجہ	وجہ	۱۵۸	۱۱	سینچر	سینچر
۱۲۶	۷	اکانوے میل تک	اکانوے میل تک	۱۵۸	۱۶	سہ ہوا	سہ ہوا
۱۳۳	۱۶	مقتدر	مقتدر	۱۵۸	۱۸	بجھتی	بجھتی
۱۳۵	۶	گنگ	گنگ	۱۵۸	۲۵	منزل	منزلہ
۱۳۷	۱	نہیں	نہیں گئی	۱۵۸	۲۷	مختلف	مختلف
۱۳۸	۱۳	گلتا	گلتا	۱۵۸	۱۳	آہستہ ہو کر	آہستہ ہو کر
۱۳۹	۱۵	اباہل	اباہل	۱۵۸	۱۷	پانی	پانی
۱۴۰	۲۵	اسے	اسے	۱۵۸	۱۵	ہو سکتی	ہو سکتی
۱۵۰	۱	ادھر کوئی	ادھر کی کوئی	۱۵۸	۲۷	ہٹ دھری	ہٹ دھری
۱۵۱	۵	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۲۷	پانی	پانی
۱۵۱	۹	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۷	چھوٹا جائز نہیں	چھوٹا جائز نہیں
۱۵۱	۲۰	قرینہ	قرینہ	۱۵۸	۲۷	بدار (حاشیہ)	بدار
۱۵۱	۱۱	جانا	جانا	۱۵۸	۲۷	سو جو	سو جو
۱۵۲	۱۷	بہین	بہین	۱۵۸	۱۱	معتقد ہو جائیں جس پر کہ	معتقد ہو جائیں جس پر کہ





امیر خسرو کی سوانح و تراجم

علاہ انکے ہر قسم کی کتابیں قرآن مجید ہمارے مطبع سے بکھائی جاسکتی ہیں





15-722

~~DUE DATE~~

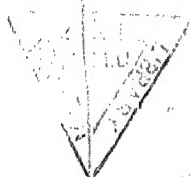
292

27 MAR 50

8 MAY 73

11.06.03

4 AUG 1972



۲۹۶  
ح بن افندی

۲۹۷  
حیثیہ - ۲۹۷  
۲۹۷

4/1/20

DATE	NO.	DATE	NO.
------	-----	------	-----